حیات و تعلیمات

حضرت خواجہ غلام فریدؒ

کپتان واحد بخش سیال

محکمۂ اوقاف حکومت پنجاب

Marfat.com

حیات و تعلیمات

حضرت خواجہ غلام فریدؒ

کپتان واحد بخش سیال

مرکز معارف اولیاء

محکمہ اوقاف حکومت پنجاب

Marfat.com

83375

حقوق طبع محفوظ ہیں

طبع اول : دسمبر 2002ء

تعداد : ایک ہزار

ناشر : ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

ڈائریکٹر مذہبی امور اوقاف پنجاب۔لاہور

نگران : ۱۔میاں سلیم اللہ

اسسٹنٹ ڈائریکٹر تحقیق و مطبوعات اوقاف اکیڈمی

۲۔مختار احمد ندیم

ریسرچ آفیسر مرکز معارف اولیاء

مطبع : پرنٹنگ ایسوسی ایٹس۔لاہور

قیمت :

Marfat.com

فہرست

عنوان:	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
تقدیم	1	عرض مصنف	5
پہلا باب			
حالات زندگی	8	سلسلۂ نسب	8
لفظ کوریجہ کی وجہ تسمیہ	8	حضرت اقدس کا خاندان	12
کوٹ مٹھن	13		
حضرت خواجہ نور محمد صاحب	13	شاہان مغلیہ کی عقیدت	14
دیگر فرمان وہ ہے جو 14 جلوس ابوالمظفر محی الدین عالمگیر بادشاہ غازی سے مرحمت ہوا	15	نقل فرمان شاہی از ابوالمظفر محی الدین بادشاہ عالمگیر غازی	16
نقل فرمان تیمور شاہ بادشاہ کابل خلف احمد شاہ ابدالی	16	نقل فرمان تیمور شاہ بادشاہ کابل فرزند احمد شاہ ابدالی	17
مختصر ترجمہ	17	حضرت قاضی محمد عاقل قدس سرہ	17
اپنے شیخ کے خلیفہ جانشین ہونے کی پہلی شہادت	18	دوسری شہادت	18
تیسری شہادت	18	چوتھی شہادت	19
حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کی شہادت	19	خلفاء	19
وصال	19	حضرت خواجہ احمد علیؒ	19
حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الٰہیؒ	19	اولاد	20
خلفاء	20	حضرت مولانا غلام فخر الدین	21
ذوق سماع	21	وصال	22
حضرت خواجہ غلام فریدؒ	23	ولادت باسعادت ورسم بسم اللہ	23
در یتیم	23	ابتدائی تعلیم	23
شاہی محل میں پرورش، ظہور کرامت	24	بیعت وخلافت	24
سلسلۂ طریقت	25	اسمائے گرامی مشائخ مع تاریخ وصال ومدفن	25
مسند نشینی	27	سفر حج	27
درس وتدریس	27	تبحر علمی	28

Marfat.com

غلام نرگس مست تو تاجدارانند	28	نواب صاحب بہاولپور کا انکسار	29
نواب قیصر خان کی عقیدتمندی	29	چور کو ولی بنادیا	30
خواجہ صاحب کا جودوسخا	31	حضرت نازک کریم کا ارشاد	31
صاحبزادہ صاحب کی شادی پر عظیم الشان لنگر	32	نواب صادق محمد خان رابع کی بیعت	32
مخالفین سے رواداری	33	دوسرا واقعہ	34
ایک صاحب سلسلہ عالم تبحر کی بیعت	34	عادات وخصائل و معمولات روزمرہ	36
نامور خلفاء	39	حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے نامور مریدین	44
آل واولاد	46	حضرت خواجہ محمد بخش صاحبؒ	46
تبحر علمی	46	باطنی کمالات	47
وصال	47	آپ کے خلفاء	47
حضرت خواجہ محمد معین الدین صاحب	47	باطنی کمالات	48
حضرت کی جاذبیت	48	پابندی شریعت	49
حضرت خواجہ معین الدین کے خلفاء	49	وصال	49
حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ	50	وصال	51
حضرت خواجہ فیض احمد صاحب	51	حضرت خواجہ فیض فریدؒ	51
خواجگان کوٹ مٹھن کی دیگر خانقاہیں	53	خانقاہ شیدانی شریف	53
حضرت شیخ محمد صاحب لاہوری	53	حضرت خواجہ محمد شریف صاحب	53
حضرت خواجہ در محمد صاحبؒ ساکن گڑھی اختیار خان	53	حضرت خواجہ محمد یار گڑھی اختیار خان	54
دیگر خانقاہیں	54	تصانیف	54
دیوان فریدؒ	54	عشق نبی ﷺ	60
عشق مجازی	60	مجاز کے متعلق شاہ شمس تبریزی کا شیخ اوحدالدین کرمانی کو انتباہ	63
امام اعظمؒ کا مجاز سے پرہیز	64	حضرت خواجہ صاحب اور عشق مجازی	64
حضرت مولانا جامیؒ اور مجاز	65	عارف رومیؒ اور مجاز	65
شیخ فریدالدین عطارؒ اور مجاز	66	کچھ سرائیکی زبان کے متعلق	66
دیوان فرید کے تراجم	69	دیوان فرید اردو	70
مقابیس المجالس	71	مقابیس المجالس کی اہمیت	72

Marfat.com

پہلی وجہ 74
دوسری وجہ 74
اقوام مغرب کا تصوف کی طرف رجحان 75
تیسری وجہ 77
چوتھی وجہ 80
پانچویں وجہ 81
فوائد فریدیہ 81
آیات 82
احادیث قدسی 83
احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام 83
اقوال صحابہ کرام، مشائخ عظام 83

دوسرا باب

احوال و مقامات خواجہ غلام فریدؒ 85
سلوک الی اللہ 85
فنا فی اللہ 86
فناء الفناء 86
بقاباللہ 86
لطائف ستہ اور تنزلات ستہ 88
لطائف ستہ 88
مراتب وجود یا تنزلات ستہ 89
احوال و مقامات فریدؒ 91
آپ کا مقام فنا فی اللہ 91
مقام فناء الفناء 93
حضرت اقدس کی ولایت کی تیسری خصوصیت یعنی شان بقاباللہ 94
فنا سے بقا زیادہ محبوب اور بلند ہے 96
حضرت اقدس کے کلام میں ہجر و فراق کی وجہ 97
امت محمد ﷺ میں اصحاب بقا کی کثرت ہے 97
شدید نسبت عشقیہ اور عبدیت کا اجتماع 98
جتھاں خود قرب ہے دوری 100
قلندر آنکہ فوق الوصل جوید 101
حضرت اقدس کا بلند ترین وجد 103
غایت عروج 104
جذبہ فدائیت 105
تحفہ نیستی 107
آپ کے اس اہم شعر کی شرح 107
حضرت مجدد الف ثانیؒ اور تحفہ نیستی 108
بقا افضل ہے فنا سے 108
آپ کے لطائف ستہ کا زندہ ہونا 109
شان لطائف 110
لطائف کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وضاحت 111
حضرت اقدس کی ولایت کی نسبت عشقیہ 111
حضرت خواجہ صاحب کی شان محبوبیت 114
آخری مقام 114
شان محبوبیت کے متعلق حضرت اقدس کی اپنی شہادت 114
شان محبوبیت کی ایک اور مثال 115
خواجہ صاحب کے مقام محبوبیت کی مزید شہادت 116
حضرت خواجہ محمد بخشؒ کی شہادت 118
یافت اور نایافت 119
ذوق سخن 120
محبوب حقیقی کا ہر چیز میں جلوہ 121

Marfat.com

زاہد خشک کو تنبیہ 126

تیسرا باب

حضرت خواجہ غلام فرید کا سلسلہ طریقت 129
دریتیم 130
ظہور ملائکہ 131
تعمیر کعبہ میں شرکت 131
غار حرا میں خلوت 132
نزول وحی 133
بیعت العقبہ 133
عادات و خصائل 134
کمالات ظاہری و باطنی 135
حضرت خواجہ حسن بصریؒ 138
حضرت خواجہ ابو علی فضیل بن عیاض قدس سرہ 139
حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم قدس سرہ 140
حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس سرہ 140
حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہ 141
حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی قدس سرہ 142
حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتی قدس سرہ 145
خلفاء 145
حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی قدس سرہ 146
حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ 147
ذوق سماع 147
کرامات 148
وصال 148
ذوق سماع 149
وصال 150
ذوق سماع 151
وصال 152
شرح دقائق 127
وما ارسلنك الا رحمة للعلمين (ذکر پاک) 130
سفر شام 131
عقد نکاح 131
نزول وحی 132
آغاز نبوت 132
معراج 133
ہجرت 133
حلیہ مبارک 135
امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ 137
حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہ 138
خلفاء 139
خلفاء 140
حضرت خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری قدس سرہ 141
خلفاء 142
حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس سرہ 144
وصال 146
وصال 146
خلق عظیم 147
حضرت شیخ احمد جام سے ملاقات 148
خلفاء 148
حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ 149
کمالات 149
حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ 150
کمالات 151
حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ 152

Marfat.com

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ 155
حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنجشکر قدس سرہ 158
حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہیؒ 158
حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ 159
حضرت خواجہ کمال الدین علامہ 159
حضرت خواجہ شیخ سراج الدینؒ 160
حضرت شیخ علم الدین 160
حضرت شیخ محمود عرف راجنؒ 160
حضرت شیخ جمال الدین عرف شیخ جمنؒ 161
حضرت خواجہ حسن محمدؒ 161
حضرت شیخ محمد بن حسن محمدؒ 161
حضرت خواجہ یحییٰ مدنیؒ 161
حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ 162
حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ 162
محب النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ 163
حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ 164
حضرت قاضی محمد عاقلؒ 164
حضرت خواجہ خدا بخشؒ 164
حضرت مولانا غلام فخر الدینؒ 164

چوتھا باب

حضرت خواجہ صاحب کا مسلک 165
آپکی زندگی میں اختلافی مسائل کی وضاحت، اختلاف امت پر محققانہ نظر اور اختلاف مٹانے کے طریقے 165
اختلاف امت کیسے رحمت ہے 166
امت کے مختلف فرقے 167
اختلافی مسائل 168
اہلحدیث، بریلوی اور دیوبندی مکاتب کے باہمی اختلافات 172
خواجہ صاحب کا مسلک تصوف وولایت 173
حقیقت تصوف 173
وجہ تسمیہ 173
لفظ تصوف کا استعمال عہد نبوی ﷺ میں 174
امر تحقیق 176
مقام ولایت 177
یورپین مستشرقین کے اعتراضات 184
تضاد بیانی 185
تصوف کے متعلق غلط فہمیوں کی وجوہات 187
تصوف سے متعلق غلط فہمیوں کی پہلی وجہ 187
امام غزالیؒ کی عظمت اہل مغرب کی نظر میں 187
اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق غلط فہمی ہے
امام غزالیؒ کو پروفیسر آربری کا خراج تحسین 188
تصوف کے متعلق غلط فہمی کی دوسری وجہ 190
غلط فہمی کی تیسری وجہ 190
تصوف کے متعلق غلط فہمی کی چوتھی وجہ 191
غلط فہمی کی پانچویں وجہ 192
غلط فہمی کی چھٹی وجہ 192
غلط فہمی کی ساتویں وجہ 193
مستشرقین کے خصوصی الزامات اور انکے جوابات 195
رچرڈ ہارٹ مین کے عائد کردہ الزامات 195
ہارٹ مین کے دیگر الزامات 196

Marfat.com

ولیم جونز کے الزامات	197	جان میلکم کے الزامات	197
تھالک کے الزامات	198	عیسائی پادری میکڈونلڈ کا اعتراض اور اعتراف	199
میکس ہورٹن کے الزامات	200	آسن پلے سیوس کے الزامات	200
ڈاکٹر نکلسن کا اعتراف	202	لوئی ماسینیون کا اعتراف	204
مارگریٹ سمتھ کا اعتراف	205	عیسائی ارباب روحانیت پر غزالی کے اثرات	206
ولیم سٹوڈارڈ کا اعتراف	208	ایچ۔سی۔ہاپولڈ کا اعتراف	210
میکڈونلڈ پر صوفی مجالس کا اثر	212	سپنسر ٹرنگھم کا اعتراف	213
اینی میری شمل کا اعتراف	213	روڈلف اوٹو کی نکتہ چینی	217
تھامس آرنلڈ کا اعتراف	218	عصر حاضر میں اہل یورپ اور اہل ہند پر تصوف کے اثرات	221
رچرڈ برٹن	221	فیر فیکس	222
کرنل ولبرفورس کلارک	222	صوفی عبدالعزیز	222
صوفی حبیب اللہ لوگرو	224	میرے اسلامی بھائی سید محمد ذوقی	224
صوفی عبداللہ مالنکے	226	صوفی عبدالسلام	226
مسٹریس ہوپ	227	مدن راؤ مادھوراؤ	228
ڈاکٹر رولو	229	شیخ احمد مراد	229
عطاء اللہ چشتی	229	متفرق نومسلمین	230
احمد اکبر	231	عبدالرحمٰن اطالوی	231
مسز مریم کعکی	232	ہندو روحانی پیشواؤں پر صوفیاء اسلام کے عظیم احسانات	233
ڈاکٹر تاراچند کے حیرت انگیز انکشافات واعترافات	233	شنکراچاریہ	234
رامانوجا	235	ہندو فرقے لنگایت (جگناماس) اور سدھار اپر صوفی اثرات	236
رامانند اور بھگت کبیر	240	بھگت کبیر کے اسلامی عقائد	240
گورونانک	242	سولھویں صدی کے ہندو فقیر	244
کبیر کے چیلے	244	کلہا اور ملک داس	246
سندرداس	246	ویربھان	247
لال داس اور بابالال	247	دھرنا داس اور پران ناتھ	248
پران ناتھ	248	اٹھارویں صدی کے فقیر	249

Marfat.com

انیسویں صدی کے فقیر	249
تصوف اور عیسائی مسٹی سزم	251
اسلام اور ہندو مسٹی سزم	253
اسلام کی جامعیت	254
تصوف اور سائینس	256
موت کے بعد زندگی	257
تصوف اور جدید فزکس	258
حدیث نبوی ﷺ میں راہنما کی ضرورت	264
اوصاف شیخ	264
احادیث ممانعت	270
انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں	272
ایک حدیث کے معنی آنحضرت ﷺ سے پوچھنا اور آپ ﷺ کا جواب	274
مذہب حنفی بہترین طریقہ ہے	275
ائمہ اہل بیت اور صوفیاء کا طریقہ ایک ہے	276
حضور اقدس ﷺ کی طرف سے زرہ ملا	276
ایک حدیث کی تشریح خود آنحضرت ﷺ کی زبانی	278
زیارت رسول ﷺ اور موئے مبارک کا عطا کرنا	279
قرابت رسول ﷺ کا مقام	280
نذر و نیاز کی پسندیدگی	281
حضرت خواجہ اجمیریؒ سے خلافت	282
حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ سے ملاقات	283
مجالس ارواح	284
نذر و نیاز کا طعام کھانے کا جواز	285
اصحاب قبور کا ذکر اللہ کرنا اور اہل اللہ کا سننا	286
اصحاب مزار کا قوالی میں مسرور ہونا	287
مختلف مذاہب کی روحانی تعلیمات کا اسلام سے مقابلہ (اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کون پسند کرتا ہے)	251
اسلام اور نوافلاطونیت	252
اسلام اور یہودی قبالہ سسٹم	253
تقابلی مطالعہ کا نتیجہ	254
روس اور چین جیسے دہریہ ملک میں تصوف کے حقائق کے متعلق ریسرچ اور حیرت انگیز انکشافات	257
کشف و کرامات	258
حضرت خواجہ صاحبؒ کا مسلک بیعت	261
عذر لنگ	264
حضرت خواجہ صاحب کا مسلک زیارت قبور اور عرس منانا	268
زیارت قبور کے فضائل و برکات	271
شفاعت کا ثبوت	273
حقیقت محمدیہ	274
شاہ صاحبؒ کا اویسی ہونا	275
فضیلت صحابہؓ کے بیان میں	275
حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کو رسول خدا ﷺ کا عطیہ	276
زیارت رسول ﷺ	277
ولایت اور نبوت کے مراتب میں فرق	278
سجدہ غیر اللہ کی ممانعت	280
آپ ﷺ کا پسندیدہ درود شریف	280
گذشتہ اولیاء اللہ سے ملاقات	282
مختلف سلاسل کی سیر روحانی	282
مزار پر حاضری اور بشارت فرزند	284
شیخ سعدیؒ سے ملاقات	285
تلاوت قرآن سے اہل قبور خوش ہوتے ہیں	286
شہید بھی انسانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں	287
زیارت قبور اور فیوض و برکات	287

Marfat.com

اولیائے زمانہ سلف سے اخذ فیض اور نوعیت فیض 288
ذکر نفی اثبات کی تعلیم سرور کائنات ﷺ کیطرف سے 288
اولیاء زمانہ ماضی سے ملاقات 291
خواجہ اجمیری کا فیض 292
آنحضرت ﷺ کا تشریف لانا اور امام غزالی کو خطاب حجۃ الاسلام عطا فرمانا 292
اصحاب قبور و دیگر اولیاء کی کرامات کا ثبوت 295
حضرت امیر حمزہؓ کی کرامت 296
حضرت سعد بن عبادہؓ کی کرامت 297
حضرت علیؓ کی کرامت 298
نذر و نیاز کا جواز 299
قرب حق 300
اصحاب قبور کے تصرف اور فیضان کی ایک اور مثال 301
حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا قبر سے نکل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملنا 303
علامہ جلال الدین سیوطیؒ اور تصرف انبیاء اولیاء 303
حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شہادت 305
حضرت سعید ابن مسیب تابعی کی شہادت 305
امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی شہادت 306
امام غزالیؒ کی شہادت 306
خواجہ صاحب کا ذوق سماع 308
حلت سماع کے متعلق خواجہ فریدؒ کی اپنی صراحت 310
خواجہ صاحب کا مسلک وحدت الوجود 316
قانون شہادت 316
حقیقت وحدت الوجود 318
نظریہ تشبیہ 319
نظریہ استوی علی العرش 319
اصحاب قبور سے مدد مانگنا 288
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا اصحاب قبور سے اخذ فیض 289
دیگر امور 291
امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں بھی نذر و نیاز کا جائز ہونا 292
حالت بیداری میں زیارت رسول ﷺ 293
حضرت ثابت بن قیسؓ کی بعد وفات کرامت 296
حضرت زید بن خارجہ انصاریؓ کی کرامت 297
حضرت عثمانؓ کی کرامت 297
حضرت عمرؓ کی کرامت 298
ارواح انبیاء اور اولیاء کرام اور ملائکہ سے ملاقات 299
فنافی اللہ یا سیر فی اللہ کی حقیقت 301
اصحاب قبور اور حضرت غوث الاعظمؒ 302
دیگر علماء و مشائخ کے شواہدات اور مشاہدات 303
حافظ ابن قیم جوزی کی شہادت 304
مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شہادت 305
ملا علی قاریؒ کی شہادت 305
حضرت شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی شہادت 306
حضرت شیخ صدرالدین قونویؒ کی شہادت 307
حقیقت سماع 309
حضرت خواجہ صاحبؒ کی ایک مجلس سماع 312
عقلی ثبوت 316
طریق وجدان 317
نظریہ تنزیہ 318
نظریہ ہمہ اوست یا وحدت الوجود 319
حقیقت حلول و اتحاد 320

Marfat.com

وحدت الوجود سے حلول لازم نہیں آتا 320
امام ابن تیمیہ کا عقیدہ استویٰ علی العرش عام علم جغرافیہ کی رو سے بھی صحیح نہیں 321
خالق ومخلوق کا تعلق 322
مولانا جامیؒ کی تصریح 324
صوم صلوتوں پھر داعاری 325
وحدت الوجود اور وحدت الشہود 327
وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی تطبیق شاہ ولی اللہؒ کی تحریرات میں 330
مزید اعتراف 333
امام ابن تیمیہ کے عرش کے محدود معنی 320
تمام عقائد میں سے عقیدہ وحدت الوجود شریعت کے مطابق ہے 322
کیا غناو جوب ذاتی میں کاملین شریک ہو سکتے ہیں 323
مولانا جامیؒ کے قول کی شرح خواجہ صاحب کی زبانی 324
خلاصہ بحث 326
مکتوبات امام ربانی میں وحدت الوجود کا ثبوت 328
شاہ اسماعیل شہیدؒ اور تطبیق 330
حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے وحدت الوجود کا واضح ترین ثبوت 332
حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ایک خط 334

پانچواں باب

تعلیمات۔ ماخوذ از مقابیس المجالس (مجموعہ ملفوظات خواجہ غلام فریدؒ) 343
اذکار ومشاغل ومراقبات 345
اذکار 346
اقسام ذکر 348
ذکر نفی اثبات 349
متفرق تعلیمات 350
غیر شرعی رسومات کی مذمت 351
قانون قرأت کے بغیر نماز میں قرآن پڑھنا 352
مناجات حکیم سنائی 353
حضرت خواجہ صاحب کی رواداری اور فراخدلی 357
ایک غیر مقلد عالم کے پیچھے نماز پڑھنا 358
سماع کسی سلسلہ میں حرام نہیں 359
خسف اور مسخ 360
عیسائیوں کا مباہلہ سے بھاگ جانا 363
روحانی تعلیم وتربیت 343
حکایت 345
ذکر اللہ کی اہمیت قرآن کی رو سے 348
ذکر اسم ذات 349
مراقبات 349
رواداری اور صبر وتحمل کی تعلیم 350
ایک انگریز کپتان جہاز کا مسلمان ہونا 351
حکیم سنائی کی توبہ کا واقعہ 353
احترام اولیاء اللہ 357
مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم 358
سلطان ناصر الدین محمود کا تقویٰ 358
قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور سماع 359
زمین میں دھنس جانے اور صورت بدلنے کے متعلق احادیث 362
حضرت معاذ بن جبلؓ کی شان 364

Marfat.com

پہلی حدیث 364
پرندوں کا آزاد کرنا 365
توحید ایمانی وتوحید حالی 366
جذب اور تصفیہ 366
دوست اور دشمن میں تمیز 367
وظیفہ دفع وبا 367
مراتب سلوک 368
اصحاب رسول ﷺ کو گالی دینا کفر ہے 369
اقسام کشف 370
حضرت شیخ کلیم اللہ اور مسئلہ غنا و وجوب 374
حضور قلب فی الصلوٰۃ کی اقسام 376
سیر نزولی 377
انسان شجر معکوس ہے 378
جامعیت عبدیت یعنی بقاباللہ میں ہے 379
وظیفہ مقاصد دینی ودنیاوی 381
آنحضرت ﷺ کا علم کلی ہے یا جزوی 382
شرح 383
جواب 384
شرح 385
مسئلہ قضاوقدر کا صحیح حل 386
شرح 386
آئمہ مجتہدین کا تقوی 387
امام اعظم کی نماز اور ہاتف کا جواب 387
امام مالکؒ اور حب رسول ﷺ 388
ترک عشق مجازی 389
حضرت خواجہ صاحبؒ کی رواداری اور فراخدلی
کی ایک اور مثال سرسید احمد خاں سے ملاقات 390

دوسری حدیث 364
گمشدہ بچے کی واپسی کا عمل 365
تعین ختم نہیں ہوتا 366
قرب حق میں اضطراب کی وجہ 367
بواسیر کا علاج 367
اولیاء کے لئے کرامت چھپانا فرض ہے 368
ایام عاشورہ میں نئی پوشاک پہننا 368
کمال معرفت، ایک اہم سوال کا حل 369
خواجہ صاحبؒ کے عرفان کا کمال
ایک اہم مسئلہ یعنی غنااور وجوب ذاتی کا حل 371
اقسام توحید 374
اقسام سیر 377
سیر عروجی 377
مقام فنافی اللہ سے بقاباللہ زیادہ بلند ہے 379
تعویذ فتح وخیر وبرکت 380
اولیاء اطفال حق اند کے معنی 381
تجدد امثال 383
ایک اشکال 384
مسئلہ قضاء وقدر 384
قدر وجبر کے متعلق حضرت قاضی محمد عاقل کا مؤقف 385
حقیقت وحدت الوجود کے متعلق 386
مولانا جامیؒ کے ایک قول کی شرح
اولیاء کرام کا تقوی 387
امام مالکؒ کی شہرت کی وجہ 388
امام شافعیؒ 389
کم مرتبہ درویشوں سے ظہور کرامت 390
مولانا نذیر حسین غیر مقلد محدث دہلوی کی تعریف 391

Marfat.com

ناشکری سے پرہیز 391
کفارہ روزہ 393
اسم اعظم 394
کم مرتبہ درویشوں سے ظہور کرامت 395
حضرت عثمانؓ کا کشف 397
خلق محمدی ﷺ 398
مشائخ کی خلوت خاص میں جانا بے ادبی ہے 398
زمین کا قطر اور محیط 399
ولایت کا آخری مقام 400
عیب جوئی سے پرہیز 401
ترجمہ اردو 402
وجہ اول 403
وجہ سوم 404
فضیلت صحابہ علی الترتیب 405
توحید کیا ہے صاحب حال کون ہے 406
حدیث "موتوا قبل ان تموتوا" کی تشریح 407
درویش کو مٹی بن جانا چاہیے 408
عالی ہمت اور پست ہمت آدمی 409
امام اعظمؒ اور احترام سادات 409
ہر قسم کی بیماری اور وبا سے امان کا آسان طریقہ 410
مومن کائنات پر حکمرانی کرتا ہے 411
قول جنید: اولیاء کرامؒ سے بدظن ہونے سے ایمان سلب ہوسکتا ہے 412
طریق زیارت رسول ﷺ 414
اوقات نماز پنجگانہ 415
وقت نماز ظہر 415
وقت نماز مغرب 416

رؤیت حق کے بارے میں حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کے اقوال میں تطبیق 393
حج مبرور 394
مشاہدہ حسن مجازی 396
امام ابوحنیفہؒ اور مجاز 397
عشق مجازی کی سزا 398
حضرت خواجہ کی جغرافیہ دانی 399
شرح 399
کشف و کرامات مقام صفات سے ہے 400
حدیث من کنت مولاہ کی تشریح۔ لفظ مولا کے لغوی معنی محبوب ہیں نہ کے سردار 402
وجہ دوم 403
فضیلت عشرہ مبشرہ بالترتیب 405
فضیلت جمیع خلفائے راشدینؓ 406
خلقت کی چار اقسام 407
تم کو کوئی برا کہے تو سچ سمجھو 408
خلاصہ درویشی 408
سادات کا احترام 409
دعا برائے دفع بلا 409
جنات کی ماہیت اور طریق تسخیر 410
حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں بدگمانی ناجائز ہے 411
مائی ہیر کی نماز 413
محبوب کے دو معشوق ہوتے ہیں اور عاشق کا ایک 413
حضرت علیؓ کی للّٰہیت سے کافر مسلمان ہوگیا 414
وقت نماز فجر 415
وقت نماز عصر 416
وقت نماز عشاء 416

Marfat.com

ایک شیعہ امام کا اعتراف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی باہمی محبت کے متعلق 417
مجاہدات اولیاء 418
حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کا مجاہدہ 418
کنواں پاک کرنے کا مسئلہ 420
اولیائی تحت قبائی 422
خلفاء حضرت خواجہ نقشبندؒ 424
حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر 425
حضرت خواجہ خدا بخشؒ کی مشغولی کا کمال 426
بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے وقت جو دعا مانگی جائے پوری ہوتی ہے 427
وظیفہ ذوق الٰہی و کشائش رزق 428
شرک خفی 429
حضرت جنید بغدادیؒ کی عظمت 430
بیت المال کی ملکیت 430
حضرت عمرؓ اور بیت المال 431
حقیقت افلاک و کواکب 432
وحدت الوجود (شیخ عبدالرزاق اور شیخ امان اللہ میں مباحثہ) 433
شرح: آیہ مبارک "من تاب و امن و عمل عملا صالحا۔۔ الخ" 436
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے قول "قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ" کا مطلب 437
حضرت جنید بغدادیؒ 439
آیہ "انا عرضنا الامانۃ" کی شرح 439
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جود و کرم 440
شام اور یمن کے حق میں آنحضرت ﷺ کی دعا اور نجد کے لیے وعید 442
حضرت خواجہ اجمیریؒ کا مجاہدہ 443

حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عظمت 417
حضرت ابوبکر واسطیؒ اور حضرت سہل تستریؒ کا مجاہدہ 418
حضرت خواجہ گنج شکرؒ کا مجاہدہ 419
حق تعالیٰ کی محبت ہر چیز پر غالب ہونی چاہیے 421
حضرت خواجہ صاحب کی کمال رواداری، دیگر سلسلہ کے بزرگان کی مدحت سرائی 423
مرید کی مشرکانہ بات پر حضرت اقدس کا غصہ 425
وظیفہ برائے برکت رزق 426
بلی کے پس خوردہ کا حکم 428
نماز جمعہ کی رکعتیں 428
جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسروں کے لئے بھی پسند کرو۔ حاضرین میں تحائف تقسیم کرنا 429
آپ کے خلفاء 430
حضرت ابوبکرؓ اور بیت المال 431
زکوٰۃ شریعت، طریقت و حقیقت 431
اولیاء اللہ کا علم غیب 433
درس حدیث 434
درس حدیث۔ بدی کا نیکی میں تبدیل ہونا 435
سود کھانا، کھلانا، دینا، دلانا حرام ہے 436
حضرت عمرؓ کا ایمان لانا 436
شادی بیاہ پر رنگ ڈالنے کی رسم 438
تعویذ برائے قوت مردمی 438
حضرت بایزید بسطامیؒ کو تنبیہ 439
شرح 440
حضرت امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین صلح کی پیش گوئی حدیث میں 441
مجاہدات اولیاء 442

Marfat.com

تقدیم

اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام نے سرزمین پاک و ہند میں جو کردار ادا کیا وہ بلاشبہ عہد ساز اور انقلاب آفریں ہے۔ صوفیاء کرام نے ہر زمانے میں احیاء و تجدید دین کے فرائض انجام دیئے اور تبلیغ اسلام کے لئے مساعی کیں۔ انہی صوفیاء کرام میں سے ہمارے ممدوح صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فریدؒ ہیں، جو تیرہویں صدی ہجری کے گوہر شب چراغ تھے، تاریخ دعوت و محبت کا ایک مستقل باب تھے اور تاریخی نام کے اعتبار سے "خورشید عالم" 1261 ہجری میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ خواجہ غلام فریدؒ نے آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور تیرہ سال کی عمر میں خواجہ غلام فخر الدین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد انہیں کی سرپرستی میں دینی اور روحانی تعلیم و تربیت کے مراحل طے کئے۔ حدیث، فقہ، تفسیر اور دیگر علوم میں دسترس حاصل کی اور اس کے بعد ان کے ہمراہ درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ 1288ھ میں خواجہ غلام فخر الدین نے چون سال کی عمر میں وفات پائی تو خواجہ غلام فریدؒ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ستائیس یا اٹھائیس برس تھی۔ خواجہ غلام فریدؒ کی شخصیت بڑی پروقار اور پہلودار تھی۔ وہ علمی جستجو اور تحقیق کے بہت دلدادہ تھے۔ تاریخ و تصوف کے مسائل میں بالخصوص حوالوں اور روائتوں کو محققانہ نظر سے پرکھتے تھے۔ ان کے رسالہ فوائد فریدیہ اور عقیدت مندوں کے جمع کردہ ملفوظات مقابیس المجالس، مناقب فریدی اور اشارات فریدی سے ان کی علمی بصیرت کا پتا چلتا ہے۔

خواجہ صاحب کے تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ انہوں نے اٹھارہ سال روہی (چولستان) کے صحرا میں زہد و ریاضت میں گزارے۔ انہوں نے نہ صرف خود فریضہ حج ادا کیا بلکہ تقریباً ایک سو افراد نے ان کے خرچ پر حج کی سعادت حاصل کی۔ حج سے قبل خواجہ صاحب نے اولیاء کبار کے مزاروں پر بھی حاضری دی۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد آپ نے درس و تدریس اور رشد و ہدایت کی مجالس کو گرمانا شروع کیا۔ رسوم غیر شرعیہ کو مٹایا اور اتباع شریعت کو فروغ دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے کوٹ مٹھن اور اس کے نواحی مضافات رشد و ہدایت کا مرکز و محور بن گئے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ انیسویں صدی عیسوی کے ان جلیل القدر صوفیاء میں سے تھے جنہوں نے ہزاروں گم کردہ راہ انسانوں کو نشان منزل سے آشنا کیا۔ آپ کی ذات مجمع الصفات تھی۔ آپ بیک وقت اہل دل صوفی، متبحر عالم اور آتش بیان شاعر تھے۔ سرائیکی زبان کی شاعری میں تو آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ

Marfat.com

نے سرائیکی زبان کے علاوہ سندھی، اردو اور فارسی زبانوں میں بھی اشعار کہے ہیں۔ اس کے علاوہ پنجابی، عربی اور ہندی پر بھی عبور حاصل تھا۔ اس لئے آپ کو "ہفت زبان" مانا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی ثقافت اور روہی کے ریگستان کی ترجمانی کر کے تمثیلی انداز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض عام کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ جس طرح روہی کے ویران ریگستان کی ویرانی برسات کی وجہ سے سرسبزی اور شادابی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اسلام کے فیض نے ویران دلوں کو آباد کیا اور صالح اور صحت مند معاشرہ وجود میں آیا۔ آپ کی شاعری میں اتنا درد، سوز اور اثر ہے کہ براہ راست دل پر اثر کرتی ہے۔ آج بھی عوام وخواص آپ کے کلام سے فیض حاصل کرتے اور راحت اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا، اس میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا ہے۔ ان کا ہر شعر روح کی گہرائیوں سے نکلتا ہے اور دل کی پنہائیوں میں اتر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری کی شہرت اپنے وطن سے نکل کر دور دور تک پھیلی انہوں نے اپنی شاعری میں وحدت الوجود، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تصوف کے باریک نکات، زندگی کے جذبات و احساسات اور روہی کی ثقافت کو انتہائی حسن اور دلکشی کے ساتھ پیش کیا۔

خواجہ غلام فریدؒ نے راہ طریقت وتصوف میں نئے انداز بھی متعارف کروائے۔ عشق حقیقی ومجازی کی عمومی بحثوں اور رجحانات میں ایک نئی راہ اور اسلوب عشق وجودی کی طرح ڈالی۔ ان کے نزدیک عشق حصول معرفت کی اساس اور بنیاد ہے۔ جس سے انسانوں کو حقیقی سکون میسر آتا ہے۔ آپ نے اپنے کلام میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو اس عشق کا محور ومرکز قرار دیا ہے۔ یہ عشق دلوں کی ویران کھیتیوں کو آباد کرتا ہے اور حقیقت تصوف کے اوج کمال۔ یعنی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پختگی اور دوام عطا کرتا ہے۔ اطاعت وبندگی کا اصل حسن اسی والہانہ عشق ومحبت کے ذریعے ہی نکھرتا ہے اور گوہر مراد حاصل ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کے پیغام میں اس ذوق کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔

آپ کے کلام میں حافظ جیسا سوز عشق، مولانا رومی جیسی روح کی جلا، جامی جیسا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سعدی جیسا مشاہدہ اور بیان، غالب جیسی نازک خیالی اور اقبال جیسا اعلیٰ وارفع فلسفہ اور گہرا فکر موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کا کلام امید، زندگی اور حرارت کا پیغام اور سراسر عمل کی دعوت ہے اور اس پیغام اور دعوت کی آج بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ کل تھی۔ حضرت خواجہ صاحب کا کلام کامل توحید، کامل تقویٰ اور کامل محبت کا آئینہ دار ہے اور یہی ان کے فکر وفن کا فلسفہ وحکمت ہے۔

Marfat.com

فرقہ واریت، عصبیت، خودغرضی اور نفسانفسی کے اس عالم میں خواجہ صاحب کے افکار ہمارے لئے آج بھی روشنی کا مینار ہیں۔ اولیاء عظام اور صوفیاء کرام کی ان تعلیمات کو عام کرنا محکمہ اوقاف کے اولین مقاصد میں شامل ہے۔ جس کے لئے ایک جامع اور مربوط پروگرام وضع کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ اللہ کی سوانح، تعلیمات، شاعری اور افکار پر مبنی زیر نظر کتاب بھی محکمہ کی اسی سلسلے کی ایک خوبصورت کڑی ہے۔ مزید برآں محکمہ کی طرف سے 1980ء میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی نسبت سے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں "خواجہ غلام فرید چیئر" کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے لئے محکمہ کی طرف سے ہر سال خطیر رقم فراہم کی جاتی ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا فریضہ جناب کپتان واحد بخش سیال کو سونپا گیا۔ کپتان صاحب اسلامی تصوف اور صوفیاء کی سوانح اور افکار و تعلیمات کے حوالے سے بڑی معتبر حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ انگریزی، عربی، فارسی اور اردو کے ماہر اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیر نظر کتاب کے علاوہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ملفوظات پر مبنی کتاب "مقابیس المجالس" بھی آپ کی عمدہ تصنیف ہے۔

کپتان صاحب نے کتاب کے پہلے باب میں جن اہم بحثوں کو سمیٹا ہے ان میں انتہائی فائدہ مند موضوع "اقوام مغرب کا تصوف کی طرف رجحان" بھی شامل ہے۔ کپتان صاحب نے مختصر مگر جامع انداز میں اقوام مغرب کی دین سے دوری اور مادہ پرستی میں غرقاب ہونے کے بعد اب سکون و اطمینان کی تلاش میں "صراط مستقیم" کے کھوج اور تصوف سے دلچسپی کو وقیع انداز میں تحریر فرمایا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آج دنیا میں خودساختہ عقائد اور ازموں کی بھرمار نے فضا کو دھندلا دیا ہے۔ استعماریت اور اشتراکیت جس طرح اپنے مذموم عزائم کی تکمیل میں ہر راستہ اپنا رہی ہیں اس نے انسان کا انسان پر اعتماد متزلزل کر دیا ہے۔ بے یقینی اور عدم اطمینان کی کیفیت ہر انسان پر چھائی ہوئی ہے لوگ غموں سے گرفتہ اور دکھوں سے آزردہ ہیں اور یورپ کی اس قدر مادی ترقی کے باوجود۔ انسانی چہرے خزاں رسیدہ پتوں کی مانند زرد ہیں۔ اب یہ انسان مادی آسائشوں اور آلائشوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ جیسے ترقی یافتہ معاشرے میں بھی لوگ اپنی تمام تر خوشیوں کو چھوڑ کر چرس، افیون اور شراب کے جام میں اپنے غموں کو گھول رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس مادی آسائش کے نام پر سب کچھ ہے۔ نہیں ہے تو اطمینان قلب اور روح کی طمانیت۔ جو نہ ان کو ان کا معاشرہ دے سکتا ہے اور نہ اس کے خودساختہ عقائد۔ مغربی تہذیب میں سرعت سے پھیلنے والے اس سرطان کا علاج نہ مغرب کے دانشوروں کے پاس ہے اور نہ ماہرین کے پاس ان کے دکھوں کا مداوا اگر کہیں ہے تو وہاں جہاں مذہب کی سچائی بھی ہو۔ ان کا

Marfat.com

علاج ایک ایسے روحانی نظام میں جوان کو قلبی طمانیت اور ذہنی سکون عطا کر سکے۔ چنانچہ یہ طلب اور پیاس ان کو اسلام اور تصوف سے قریب تر کیئے ہوئے ہے اسی سبب سے آج یورپ میں صوفیاء امام غزالیؒ، ابن عربیؒ، جنید بغدادیؒ، رومیؒ اور بالخصوص حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف کشف المحجوب انگریزی ترجموں کے ساتھ سب سے زیادہ طلب کی جاتی ہے۔

محترم کپتان واحد بخش سیال چشتی صاحب نے زیرِ نظر تصنیف میں حضرت خواجہؒ کی حیات و تعلیمات کے علاوہ عصر حاضر میں تصوف کے حوالے سے عامۃ الناس کے ذہنوں میں پیدا شدہ شکوک و شبہات اور غلط نظریات پر بھی بڑے خوبصورت پیرائے میں گفتگو کی ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس موضوع پر لکھی جانی والی کسی بھی کتاب کی بنیادی ضرورت ہے۔ نیز آپؒ نے اسلامی اور غیر اسلامی تصوف کی حدود قیود اور امتیازات کو بڑے وقیع انداز میں شامل تحریر کیا ہے۔ فرقہ وارانہ تعصبات کے اس دور میں مختلف مکاتب فکر کے اکابرین کے ایسے فکر انگیز خیالات ونظریات کو بطور خاص اجاگر کیا گیا ہے جس سے اتحاد بین المسلمین کے جذبے فروغ حاصل کر سکیں گے۔

زیرِ نظر کتاب کے مصنف چونکہ چشتی نسبت کے بھی حامل ہیں اس حوالے سے ان کی سماع کی طرف رغبت ایک فطری امر ہے۔ ہماری فطرت اور احکام دینی کبھی باہم متصادم نہیں ہوتے سماع ہماری ثقافت کا جزو لاینفک اور خانقاہی نظام کی عظیم اور قدیم روایت ہے۔ یہ ان پاکان خدا کی طرز حیات کا آئینہ ہے جنہوں نے کچی کوٹھڑیوں میں ٹوٹی چٹائیوں پر بیٹھ کر ایوان ہائے حکومت و معاشرت پر نیکی اور فلاح کی پاکیزہ چھتری تانے رکھی اور آج ان کی قبریں بھی محبت والفت کا فیضان عام کر رہی ہیں۔ کپتان صاحب نے "سماع" کی شرائط، اس کی حقیقت اور ماہیت کے حوالے سے نہایت مدلل گفتگو کی ہے اور اس حوالے سے انہوں نے نہایت واضح انداز اختیار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے صوفیاء اور مشائخ کا سماع خالصتاً لوجہ اللہ ہوتا ہے اس میں غیر شرعی امور اور خواہشات نفس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

دینی، علمی اور تحقیقی سرگرمیوں کے فروغ کے حوالے سے محکمہ اوقاف کے سیکرٹری و ناظم اعلیٰ جناب سید شفیق حسین بخاری جو کہ از خود ایک درویش منش اور علم پرور شخصیت ہیں کی خصوصی سرپرستی کے ہم دل کی گہرائیوں سے معترف ہیں۔

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

اکتوبر 2002ء — ڈائریکٹر مذہبی امور اوقاف پنجاب

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مصنف

(کتاب ہذا کا یہ تعارف رسمی نہیں بلکہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور غور سے پڑھنے کے قابل ہے، خاص کر عشاق ربانی کے لئے)

اولیائے کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں کہ جن کا ذکر کرنا باعث سعادت ہے۔ قرآن وسنت میں جا بجا ان کے مقامات و مراتب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ الا ان اولیاء الله لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (یاد رکھو! اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے نہ خوف ہے نہ غم) علاوہ ازیں قرآن حکیم میں کثرت سے ایسی آیات موجود ہیں جن میں مقربین بارگاہ، عازمین اور واصلین کی تعریف آئی ہے۔ اسی طرح احادیث نبوی ﷺ میں بھی اولیاء کرام کی بے حد تعریف آئی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی سماعت سے سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہر کام کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی نگاہ باطن سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

جامع شریعت حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمتہ عصر حاضر کے وہ ولی اللہ ہیں جو اول درجہ کے صوفی بھی ہیں، عالم متبحر بھی ہیں۔ شاعر بھی ہیں، حال مست بھی ہیں اور وحدت الوجود اور ہمہ اوست کے قائل بھی ہیں۔ لیکن کیا مجال ہے کہ ان کی زبان سے کوئی غیر شرعی لفظ نکلے یا ہاتھوں سے کوئی خلاف شرع کام سرزد ہو۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے حیرت انگیز کمالات کو دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی ہیں کہ مسلک ہمہ اوست اور وحدت الوجود اور دن رات، بحر توحید اور فنا فی اللہ میں مسلسل غوطے لگانے اور شراب

Marfat.com

وحدت کے پیالے نہیں، خم نہیں، بلکہ دریا نوش کر جانے کے باوجود آپ کا ظرف اتنا عالی ہے کہ نہ بے خود اور مست ہو کر نعرہ انا الحق لگاتے ہیں اور نہ صوم وصلوٰۃ عبادات وریاضات میں کمی آتی ہے۔ بلکہ فرائض و سنن تو درکنار نوافل بھی شدومد سے ادا کرتے ہیں۔ ساری رات شب بیداری میں گذارتے ہیں اور تقلیل غذا کا یہ عالم ہے کہ ڈیڑھ نوالہ آٹا اور ایک گلاس دودھ روزانہ پر اکتفا کرتے ہیں، لیکن لنگر پر ہزاروں پل رہے ہیں۔

شریعت اور طریقت کی اس جامعیت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور اصحاب کبارؓ کا نقشہ سامنے آجاتا ہے کہ: "دست بکار، دل بہ یار" کے مطابق محوخیال دوست بھی ہیں اور دنیاوی فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ غرق مئے توحید بھی ہیں اور ہشیار اور صاحب تمکین بھی ہیں۔ رواداری اور فراخ دلی کا یہ حال ہے کہ صوفی بھی ہیں اور تصوف کے مخالفین کی پرورش بھی فرما رہے ہیں۔ حق تعالیٰ کی عبادت میں بھی منہمک ہیں اور خدمت خلق میں بھی مشغول ہیں۔ والیان ملک، امراء ورؤسا کو بھی ہدایت دے رہے ہیں اور غرباء، یتمیٰ اور بیواؤں کی پرورش بھی کر رہے ہیں۔ سالکین راہ طریقت کی تربیت بھی ہو رہی ہیں اور عوام کالانعام کو بھی گمراہی سے باہر نکال رہے ہیں۔ آپ کے سوانح نگار بتاتے ہیں کہ آپ نے اپنی زندگی میں تقریباً اسی لاکھ روپے راہ حق میں خیرات کئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ افسوس کہ کسی نے مجھ سے ایک لاکھ روپے کا سوال نہیں کیا۔ یعنی بیک وقت۔

حضرت شیخ کی اس جامعیت سے کئی قسم کے اشکال حل ہوگئے ہیں۔ اور آپ کی زندگی کے حالات پڑھ کر کئی قسم کے لوگوں کی رہنمائی ہوتی ہے۔ اول یہ کہ ان ملنگوں اور بھنگڑوں کی رونق بازار ختم ہو جاتی ہے جنہوں نے یہ ڈھونگ رچا کر خلق خدا کو گمراہ کیا ہے کہ شریعت اور چیز ہے اور فقیری اور چیز ہے۔ دوسرے ہمہ اوستی متوالوں کا پول کھلتا ہے جو ہمہ اوست کے پردہ کے پیچھے صوم وصلوٰۃ ترک کر رہے ہیں اور جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ تیسرے ان نام نہاد صوفیوں کو فائدہ ہوگا جو قال کی دنیا میں بس رہے ہیں۔ اور حال کی گرہ تک نہیں پہنچے۔ چوتھا طبقہ جو حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے حالات سے مستفیض ہوگا وہ ہے جو مشائخ سے باقاعدہ بیعت کے بھی قائل ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کے بھی پابند ہیں۔ حق تعالیٰ کے قرب ووصال کو بھی سمجھتے ہیں، لیکن راہبر کامل کے نہ ملنے کی وجہ سے رات کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ پانچویں طبقے کے وہ ارباب روحانیت ہیں جو اگرچہ قرب حق کے ابتدائی مراحل طے کر رہے ہیں تاہم ان کو آگے

Marfat.com

جانے کا راستہ نہیں مل رہا اور وہ اس پستی کی حالت کو بلندی کا نام دے کر خوش ہیں۔ بلکہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی زندگی ان حضرات کے لئے بھی مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔ جو واصل باللہ اور مقرب الی اللہ تو ہیں لیکن قرب واصل کے لاتعداد مراتب و مدارج سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے انتہائے سلوک تک نہیں پہنچے اور وسط سلوک کو انتہائے سلوک سمجھے ہوئے ہیں۔ اور اولیاء کرام کے اس قول سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے:

النہایت رجوع الی البدایت

لہذا ہم نے عصر حاضر کے ایک کامل، اکمل اور مکمل شیخ کی ظاہری اور باطنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صاف اور آسان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ آپ کے عقائد شریعت، مسلک طریقت، سلوک الی اللہ، بلندی کلام، مقاصد سماع، مسلک وحدت الوجود، آپ کی فنا و بقا، آپ کے سکر و صحو، آپ کے وجد و حال، آپ کی تلوین و تمکین، آپ کے عروج و نزول، آپ کے اوراد و وظائف، اذکار و مشاغل و مراقبات، آپ کی جامعیت اور روحانیت اسلام میں آپ کے بلند ترین مقام کی نشاندہی کر رہی ہیں، تا کہ مندرجہ بالا تمام طبقات کے لوگ اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق منازل سلوک طے کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

خادم الفقراء احقر العباد
عاصی واحد بخش ربانی غفرلہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

حالات زندگی

سلسلہ نسب:

آپ کا سلسلہ نسب 34 واسطوں سے امیر المومنین حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے جاملتا ہے۔نسب نامہ درج ذیل ہے:

حضرت خواجہ غلام فریدؒ بن حضرت خواجہ خدا بخش بن حضرت خواجہ احمد علی بن حضرت قاضی محمد عاقل بن حضرت مخدوم محمد شریف بن مخدوم محمد یعقوب بن حضرت مخدوم نور محمد بن حضرت مخدوم محمد زکریا بن حضرت شیخ حسین بن شیخ پریا بن حاجی بن شیخ نونند بن شیخ حاجی بن شیخ صدرالدین بن شیخ حاجی فضل اللہ بن شیخ پریا بن شیخ حسین بن شیخ محمد بن محسن بن موسے بن زید بن ناصر بن حسن بن یوسف بن عیسے بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن منصور بن مالک بن یحیٰی بن محمد بن سلیمان بن ناصر بن حضرت عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنھم۔لیکن برصغیر میں آپ کا خاندان کوریجہ کے نام سے معروف ہے۔

لفظ کوریجہ کی وجہ تسمیہ

کتاب مناقب فریدی (1) کے مصنف شاہزادہ احمد اختر لکھتے ہیں کہ شیخ کی اولاد کوریجہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ لفظ کوریجہ دراصل کورجا یعنی کور کا جایا (بیٹا) ہے۔جس طرح میرزا سے مراد میر کی اولاد ہے۔ لفظ زا اور جا ہم معنی ہیں۔ ہم بھی اس وجہ تسمیہ سے اتفاق کرتے ہیں۔صاحب مناقب فریدی کے علاوہ صاحب گوہر شب چراغ، صاحب ہفت اقطاب (2) اور کتاب "خواجہ غلام فریدؒ" کے مصنف جناب سید مسعود حسن شہاب دہلوی اور مولانا عزیز الرحمٰن نے بھی شرح دیوان فرید میں اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ کوریجہ قوم قریشی فاروقی ہے مزید برآں کسی اور سوانح نگار نے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا۔لیکن جناب

---

1) مناقب فریدی مصنفہ شاہزادہ احمد اختر جو بہادر شاہ ظفر کے پوتے اور حضرت خواجہ غلام فرید کے مرید معاون تھے۔

2) ہفت اقطاب، مصنفہ حضرت مولانا غلام جہانیاںؒ

Marfat.com

مولانا نور احمد فریدی نے شرح دیوان فریدؒ کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ کوریجہ قوم فاروقی نہیں ہاشمی ہے۔ اور حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کی اولاد ہے۔ انہوں نے یہ روایت مقابیس المجالس (1) کی جلد پنجم سے لی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے اپنے ایک رشتہ دار مخدوم محمد شفیع ساکن دم شریف صوبہ سندھ سے ان کے ایک مرید سید شہاب الدین کے ذریعے دریافت کرایا کہ کوریجہ قوم کی اصل کیا ہے۔ جب بعد میں سید شہاب الدین آئے تو انہوں نے بتایا کہ مخدوم محمد شفیع فرماتے ہیں کہ: "ابا! ہم فقیر کوریجہ قوم ابڑہ سے ہیں"۔ "اس کے بعد خواجہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ سندھ کی مشہور تاریخ چچ نامہ ہے۔ جس میں اقوام سندھ کے مفصل حالات درج ہیں۔ اس کے اندر یہ لکھا ہے کہ ابڑہ قوم قریشی مخذومی کی ایک شاخ ہے۔ جو حضرت عکرمہ بن ابوجہل کی اولاد ہے۔ معلوم نہیں چچ نامہ کی یہ روایت بھی سید شہاب الدین نے بیان کی یا خواجہ صاحب نے خود چچ نامہ کا مطالعہ فرمایا۔

مقابیس المجالس کی یہ روایت دیکھ کر ہم نے چچ نامہ کا مطالعہ کیا۔ اصل کتاب تو عربی میں ہے۔ لیکن نہ اصل کتاب کا کہیں پتہ چلتا ہے۔ نہ مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف وغیرہ کسی کو معلوم ہے۔ ممکن ہے سندھ کے سرکاری یا غیر سرکاری قدیم کتب خانوں میں عربی نسخہ موجود ہو۔ بہرحال چچ نامہ کے ترجمہ فارسی (جو علی بن ابی بکر الکوفی نے 613ھ میں اوچ شریف میں بیٹھ کر کیا) کے مقدمہ میں پروفیسر عمر بن محمد داؤد پوتہ ایم۔ اے (بمبئی) پی۔ ایچ ڈی (کیمبرج) نے لکھا ہے کہ چچ نامہ کا اصلی نام فتح نامہ سندھ تھا۔ لیکن مصنف کا نام اور حالات نامعلوم ہیں اور نہ کتاب کی تالیف کا سن معلوم ہے، نہ ماخذ کتاب کا ذکر ہے۔ اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ مصنف کا لقب منہاج الدین تھا۔ جو بعض مصنفین نے منہاج المسالک لکھا ہے۔ بعض نے مصنف کا نام خواجہ امام ابراہیم لکھا ہے۔ ان ابہامات کے باوجود چچ نامہ کی کافی شہرت ہے اور اس کے تین ترجمے انگریزی میں بھی ہو چکے ہیں۔ ایک پروفیسر ایلیٹ (ElioT) نے کیا ہے۔ دوسرا مرزا قلیچ بیگ نے اور تیسرا کسی اور کا ہے۔ مرزا قلیچ بیگ کے انگریزی ترجمہ سے بہاولپور کے فاضل مولانا حفیظ الرحمان نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ نیز ایک اردو ترجمہ سندھ ادبی بورڈ کی طرف سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ لیکن ان فارسی، اردو اور انگریزی تراجم میں کسی جگہ یہ روایت نہیں آئی کہ کوریجہ یا ابڑہ قوم عرب کی قریشی

1) یہ کتاب حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ سید نارکن الدین نے جو حضرت خواجہ صاحبؒ کے خلیفہ تھے یہ ملفوظات فارسی زبان میں جمع کیے اور خادم الفقراء واحد بخش سیال نے ان کا اردو ترجمہ کر کے شائع کیا ہے۔

Marfat.com

مخزومی شاخ سے تعلق رکھتی ہے۔اور نہ یہ لکھا ہے کہ یہ قوم حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کی اولاد ہے۔چچ نامہ کے ان نسخوں کے علاوہ راقم الحروف نے سندھ کی مشہور تاریخ تحفتہ الکرام اور تاریخ معصومی کا مطالعہ بھی کیا ہے۔لیکن یہ روایت کہیں نہیں ملی۔معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید کو کسی غیر معروف شخص سید شہاب الدین سے جو روایت موصول ہوئی ہے وہ غلط ہے۔نیز ہمیں سید شہاب الدین کے متعلق بھی کوئی معلوم نہیں کہ آیا وہ ثقہ راوی ہے یا غیر ثقہ۔آیا انہوں نے مخدوم محمد شفیع صاحب سے دریافت بھی کیا یا اپنی طرف سے جو کچھ معلوم تھا بتا دیا۔اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ سید شہاب الدین نے اپنے پیر مخدوم محمد شفیع ساکن دم شریف سے یہ بات سنی لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مخدوم محمد شفیع صاحب کی علمی،ادبی حیثیت اور تاریخ دانی کی حیثیت کیا تھی کیا انہوں نے چچ نامہ کا مطالعہ کیا تھا یا از خود اپنے آپ کو ابڑہ قرار دے دیا۔

غرضیکہ اس نہایت ہی ضعیف روایت کی بنا پر قوی اور مستند روایات کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔کوریجہ قوم کے فاروقی ہونے کی سب سے بڑی اور قوی سند یہ ہے کہ تواتر سے اس خاندان کے پاس اپنا شجرہ نسب چلا آ رہا ہے جس کی صحت کو چیلنج کرنا اصول تحقیق کی تکذیب ہے۔اگر فن حدیث میں اصول تواتر کو ترک کر دیا جائے تو علم حدیث کا سارا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔علاوہ ازیں محدثین حضرات نے خبر واحد کو بھی اصولی طور پر تسلیم کر لیا ہے لیکن متواتر خبر کا درجہ تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔اور کسی صورت میں اس کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔نیز سندھ اور پنجاب میں مشائخ کوریجہ صدیوں سے عوام و خواص میں فاروقی کہلاتے آئے ہیں۔ان حضرات کے پاس شاہان مغلیہ اور احمد شاہ ابدالی کی سندات موجود ہیں۔مغل بادشاہ شاہ جہاں کا وزیر ارادت خان حضرت خواجہ نور محمد کوریجہؒ کا مرید تھا،نیز ریاست بہاولپور کے متعدد حکمران بھی اس خاندان کے مرید تھے۔علاوہ ازیں نواب صاحب ریاست ٹونک،،نواب صاحب ریاست جھل اور نواب صاحب ریاست چوٹی بھی اس خاندان کے مرید تھے۔ان سب کے نزدیک کوریجہ قوم فاروقی قریشی مسلم تھے۔سوانح نگار بھی اس بات پر متفق ہیں کہ کوریجہ قوم قریشی فاروقی ہے۔ان سب قوی اور مستند روایات اور شواہد کو ترک کر کے ایک نامعلوم شخص سید شہاب الدین کی غیر معتبر روایت پر عمل کرنا علم تاریخ کے ساتھ ظلم کے مترادف ہوگا۔تاریخ اس طرح نہیں بنتی۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے اس روایت کو تسلیم نہیں فرمایا۔یہ خبر سن کر جو الفاظ آپ کے منہ سے نکلے وہ یہ ہیں:"واللہ اعلم بالصواب از حقیقت حال" اس سے ظاہر ہے کہ روایت سننے کے بعد آپ کے دل میں شبہ موجود

Marfat.com

تھا۔ ورنہ واللہ اعلم نہ فرماتے، اور فوراً اس کی تائید فرماتے۔ لیکن لفظ واللہ اعلم بذات خود کافی بلاغت کا حامل ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نے یہ روایت تسلیم نہیں فرمائی۔ اگر قبول فرماتے تو فوراً اپنے شجرہ نسب کو تبدیل فرماتے۔ اور تمام مریدین میں اعلان کر دیتے کہ ہم فاروقی نہیں ہاشمی ہیں۔ لیکن پھر شجرہ نسب کہاں سے لاتے۔ شجرہ نسب تو وہی ہے جو چودہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ اب نیا شجرہ کیسے بن سکتا ہے۔ اور بنانے کی ضرورت بھی کیا ہے۔

بعض لوگ غلط فہمی سے یہ خیال کرتے ہوں گے کہ مولانا رکن الدینؒ نے دیدہ دانستہ یہ غلط روایت مقابیس المجالس میں درج کر دی ہوگی۔ یہ بات بھی علم تحقیق کے خلاف ہے اور آداب طریقت جاننے والے اسے ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ مولانا رکن الدین کو حضرت اقدس نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ حضرت اقدس کے خلیفہ کی دیانت پر اعتراض خود حضرت اقدس پر اعتراض کے مترادف ہے۔ نیز مقابیس المجالس میں بعض مقامات پر بعض مسائل کو مولانا رکن الدین نے جو تشریحات کی ہیں، حضرت اقدس کو ایسی پسند آئیں کہ آپ نے کتاب میں شامل کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ یہ تشریحات کتاب مقابیس المجالس جلد پنجم کے مقبوس 26 میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ ان تشریحات سے ظاہر ہے کہ اقلیم ولایت اور عرفان میں مولانا رکن الدین کا مقام کس قدر بلند ہے۔ لہٰذا ایک ولی اللہ سے ہرگز یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ بددیانتی سے کام لے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قریشی ہاشمی ہونا افضل ہے اور فاروقی قریشی ہونا مفضول ہے۔ اگر کوئی شخص شرارت یا بددیانتی کرتا تو اس خاندان کو افضل سے مفضول کی طرف لے جاتا، نہ کہ مفضول سے افضل کی طرف۔ لہٰذا مولانا رکن الدین کی دیانت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ انہوں نے یہ روایت خود حضرت اقدس کی زبان مبارک سے سنی ہے اور حضرت اقدس نے یہ روایت سید شہاب الدین سے سنی ہے۔ لیکن سید شہاب الدین کی ثقاہت کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز چچ نامہ کے تمام نسخوں اور سندھ کی دیگر مستند تواریخ میں اس روایت کا نہ ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ سید شہاب الدین کی روایت غیر معتبر اور نا قابل قبول ہے۔

ممکن ہے کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ یہ روایت حضرت مخدوم محمد شفیع کے قول پر مبنی ہے۔ لیکن اگر سید شہاب الدین کی روایت ایک مخدوم محمد شفیع صاحب پر مبنی ہے تو کوریجہ قوم کے فاروقی ہونے کی روایت ایک مخدوم نہیں بے شمار مخادیم اور خواجگان کے اقوال پر مبنی ہے۔ مثلاً حضرت خواجہ غلام فخر الدینؒ، حضرت

Marfat.com

خواجہ خدا بخشؒ، حضرت خواجہ احمد علیؒ، حضرت قاضی محمد عاقلؒ، حضرت مخدوم محمد شریفؒ، حضرت مخدوم نور محمد، حضرت مخدوم زکریا تا حضرت عبداللہؓ بن عمر ابن الخطابؓ اس بات پر شاہد ہیں کہ ہم قریشی فاروقی ہیں۔ لہذا ایک غیر معروف شخص سید شہاب الدین کی شہادت پر اتنی بڑی تاریخ کیسے بدلی جا سکتی ہے۔ باقی رہا یہ کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا کہ "من می گویم" کہ کوریجہ قوم ابڑہ قوم کی شاخ ہے۔ لیکن اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ "واللہ اعلم بالصواب از حقیقت حال" جس سے ظاہر ہے کہ آپ کو اس روایت پر شبہ تھا۔ اگر آپ "واللہ اعلم بالصواب" کے بعد "من می گویم" کہتے تو پھر بھی کوئی بات تھی۔ لیکن آپ کا آخری جملہ "واللہ اعلم بالصواب از حقیقت حال" ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ نے سید شہاب الدین کی روایت کو قبول نہیں فرمایا۔ نیز چونکہ کوریجہ قوم کے ابڑہ ہونے اور ابڑہ قوم کے قریشی مخدوم ہاشمی ہونے کی روایت کا تمام تر ماخذ چچ نامہ تھا خواہ چچ نامہ کے ماخذ نامعلوم ہوں اور چونکہ چچ نامہ کے کسی نسخہ میں یہ روایت موجود نہیں ہے اس لئے یہ عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔

حضرت اقدس کا خاندان:

حضرت اقدس ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو ظاہری جاہ و جلال کے علاوہ باطنی کمالات کے لحاظ سے بھی ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ سب سے پہلے اس خاندان کے مورث اعلیٰ مالک بن یحییٰ جو ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے عین عالم شباب میں سندھ میں آئے اور ایک مدت تک جہاد کرتے رہے۔ چند پشتوں کے بعد ان کی اولاد میں شیخ کوریا بن پریا بڑے صاحب جلال بزرگ ہو گزرے تھے۔ بعض سوانح نگاروں نے لفظ کوریجہ کو "کوریا" کا مشتق قرار دیا ہے۔ شیخ کوریا کے بیٹے شیخ حسین سندھ کے علاقہ ٹھٹھہ میں حکومت وقت کی طرف سے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ لیکن انہوں نے آخری عمر میں ملازمت ترک کر کے درویشی اختیار کر لی۔ ان کی بیعت سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں تھی۔ شیخ حسین کے بیٹے مخدوم زکریا سندھ سے سکونت ترک کر کے ملتان کے قریب بستی منگلوٹ میں قیام پذیر ہوئے۔ مخدوم زکریا کے بعد آپ کے فرزند مخدوم نور محمد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے اور خلق خدا کو آپ نے کثرت سے فیض پہنچایا۔ مغل بادشاہ شاہ جہاں کے دوسرے وزیر ارادت خان مخدوم نور محمد کے مرید تھے۔ مخدوم نور محمد کے پوتے مخدوم محمد شریف سنگلوٹ سے ترک سکونت

Marfat.com

کر کے سیت پور کی بستی یار یوالی میں قیام پذیر ہوئے۔

کوٹ مٹھن:

مخدوم محمد شریف کا ایک راسخ العقیدہ مرید مٹھن خان تھا۔ وہ اس علاقہ کا رئیس اعظم تھا۔ اس نے اپنے شیخ کی خاطر دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ایک شہر آباد کیا جس کا نام ان دونوں حضرات کے نام پر کوٹ مٹھن شریف رکھا گیا اس سے ظاہر ہے کہ لفظ "شریف" ذاتی ہے نہ کہ صفاتی۔ مخدوم محمد شریف کے دو بیٹے تھے۔ قاضی محمد عاقل صاحبؒ اور قاضی نور محمد صاحب۔ یہ دونوں بھائی قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کے مرید تھے۔

حضرت خواجہ نور محمد صاحب:

حضرت خواجہ نور محمد صاحب خدا رسیدہ بزرگ تھے اور دنیوی جاہ وجلال کے مالک بھی۔ اشارات فریدی میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نور محمد صاحب سندھ کے بادشاہ کی طرف سے علاقہ ڈیرہ غازی خاں اور کوٹ مٹھن کے حاکم اعلیٰ تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے کسی وجہ سے آپ کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ کا تصور کرتا تھا تو میری بیڑیاں ٹوٹ کر دور جا پڑتی تھیں۔ جب دو چار بار یہی ہوا تو بادشاہ نے خیال کیا کہ شاید جنات مسخر ہیں۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس کو پیاز لہسن اور مچھلی کھلاؤ تاکہ بدبودار چیزوں سے جنات کا اثر ٹوٹ جائے۔ لیکن وہ ناکام رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مراقبہ میں تھا کہ چار بزرگ جن میں تین باریش اور ایک بے ریش تھے میرے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ تین باریش بزرگوں نے بے ریش بزرگ سے کہا کہ بادشاہ نے نور محمد کو بہت تنگ کر رکھا ہے اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کرو۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور بزرگ تشریف لائے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا اسم گرامی کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے مخدوم جہانیاں کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ چار بزرگ کون تھے آپ نے فرمایا وہ تھے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ، حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ، حضرت سید جلال الدین سرخ اوچیؒ اور بے ریش بزرگ حضرت لعل شہباز قلندرؒ تھے۔ چونکہ سندھ کا بادشاہ لعل شہباز قلندرؒ کے علاقے میں رہتا ہے اس لئے ان بزرگوں نے یہ کام ان کے سپرد کیا۔

Marfat.com

شاہانِ مغلیہ کی عقیدت:

خواجہ نور محمدؒ سے شاہانِ مغلیہ کی اس قدر عقیدت تھی کہ بادشاہ شاہ جہاں کی طرف سے آپ کو پانچ ہزار بیگھہ اراضی کی ایک جاگیر عطا کی گئی تھی فرمان شاہی کی نقل درج ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحیم

ان الله یامر بالعدل والاحسان--- الخ یا ایها الذین آمنوا اطیعوالله واطیعوالرسول -- الخ

مورخہ بست و پنجم شہر ربیع الاول 07، جلوس بطابق 1044ھ

بدیں مضمون کہ

دریں زمان فرمان سعادت نشان فرخندہ عنوان بغرض ایں کہ موازی پنج ہزار بیگھ زمین قابل زراعت از پرگنہ منگلوٹ سرکار صوبہ دارالامان در وجہ مدد معاش بنام خادمان کرامت نشان پیر و مرشد طریقت، ہادی راہ حقیقت، راہبر راہ شریعت و معرفت، غواص بحر عرفان، زندہ خدا پرستان حضرت قبلہ میاں صاحب مخدوم نور محمد کوریجہ دام اللہ ظلہ و شرفہ معہ فرزندان از ابتدائے فصل خریف بازگشت اردی بہشت 999 فصلی مقرر است امر رفیع القدر شرف صد وریافت کہ زمین مذکورہ بمیانصاحب مغرالیہ عنایت فرمودیم کہ حاصلات آنہا فصل بفصل سال بسال صرف بایحتاج خودنمودہ دعائے خیر دولت ابد پیوند اشتغال صغیر مودہ باشندباید کہ حکام عمال و جاگیر داران دلرو ربان حال واستقبال واہل پرگنہ اراضی مذکور درمحل پیوسہ حسب الحکم اشرف الاعلیٰ ابن امر جلیل القدر را مستمر دانستہ در زمین از مالیہ سرکار یکصد و چہل چاہ چک بستہ ویک مسجد مبارک و سرائے رنگین درس خواندن طالبعلمان ساختہ تبصرف میانصاحب مغرالیہ دہندہ بوجہات و سائر جہات اخراجات مثل مغلیہ وپیشکش و جرمانہ و خالصانہ و محصولانہ و داروغگانہ مہرانہ و دہ نیسی و مقدمی و صدوری و قانوگوئی و ضبط ہر سال و تکرار زراعت وکل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت فرمانند دور ہر سال و ہر فصل سند مجدد نطلبند واجب الارشادنمودہ تخلف نوزند تحریر بتاریخ ہشتم محرم الحرام 1044ھ (1)

---

1) مناقب فریدی حصہ اول مصنفہ شاہزادہ احمد اختر نبیرہ بادشاہ بہادر شاہ ظفر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔۔۔الخ

مورخہ 25 ماہ ربیع الاول 1044ھ

آج کے فرمان سعادت نشان، فرخندہ عنوان کی غرض وغایت یہ ہے کہ پانچ ہزار بیگھ اراضی قابل کاشت پرگنہ منگلوٹ صوبہ ملتان میں بغرض امداد لنگر صاحب کرامت پیر ومرشد طریقت ہادی راہ حقیقت، رہبر شریعت ومعرفت غواص بحرعرفان زبدہ خدا پرستان حضرت قبلہ میاں صاحب مخدوم نور محمد کوریجہ دام ظلہ وشرفہ مع ول واولاد ابتدائے فصل خریف 999 سال فصلی کے حساب سے حضرت میاں صاحب کوعنایت کی جاتی ہے۔اس اراضی کی آمدنی ہر سال اپنے مصرف میں لاکر ہماری سلطنت کے لئے دعائے خیر فرماتے ہیں۔حکام، افسران، جاگیرداران موجودہ و مستقبل کو چاہیے کہ حسب الحکم زمین کی پیمائش کر کے مستقل طور پر زمین مذکور کا مالیہ سرکار سے مستثنیٰ رکھا جائے اور سرکاری واجبات مثل مغلیہ، جرمانہ و خالصانہ ومحصولانہ و دروغگانہ، مہرانہ، وہ دہ نیمی ومقدمی و صدوری قانونگوئی وضبط سالانہ غرضیکہ عام مطالبات دیوانی وسلطانی سے مستثنیٰ رکھا جائے اور ہر سال اور ہر فصل پر نئی سند طلب نہ کی جائے۔

دیگر فرمان وہ ہے جو 14 جلوس ابوالمظفر محی الدین عالمگیر بادشاہ غازی سے مرحمت ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہر شاہی

محات حال و استقبال پرگنہ منگلوٹ سرکار صوبہ ملتان بدانند کہ حسب الامر جلیل القدر موازی پنج ہزار بیگھہ اراضی خارج جمع پرگنہ مذکور مطابق اسناد حکام در وجہ معاش میانصاحب نور محمد صاحب کوریجہ جیو بشرط قبض و تصرف مرحمت شدہ باید کہ حسب الامر و لاقدر اراضی مسطورہ را بشرط قبض و تصرف حسب الضمن بصرف آنہا واگزارند و تغیر و تبادل رابدان راہ ندہند بوجہے من الوجوہ مزاحمت نرسانند کہ حاصلات آنرا صرف معیشت خودنمودہ بدعائے دوام دولت پردازند واگر درمحلے دیگر داشتہ باشند اعتبار نکنند دریں باب تاکید دانندفی التاریخ پنجم شہر ذوی الحجہ 14 جلوس مطابق 1081ھ۔(1)

---

1) مناقب فریدی جلد اول

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقل فرمان شاہی از ابوالمظفر محی الدین بادشاہ عالمگیر غازی

(مہر شاہی) افسران سرکار، بزمان حال و مستقبل پرگنہ منگلوٹ صوبہ ملتان کو جاننا چاہیے کہ پانچ ہزار بیگھہ زمین بمطابق فرمان شاہی میاں صاحب مخدوم نور محمد کوریجہ جی کے تصرف میں رہے اور کسی قسم کے سرکاری تصرف سے باز رکھا جائے۔ نیز اس میں کوئی تبدل و تغیر نہ کیا جائے۔ اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے۔ تاکہ اس کی آمدنی وصول کر کے ہماری سلطنت کی بقا و دوام کے لئے دعائے خیر فرماویں۔ تاریخ پانچ ذالحجہ 1081ء

نقل فرمان تیمور شاہ بادشاہ کابل خلف احمد شاہ ابدالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

متصدیان حمات حال و استقبال منگلوٹ سرکار صوبہ ملتان بدانند کہ حسب الامر جلیل القدر موازی پنج ہزار بیگھہ اراضی مع چاہان پختہ و آنبوش چھجو والا وابواب زمینداری و عمدہ قضا چنانچہ رسومی و ازواہی و نکاح خوانی و رسوم اسقاط و مانگ خوشہ ہر اجناس وغیرہ از پرگنہ مذکور و پرگنہ گوگراں و بند علی پور و کوٹ مٹھن و موضع یاریوالی مطابق اسناد حکام سابقہ در وجہ مدد معاش حضرت میاں صاحب رضوان منزلت، غفران مرتبت، محبوب الصمد، مخدوم نور محمد کوریجہ جیو رضی اللہ تعالی عنہ حسب الحکم اشرف الاقدس الارفع الاعلی اراضی مسطورہ واقع ابواب مرقوم الصدر بشرط قبض و تصرف حسب الضمن از محل قدیم بدستور سابقہ بتصرف فضائل کمالات مرتبت حقائق و معارفت منزلت زبدۃ العلماء و الفضلاء قاضی شریف محمد و قاضی نور محمد و قاضی عاقل محمد و غلام محمد بزرگان کوریجہ از اولاد مخدوم صاحب علیہ الرحمہ واگزارند و تغیر و تبدل رابدان راہ ندہند بوجہ من الوجوہ بحال بزرگان مشار الیہما از فرمان و پروانچہ درباب اجرائے معولات مدد معاش و عمدہ قضا مواضعات مذکور وجوہات مسلم دانستہ تخلف نوازند ہیچ گونہ مزاحمت نرسانند کہ بزرگان موصوفون حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف حوائج بایحتاج خودہانمودہ بدعائے دوام دولت ابد اشتغال پردازند اگر در محلے دیگر داشتہ باشد آنرا اعتبار نسازند دریں باب (1) تاکید مزید دانستہ ازاں امر خلاف نورزند

تحریر بتاریخ صفر المظفر جلوس 7ھ

---

1) مناقب فریدی

Marfat.com

نقل فرمان تیمور شاہ بادشاہ کابل فرزند احمد شاہ ابدالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر ترجمہ:

افسران۔ زمانہ حال و مستقبل علاقہ منگلوٹ صوبہ ملتان کو معلوم رہے کہ حسب الحکم موازی پانچ ہزار بیگھ اراضی مع چاہان پختہ و جاری اور نہر چھجو والہ کو ابواب زمینداری وعہدہ قضا جیسا کہ رسم چلی آ رہی ہے نیز رسوم نکاح خوانی، اسقاط و مانگ خوشہ ہر اجناس وغیرہ از پرگنہ مذکور و پرگنہ گوگراں و بندعلی پور کوٹ مٹھن و موضع یار یوالی مطابق حکام سابقہ جو برائے وجہ معاش حضرت میاں صاحب رضوان منزلت، فقران مرتبت، محبوب الصمد مخدوم نور محمد کوریجہ جی رضی اللہ عنہ کو مرحمت ہو چکے ہیں۔ حکام وافسران و جاگیرداران پرگنات مذکور کو چاہیے کہ حسب الحکم اشرف الاقدس الارفع والاعلیٰ اراضی مذکور مع ابواب مذکورہ بالا دستور سابق کے مطابق فضائل کمالات مرتبت حقائق و معاونت منزلت زبدۃ العلماء والفضلاء قاضی صاحب قاضی شریف محمد و قاضی نور محمد و قاضی عاقل محمد و غلام محمد و محمد رضا بزرگان کوریجہ از اولاد مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ واگذار کریں اور اس کے اندر کوئی تبدل وتغیر نہ کریں اور بزرگان مذکور کے حق میں تمام واجبات، مطالبات معاف کریں اور اس کی خلاف ورزی نہ کریں۔

حضرت قاضی محمد عاقل قدس سرہ:

کوٹ مٹھن شریف کے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ مہارویہ کے بانی حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل قدس سرہ ہیں۔ مخدوم نور محمد صاحب نے حضرت قبلہ عالم سے بیعت اس وقت کی تھی جب آپ بستی یار یوالی میں تشریف لائے تھے۔ لیکن قاضی صاحب اس وقت بیعت نہ ہو سکے۔ ایک دفعہ جب قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ حضرت مخدوم جہانیاں قدس سرہ کے عرس کے موقع پر اوچ متبرکہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ تو قاضی صاحب نے موقع غنیمت سمجھا اور بیعت ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے سلوک تمام کر کے اپنے شیخ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ حضرت قبلہ عالم کے تمام خلفاء یعنی قبلہ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ، حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی اور حضرت نور محمد نارووالہ میں سے آپ سب سے زیادہ قبلہ عالم کے مقرب تھے۔ اپنے پیر کے بعد ان کے سجادہ نشین قاضی محمد عاقل ہوئے۔ حضرت خواجہ

Marfat.com

غلام فریدؒ اشارات فریدی میں فرماتے ہیں کہ آپ کے خلیفہ جانشین ہونے کے تین شواہد ہیں۔

اپنے شیخ کے خلیفہ جانشین ہونے کی پہلی شہادت (1):

پہلی شہادت یہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے اپنے فرزندار جمند حضرت خواجہ نور حسن کو اپنے روبرو ہمارے خواجہ قاضی الحاجات کے ہاتھ پر بیعت کرایا۔ حالانکہ آپ خود بھی موجود تھے اور آپ کے دیگر خلفاء بھی موجود تھے۔

دوسری شہادت:

دوسری شہادت یہ ہے کہ ایک دن قبلہ عالم نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ سب خاموش رہے لیکن قبلہ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع صحابہ کرام کی زیارت ہوئی۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے لے کر حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک تمام مشائخ عظام موجود تھے۔ سامنے ایک حوض تھا جو گلاب کے پانی سے لبریز تھا اس میں عطر گلاب بھی ملا ہوا تھا۔ مجھے اس حوض میں غسل دیا گیا۔ اس کے بعد مولانا فخر جہاں دہلویؒ نے اپنے ہاتھ سے میرے سر پر دستار باندھی اور پوشاک زیب تن کرائی۔ جب میں بیدار ہوا تو عطر گلاب کی خوشبو آ رہی تھی۔ یہ سن کر قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا: مبارکباد! میرا منشا بھی یہی تھا۔ الحمدللہ میرے شیخ نے اپنے دست مبارک سے مجھے دستار سجادگی عطا فرمائی ہے۔

تیسری شہادت:

تیسری شہادت یہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ نے اپنے تمام معاملات حضرت قبلہ قاضی صاحب کے سپرد کر رکھے تھے حالانکہ دیگر خلفاء اور فرزندان بھی موجود تھے، حتیٰ کہ حضرت اقدس کا روضہ بھی قاضی الحاجات نے تعمیر کرایا۔

---

1) خلیفہ جانشین وہ ہوتا ہے جو شیخ کے وصال کے بعد ان کی مسند پر بیٹھ کر ہدایت حق میں مشغول ہوتا ہے اس کو خلیفہ اول اور خلیفہ اعظم بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

چوتھی شہادت:

چوتھی شہادت یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب اپنے پیر و مرشد کے اہل بیت میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت شیخ کے گھر کے لوگوں کا حضرت قاضی صاحب سے پردہ نہیں تھا۔ اور آپ افراد خانہ کی طرح ہر وقت اندر آتے جاتے رہتے تھے۔ یہ قرب خلفاء میں سے کسی کو حاصل نہ تھا۔

حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کی شہادت:

حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ تونسوی فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی محمد عاقلؒ حضرت قبلہ عالم کے انیس خلوت، جلیس روز و شب، ہمدم اور محرم راز تھے۔

خلفاء:

حضرت قاضی صاحب کے مشہور خلفاء یہ ہیں:

1۔ آپ کے پوتے حضرت خواجہ خدا بخش صاحب محبوب الٰہی 2۔ حضرت مولوی سلطان محمود صاحب خانبیلوی 3۔ حضرت مولانا گل محمد صاحب احمد پوری 4۔ حضرت مولانا نور محمد برڑا احمد پوری 5۔ حضرت مولوی عبداللہ بھٹی احمد پوری 6۔ مولانا محمد اعظم۔

وصال:

آپ کا وصال 8 رجب 1229ھ کو ہوا۔ مدفن آپ کا کوٹ مٹھن شریف ہے۔

حضرت خواجہ احمد علیؒ:

حضرت قاضی صاحب کے وصال کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ احمد علی مسند نشین ہوئے لیکن تقریباً ایک سال کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ کی تاریخ وصال 9 شعبان 1230ھ ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ حضرت خواجہ خدا بخش صاحب محبوب الٰہی اور حضرت خواجہ تاج محمود صاحب جو شیدانی شریف کے مشائخ کے جد امجد ہیں۔

حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الٰہیؒ:

حضرت خواجہ خدا بخش کی والدہ ماجدہ حضرت خواجہ نور محمد (قاضی محمد عاقل کے بڑے بھائی) کی

Marfat.com

دختر نیک اختر تھیں۔ آپ بڑی عابدہ وزاہدہ تھیں اور حضرت قبلہ عالم مہاروی سے بیعت تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے قبلہ عالم سے اولاد نرینہ کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ نے ان کو ایک وظیفہ تلقین فرمایا۔ وظیفہ پڑھنے کے بعد انہیں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موتی ان کی گود میں ڈالے۔ جب یہ خواب انہوں اپنے پیرومرشد سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو تمہارے بطن سے قطب زماں پیدا ہوگا۔ مہار شریف سے واپسی پر جب آپ کوٹ مٹھن شریف پہنچیں تو حضرت خواجہ محمد عاقلؒ نے کھڑے ہوکر آپ کی تعظیم کی۔ جب بی بی صاحبہ نے کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے مرشد کی دعا کے طفیل تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے اور تمہارے شکم سے قطب زماں پیدا ہوگا۔ چنانچہ 1205ھ میں حضرت خواجہ خدا بخش قدس سرہ کا تولد ہوا۔ جس پر حضرت خواجہ احمد علی نے غرباء ومساکین کے لئے بے حد روپیہ خیرات کیا۔ اور حضرت قبلہ قاضی الحاجات نے اپنا لعاب دہن بچے کے منہ میں دیا۔ ظاہری تعلیم کے بعد آپ نے اپنے دادا حضرت قاضی صاحب سے بیعت کی اور سلوک طے کرکے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

حضرت خواجہ احمد علی کے وصال کے بعد حضرت خواجہ خدا بخش مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ ایک متبحر عالم اور بلند مقام درویش تھے۔ آپ طلبہ کو خود درس دیا کرتے تھے۔ نواب صاحب کی دعوت پر آپ نے کوٹ مٹھن شریف سے سکونت ترک کرکے چاچڑاں شریف میں قیام فرمایا اور آج تک یہ خاندان چاچڑاں میں مقیم ہے۔ جو دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر آباد ہے۔

اولاد:

حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الٰہی قدس سرہ کے دو فرزند تھے۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدینؒ اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ۔ جب حضرت خواجہ خدا بخش قدس سرہ کا وصال ہوا تو مولانا غلام فخر الدین 35 سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے۔ اس وقت حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی عمر آٹھ برس تھی۔

خلفاء:

حضرت خواجہ خدا بخش کے مشہور خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت مولانا غلام فخر الدین۔ حضرت میاں نصیر بخش مہاروی۔ مخدوم پیر شاہ صاحب۔ مخدوم حیدر بخش صاحب۔

Marfat.com

حضرت مولانا غلام فخر الدین:

حضرت مولانا غلام فخر الدین کی ولادت باسعادت 1234ھ میں ہوئی۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور ان کی موجودگی میں تربیت مریدین میں مشغول ہو گئے۔ آپ بڑے متقی اور پرہیزگار اور سختی سے پابند شریعت تھے۔ آپ کو شعر و سخن کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ آپ کے کلام کا مجموعہ دیوان اوحدی کے نام سے آج تک موجود ہے۔ آپ نے اوحدی تخلص اس لئے اختیار فرمایا کہ والد ماجد سے ڈرتے تھے کہ کہیں شعر گوئی پر ناراض نہ ہو جائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اوحدی چونکہ پرانا نام ہے۔ اگر والد صاحب نے دریافت بھی فرمایا تو عرض کر دوں گا کہ اوحدی کا کلام ہے اور یہ کذب بیانی بھی نہ ہوگی۔

ذوق سماع:

آپ سماع کے بے حد مشتاق تھے۔ اکثر اوقات محافل سماع میں آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور رقص فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ پر اس شعر پر وجد طاری ہو گیا:

مگو کہ قطع بیابان عشق آسان است
کہ کوہ ہائے بلا ریگ ایں بیاباں است

ایک دفعہ جب قوالوں نے یہ غزل شروع کی تو آپ کو وجد آ گیا اور کافی دیر تک رقص کرتے رہے:

دو عالم غرق انوار تجلی است
ہمہ ذرات بے خود ہمچو موسی است
چرا مجنوں شدی در جستجویش
نظر بکشا کہ عالم پر ز لیلی است

(دونوں جہان انوار و تجلیات حق تعالی سے لبریز ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ موسی کی طرح مست و بے خود ہے۔ تم محبوب حقیقی کی تلاش میں کیوں مجنوں بنے ہوئے ہو۔ آنکھ کھول کر دیکھو تو سہی سارا جہان لیلی سے پر ہے)

Marfat.com

وصال:

حضرت اقدس پر دو دفعہ دنبل کا حملہ ہوا۔ پہلی دفعہ پشت پر دنبل نکلا۔ جس سے آپ صحتیاب ہو گئے لیکن جب دوسری بار دائیں ہاتھ پر دنبل ابھرا تو جان لیوا ثابت ہوا۔ شدید درد کے باوجود آپ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ آخر 5 جمادی الاول 1288ھ بروز سوموار آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک 54 سال تھی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

83385

Marfat.com

حضرت خواجہ غلام فریدؒ

ولادت باسعادت ورسم بسم اللہ:

حضرت خواجہ غلام فرید کی ولادت باسعادت 26 ذی قعدہ 1261ھ کو ہوئی اور حضرت محبوب الٰہی نے آپ کے کان میں اذان پڑھی۔ ساڑھے تین سال کی عمر میں جب آپ کی رسم ختنہ ہونے لگی تو آپ کے بڑے بھائی مولانا غلام فخر الدین نے والد ماجد کے سامنے تجویز پیش کی کہ چونکہ بچے کی زبان صاف ہے اور مجمع بھی کافی ہے کیوں نہ رسم بسم اللہ اس موقع پر کر دی جائے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ خواجہ تاج محمود بچے کو بسم اللہ پڑھائیں۔ "آکھ غلام فرید الف"۔ جب دوسری اور تیسری بار کہنے پر بھی بچے نے وہی الفاظ دہرائے تو خواجہ تاج محمود پر وجد طاری ہو گیا اور زانو پر ہاتھ مار کر خود بھی وہی مصرعہ دہرانے لگے "آکھ غلام فرید الف" حضرت محبوب الٰہی کے اشارہ پر قوالوں نے ساز سیدھے کر لئے اور یہی فقرہ "آکھ غلام فرید الف" قوالی کے انداز میں گانا شروع کیا۔ جس پر ساری مجلس پر خوب ذوق شوق طاری ہوا اور بہت دیر تک یہی کیفیت رہی۔

دُرِ یتیم:

سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق آپ کو بھی بچپن میں یتیمی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال چار برس کی عمر میں ہوا اور جب آپ کی عمر 9 برس کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اس طرح یہ دریتیم خاص عنایات ایزدی کے سایہ میں پرورش پانے لگا۔

ابتدائی تعلیم:

اشارات فریدی میں خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن کریم میاں جی صدر الدین نے شروع کرایا لیکن ان کی وفات کے بعد میاں جی محمد بخش نے ختم کرایا۔ نظم کی کتابیں میاں جی احمد یار اور میاں جی برخوردار سے پڑھیں اور درسی کتابیں بھی میاں جی احمد یار اور میاں جی برخودار سے پڑھیں۔ آپ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ میاں جی برخوردار غصہ کے وقت مجھے مکہ دکھاتے تھے اور میاں جی برخوردار دھمکی دیتے تھے۔ فرمایا ایک دفعہ میں ایک لڑکے کو گھوڑا بنا کر سواری کر رہا تھا کہ میاں جی برخوردار جو کہ سوئے ہوئے تھے بیدار ہوگئے اور مجھے مکہ دکھا کر پھر سو گئے۔ جب دوبارہ بیدار ہوئے تو مجھے فرمایا کہ میں گھوڑا بنتا ہوں، تم سواری کرو۔ یہ بات سن کر مجھے بہت شرم آئی۔ اور میں نے انکار کر دیا۔ آخر میرے ایک بزرگ جو وہاں موجود تھے کی سفارش سے مجھے انہوں نے رضامند کر لیا۔ میں جب سوار ہوا تو مجھے انہوں نے کہا کہ ایڑی بھی لگاؤ۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ میں گھوڑا اس لئے بنا کہ حضرت محبوب الٰہی نے مجھے خواب میں غصے ہو کر فرمایا کہ تم میرے بیٹے کو مکے دکھاتے ہو۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ بعد میں یہ تمام استاد مجھ سے توحید کی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔

شاہی محل میں پرورش، ظہور کرامت:

والی ریاست بہاولپور نواب فتح یار جنگ نے جو کہ آپ کے والد ماجد حضرت محبوب الٰہی کے مرید تھے۔ آپ کے بھائی خواجہ غلام فخر الدین سے درخواست کی کہ چھوٹے صاحبزادہ کو میرے پاس بھیج دیں تاکہ مجھے بھی خدمت کی سعادت نصیب ہو سکے۔ حضرت خواجہ فخر الدین نے نواب صاحب کی درخواست قبول فرماتے ہوئے خواجہ صاحب کو ہمراہ نواب صاحب احمد پور جانے کی اجازت دی۔ ملک غلام محمد اور آپ کے استاد محترم مولانا قائم الدین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ خواجہ صاحب کے سر سے ماں باپ کا سایہ اٹھ چکا تھا لیکن قدرت نے آپ کی پرورش کا انتظام شاہی محل میں کر دیا۔ ڈیرہ نواب میں آپ کے قیام کے دوران ایک مرتبہ ملک میں خشک سالی ہوگئی تو نواب صاحب نے آپ سے بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے کچھ دیر مراقب رہنے کے بعد دعا فرمائی تو اللہ کے فضل سے ایسی بارش ہوئی کہ تمام ملک سیراب ہو گیا۔

بیعت و خلافت:

علوم ظاہریہ سے فراغت پا کر ساڑھے تیرہ سال کی عمر میں 1272ھ میں بمقام کوٹ مٹھن شریف بر موقعہ عرس حضرت سلطان اولیاء بر شب چراغاں آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا غلام فخر الدین قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ 1281ھ میں دستار فضیلت حاصل کر کے درویشی کی تکمیل میں مصروف

Marfat.com

ہوئے۔ اور سخت مجاہدات کے بعد 1287ھ میں خرقہ خلافت حاصل کر کے ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔

سلسلہ طریقت:

مختصر سلسلہ چشتیہ، نظامیہ، فخریہ، مہارویہ درج ذیل ہے:

اسمائے گرامی مشائخ مع تاریخ وصال و مدفن:

حضرت خواجہ غلام فرید، تاریخ وصال 7 ربیع الثانی 1319ھ مدفن کوٹ مٹھن شریف

حضرت مولانا غلام فخر الدین، وصال 5 جمادی الاول 1288ھ مدفن کوٹ مٹھن شریف

حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الٰہی، وصال 12 ذوالحجہ 1269ھ مدفن کوٹ مٹھن شریف

حضرت قاضی محمد عاقل، وصال 8 رجب 1229ھ، مدفن کوٹ مٹھن شریف

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی، وصال 3 ذوالحجہ 1205ھ، مدفن چشتیاں شریف

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی، وصال 7 جمادی الثانی 1199ھ، مدفن دہلی نزد مزار پر انوار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی، وصال 24 ذی قعدہ 1162ھ، مدفن دہلی

حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی، وصال 24 ربیع الاول 1142ھ، مدفن دہلی (نزد جامع مسجد)

حضرت خواجہ یحییٰ مدنی، وصال 28 صفر 1122ھ، مدفن مدینۃ المنورہ

حضرت شیخ محمد، وصال 19 ربیع الاول 1040ھ، مدفن دہلی

حضرت خواجہ حسن محمد، وصال 28 ذیقعد 982ھ مدفن دہلی

حضرت شیخ جمال الدین عرف شیخ جمن، یوم شہادت 20 ذوالحجہ یا 29 ربیع الاول، مدفن دہلی

حضرت شیخ محمود عرف راجن، وصال 22 صفر 900ھ، مدفن پٹن (ضلع گجرات۔ بھارت)

حضرت خواجہ علم الدین، وصال 26 صفر 809ھ، مدفن پٹن

حضرت شیخ سراج الدین، وصال یکم جمادی الاول 764ھ، مدفن پٹن

حضرت خواجہ کمال الدین علامہ، وصال 27 شوال، مدفن دہلی

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، وصال 13 یا 17 رمضان 757ھ، مدفن دہلی

Marfat.com

حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی، وصال 17 ربیع الآخر 735ھ، مدفن دہلی

حضرت شیخ الشیوخ خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر، وصال 5 محرم 668ھ، مدفن پاکپتن شریف

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی، وصال 14 ربیع الاول 635ھ، مدفن دہلی

حضرت خواجہ بزرگ سلطان الہند نائب رسول خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری، وصال 6 رجب 633، مدفن اجمیر شریف۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی، وصال 5 شوال 617ھ، مدفن مکہ معظّمہ (احاطہ محل شریف حسین)

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی، وصال 10 رجب 612ھ، مدفن زندنہ (بخارا)

حضرت خواجہ قطب الدین مودود، وصال یکم رجب 527ھ، مدفن چشت

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی، وصال 3 رجب 459ھ، مدفن چشت

حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتی، وصال 14 ربیع الاول 411ھ، مدفن چشت

حضرت خواجہ ابو احمد چشتی۔ وصال 3 جمادی الثانی 355ھ مدفن چشت

حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی، وصال 14 ربیع الاول 329ھ، مدفن (علہ) ملک شام

حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری، وصال 4 محرم 299ھ، مدفن دینور

حضرت خواجہ ہبیرہ بصری، وصال 7 شوال 282ھ، مدفن بصرہ

حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی وصال 14 شوال 207ھ مدفن بصرہ (بعض کے نزدیک)

حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی، وصال یکم شوال 161ھ، مدفن اقلیم شام

حضرت خواجہ جمال الدین فضیل ابن عیاض، وصال 3 ربیع الاول 182ھ، مدفن مکہ معظّمہ (قبرستان حارثہ الباب)

حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید، وصال 27 صفر 176ھ مدفن بصرہ

حضرت خواجہ حسن بصری، وصال 4 محرم 110ھ، مدفن بصرہ

سیدنا و مولانا امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب ولادت باسعادت یوم جمعہ 23 سال قبل ہجرت وصال 21 رمضان 40ھ، مزار مبارک نجف اشرف (عراق)

حضرت سیدنا و مولانا سید المرسلین خاتم النبین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میلاد مبارک 12 ربیع

Marfat.com

الاول دوشنبہ صبح صادق 53 قبل ہجرت وصال 12 ربیع الاول 11 ھ روضہ اطہر مدینہ طیبہ

مسند نشینی:

جب حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے پیرومرشد اور بڑے بھائی خواجہ غلام فخر الدین قدس سرہ کا 5 جمادی الاول 1288 ھ کو وصال ہوا تو اس وقت ان کی عمر 54 سال اور خواجہ صاحب کی عمر 27 سال تھی۔ چونکہ آپ اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے اس چھوٹی عمر میں تمام ظاہری و باطنی علوم حاصل کر کے کمالات کو پہنچ چکے تھے۔ اپنے شیخ علیہ رحمۃ کے وصال پر آپ مسند خلافت اور رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے۔ آپ کے تبحر علمی اور باطنی کمالات کا شہرہ پہلے ہی بلند ہو چکا تھا۔ مسند خلافت پر بیٹھتے ہی لوگ ہر طرف سے جوق در جوق حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کرنے لگے۔

سفر حج:

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے چار سال بعد یعنی 1292 ھ میں آپ نے حج بیت اللہ شریف پر جانے کا قصد فرمایا اور دہلی اور اجمیر میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ اور حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے بمبئی تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر راہی ملک عرب ہوئے۔ راستے میں جس شخص نے بھی ساتھ جانے کی خواہش کی آپ نے اسے اپنی ہمراہی میں قبول فرمایا۔ اس سفر میں ایک سو سے زائد آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ چونکہ آپ کا شہرہ آپ سے پہلے عربستان میں پہنچ چکا تھا۔ سارے عرب میں آپ کی آمد کا خوب چرچا ہوا اور آپ نے وہاں کے غرباء اور مساکین پر بے حد دولت خیرات کی۔ غرضیکہ 14 صفر 1293 ھ کو آپ حج سے فارغ ہو کر چاچڑاں شریف پہنچ گئے۔

درس وتدریس:

اگرچہ حضرت اقدس کے مشائخ عظام بذات خود طلبہ کو درس دیا کرتے تھے لیکن چونکہ آپ کے زمانے میں مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی اور ہر وقت ہجوم رہتا تھا آپ درس وتدریس میں بہت کم وقت صرف کر سکتے تھے۔ اور زیادہ وقت آپ علوم باطنی کی تدریس اور تربیت مریدین میں صرف فرمایا کرتے تھے مشائخ عظام کی سنت میں آپ لوائح جامی کا درس دیا کرتے تھے۔ چنانچہ لوائح جامی کی جو آپ

Marfat.com

نے تشریح فرمائی ہے وہ اشارات فریدی (1) میں بیان ہو چکی ہے۔ اور ہمارے اردو ترجمہ (2) میں حضرت اقدس کی شرح کا بھی اردو ترجمہ ہو کر درج کتاب ہو چکا ہے۔ ارباب طریقت کے لئے یہ ایک نادر تحفہ ہے اور حقائق و معارف کا ایک اعلیٰ سرمایہ ہے۔

تبحر علمی:

آپ کے تبحر علمی اور شان معرفت کا یہ عالم تھا کہ دور دراز علاقوں سے علماء و فضلاء اور درویش حاضر ہو کر ادق مسائل دریافت کرتے تھے۔ صاحب ہفت اقطاب لکھتے ہیں: "بحر العلوم حضرت مولانا محمد شاکر ڈیروی اپنے وقت کے بے نظیر اور جلیل القدر علماء کی صف میں شمار ہونے والے ہیں۔ چند ماہ حضور اقدس کی خدمت اقدس میں بغرض استفادہ وحصول فیوض مقیم رہے۔ کافی عرصہ کے بعد کسی دوست نے حضرت مولانا سے دریافت کیا کہ اس عرصہ میں آپ نے کیا کچھ حاصل کیا ہے۔ حضرت مولانا شاکر محمد صاحب نے جواب دیا: ابھی تو لا اله الا الله کا معنی پورا ختم نہیں ہوا"۔ حضرت مولانا محمد مسلم ساکن پھلن تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ وقت کے جید علماء سے تھے۔ حضرت مولانا کی خدمت میں کثیر التعداد طلباء دورہ حدیث و کتب تفسیر و معقول پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مولانا مسلم صاحب فرماتے ہیں کہ "جب حضرت خواجہ فریدالدینؒ نے مجھے لا اله الا الله کا مطلب سمجھایا تو میں نے اپنے آپ کو حضور کے سامنے طفل مکتب سمجھا"۔

غلام نرگس مست تو تاجدارانند:

حضرت دیوان ولایت شاہ صاحب اوچ بخاری، حضرت دیوان غلام شاہ صاحب، حضرت دیوان خیر شاہ صاحب، حضرت دیوان حیدر بخش صاحب اور دیگر صوفیائے باکمال کے علاوہ کثیر التعداد امراء، رؤسا اور والیان مملکت آپ کے حلقہ بگوش غلام اور مرید تھے۔ نواب صادق محمد خان والی بہاولپور آپ کے راسخ الاعتقاد مرید تھے اور حضرت اقدس کی غلامی میں فخر محسوس کرتے تھے۔ نواب قیصر خاں مگسی والی ریاست جھل (بلوچستان) بھی آپ کے مرید تھے۔ علاوہ ازیں ریاست ٹونک کے نواب محمد عبدالعلیم

---

1) اشارات فریدی کا دوسرا نام مقابیس المجالس جو حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ملفوظات کا بزبان فارسی مجموعہ ہے۔

2) مقابیس المجالس کا اردو ترجمہ کتاب ہذا کے مولف واحد بخش ربانی نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔

Marfat.com

خان بھی آپ کے عقید تمند مرید تھے۔ چونکہ مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی کا مرید تھا، بیشتر شہزادگان خاندان مغلیہ سلسلہ عالیہ فخریہ مہارویہ میں بیعت ہو کر تربیت سلوک حاصل کرتے رہے۔ شاہی خاندان کے ایک فرد نواب غازی الدین حضرت جمال اللہ ملتانی کے مرید اور حضرت خواجہ خدا بخش صاحبؒ خیر پور ٹا میوالی کے پیر بھائی تھے۔ آپ کا مزار بھی خیر پور میں ہے۔ یہ غزل نواب غازی الدین کی ہے جو محافل سماع کی جان ہے

یوسفا گرمی بازار تو سبحان اللہ
رونق حسن ضیا بار تو سبحان اللہ

مغلیہ خاندان کے ایک شہزادہ احمد اختر حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کے مرید تھے۔ جو بڑے عجز و نیاز سے حضرت اقدس کی خدمت میں اخذ فیض کرتے تھے۔ ان کے دو لڑکے شاہزادہ محمد شاہ اور شاہزادہ محمود شاہ بھی حضرت خواجہ غلام فرید کے مرید تھے۔ شہزادہ محمد شاہ نے خواجہ محمد بخشؒ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔

نواب صاحب بہاولپور کا انکسار:

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب ملتان تشریف لے گئے۔ سارا دن ملنے والوں کا ہجوم رہا۔ حتی کہ بارہ بجے رات تک لوگ حاضر ہو کر مستفیض ہوتے رہے۔ اس سے دربار عالیہ کا دربان میاں انکن تھک کر چور ہو گیا اور دروازہ بند کر کے سویا ہی تھا کہ نواب صاحب بہاولپور نے حاضر ہونے کی خاطر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میاں انکن پہلے ہی سے تھک کر نیم جان ہو چکا تھا۔ اس نے غصے میں آ کر کہا کون کتا ہے۔ نواب صادق محمد خان والی ریاست نے کہا" صادق کتا ہے" یہ سنتے ہی میاں انکن کے ہوش گم ہو گئے۔ جسم پر لرزہ طاری تھا۔ جب دروازہ کھولا تو نواب صادق بڑی خوشی سے میاں انکن سے بغلگیر ہوئے اور پچاس روپے بطور انعام پیش کیے۔

نواب قیصر خان کی عقید تمندی:

صاحب ہفت اقطاب لکھتے ہیں کہ:

نواب قیصر خان مگسی والی ریاست جھل کا عالم شباب تھا۔ حضرت فرید پاک کے کمال کا شہرہ سن کر چاچڑاں شریف آتے ہیں۔ اور بیعت کی درخواست کرتے ہیں جو قبول نہیں ہوتی۔ روزانہ صبح و شام مجالس میں حاضر

Marfat.com

ہوتے ہیں لیکن حضور توجہ نہیں فرماتے۔ اس پر بہت دن گذر گئے۔ ایک دن نواب قیصر خان اپنے رفقاء و ملازمین سے کہتا ہے کہ اگر آج حضرت صاحب نے مجھے بیعت نہ کیا تو قسم کھاتا ہوں کہ واپس آ کر اپنے آپ کو گولی سے اڑا دوں گا۔ بندوق بھر کر پلنگ پر رکھ دیتا ہے اور حضور کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ جونہی اندر داخل ہوتا ہے حضور فرماتے ہیں: قیصر خان جلدی آؤ۔ تجھے بیعت کریں۔ تیری بندوق سے ڈر آ رہا ہے۔ نواب قیصر بیعت ہو کر وطن واپس چلے جاتے ہیں۔۔۔ کچھ عرصہ بعد قیصر خان واپس آ کر حضرت اقدس کو اپنے وطن جھل تشریف لانے کی دعوت دیتا ہے۔ مقربین سفارش کرتے ہیں۔ درخواست منظور ہوتی ہے۔ تاریخ مقررہ پر حضرت اقدس بمع غلامان خاص، فقراء و خدام خانپور ریلوے سٹیشن پر پہنچ جاتے ہیں۔ زائرین کا ہجوم ہے۔ نواب قیصر خان پھولا نہیں سماتا۔۔۔ نواب قیصر خان کسی خادم سے کہتا ہے کہ جس وقت حضور میرے گھر میں قدم مبارک رکھیں گے ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کروں گا۔ یہ بات رفتہ رفتہ حضور اقدس کی خدمت میں پہنچ جاتی ہے۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں تیاری بند کر دو اور واپس چلو۔ نواب قیصر خان کو اس بات کا علم ہوتا ہے زار و قطار روتا ہے۔ معافی مانگتا ہے دست بستہ عرض کرتا ہے۔ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر تڑپ تڑپ کر لیٹ رہا ہے۔ لیکن حضور فرماتے ہیں کہ فقیر اس وقت ہرگز نہیں جا سکتا۔

چور کو ولی بنا دیا:

نواب قیصر خان مگسی نے ایک عمدہ نسل کی گھوڑی "ناز پری" مرصع زین اور روپہلی طلائی زیورات سے لیس کر کے اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں بطور نذرانہ روانہ کی۔ جھل کا ایک نامی گرامی چور نندو خان جو کافی عرصہ سے اس گھوڑی کو چرانے کی فکر میں تھا تعاقب کرتا ہوا چاچڑاں پہنچ گیا۔ اور رات کے وقت حضرت خواجہ صاحب کے اصطبل سے گھوڑی چرانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن بڑے دروازے سے نکلتے ہوئے پکڑا گیا اور صبح گھوڑی سمیت حضرت اقدس کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے جب اس پر نگاہ ڈالی تو نندو خان بلوچی لباس میں، تلوار اور ڈھال سے لیس، بڑی تلوار اور سر پر بیس گز کی بڑی پگڑی کے ساتھ ایک معزز آدمی دکھائی دے رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمائش کی کہ وہ گھوڑی پر سواری کر کے دکھائے۔ نندو خان حضور کو سلام کر کے بڑے اعتماد سے گھوڑی پر سوار ہوا اور نظر سے غائب ہو گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو گھوڑی بہت خوبصورت چال کے ساتھ چلی آ رہی تھی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: "جیسے گھوڑی اعلیٰ ہے، ویسے ہی سوار بھی عمدہ ہے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!" پھر اشارہ فرمایا کہ

Marfat.com

"گھوڑی تو اسے زیب دیتی ہے۔ سبحان اللہ"۔ جب چور پہنچ گیا تو آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اے جوان کتنے بھلے لگ رہے ہو۔ اور اتنے عمدہ لباس کے ساتھ ڈھال اور تلوار سے لیس ہو کر تم نے گھوڑی کی سواری کی ہے۔ سبحان اللہ۔ جاؤ بھائی! یہ فقیر یہ گھوڑی تمہیں نذر کرتا ہے۔!" یہ فقرہ سنتے ہی چور بیہوش ہو کر گر پڑا اور گھسٹتے گھسٹتے حضور کے قدموں سے جا کر لپٹ گیا۔ اور تائب ہوا۔ اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر اللہ والوں کی صف میں شامل ہو گیا۔ باقی تمام عمر اپنے مرشد کے قدموں میں گذاری۔ اور ولایت کا مقام حاصل کیا۔ اب وہ نندو خان کی بجائے نندو لے شاہ بن گئے۔ میاں جی مٹھا، میاں جی پیارا اور کئی دوسرے بلوچ ان کے مرید تھے۔ یہ درویش بعد وفات کوٹ مٹھن شریف میں سپرد خاک ہوا۔

خواجہ صاحب کا جود وسخا:

حضرت کا یہ معمول تھا کہ جس بستی میں قیام ہوتا اس کے تمام باشندوں کو کھانا حضور کے لنگر سے ملتا تھا۔ اور جس خوش نصیب کے ہاں مہمان ہوتے تھے کل نذر، نذرانے اور فتوحات اس کو ملتی تھیں اور یہ رقم اتنی بڑی ہوتی تھی کہ اس سے میزبان کا کئی سالوں کا خرچ پورا ہوتا تھا۔ حضور کی سخاوت نے ہر مرید کو سخی بنا دیا تھا۔ لغاری، مزاری، بزدار، چانڈیئے، کھوسے، گوپانگ وغیرہ جتنے بلوچ رئیس تھے، ہر ایک کے ہاں لنگر جاری تھا۔ ہر جگہ بیوگان، یتامیٰ اور طلباء کو وظائف ملتے تھے۔ چاچڑاں صدقات اور خیرات کا مرکز تھا۔ وفات کے وقت حضور نے ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا: "فرید سے کسی سوالی نے لاکھ روپے کا سوال نہیں کیا ورنہ فقیر اسے بھی پورا کرتا"

حضرت نازک کریم کا ارشاد:

حضرت خواجہ صاحب کے فرزند ارجمند اور صاحب سجادہ خواجہ محمد بخش صاحب نازک علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ "جب میرے والد بزرگوار کو سجادگی ملی تھی۔ لاکھوں روپے کا سامان موجود تھا۔ اور اصطبل و چوپال مویشیوں سے بھرے پڑے تھے۔ مگر حضور نے سارا ترکہ اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا۔ اور جب میرے حضرت کا وصال ہوا تو مجھے ورثہ میں ایک چوبی تسبیح۔ ایک مستعملہ ٹوپی اور ایک قمیض ملی۔ نواب بہاولپور اور ڈیرہ جات کے کئی تمندار حضور کے غلاموں میں شریک تھے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے نذر نیاز کے طور پر

Marfat.com

وصول ہوتے تھے مگر حضور تمام روپے مسکینوں اور درویشوں پر خرچ کر دیتے تھے۔ حضور نے اپنی زندگی میں اسی لاکھ روپے مستحقین اور درویشوں پر خرچ کئے۔

صاحبزادہ صاحب کی شادی پر عظیم الشان لنگر:

آپ کے فرزند ارجمند کی شادی کے موقع پر ہر قسم کے مہمانوں کے لئے علیحدہ باورچی خانے مقرر تھے۔ ایک باورچی خانہ نواب صاحب بہاولپور کیلئے تھا۔ دوسرا نواب صاحب کے امراء اور وزراء کے لئے۔ تیسرا باقی سرکاری افسران کے لئے۔ چوتھا رؤسا اور تمنداروں کے لئے۔ پانچواں سادات کرام اور مخادیم کے لئے، چھٹا علماء، فضلاء اور طلباء کے لئے۔ ساتواں عام مریدوں اور زمینداروں کے لئے۔ آٹھواں عوام الناس اور رعایا کے لئے مخصوص تھا۔ اس کے علاوہ غیر مسلم ہندوؤں کے لئے اشیائے خام کا بندوبست تھا۔ لنگر خانوں کا انتظام آٹھ دن رہا اور کارکنان ان ایام میں اس قدر مصروف رہے کہ نہ دن کے وقت آرام تھا نہ رات کے وقت۔ کھانا ہر وقت پک رہا تھا اور ہر وقت تقسیم ہو رہا تھا۔ اور اس قدر لذیذ اور عمدہ کھانے تیار کئے جا رہے تھے کہ دیکھ کر عقل دنگ ہوتی ہے۔ گھوڑوں کا گھاس اور دانہ بھی ہر مہمان کیلئے موجود تھا۔ عوام الناس کے لئے کھانے کی مقدار اسی قدر مقرر تھی کہ جس گھر میں دس آدمی تھے ان کو بیس آدمیوں کا کھانا فراہم کیا جاتا۔ اس شادی کے ساز و سامان پر بائیس ہزار روپے خرچ ہوئے۔

نواب صادق محمد خان رابع کی بیعت:

والیٔ ریاست بہاولپور نواب صادق محمد رابع کی بیعت کا منظر بہت ہی ایمان افروز اور رقت آمیز تھا۔ نواب صاحب مذکور نے عرصہ 28 سال سے حضرت خواجہ صاحب کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ کیونکہ حضرت اقدس نے طالب علمی کے ابتدائی چار سال ڈیرہ نواب صاحب میں گزارے۔ اس وقت نواب صاحب کا شاہزادگی کا زمانہ تھا۔ پھر جب وہ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے تو کئی بار حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ بالآخر محرم 1298ھ میں جب نواب صاحب کا اشتیاق شدت اختیار کر گیا تو حضرت اقدس نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے ان کی دعوت قبول فرمائی اور ڈیرہ نواب صاحب تشریف لا کر انہیں اپنے دامن سے وابستہ کیا۔ نواب صاحب نے پوری زندگی اپنے مرشد کے ساتھ جس انتہائی محبت، عقیدت اور اطاعت کا مظاہرہ کیا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ نواب صاحب

Marfat.com

سال میں تین چار مرتبہ چاچڑاں شریف میں اپنے مرشد کے در دولت پر حاضری دیتے اور حضرت خواجہ صاحب بھی اپنے مرید صادق کی دعوت پر سال میں ڈیرہ نواب صاحب تشریف لے آتے۔ چنانچہ " گوہر شب چراغ" کے مصنف نے خواجہ حسن نظامی کے جو مشاہدات درج کئے ہیں ان سے حضرت اقدس کے معمولات پر خاصی روشنی پڑتی ہے:

"میں نے خواجہ صاحب کی بار ہا زیارت کی ہے۔ ڈیرہ نواب صاحب میں خواجہ صاحب نواب صاحب کے مہمان تھے۔ میں روز حاضر مجلس ہوا کرتا تھا۔ باہر نوابی محل تھا۔ اندر فقیر کا بوریا بچھا رہتا۔ اور حلقہ میں عہد قدیم کے اولیاء کا جلوہ نظر آتا تھا۔ وہ (خواجہ صاحب) بہت بھولے اور دنیا سے بے خبر معلوم ہوتے تھے۔ مگر حقیقت میں ایسا نہ تھا۔ وہ ہر دنیاوی باریکی کو جانتے تھے۔ ان کے بھولے پن کی روش خود ساختہ تھی۔ تاکہ لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی ضرورتیں پوری کرائیں۔ اور بھولے پن کی وجہ سے ان کو اظہار خیال میں جرأت ہو۔ ان کے پاس متعدد دنیا پرست اور دھوکہ باز لوگ بھی جمع رہتے تھے۔ جو ان کے بھولے پن سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ ایک روز میرے والد صاحب نے اس کا ذکر کیا تو متبسم ہو کر فرمایا:" میں جانتا ہوں مگر خدا سے شرماتا ہوں۔ اس نے مجھے اپنی نعمت کے خزانے بغیر کسی لیاقت کے دے دیئے ہیں۔ میں اس کے بندوں کی لائقی یا نالائقی پر غور کیوں کروں۔ جس کا جو حصہ ہے مل جاتا ہے۔ خواہ اس کو جائز طریق سے لے خواہ ناجائز طریق سے۔ جائز طریق سے لے گا تو اس کی عاقبت بخیر ہوگی۔"

یہ بھی خواجہ حسن نظامی کا ہی بیان ہے کہ میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب ایک گاڑی میں سوار ہیں جیسی بچوں کی گاڑی ہوتی ہے اور نواب صاحب ملازموں کی طرح اس کو دھکیل کر چلا رہے تھے۔

مخالفین سے رواداری:

حضرت خواجہ صاحب کا معمول تھا کہ تمام نمازیں با جماعت عام مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب کی سہولت کے لئے امام کی دائیں جانب ایک مصلّٰی بچھا دیا جاتا تھا۔ قد قامت الصلوٰۃ کی آواز سن کر حضور سیدھے مقررہ مقام پر پہنچتے اور شامل نماز ہو جاتے۔ ایک غیر مقلد مولوی اس صورت حال کو بدعت سے تعبیر کر کے عین اس وقت جب خواجہ صاحب تکبیر کی آواز سن کر شامل نماز ہونے

Marfat.com

کے لئے تشریف لا رہے تھے لپک کر حضرت کے مصلے پر کھڑا ہو گیا۔ اور نماز کی نیت کر لی۔ نمازیوں کو یہ حرکت بری لگی لیکن وہ نماز میں شریک ہو چکے تھے اس لئے بےبس تھے۔ خواجہ صاحب نے بھی اس مولوی کے پہلو میں کھڑے ہو کر نیت باندھ لی۔ مولوی نے پوری جماعت کے برعکس نماز میں آمین بالجہر پڑھی۔ جب نماز ختم ہوئی تو حضرت اقدس اس خیال سے کہ لوگ اس مولوی کے ساتھ الجھ نہ پڑیں اسے اپنے ہمراہ حجرہ میں لے گئے اور فرمایا:

"مولانا یہ حقیقت ہے کہ نمازیوں کی اتنی کثیر تعداد میں نماز صرف آپ کی قبول ہوئی ہے کیونکہ آپ نے اپنا معمول ترک نہیں کیا۔ آپ میرے مہمان ہیں جتنے دن چاہیں اس حجرہ میں قیام فرمائیں اور کسی سے بحث نہ کریں۔ یہ بےعلم لوگ ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو روحانی کوفت ہو"۔

حضرت نے تمام لوگوں کو بھی اس مولوی سے بحث مباحثہ کرنے سے منع کر دیا۔ روزانہ نئی پوشاک ملتی اور ملازم گھوڑے پر سوار کر کے سیر کے لئے دریا کی طرف لے جاتے۔ دونوں وقت پرتکلف کھانے حضرت خود بھجواتے۔ پندرہ یوم وہ مولوی صاحب مہمان رہے اور پھر ان الفاظ کے ساتھ رخصت کے طالب ہوئے کہ حضور کے بارے میں جو کچھ سنا تھا اس سے زیادہ پایا۔ آپ نے ٹکٹ کے علاوہ یکصد روپے عطا فرمائے اور ایک گھوڑے پر خانپور سٹیشن کی طرف بھجوایا۔

دوسرا واقعہ:

حضور فٹن پر سوار ہو کر سیر کو تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو دیکھا کہ لوگوں نے ایک مولوی صاحب کو رسیوں سے جکڑ کر باندھ رکھا ہے۔ دریافت کرنے پر ملازمین نے بتایا کہ اس گستاخ نے اور بے ادب نے آپ کے آباء کرام کے مزارات کو چھڑی سے زدوکوب کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ سو روپیہ نقد عنایت کر کے رخصت کیا اور خدام سے فرمایا کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم شرک میں پڑ جاتے۔ ہمارا مذہب شرک اور وہابیت کے درمیان ہے۔ ایک طرف وہابی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ دوسری طرف شرک اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس طرح ہم اپنے مقام پر قائم رہتے ہیں۔

ایک صاحب سلسلہ عالم متبحر کی بیعت:

مولوی عاقل محمد صاحب سجادہ ہرنڈ ایک عالم متبحر درویش با تصرف ظاہری و باطنی صاحب سلسلہ

Marfat.com

اور مرجع خلائق تھے۔ ایک مرتبہ کوٹ مٹھن عرس کے موقع پر آئے۔ حضرت اقدس کی زیارت کرتے ہی نہایت اصرار کے ساتھ بیعت کی درخواست کی۔ اور خرقہ حاصل کر کے جب اپنے مقام پر پہنچے تو ان کے مریدین اور خلفاء نے دریافت کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سے بیعت کی ہے۔ آپ نے ان میں کیا کمال دیکھا کہ اپنے سے کم عمر شخص کی بیعت اختیار کی۔ تو انہوں نے روتے ہوئے جواب دیا کہ ایھاالناس میں نے کوئی کرامت نہیں دیکھی مگر یہ دیکھا کہ جو صفات انبیاء علیہ السلام کی ہم نے کتابوں میں پڑھی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب چاچڑاں شریف کو ان صفات سے موصوف پایا تبرکاً بیعت کی۔

Marfat.com

عادات وخصائل ومعمولات روزمرہ

شہزادہ احمد اختر نبیرہ بادشاہ بہادر شاہ ظفر اپنی کتاب "سوانح عمری حضرت فرید ثانی" میں تحریر فرماتے ہیں:"آپ وضو اونچی جگہ پر بہت احتیاط سے فرماتے تاکہ چھینٹوں سے محفوظ رہ سکیں بعداز نماز ظہر تلاوت کلام پاک کرتے۔ ناظرین خاموشی سے بیٹھے رہتے۔ بعداز تلاوت سائلین کی دستگیری کرتے اور جس کو ضرورت ہوتی تعویذ لکھ دیتے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مسئلہ شرعی یا تصوف یا توحید کا پیش ہوتا تو اس کو حل فرماتے۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت آ جاتا۔ عصر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد زائرین کو طلب فرما کر شرف باریابی بخشتے۔ مرید ہونے والوں کو مرید فرماتے اور مغرب سے کچھ دیر قبل محفل برخاست ہو جاتی اور حضرت اقدس مشغول ہو جاتے۔ نماز مغرب باجماعت ادا فرما کر 11 بجے تک مشغول بحق رہتے۔ بعد 11 بجے شب گھر تشریف لاتے اور نان گندم بلا روغن بمقدار ڈیڑھ تولہ ایک گلاس میں دودھ گائے کے ساتھ نوش فرماتے۔ اس کے بعد زائرین مستورات کو شرف زیارت بخشتے اور جو مستوارات داخل سلسلہ ہونا چاہتیں انہیں داخل سلسلہ فرماتے۔ اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے۔ بارہ بجے باہر تشریف لے آتے اور تھوڑی دیر آرام فرما کر نماز تہجد ادا فرماتے۔ اور اذان فجر تک مراقبہ ومشاہدہ ذات میں رہتے۔ نماز صبح باجماعت ادا فرما کر نماز اشراق تک اوراد ومعمولات خواجگان چشت مکمل کرتے۔ نماز اشراق پڑھ کر طلبہ وسالکین کو احادیث میں مشکوٰۃ شریف، احیاء العلوم اور صحیح بخاری وصحاح ستہ و تفاسیر اور تصوف میں لوائح جامی، عوارف المعارف اور فصوص الحکم کا درس دیتے۔ ساڑھے نو بجے دن طلبہ وعلماء وفقراء رخصت ہوتے۔ حضرت اپنے دست حق پرست سے موسم کے مطابق انواع واقسام کے پھل طلبہ، علماء فقراء اور زائرین ومہمانوں میں تقسیم فرماتے جو خدام ہر ایک کے کمرے میں پہنچا دیتے۔ اس کے بعد آپ سنت کے مطابق دو گھنٹہ کے لئے قیلولہ فرماتے جس کے بعد ظہر کی نماز تک خلوت میں مشغول بحق رہتے۔ نماز کی بے حد تاکید فرماتے اور آداب شریعت کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے اور معاملات شرع شریف میں کسی قسم کی رعایت نہ فرماتے۔ مجالس پیران میں حسب ضابطہ شریک سماع ہوتے۔ ہمیشہ باادب اور راضی برضائے

Marfat.com

الٰہی رہتے اور کسی بھی قسم کی تکلیف کو رحمت سمجھتے تھے۔ سالکین کی باطنی تربیت میں خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ جس سے ان کی باطنی ترقی میں خوب اضافہ ہوتا۔ ہمیشہ خوش وخرم رہتے تھے۔ کبھی کسی سے سختی سے گفتگو نہ فرمائی اور ہر کسی کی ہمیشہ دلجوئی فرمائی۔ آپ کا ہمیشہ یہ اصول رہا کہ جتنا عرصہ جو بھی چاہے خوشی سے رہے اور جب چاہے گھر چلا جائے۔ املاک کی آمدنی یا فتوحات سے کبھی ایک پیسہ بھی نہ رکھا۔ آپ اکتیس سال سجادہ نشین رہے۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں کم وبیش اسی لاکھ روپیہ عنداللہ تقسیم فرمایا اور ہمیشہ یہ عادت مبارک رہی کہ ابھی آیا اور ابھی تقسیم کر دیا۔ آمدنی اتنی نہ تھی جتنا خرچ تھا۔ حق تعالیٰ غیب کے خزانہ سے دیتا تھا۔ ہمیشہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے کسی سفر میں سو ڈیڑھ سو آدمیوں سے کم ہمراہ نہیں ہوتے تھے اور ہر شخص کی خبر گیری کرتے اور ہر ایک کو اشیاء ضروری مہیا فرماتے اور ضرورت کے مطابق نقد رقم بھی عنایت فرماتے۔ آپ نے کبھی گالی نہیں دی۔ اگر کسی خادم پر ناخوش بھی ہوتے تو تھوڑی دیر بعد اس کی ایسی تلافی اور دلجوئی فرماتے کہ وہ خوش ہو جاتا۔ جس نے روپیہ مانگا اس کو چار گنا زیادہ عطا فرمایا۔ روپے کو اتنا ذلیل جانتے کہ جب کسی کو کچھ دینا ہوتا تو فرماتے کہ فلاں صاحب کو اتنا پیسہ نذر کر دو۔ آپ نے ہمیشہ عجز وانکساری کو اپنا شعار بنایا۔ اور کسی ملازم کو ملازم نہیں سمجھا۔ کبھی کسی کام کی ضرورت ہوتی تو عام طور پر یوں فرماتے کہ اگر کوئی فلاں کام عنداللہ کر دے تو اسے بہت اجر ملے گا۔ کسی چیز کو اپنی ملکیت نہیں سمجھا اور ہر چیز کو وقف سمجھتے تھے۔ اگر کوئی بدنیتی سے کچھ اٹھا کر لے جاتا تو اس کی پردہ پوشی فرماتے اور اس سے وہ چیز واپس نہ لیتے اور اس پر اتنی شفقت فرماتے کہ کسی کو اس کی شکایت کرنے کی مجال نہ ہوتی کبھی کسی کارندہ سے حساب نہ لیتے۔ اگر کوئی عرض کرتا کہ آپ کے ہاں بڑی بدانتظامی ہے تو فرماتے میاں وقف کا مال ہے میں انتظام کرنے والا کون ہوں۔ دوسرے یہ کہ دنیاداروں کو انتظام چاہیے فقیروں کی ہمیشہ بے انتظامی رہنی چاہیے۔ ان کا جو اصل نظام ہے اس میں فرق نہ آئے۔ علمائے کرام کے کلام پر ہمیشہ یقین فرماتے۔ سادات عظام، شرفاء، علماء وفقراء کی کھڑے ہو کر تعظیم فرماتے۔ ہمیشہ بوریہ نشینی کو پسند فرماتے اور دربار میں کبھی مسند بچھا کر نہ بیٹھتے۔ اپنی ذات کے لئے کبھی آرام وآسائش کو پسند نہ کیا۔ البتہ مہمانوں کے آرام وآسائش کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔ مرید نوازی آپ کی ذات بابرکات پر ختم تھی۔ جو مرید تحفہ لاتا اسے رخصت کے وقت بڑھ کر عنایت کیا جاتا اور صاحب حیثیت لوگوں کو قیمتی کپڑے تبرکاً عنایت فرماتے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ پیر کو لازم ہے کہ مرید کو نہ ستائے۔ جب دنیا میں مرید کی امداد نہ کرے

Marfat.com

گا تو آخرت میں کیا کرے گا۔ چنانچہ عین وصال کے دن تک مریدوں، مسافروں، علماء، فقراء اور شعراء کو نقد اور جنس مرحمت فرمائی اور ہمیشہ غریب مریدوں کی پرورش فرمائی۔ باوجود قطب وقت ہونے کے مجاہدہ سے ایسی دلچسپی تھی کہ تاحیات اس کو ترک نہ کیا۔ رات کو سونا بھی اوائل عمر میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ اور زندگی کی آخری رات تک نہ سوئے۔ قلت طعام کا یہ حال تھا کہ ایک گلاس دودھ گائے اور ڈیڑھ تولہ روٹی سے زیادہ غذا کبھی نوش نہ فرمائی۔ چنانچہ تین سال تک یہ سگ درگاہ اپنے ہاتھ سے پکا کر کھلاتا رہا۔ رات کے وقت دسترخوان شاہانہ ہوتا تھا۔ لیکن دوسروں کو کھلا کر خوش ہوتے۔ خدام آپ کے سامنے انواع واقسام کے کھانے کھاتے لیکن آپ کی قناعت خشک ٹکڑوں پر تھی۔ سفر اور حضر میں روزانہ بعد از نماز عصر پانچ روپے کے پیسے بچوں کو تقسیم کرا دیتے ایک کلام پاک روزانہ للہ دیا جاتا۔ طلباء کی روٹی، کپڑے اور کتابوں کے علاوہ ضروریات زندگی کے لئے نقد رقم بھی فراہم کی جاتی۔ خانقاہ میں مقیم فقراء و دیگر افراد کو لنگر کے کھانے کے علاوہ ہر ہفتہ ایک روپیہ سے پچیس روپے فی کس عنایت فرماتے۔ اپنے پرائے کو ایک نظر سے دیکھتے اور ہر ایک پر برابر شفقت فرماتے۔ جو کوئی ایک دن کے لئے آتا اس کو مہینوں تک مہمان رکھتے اور ان کے ساتھ اتنی محبت سے پیش آتے کہ وہ اپنا گھر بھول جاتے۔ کارندوں کی کتب جمع خرچ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سات ہزار آدمی وظیفہ خوار تھے۔ ان میں سے بعض کا غلہ مقرر تھا اور بعض کو نقد ماہوار ملتا۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگ اطراف ہند سے آتے تھے جن کو سالانہ معقول رقم ملتی تھی۔ اگر کسی جگہ سے صاحب سجادہ تشریف لاتے تو انہیں علاوہ پارچات کے ہزار روپیہ پیش کرتے اور جو صاحب سجادہ ہمیشہ آنے والے تھے ان کے لئے نذرانے کی رقوم مقرر شدہ تھیں۔ جملہ پیران سلسلہ چشتہ نظامیہ فخریہ کے عرس ان کی تاریخ وصال پر منعقد فرماتے۔ چنانچہ عرس جناب سرور کائنات ﷺ کے واسطے تین سو روپے مقرر تھے۔ باقی عرس جناب علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ و حضرت خواجہ بزرگ و حضرت قطب الدین دہلوی و حضرت بابا صاحب و حضرت سلطان المشائخ و حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی اور حضرت مولانا فخر دہلوی اور حضرت قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہم صاحب ہر ایک عرس کے واسطے سو سو روپے مقرر تھے۔ اس کے علاوہ تین عرس جو کوٹ مٹھن شریف میں ہوتے تھے ان میں ہزار ہا روپے سالانہ کا خرچ تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے بے انتہا اخراجات تھے۔ مثلاً آپ کے کارندے اور منشی اور مولوی اور خدام اور اعلیٰ و ادنیٰ ملازمین لنگر شریف و کہار و بہشتی و خاکروب سب ملا کر ساڑھے تین سو کے قریب ملازمین تھے۔ اجمیر شریف تک جانے میں چالیس

Marfat.com

پچاس ہزار روپے خرچ ہو جاتے۔ مہمان نوازی اور سخاوت انتہا درجہ کی تھی۔ ظاہری شان وشوکت شاہانہ تھی لیکن خود بہ نفس نفیس ترک و تجرید کے ساتھ متوکلانہ بسر فرماتے تھے۔ اس کمینی دنیا سے اوائل سے ہی نفرت تھی۔ اور آپ پر زیادہ تر استغراق رہتا تھا۔ البتہ اہل اللہ کا ذکر متوجہ ہو کر سنتے تھے۔ لہو ولعب کی باتوں سے اجتناب فرماتے۔ سوائے مشاہدہ ذات کے دوسری طرف کم التفات فرماتے۔ آپ کی خانقاہ میں مختلف مقامات کے سالکین ہر وقت موجود رہتے تھے جن میں سے خوش نصیب تربیت پا کر خلافت حاصل کرتے۔ آپ کی استعداد علمی کا اندازہ آپ کے ملفوظات سے بخوبی ہوسکتا ہے جو کہ آپ کے مرید وخلیفہ مولانا رکن الدین نے آٹھ برس حاضر رہ کر جمع کئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کا سلسلہ شمال میں چین اور تبت۔ غرب میں قندھار، کابل، بخارا، مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ، و بغداد شریف۔ جنوب میں ملک مدراس و ملک برما، مشرق میں ڈھاکہ تک جاری ہے اور لاکھوں مرید ہیں۔ (1)

نامور خلفاء

(ماخوذ از سوانح عمری فرید ثانی۔ مؤلفہ شاہزادہ احمد اختر صاحب نبیرہ بہادر شاہ ظفر بادشاہ ہندوستان)

حضرت خواجہ غلام فرید علیہ رحمۃ کے خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1۔ خلیفہ اکبر و جانشین صاحب سجادہ حضرت مولانا خواجہ شاہ محمد بخش صاحبؒ سجادہ نشین چاچڑاں شریف

2۔ حضرت میاں صاحب مولانا خواجہ فضل شاہ صاحب سجادہ نشین منگھیر ان شریف خلف حضرت خواجہ نصیر بخش ابن حضرت خواجہ نور حسن صاحب خلف سوم حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ 1275ھ میں پیدا ہوئے۔ پانچ برس کی عمر میں حضرت فخر جہاں صاحب کے مرید ہو گئے تھے۔ اور بعد میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے زیر تربیت علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحبؒ اکثر طالبان حق کو تربیت کے لئے آپ کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ آپ حلیم، سلیم، اول درجہ مہمان نواز، مخیّر، صاحب لنگر اور مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کے فضائل احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔

3۔ مخدوم سید ولایت شاہ صاحبؒ از اولاد مخدوم جہانیاں جہاں گشت تھے۔ عارف باللہ شبلی روزگار اور

1) مناقب فریدی مولفہ شہزادہ احمد اختر نبیرہ، بہادر شاہ ظفر بادشاہ

Marfat.com

صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ 9۔شعبان 1310ھ میں وصال فرمایا۔ مزار شریف اوچ میں زیارت گاہ خواص وعوام ہے۔

4۔مخدوم سید غلام شاہ صاحب از اولاد مخدوم جہانیاں جہاں گشت تھے۔ 1262ھ میں پیدا ہوئے۔ ذی علم، ذاکر و شاغل تھے۔ ذکر جہری کے عاشق تھے۔ اور آپ کا قلب ہر وقت اس طرح ذاکر رہتا تھا کہ بعض اوقات قلب میں سے آواز ذکر دور تک سنائی دیتی تھی۔ حلیم، سلیم، مسکین نواز اور پابند سنت تھے۔

5۔سید مراد شاہ صاحب سکنہ ڈنڈا شاہ بلاول علاقہ جہلم۔ آپ متقی، پابند سنت، ذاکر، شاغل اور صاحب رشد وہدایت تھے۔ اس علاقے میں آپ کے کافی مریدین تھے۔

6۔حافظ محمد صاحب سجادہ نشین حاجی پور شریف (ڈیرہ غازی خاں) صاحب سلسلہ اور مرجع خلائق تھے۔

7۔سید مخدوم غریب شاہ صاحب از اولاد مخدوم جہانیاں سکنہ شہر سلطان ضلع مظفر گڑھ باذوق وشوق اور صاحب وجد وسماع تھے۔

8۔مولوی عاقل محمد صاحب سجادہ نشین ٹھرند برگزیدہ روزگار مرجع خلائق ہو گزرے ہیں۔ 13۔رمضان 1311ھ کو انتقال ہوا۔

9۔میاں عبداللہ شاہ صاحبؒ سکنہ کالاباغ صاحب رشد وہدایت اور درویش باخدا گزرے ہیں۔

10۔مولوی نبی بخش صاحب سکنہ مہریوالہ عالم متبحر، امام مناظرہ، صاحب نسبت، اول درجہ کے سیاح، صاحب سلسلہ تھے۔ 1317ھ میں وصال فرمایا۔ مزار موضع غنی لاڑ (لیاقت پور) میں اپنی ہی بنائی ہوئی مسجد کے قریب زیارت گاہ ہے۔

11۔مولانا فیض اللہ صاحب مراد آبادی: آپ عالم باعمل، درویش مکمل، صاحب کشف وکرامت، بانسبت اول درجہ کے ذاکر شاغل اور صاحب تجرید تھے۔ چاروں سلسلوں میں مرید کرتے تھے۔ بڑے صاحب سلسلہ اور صاحب رشد وہدایت تھے۔ جو کچھ فتوحات آتے اپنے شیخ کی سنت کے مطابق فوراً غرباء میں تقسیم کر دیتے۔ مسافروں کی خدمت کر کے بہت خوش ہوتے۔ قائم اللیل اور صائم الدہر تھے۔ طلباء کو نہایت شفقت سے پڑھاتے۔ اور ہر وقت مسجد میں قیام فرماتے تھے۔

12۔مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب الہ آبادیؒ۔ آپ 27 رجب 1279ھ میں پیدا ہوئے حافظ کریم بخش صاحب الہ آبادی سے قرآن شریف پڑھا۔ باقی تعلیم مولوی مرزا مغل بیگ الہ آبادی سے حاصل کی۔

Marfat.com

1311ھ میں شوق الٰہی دامن گیر ہوا۔ تلاش مرشد کامل میں تین سال پھرتے رہے اس عرصہ میں کچھ حاصل بھی کیا۔ 1314ھ میں حسب ہدایت روحانیت سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ صاحب کے مرید ہوکر درویشی کی تکمیل میں کمربستہ ہوگئے اور مرتبہ فنافی الشیخ پر فائز ہو کر 1317ھ میں خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

13۔فقیر محمد یعقوب صاحب چشتی: آپ 1268ھ حاجی پور (ڈیرہ غازی خاں) میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم حافظ اللہ بخش سے حاصل کی۔ اور راجن پور میں حضرت خواجہ صاحب قبلہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ کچھ عرصہ شارک ضلع ہرلائی میں تھانہ دار بھی رہے۔ لیکن بعد میں حضرت صاحب کے حکم سے ترک لباس کرکے کار اصلی (سلوک الی اللہ) کی طرف رجوع کیا۔ اور 1317ھ میں خرقہ خلافت پایا۔

14۔حکیم امام الدین صاحب کرانوی: آپ حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ کے شاگرد رشید ہیں۔ چند روز انبالہ میں سائیں توکل شاہ صاحبؒ کی خدمت اقدس میں رہے اور بعد میں ان کی ہدایت اور اجازت سے حضرت قبلہ کے مرید ہوئے۔ آپ شب بیدار، مرجع الخلائق اور نامی گرامی شخص تھے۔ اور صاحب تالیف بھی تھے۔ اکسیر الصبیان بچوں کے علاج پر ان کی مشہور اور مفید کتاب ہے۔

15۔مولانا عبدالودود قادر بخش صاحب: آپ جزیرہ انڈمان ملک برما کے متوطن تھے۔ جب آپ دفتر چیف کمشنر میں ملازم تھے۔ آپ عالم متبحر، جامع الکمالات ظاہری و باطنی، صاحب ذوق وشوق اور عابد تھے۔ جو طالب ان کی خدمت میں آتا اس کو تجلیات ربانی سے مشرف کراتے تھے ملک برما کے مشائخ آپ کو غوث مانتے تھے۔ آپ نو بجے سے چار بجے دن تک سرکاری کام انجام دیتے اور پھر مغرب تک مشغول بحق رہتے۔ بعد از نماز مغرب مریدوں کو توجہ دیتے اور تعلیم وتلقین فرماتے۔ بعد از نماز عشاء حجرہ بند کرکے صبح کی اذان تک مشغول بحق رہتے تھے۔ آپ کے مرید ملک برما سے حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے آتے تھے۔

16۔مولانا احمد بخش بجوی عاشق رسول ﷺ: آپ کے والد ماجد اوان کاری سے آکر بجہ میں متمکن ہوئے اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ 9۔ جمادی الاول 1278ھ کو مولانا احمد بخش صاحب مذکور پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری آپ نے مولوی عمر بخش صاحب سے حاصل کئے۔ جو حضرت خدا بخش صاحب محبوب الٰہی کے شاگرد تھے۔ چند سال محنت کرکے دستار فضیلت حاصل کی اور بعد میں حضرت خواجہ صاحب قبلہ

Marfat.com

کے مرید ہو کر مجاہدہ شاقہ کے بعد خلافت پا کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ اگرچہ متوکل تھے۔ مگر نہایت مہمان نواز، فقراء وصلحا کو دوست رکھنے والے، حلیم، سلیم، خلیق، لئیق، خوبرو وخوش خو تھے۔ جو بھی بجہ میں آپ کی خدمت میں جاتا آپ اس کی خوب خاطر تواضع فرماتے۔ مرجع خلائق تھے۔

17۔ مولانا رکن الدین صاحب جامع ملفوظات (مقابیس المجالس) آپ کا تعلق قوم پرہار سے ہے رجب 1279ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی عبدالرحمٰن سے حاصل کی اور سند حدیث مولوی علی محمد صاحب سے حاصل کی۔ 1301ھ میں دستار فضیلت حاصل کی اور حضرت خواجہ صاحب قبلہ کے مرید ہو کر داخل سلوک ہوئے۔ 1304ھ میں حج کی سعادت حاصل کی۔ آپ رات کو مشغول بحق رہتے اور دن کو ملفوظ نویسی کرتے۔ انعام الٰہی سے آٹھ برس کی محنت سے دونوں کام انجام پذیر ہوئے۔ 1318ھ میں خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

18۔ میاں ابو محمد عبدالرحیم ابراہیم صاحب صوبیدار میجر رجمنٹ نمبر 7 مدراس: آپ کے والد ماجد عرب سے آ کر کامٹی ناگپور میں متوطن ہوئے۔ آپ کو انگریزی اور فارسی پر کافی عبور حاصل تھا۔ ذاکر وشاغل، اہل دید تھے۔ شغل حبس دم کو انتہا تک پہنچایا۔ فوج میں آپ قطب مشہور تھے۔ سیف زباں تھے۔

19۔ شیخ محمد امین صاحب رنگون (برما) صاحب عشق ومحبت، بانسبت، بابرکت صاحب سلسلہ تھے۔

20۔ سید احمد شاہ صاحب سکنہ ٹڈ دولت شاہ پرگنہ غوث پور ذاکر وشاغل، حلیم، سلیم، صاحب سلسلہ تھے۔

21۔ مولوی نجم الدین مغفور صاحب سجادہ خانقاہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور۔ آپ صاحب علم و عمل گذرے ہیں۔ 1318ھ میں انتقال کیا۔ مزار احمد پور شرقیہ میں ہے۔

22۔ مولوی محمد قاسم صاحب سکنہ سمینہ متصل ڈیرہ غازی خاں۔ آپ فاضل عالم متبحر تھے۔ صاحب درس و تدریس اور ذاکر وشاغل تھے۔ آپ مولوی محمد اکرم صاحب خلیفہ قبلہ عالم مہاروی کی اولاد میں سے تھے۔

23۔ شیخ صدیق احمد صاحب پیرزادہ سہارن پور ملک ہندوستان: آپ صاحب ترک وتجرید وکشف و کرامات صاحب جلال، اول درجہ کے مجاہد مرد، متوکل اور پابند سنت تھے۔ پہلے مولانا فضل الرحمٰن مراد آبادی کی خدمت میں رہ کر فیض پایا۔ بعدہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر داد مجاہدہ دے کر خرقہ خلافت پایا۔

24۔ سید مومن شاہ صاحب سکنہ بستی پیر ضلع مظفر گڑھ

25۔ میاں جی مولوی محمد بخش صاحب چاچڑانی: آپ صاحب وجد وسماع ذاکر وشاغل اور طبیب حاذق

Marfat.com

تھے۔

26۔میاں جی مولوی خان محمد صاحب چاچڑانی: آپ صاحب درس وتدریس، بابرکت، صاحب تصرف تھے ترک وتجرید کے ساتھ بسر کرتے تھے۔

27۔سائیں موج شاہ صاحب سکنہ بدن پور تحصیل بلیسہ ریاست گوالیار: آپ مرجع خلائق صاحب سلسلہ تھے اس علاقے کے بہت سے لوگ آپ کے مرید ہیں۔1315ھ میں سفر حج کے دوران جدہ میں وصال فرمایا۔آپ کے خلفاء میں میاں بسم اللہ شاہ صاحب و پیر علی شاہ صاحب و میاں بنگالہ شاہ صاحب مشہور ہیں۔

28۔میاں صاحب خواجہ کرم دین صاحب سجادہ نشین پراراں شریف ریاست بہاولپور: آپ صاحب کشف وکرامات صاحب لنگر،مہمان نواز،مخیرّ،مرجع خلائق،عالم علوم ظاہری وباطنی تھے۔آپ کے مراتب بلند اور مقامات ارجمند ہیں۔آپ کے ہزاروں مرید ہیں۔

29۔خاتم الخلافت فریدیہ،زبدۃ الاصفیاء،عمدۃ الاتقیاء،باعشق ومحبت،ماہر انوار وحدت صاحب وجد و سماع،سردار صاحب نواب قیصر خان صاحب والی ریاست جھل قوم مگسی بلوچ: آپ ماہ ذی الحج 1280ھ میں پیدا ہوئے۔اوائل ہی سے طبع آپ کی درویشی کی طرف مائل تھی۔لہو ولعب سے ہمیشہ متنفر رہے۔1304ھ میں حضرت اقدس کے مرید ہوئے۔کاروبار سلطنت اہلکاران ریاست کے سپرد کرکے آپ صرف نگران رہے۔تمام ہندوستان کے فقراء کو دیکھا مزارات اولیاء کی زیارت سے مشرف ہوئے۔اکثر بزرگان دین کے اعراس میں شریک ہونے کا شوق رہا۔سماع دوست اور صاحب وجد تھے۔اول درجہ کے ذاکر وشاغل تھے۔دن اور رات میں کامل پانچ پہر ذکر وشغل میں رہتے تھے۔بلکہ عاشق ذکر جہر تھے۔حبس دم بھی کرتے تھے۔پاس انفاس جاری رکھتے تھے۔پندرہ برس مجاہدہ شاقہ کرکے ہدایت خلق میں مشہور ہوئے۔حضور مغفور ان کے حال خیر اشتمال پر ازحد کرم فرماتے تھے۔اور حضرت اقدس کے وصال کے بعد کوٹ مٹھن شریف میں آپ کا مزار شریف بھی انہوں نے تیار کرانے کی سعادت حاصل کی۔

30۔شاہزادہ احمد اختر صاحب نبیرہ بادشاہ بہادر شاہ ظفر مصنف مناقب فریدی وسوانح عمری حضرت فرید ثانی۔

Marfat.com

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے نامور مریدین

سردار حاجی تکیہ خان صاحب بہادر والی ریاست چوٹی، قوم بلوچ لغاری۔ سردار بہرام خان صاحب خلف سردار امام بخش خان بہادر والی ریاست رجھیان مع قوم خود۔ سردار فضل علی صاحب و سردار شہباز خان صاحب۔ نواب عبدالعلیم خان بہادر نبیرہ نواب وزیرالدولہ مغفور والی ریاست ٹونک اور نواب سر صادق محمد خان صاحب رابع مرحوم والی ریاست بہاولپور کے علاوہ عربستان، خراسان، ملک برما، چین، تبت میں بھی حضرت اقدس کے مرید اور مریدوں کے مرید موجود ہیں۔ اجمیر شریف، ناگور شریف، احمد آباد شریف، جیلمیر، ماڑواڑ گجرات (انڈیا)، مالوہ، بھوپال، جبل پور، ناگپور، کامٹی، حیدر آباد، تبیا لک، تربت، لکھنو، الہ آباد، ٹونک، جودھ پور، بمبئی، کلکتہ، بنگال، دہلی، مراد آباد، ضلع بارہ بنکی، ملک اودھ ضلع میرٹھ، مظفر نگر، جہلم، لاہور، ضلع راولپنڈی، تحصیل کہوٹہ، پشاور، ڈیرہ جات، سندھ اور بلوچستان میں اکثر مقامات پر آپ کے مریدان باوقعت اور بارشد موجود تھے۔ چنانچہ ضلع بارہ بنکی میں میاں عبداللہ شاہ صاحب، ضلع مراد آباد میں فیض اللہ صاحب بارشد اور صاحب سلسلہ تھے۔ ضلع میرٹھ میں قاضی ظہور علی و محفوظ علی صاحبان، دہلی میں قاضی محمد زکریا صاحب از اولاد حضرت غوث الاعظمؒ مشاہیر دہلی میں سے تھے۔ دربار میں کرسی پاتے تھے۔

خاندان شاہی دہلی میں مرزا محمد شاہ صاحب، مرزا محمود صاحب، مرزا مسعود شاہ صاحب و مرزا درخشندہ بخت صاحب، مرزا نظام شاہ صاحب وغیرہ اور دیگر اہل شہر و ساکنان علاقہ جات قطب صاحب و غیاث پور و چراغ دہلوی۔۔ اور سہارنپور میں مولانا نظام الدین صاحب و شیخ صدیق احمد صاحب پیرزادہ کامل درویش صاحب کرامت تھے۔

کنگوہ شریف میں پیرزادہ بشیر احمد صاحب عرائض نویس۔ جوالا پور میں عرض خانصاحب۔

مدراس میں ڈاکٹر محمد حسین صاحب، سید شہاب الدین صاحب اور شیخ عبدالروف صاحب۔

کامٹی وناگپور میں میاں ابو محمد عبدالرحیم ابراہیم صاحب صوبہ دار میجر رجمنٹ نمبر 7 قطب فوج

Marfat.com

تھے اور آپ کے خلیفہ تھے۔

جزیرہ انڈمان برما میں مولانا عبدالودود قادر بخش صاحب آپ کے خلیفہ صاحب سلسلہ تھے۔

رنگون میں آپ کے خلیفہ شیخ محمد امین بزرگ پر تاثیر تھے۔

لکھنو میں عبدالرحمٰن صاحب اور ریاست گوالیار میں عبداللہ خانصاحب ٹھیکیدار و میاں بنگلہ شاہ صاحب اور میاں پیر علی شاہ صاحب و میاں بسم اللہ شاہ صاحب مشہور فقیر تھے۔

تحصیل بیرسہ ریاست بھوپال میں باز خان صاحب رہٹی والا۔ و مہر خانصاحب و چھوٹہ خانصاحب باوقعت تھے۔

موضع بدنپور تحصیل بھیلہ ریاست گوالیار میں میاں موج شاہ صاحب صاحب سلسلہ تھے اور اس علاقہ کی اکثر اقوام ان کے حلقہ ارادت میں داخل تھیں۔ اس علاقہ کے اہل ہنود بھی ان کو با خدا مانتے تھے۔

بنگلور علاقہ میسور میں میاں عبدالرحیم صاحب جمندار رجمنٹ نمبر 8 مدراس، میاں عبدالخلیل، ناگور میں میاں بلند خان صاحب، الہ آباد میں مولانا شیخ عبدالرحمٰن الہ آبادی آپ کے خلیفہ صاحب سلسلہ تھے۔ سرسا ضلع الہ آباد و خاص شہر الہ آباد و اکبر آباد، کانپور، کلکتہ و ڈیرہ درن و مرزاپور و ریاست دیوان میں ان کے بہت لوگ مرید ہیں۔ کالا باغ میں میاں عبداللہ شاہ صاحب کے بہت لوگ مرید ہیں اور خاص الہ آباد میں منشی محمد حنیف صاحب ریٹائرڈ تھانیدار، ڈاکٹر مولا بخش، منصب علی صاحبان

پشاور میں منشی محمد یعقوب صاحب منصف پنشنری باوقعت شخص تھے۔

سوات بنیر میں سید مولوی عبدالعزیز صاحب، کشمیر میں حکیم لال دین صاحب کے برادرزادے آپ کے مرید تھے۔ حکیم لال دین ریاست جموں و کشمیر کے وزیر تھے۔

ضلع جہلم میں آپ کے خلیفہ سید مراد شاہ بڑے باکمال اور مشہور صاحب سلسلہ فقیر تھے۔

عیسیٰ خیل اور موسیٰ خیل میں آپ کے مریدین کی کثرت تھی۔

Marfat.com

آل واولاد

حضرت خواجہ صاحب کے فرزندار جمند قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کے علاوہ آپ کی ایک معصومہ بھی تھیں جن کا عقد نکاح حضرت میاں امام بخش صاحب کوریجہ کے ساتھ ہوا جن کے بطن سے حضرت خواجہ فیض احمد صاحب الوصال پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ فیض احمد رحمتہ اللہ علیہ کے بعد ان کے فرزند حضرت خواجہ فیض فرید رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد اب ان کے چچا حضرت خواجہ عبدالکریم صاحب مسند نشین ہیں۔

حضرت خواجہ محمد بخش صاحبؒ

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب الملقب نازک سائیں کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول 1283ھ میں ہوئی۔ اپنے والد صاحب کے وصال کے وقت آپ کی عمر 36 برس تھی حضرت خواجہ صاحب نے آپ کی تعلیم وتربیت کے لئے خاص انتظام کیا تھا۔ قلیل عرصہ میں ختم قرآن کے بعد آپ نے درسی کتابیں مولانا غلام رسول صاحب اور مولوی نصیر بخش صاحب کے ہاں پڑھیں۔ مشکواۃ شریف اور لوائح جامی آپ نے اپنے شیخ حضرت والد ماجد قدس سرہ سے پڑھیں۔ شرح عقائد کا درس بھی اپنے والد ماجد سے لیا۔

تبحر علمی:

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب قدس سرہ مادرزاد ولی اللہ تھے اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ آپ مشائخ عظام کی سنت کے مطابق کچھ وقت درس و تدریس میں صرف کیا کرتے تھے۔ باقی اوقات تربیت مریدین میں صرف کرتے تھے۔ خواجہ احمد دین پراروی، سید محمد نواز صاحب بھنن امامی، حضرت مولوی نور محمد صاحب پائی والے، حضرت مولوی محمد یار صاحب گڑھی اختیار خان اور دیوان مہر جہانیاں جیسے عالم حضرت نازک سائیں سے لوائح جامی اور دیگر کتب کا درس حاصل کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

باطنی کمالات:

آپ کے باطنی کمالات کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقدس کے والد ماجد حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے مولانا محمد علی صاحب پتافی ساکن راجن پور کو جو ولی کامل تھے صاحبزادہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ان کو دیکھ کر ان کے مقام کا اندازہ لگائیں۔ وہ جب صاحبزادہ کی خدمت میں پہنچے تو ان کا مقام دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے۔ اور واپس آ کر عرض کیا کہ کمال عروج میں بہت دور پہنچے ہوئے ہیں اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: ہاں خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کے لئے انہیں کچھ نیچے لانا پڑے گا۔

وصال:

آپ علیل ہوئے تو دہلی تشریف لے گئے اور حکیم اجمل خان سے علاج کرایا۔لیکن ایک دن حکیم اجمل خان نے آپ کی طبعیت دیکھ کر خادموں سے کہا کہ آپ کو گھر واپس لے جاؤ۔ چنانچہ چاچڑاں شریف واپس پہنچ کر 21 رمضان المبارک 1329ھ کو واصل بحق ہوئے۔

آپ کے خلفاء:

حضرت خواجہ محمد بخش قدس سرہ کے خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1۔آپ کے فرزندار جمند خواجہ محمد معین الدین صاحب 2۔حضرت مولانا نور احمد صاحب ساکن پائی شریف (فرید آباد) تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خاں۔ 3۔ حضرت میاں احمد دین صاحب ساکن پراراں شریف تحصیل لیاقت پور خانپور ضلع رحیم یار خان۔ 4۔ جام میاں حامد صاحب علاقہ جلالپور پیر والا ضلع ملتان۔

حضرت خواجہ محمد معین الدین صاحب:

حضرت خواجہ محمد معین الدین قدس سرہ کی ولادت باسعادت 27 رمضان المبارک 1301ھ کو ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد بخش کے وصال کے وقت آپ کی عمر تقریباً 28 سال تھی۔ حضرت خواجہ معین الدین پیکر حسن و جمال تھے۔ جو شخص بھی آپ کے چہرہ انور کی طرف نگاہ کرتا تھا محو حیرت ہو کر رہ جاتا تھا۔

Marfat.com

باطنی کمالات:

ایک دفعہ آپ جب بستی آرائیں علاقہ لودھراں ضلع ملتان کے مدرسہ دینیہ موسوم معین العلوم کا سنگ بنیاد رکھنے کی خاطر تشریف لے گئے تو مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی جو بعد میں شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ (موجودہ اسلامیہ یونیورسٹی) ہوئے اور مولانا محمد امیر صاحب دونوں جید عالم تھے، حضرت خواجہ معین الدین نے دونوں حضرات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "صفات الله لا عینه ولا غیره" کی تشریح کریں۔ پہلے مولانا محمد امیر نے تقریر کی۔ خواجہ صاحب غور سے سنتے رہے اور داد تحسین دیتے رہے۔ اس کے بعد مولانا مولوی غلام محمد صاحب کی باری آئی۔ آپ جامع معقول ومنقول تھے نہایت زوردار تقریر فرمائی اور حضرت خواجہ صاحب نے خوب پذیرائی فرمائی۔ اور گاہے گاہے سبحان الله بارك الله کہہ کر داد تحسین دیتے رہے۔ جب تقریر ختم ہوئی تو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قد بھی قد ہے اور علم بھی علم ہے۔ حضرت (مولانا گھوٹوی طویل القامت تھے)۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے انہیں چاچڑاں شریف مقیم ہونے اور جمیع اخراجات کے علاوہ یکصد روپے ماہانہ کی پیشکش فرمائی۔ لیکن بعض مجبوریوں کے تحت انہوں نے معذرت کا اظہار کیا۔

اس مجلس میں دونوں علماء نے حضرت خواجہ معین الدین صاحب سے بھی درخواست کی کہ آپ بھی اس موضوع پر تقریر فرماویں۔ چنانچہ آپ نے تقریر فرمائی اور اس قدر بلند حقائق ومعارف بیان فرمائے کہ دونوں علماء صاحبان عش عش کرتے رہے اور ذوق و وجد میں جھوم رہے تھے۔ تقریر کے دوران دونوں حضرات نے اعتراف کیا کہ ہم علمی مہارت کے باوجود میدان معرفت میں آپ کے سامنے طفل مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت کی جاذبیت:

ایک دفعہ آپ اپنے رفقاء، اصحاب اور خدام سمیت حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی قدس سرہ کے عرس پر دہلی تشریف لے گئے۔ آپ نے تمام غلامان کو حکم دیا کہ سب علیحدہ علیحدہ مجلس میں پہنچیں۔ اور میرے ساتھ کوئی نہ جائے۔ میں اکیلا جاؤں گا۔ اور مجلس سماع میں جہاں میں بیٹھ جاؤں کوئی شخص دخل انداز نہ ہو۔ سب غلامان کے مجلس میں پہنچ جانے کے بعد آپ پہنچے اور سب سے پیچھے بیٹھ گئے۔ یہ کمال انکساری

Marfat.com

ہے لیکن آفتاب بھی کہیں چھپ سکتا ہے۔ جس شخص کی آپ پر نظر پڑی ادبا آپ کے پیچھے بیٹھتا گیا حتی کہ مجلس میں جتنے بھی لوگ شریک تھے سب پیچھے پہنچ گئے۔ اور آپ سب سے آگے بیٹھے تھے۔ حاضرین آپ کی جاذب شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اٹھ کر قدم بوس ہوتے تھے اور قوالوں کے لئے نذرانے حضور کی خدمت میں پیش فرماتے رہے۔

پابندی شریعت:

آپ شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس قدر پابند تھے کہ عرسوں پر آپ نے خواتین کا آنا بند فرما دیا تھا تا کہ مرد اور عورتیں یکجا جمع نہ ہوں۔ آپ نے سب لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ عرائس سے قبل یا بعد مستورات کو لایا کریں۔ مجالس سماع میں بھی آپ آداب شریعت ملحوظ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ ریاست بہاولپور کا سیشن جج مہتہ اودھوداس کوٹ مٹھن شریف میں حاضر ہوا۔ اور مجلس سماع میں آ کر بیٹھ گیا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب نے اس کو خادم کے ذریعے کہلا بھیجا کہ تمہارا مجلس سماع میں شریک ہونا ہمارے لئے آداب سماع کے خلاف ہے۔ آپ اس مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے۔ چنانچہ وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس کے علاوہ حضرت خواجہ صاحب کمسن لڑکوں کو کبھی مجلس سماع میں نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین کے خلفاء:

حضرت اقدس کے خلیفہ اول بقول صاحب ہفت اقطاب حضرت کے فرزند دلبند حضرت خواجہ قطب الدین تھے۔ اور خلیفہ ثانی حضرت مولانا محمد یار گڑھی اختیار خان تھے۔ جن کی بیعت حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ اور تربیت قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش نے کی تھی۔

وصال:

حضرت خواجہ معین الدین اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ بات مجھے ناپسند ہے کہ چاچڑاں شریف میں میری وفات ہو اور کندھوں پر سوار ہو کر کشتی میں رکھا جاؤں اور پھر کوٹ مٹھن جا کر دفن ہوں چنانچہ یہی ہوا کہ مولانا فخر جہاں کے عرس کے لئے آپ 2 جمادی الاول 1337ھ کو روانہ ہوئے۔ آپ نے سب لوگوں سے اس طرح ملاقات کی جس طرح کہ آپ کی آخری ملاقات ہے۔ کوٹ مٹھن شریف پہنچ کر آپ پلنگ پر

Marfat.com

لیٹ گئے اور لیٹتے ہی جاں بحق ہو گئے۔آپ کے وصال کی تاریخ 2 جمادی الاول 1337ھ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت قطب عالم خواجہ قطب الدینؒ کا سن ولادت 1331ھ ہے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ آپ کا اصل نام قطب فرید اور لقب قطب عالم تھا۔آپ کی تعلیم کے لئے خواجہ معین الدین قدس سرہ نے مولوی محمد ابراہیم صاحب کو مقرر کیا تھا۔حضرت اقدس کے وصال کے بعد حکومت بہاولپور نے یہ انتظام کیا کہ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو تعلیم کی خاطر بہاولپور میں مقیم کیا۔اور مولوی محمد ابراہیم کو باقاعدہ آپ کا استاد رکھا۔ کچھ عرصہ بعد نواب صادق محمد خان خامس مرحوم نے مولوی عبدالمالک افسر مال کو حکم دیا کہ مولوی فاروق احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ اور مولوی سلطان احمد صاحب پشاوری کو ساتھ لے کر حضرت خواجہ قطب عالم کا امتحان لیں۔آپ کے استاذ مولوی محمد ابراہیم خائف تھے کہ معلوم نہیں امتحان کس طرح ہوگا۔لیکن جب یہ تینوں حضرات وہاں پہنچے تو مولوی فاروق احمد صاحب نے خواجہ صاحب سے کہا کہ قبلہ نواب صاحب نے ہمیں آپ کا امتحان لینے کا حکم دیا ہے۔آپ جہاں سے چاہیں پڑھ کر سنا دیں کہ قبلہ نواب صاحب کی شرط پوری ہو جائے۔خواجہ صاحب نے فرمایا مولوی صاحب یہ خیانت ہے۔آپ عالم ہیں خیانت نہ کریں۔ جسے امتحان کہتے ہیں آپ وہی لیں اور جہاں سے مرضی آئے پوچھیں۔اس کے بعد مولوی فاروق احمد صاحب نے کافیہ کا ورق الٹا اور ایک مقام پر انگلی رکھ کر کہا کہ اس کی شرح کریں۔ مولوی ابراہیم فرماتے ہیں کہ شرح میں آپ نے دو باتیں بتائیں جو بخدا میں نے آپ کو کبھی نہیں بتائی تھیں۔آپ نے مولانا جامی کی تحقیق حاصل محصول کی سالم تشریح بیان کر دی۔ جسے دونوں مولوی صاحبان حیرت زدہ ہو کر سنتے رہے۔ جب آپ نے تقریر ختم کی تو مولوی فاروق احمد کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔انہوں نے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا:

اگر گیتی سراسر باز گیرد

چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

مولوی سلطان احمد پشاوری سے بھی نہ رہا گیا انہوں نے فرمایا:

Marfat.com

في المهد ينطق عن سعادته۔ اثر نجابة ساطع البرهان

وصال:

لیکن داناؤں نے کہا ہے کہ نادر ہستیاں زیادہ دیر زندہ نہیں رہتیں۔ حضرت قطب صاحب کا 23۔رجب 1343ھ کو وصال ہوگیا۔ جس سے اس خانوادہ عظیم کے مریدین میں کہرام مچ گیا۔ لیکن قضا وقدر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی پڑتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت تو ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

یہ الفاظ ہر شخص کی زبان پر جاری تھے:

میڈا قطبن پیر پیارا
توں رول گیوں جگ سارا

اس کے بعد خواجگان کوٹ مٹھن کی نرینہ اولاد کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

حضرت خواجہ فیض احمد صاحب:

خواجہ قطب الدین کے بعد حکومت بہاولپور کی طرف سے حضرت خواجہ فیض احمد صاحب جو حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے نواسے تھے۔ خلیفہ و جانشین مقرر ہوئے۔ حضرت خواجہ فیض احمد اس وقت عاقل، بالغ، فارغ التحصیل، متقی اور پرہیزگار تھے۔ دستار بندی کے لئے ریاست بہاولپور کے ہوم منسٹر مولوی غلام حسین آئے۔

حضرت خواجہ فیض فریدؒ:

حضرت خواجہ فیض احمد صاحب کے وصال کے بعد آپ کے فرزند حضرت خواجہ فیض فرید مسند

Marfat.com

نشین ہوئے۔ آپ پر ذوق وشوق کا اتنا غلبہ تھا کہ نوجوان ہوتے ہوئے بھی آپ معمر لگتے تھے۔ اسی ذوق و شوق کی وجہ سے آپ اکثر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے چچا حضرت خواجہ عبدالکریم مسند نشین ہیں۔

Marfat.com

خواجگان کوٹ مٹھن کی دیگر خانقاہیں

خانقاہ شیدانی شریف:

چاچڑاں شریف کی خانقاہ کے بعد دوسری اہم خانقاہ شیدانی شریف ہے۔ مخادیم شیدانی شریف خانقاہ حضرت قاضی محمد عاقل کے پوتے حضرت خواجہ تاج محمود کی اولاد ہیں۔ خواجہ تاج محمودؒ کو اپنے دادا حضرت خواجہ محمد عاقلؒ سے خلافت تھی۔ خواجہ تاج محمود کے خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ غوث بخش رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ غوث بخشؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ ہوت محمدؒ (ہوت پاک) تھے جو اکثر مستغرق فی الذات رہتے تھے۔ حضرت خواجہ ہوت محمدؒ کے خلیفہ آپ کے پوتے حضرت خواجہ بگن میاں تھے۔ جن کا اب وصال ہو گیا ہے۔ اور آپ کی مسند پر آپ کے فرزند فائز ہیں۔ حضرت خواجہ غوث بخش کے ایک خلیفہ حضرت گمن میاں تھے۔ جن کی اولاد آپ کی گدی نشین ہے۔

حضرت شیخ محمد صاحب لاہوری:

حضرت خواجہ غوث بخش کے ایک خلیفہ خواجہ حامد شیدانوی بھی تھے۔ جن کے مرید و خلیفہ شیخ محمد لاہوری ہیں۔ شیخ محمد لاہوری کا مزار لاہور کے مشرق میں برکی روڈ پر بستی ڈیڑھ پنڈی شریف میں واقع ہے۔ اور علاقہ لاہور میں زیارت گاہ اور مرجع خلائق ہے۔

حضرت خواجہ محمد شریف صاحب:

حضرت خواجہ محمد بخش کے نواسے حضرت خواجہ محمد شریف بھی صاحب کمال بزرگ تھے۔ جن کے صاحبزادے حضرت خواجہ احمد علی اس وقت کوٹ مٹھن شریف میں صاحب سجادہ ہیں۔

حضرت خواجہ در محمد صاحبؒ ساکن گڑھی اختیار خان:

خواجگان کوٹ مٹھن شریف کے نواسوں میں حضرت خواجہ در محمدؒ مشہور ہیں۔ جو گڑھی اختیار خان

Marfat.com

تحصیل خانپور میں سکونت پذیر تھے۔آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے بدھن میاں اس وقت سجادہ نشین ہیں۔

حضرت خواجہ محمد یار گڑھی اختیار خاں:

حضرت خواجہ محمد یار صاحب خواجہ غلام فریدؒ کے مرید تھے خواجہ محمد بخش کے فیض یافتہ اور حضرت خواجہ معین الدینؒ کے خلیفہ تھے۔آپ کے وصال کے بعد آپ کے بیٹے حضرت خواجہ غلام نازکؒ مسند نشین ہوئے۔ان کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ خواجہ غلام قطب الدین مسند نشین ہوئے جو بڑے عالم فاضل اور باذوق درویش ہیں خدا تعالیٰ ان کی عمر اور عرفان میں برکت دے۔

دیگر خانقاہیں:

اوپر چند خانقاہوں کا بیان ہوا ہے۔ان کے علاوہ جہاں جہاں آپ کے خلفاء مقیم ہوئے سلک و سلوک کا سلسلہ جاری ہوگیا اور بے شمار خانقاہیں وجود میں آئیں۔

تصانیف

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

1۔دیوان فرید جو آپ کے شاعرانہ کلام کا مجموعہ ہے بزبان سرائیکی

2۔مقابیس المجالس موسوم بہ اشارات فریدی۔جو آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

3۔فوائد فریدیہ

4۔مناقب محبوبیہ

5۔دیوان فرید اردو

اب ہم ان کتابوں کی خصوصیات بیان کرتے ہیں:

دیوان فریدؒ:

دیوان فرید حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا شاہکار ہے جس میں آپ نے زبان عشق میں خلق خدا کو

Marfat.com

مخاطب کر کے محبوب حقیقی کی طرف بلایا ہے۔ کیونکہ زبان عشق وہ زبان ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ خواہ وہ عالم ہو یا جاہل مسلمان ہو یا کافر۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے پیغام حق کو خلق خدا نے غور سے سنا۔ اس پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ جو جانوروں کی طرح تھے وہ انسان بن گئے۔ جو انسان تھے وہ فرشتے بن گئے۔ بلکہ فرشتوں سے بھی زیادہ بلند مراتب کو پہنچے۔ تاریخ ہمیں بتا رہی ہے کہ آپ کے تمیں خلفاء تھے۔ جن میں سے ہر شخص ولی کامل تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نہ صرف ولی کامل تھے۔ بلکہ ولی گر اور کامل گر تھے۔ ان تمیں کاملین نے ملک کے گوشہ گوشہ میں بیٹھ کر جس قدر بندگان خدا کو خدا سے ملایا ان کی تعداد معلوم کرنا ناممکن ہے۔

یہ حضرت خواجہ صاحب کی شیریں کلامی اور جادو بیانی کا اثر ہے کہ آج تک ہر شخص آپ کے کلام کا دلدادہ ہے۔ اور آپ کی کسی نہ کسی کافی کو گنگناتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور پاکستان کا کوئی ریڈیو سٹیشن یا ٹی وی سٹیشن ایسا نہیں ہے کہ جس پر روزانہ کلام فرید کے نمونے نہ پیش کئے جا رہے ہوں۔ اس مقبولیت عام اور شہرت دوام کی وجہ وہی زبان عشق ہے جس میں آپ نے خلق خدا کو اسلام کا پیغام سنایا، ان کا تزکیہ نفس کرایا اور بلند روحانی مقامات پر پہنچایا۔ دیوان فرید کی زبان سرائیکی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر آپ سرائیکی کی بجائے اردو میں کلام فرماتے تو آپ کا دیوان کچھ اور ہوتا۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ چونکہ سرائیکی ہو یا پنجابی، ہندی ہو یا پشتو، یہ تمام زبانیں عوام کی زبانیں ہیں۔ ادبی زبانیں نہیں ہیں۔ لہذا ان زبانوں میں جو وسعت اور فصاحت و بلاغت ہے ادبی زبانوں میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں جو عشق و محبت، نالہ و فریاد موجود ہے اس کی ترجمانی عوام کی زبان کر سکتی ہے ادبی زبان کے اندر یہ وسعت کہاں کہ دل کی بات دل تک پہنچا سکے۔ اور عاشق اور معشوق کے درمیان راز اور نیاز کی باتیں بتا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ دنیا میں بے شمار اردو دیوان موجود ہیں لیکن جو جاذبیت، اثر اور کشش کلام فرید، کلام سلطان باہو، کلام بلھے شاہ، کلام مادھو لال حسین، کلام شاہ لطیف بھٹائی، کلام خوشحال خٹک اور کلام سچل سرمست میں پائی جاتی ہے وہ اور کسی جگہ نہیں ملتی۔ بعض لوگ حضرت خواجہ غلام فرید کے بیان مناظر قدرت اور وحدت الوجود یعنی حسن حقیقی کے ہر چیز میں جلوہ گر ہونے کو دیکھ کر آپ کو انگریزی شاعر ورڈز ورتھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لیکن کہاں خواجہ فرید اور کہاں بیچارہ ورڈز ورتھ۔ ورڈز ورتھ کا کلام دنیا میں اس لئے سراہا جاتا ہے کہ اس کے کلام میں وحدت الوجود کی ہلکی سی جھلک نظر آتی ہے لیکن خواجہ فرید کا

Marfat.com

کمال یہ ہے کہ فنافی اللہ اور بقاباللہ میں دن رات غوطے لگا رہے ہیں۔ انا الحق کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی اوپر جا کر قلندر آنکہ فوق الوصل جوید کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ بحر عشق میں ماہر فن تیراک کی طرح چل رہے ہیں۔ ہر لحہ اور ہر لحظہ وصل میں غرق ہیں۔ محبّ بھی ہیں محبوب بھی، اس لئے ہر وقت آہ و نالہ بھی کر رہے ہیں اور شراب وصل کے جام نہیں خم نہیں بلکہ دریا نوش کر رہے ہیں اور هل من مزید کے نعرے بھی بلند کر رہے ہیں۔ بیچارہ ورڈز ورتھ کہاں اور خواجہ فرید کہاں۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ دیوان فرید میں اسلام کے جو بلند حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں اور قرب و وصال اور حسن و جمال کے جو کرشمے دکھائے گئے ہیں اگر ان کا مقابلہ دیوان غالبؔ، دیوان ذوقؔ اور دیوان دردؔ و داغؔ سے کیا جائے تو ایسا نظر آتا ہے کہ خواجہ فریدؒ، غالب، ذوقؔ، دردؔ، داغؔ کو پیچھے چھوڑ کر رومیؒ، سعدیؒ و حافظؒ کی صف میں جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ جہاں باقی دیوان ہائے میں قال ہی قال ہے۔ مثنوی رومی کی طرح دیوان فرید کا لفظ لفظ حال میں ڈوبا ہوا ہے جس سے سامعین پر بھی وہی حال طاری ہو جاتا ہے۔ اگر سرائیکی کی بجائے جو آپ کی مادری زبان ہے آپ اردو میں کلام فرماتے تو نہ یہ رنگ حاصل ہوتا، نہ یہ جاذبیت نہ یہ کشش ہوتی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس عشق کی زبان میں خواجہ صاحب نے خلق خدا کو مخاطب فرما کر ان کی اصلاح کا فریضہ ادا کیا اس میں اس قدر کشش اور جاذبیت کیوں موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی آفرینش کا موجب خود عشق ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

کنت کنزا مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق

(میں حسن و جمال کا) ایک مخفی خزانہ تھا۔ مجھے اس بات کی حب ہوئی کہ پہچانا جاؤں (محبت کیا جاؤں) پس کائنات کو پیدا کیا۔ چنانچہ انسان کے قلب میں بے پناہ محبت کا جو طوفان ہے وہ دراصل اسی حب خالق کی وجہ سے ہے جو مخلوق کے قلوب میں آ گئی ہے بمصداق حدیث:

خلق اللہ آدم علی صورته (تحقیق اللہ تعالیٰ نے آدم (انسان) کو اپنی صورت پر پیدا کیا) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ علیم، سمیع، بصیر اور عاشق ہے اسی طرح انسان بھی اپنی حد تک سمیع، بصیر، علیم اور عاشق ہے۔ اب چونکہ آتش عشق ہر انسان کے دل میں موجزن ہے جب بھی عشق کی زبان میں اسے مخاطب کیا جاتا ہے، لبیک کہتا ہے۔

اب چونکہ اسلام کا سب سے زیادہ اہم مقصد قرب حق، وصال حق اور معرفت حق ہے خواجہ

Marfat.com

صاحب نے اپنی شاعری میں حق تعالیٰ کی محبت اور حصول قرب حق کی تلقین فرمائی ہے۔ اور جس سے سننے والوں کے قلب موم ہو جاتے ہیں اور ان کو جس صورت میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔ چنانچہ عشق الٰہی کو آپ نے کئی انداز میں بیان فرمایا ہے۔ مندرجہ ذیل کافی میں آپ نے کس زور کلام اور عشق کی ہمہ گیری سے خلق خدا کو آگاہ فرمایا ہے۔

سن سمجھ اے زاہد جاہد توں
ہن عشق دے اے کلمات عجب
ہے ذوق عجب ہے شوق عجب
ہے عین عجب ، ہے بین عجب
ہے ذکر عجب، ہے فکر عجب
ہے نفی عجب، اثبات عجب
کل تانگھ طلب مفقود کرن
سبھ صورت حق مسجود کرن
تھی باذل ترک وجود کرن
سک صوم صلوٰۃ زکوٰۃ عجب

(اختصار کی خاطر صرف پانچ شعر پیش کیے گئے ہیں)

اپنے بے پناہ عشق الٰہی اور جذبہ فدائیت کو آپ نے اس کافی میں کس جوش و خروش سے ظاہر فرمایا ہے۔

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں میڈی روح وی توں
میڈا قلب وی توں جند جان وی توں
میڈا کعبہ، قبلہ، مسجد، منبر
مصحف تے قرآن وی توں

Marfat.com

مندرجہ ذیل کافی میں آپ نے عشق کا سوز وگداز، درد و داغ بھی بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ اس سوز وگداز سے محبت کا اظہار بھی فرمایا ہے:

قسم خدا دی قسم نبیؐ دی
عشق ہے چیز لذیذ عجیب
نفسی خلط ہے تونے غالب
پر مایوس نہ تھیویں طالب
پیر مغاں ہے خاص طبیب

حضرت خواجہ صاحب کا کمال یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کافی میں تین مضامین ادا کر رہے ہیں، تلاش حق، یافت حق اور وحدت الوجود۔

یار کوں کر مسجود
چھڈ ڈے پیو معبود
ہر صورت وچ یار کوں جانی
غیر نہیں موجود
سبھ اعداد کوں سمجھیں واحد
کثرت ہے مفقود
فخر الدین مٹھل دے شوقوں
دم دم نکلم دود
وصل فرید کوں حاصل ہویا
جب ہوگیا نابود

مندرجہ ذیل کافی میں آپ گناہوں سے توبہ اور بخشش پروردگار کو کس خوبصورت زبان میں بیان فرماتے ہیں۔

چوریوں چاریوں استغفار
بخشم شالا رب غفار

Marfat.com

گندڑی عادت گندڑے فعلوں
توبہ، توبہ لکھ لکھ وار
کر کر سخت گنہ پچھتایم
توں ہیں خاوند بخشن ہار
پیر پیغمبر تیڈے بانھے
توں مالک توں کل مختار
میں بدعملی تے کر رحمت
جیں ڈینھ یار وی نہ یار

درج ذیل کافی میں آپ نے مسلک وحدت الوجود کو کس زور کلام سے واضح فرمایا ہے

سمجھ سنجانی غیر نہ جانی
سبھ صورت ہے عین ظہور
رکھ تصدیق نہ تھی آوارہ
کعبہ قبلہ دیر دوارہ
مسجد مندر ھکڑ و نور

اس کافی میں مقام فنا فی اللہ یا وصال حق کو آپ نے کس خوبی سے بیان فرمایا ہے۔

آھن قلندر روز و شب
پنھجی خودی میں خود غرق
حاجت نہ صوم صلوٰۃ دی
خواہش نہ حج زکوٰۃ دی
چاہت نہ ذات صفات دی
ہک شان وحدت جی مرک

Marfat.com

عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

ویسے تو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر آپ نے متعدد کافیاں لکھی ہیں۔ اختصار کی خاطر یہاں ایک کافی کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

اتھاں میں مٹھڑی نت جان بلب
اوتاں خوش وسدا وچ ملک عرب
ہر ویلے یار دی تانگھ لگی
ہنجے سینے سک دی سانگ لگی
ڈکھی دلڑی دے ہتھ ٹانگ لگی
تھئے مل مل سول سمو لے سب
تتی تھی جوگن چو دھار پھراں
ہند سندھ پنجاب تے ماڑ پھراں
سنج بر تے شہر بازار پھراں
متاں یار ملم کہیں سانگ سبب
توڑے دھکڑے دھوڑے کھانڈریاں
تیڈے نام تے مفت وکاندیاں
تیڈے بردیاں دی وی باندیاں
ہم در دے کتیاں نال ادب

عشق مجازی:

دیوان فریدی میں عام طور پر دو قسم کا کلام پایا جاتا ہے۔ کلام ہجر و فراق اور کلام وصل۔ کلام وصل آپ کے مقام فنا فی اللہ کا نتیجہ ہے۔ اور کلام ہجر وفراق آپ کے مقام بقا باللہ کی پیداوار ہے۔ بزرگوں کا مقولہ مشہور ہے کہ مشاہدۃ الابرار بین التجلی والاستتار۔ اولیاء اللہ پر دو قسم کے واردات ہوتے ہیں۔ تجلی یعنی انوار کی بارش اور استتار یعنی محبوب حقیقی کی پردہ پوشی) چنانچہ مندرجہ ذیل کافی آپ کے مقام وصل کی غماز ہے:

1) ماخوذ از شرح دیوان فرید منجانب جناب صدیق طاہر

Marfat.com

ہر صورت وچ یار ڈٹھم
کل یار اغیار کوں یار ڈٹھم

(ہر چیز کے اندر محبوب حقیقی کے جلوے دیکھے اور ہر صورت کے اندر مجھے محبوب حقیقی نظر آیا)

ایک اور کافی میں فرماتے ہیں:

اج زیور پئے ٹھانہندے ہن
متاں ڈینھ سہاگ دے آندے ہن

(مجھے زیور اچھے لگ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وصل کے دن آنے والے ہیں)

نیز فرمایا:

جیں رمز را ول دی بجھی
تن کھے مشاہدہ رات دن

(جس نے محبوب کا بھید پالیا۔ اس کے لئے رات دن مشاہدہ ہے)

نہیں جا اتھاں افیون دی
ناں بھنگ ناں معجون دی
جیہاں سدھ رکھی بے چون دی
نت مست اے پیتیں وتن

(جن کو محبوب بے مثل و بے مثال کا وصل نصیب ہو گیا وہ پیئے بغیر مست پھرتے ہیں)

ہر آن غرق خیال ہن
شاغل سمھن شاغل اٹھن

(ہر وقت مشاہدہ دوست میں غرق ہیں۔ سوتے بھی اسی حالت میں ہیں جاگتے بھی اسی حالت میں ہیں)

ہو کر فنا پاون بقا
سو سود نقصانوں کرن

Marfat.com

(فنافی اللہ ہو کر بقا باللہ کا مقام حاصل کرتے ہیں۔ دیکھو اس گم ہونے سے کیا کیا حاصل کیا)

لیکن جب محبوب حقیقی پردہ پوشی فرماتے ہیں تو آپ رو رو کر دریا بہاتے ہیں۔

فرمایا:

دل عشق مچائی اگ سائیں
ڈکھ سوز رچیا رگ رگ سائیں

(آتش عشق پھر بھڑک اٹھی جس کی وجہ سے رگ رگ میں سوز اور درد ہے)

نیز فرمایا:

عشق لگا گھر وسریا
زر وسری در وسریا
وسرے کجلے سرخیاں مہندیاں
بولا بینر وسریا
ویساں کیچ فرید نہ مڑساں
سنج بردا ڈر وسریا

(سسی کہہ رہی ہے جب عشق لگا تو گھر بار بھول گئی۔ زیور بھول گئی اور خاوند بھول گئی کجل، سرخی سب سنگھار بھول گئی سب زیور بھول گئی)

(اب تو پنوں کے پیچھے ملک کیچ کا سفر کرتی ہوں اور وہاں سے واپس نہیں آؤں گی۔ اب مجھے صحراؤں اور ویرانوں سے ڈر نہیں لگتا)

غرضیکہ دیوان فرید کا بیشتر حصہ کلام ہجر و فراق پر مشتمل ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا ہمارے خواجہ صاحب کبھی کبھی دولت وصل سے سرفراز ہوتے تھے اور اکثر و بیشتر اوقات ہجر و فراق میں زندگی بسر کرتے تھے؟۔ یہ وجہ نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ دیگر ابواب میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ اکابر اولیاء و مشائخ کی طرح جان بوجھ کر مقام وصل و فنا سے نکل کر مقام ہجر و فنا میں آتے تھے۔ کیونکہ انتہائی بلند درجہ کے اولیاء کرام ہمیشہ عبدیت، بندگی، عجز و انکسار اور نیستی کو زیادہ محبوب رکھتے تھے۔

یاد رہے کہ مقام عبدیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مقام ہے۔ جس طرح آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام بقا باللہ اور عبدیت کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اولیائے امت محمدیہ بھی سنت

Marfat.com

رسول علیہ ﷺ کے تحت ہجر وفراق کو وصل سے زیادہ محبوب سمجھتے تھے۔ اس لئے اکثر اوقات سوز وگداز، آہ و بکا اور نالہ و فریاد میں زندگی بسر کرتے تھے۔ نیز چونکہ حقیقت یعنی مقام فنا فی اللہ کی کوئی زبان نہیں ہے۔ بقول مرزا غالب

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

وہ محبوب حقیقی کے ساتھ مجاز کی زبان میں بات کرتے ہیں اور مجاز کی زبان میں اپنا دکھ درد بیان کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ مشائخ عظام تربیت خلائق اور علم نفسیات میں ماہرین فن کا درجہ رکھتے ہیں۔ انہیں عوام کو حق تعالیٰ کی طرف بلانے کے لئے ہم رنگ زمین جال بچھانا پڑتا ہے۔ تیتر بٹیر کو پکڑنے کے لئے ان کی سی بولی بولنی پڑتی ہے۔ بعض اوقات کچھ عرصے کے لئے ان کو مجاز میں رہنے کی اجازت بھی دی جاتی ہے۔ تاکہ آتش عشق کے شعلے بھڑک اٹھیں اور ماسوا کو جلا کر خاک کر دیں۔ جب ماسوا کی محبت جاتی رہی تو کانٹا بدل کر ان کو حقیقت کی پٹڑی پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس قاعدہ کلیہ پر حضرت خواجہ صاحب نے بھی عمل کیا اور اپنے کلام میں مجاز اور حقیقت کا اس خوبی سے امتزاج کیا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حضرت اقدس نے عشق مجازی کی حقیقت واضح کر کے اسے ابتدائی منزل قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ساری اسلامی تاریخ میں صرف تین بزرگ ایسے گزرے ہیں جو آخر عمر تک مجاز میں رہے۔ باقی تمام مشائخ عظام المجاز قنطرة الحقیقت پر عمل کرتے ہوئے مجاز ترک کر کے اقلیم حقیقت میں گامزن ہوئے ہیں۔ وہ تین بزرگ یہ ہیں: حضرت شیخ اوحد الدین کرمانیؒ۔ حضرت شیخ احمد غزالیؒ۔ حضرت شیخ فخر الدین عراقیؒ۔

مجاز کے متعلق شاہ شمس تبریزی کا شیخ اوحد الدین کرمانی کو انتباہ:

حضرت خواجہ صاحب نے ترک مجاز کی ضرورت کو اجاگر کرنے کی خاطر ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ایک دفعہ شاہ شمس الدین تبریزی نے شیخ اوحد الدین کرمانی سے پوچھا کہ آج کل کیا کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کے حسن کو پانی میں دیکھتا ہوں۔ یعنی حسن حقیقی کا مجاز میں مشاہدہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تمہاری گردن میں دنبل نہیں ہے تو چاند کو براہ راست آسمان پر کیوں

Marfat.com

نہیں دیکھتے۔ (یعنی حسن حقیقی کا براہ راست مشاہدہ کیوں نہیں کرتے اور مجاز کو درمیان میں کیوں واسطہ بناتے ہو۔ گردن میں دنبل سے مراد یہ ہے کہ تمہاری حالت میں نقص ہے)

امام اعظمؒ کا مجاز سے پرہیز:

اشارات فریدی میں حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ چونکہ بے ریش تھے۔ آپ انہیں ستون کے پیچھے بٹھا کر درس دیتے تھے۔ عرصہ دراز کے بعد جب آپ نے اپنے شاگرد کے سایہ میں داڑھی کا عکس دیکھا تو فرمایا اچھا تمہاری داڑھی نکل آئی ہے۔ اب میرے سامنے بیٹھ کر پڑھا کرو۔

حضرت خواجہ صاحب اور عشق مجازی:

آپ اشارات فریدی میں فرماتے ہیں کہ ہر شخص کی زندگی میں تین دور ہوتے ہیں۔ ابتدائی دور، وسطی دور اور انحطاط۔ آپ فرماتے ہمارا ابتدائی دور جوش وخروش سے لبریز تھا اور جلدی سے گذر گیا۔ اس کے بعد وسطی دور آیا۔ جس میں طبیعت کا میلان دوسری طرف ہو گیا۔ اب آخری دور ہے۔ نیز دیوان فریدی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ابتدائی یعنی مجاز کا دور فی الواقع جلدی گذر گیا کیونکہ آپ کے شروع کے کلام میں بھی قال کی بجائے حال کا زبردست غلبہ نظر آتا ہے۔ اور مجاز کے رنگ میں حقیقت کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ بادہ وساغر، عشوہ وغمزہ، ناز نہورے جیسے الفاظ ترک نہ کر سکے۔ کیونکہ حقیقت کے ملک کی کوئی زبان ہی نہیں۔ حقائق بیان کرنے کے لئے اقلیم مجاز کی زبان استعمال کرنا پڑتی ہے۔ جس سے کم فہم لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے حالانکہ حضرت اقدس نے دیوان فریدی میں عشق مجازی کی کھلی مذمت فرمائی ہے ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

تھی گالھارت پوں تے
کر دیں دھاں فریاد
باجھوں احد حقیقی
محض خراب آباد
حسن مجازی کوڑا
ہے فانی برباد

Marfat.com

کل شے غیر خدا دے
ھالک بے بنیاد
باجھ محبت ذاتی
کوجھا شور فساد

لفظ محبت ذاتی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طالب صفات نہیں تھے۔ بلکہ اس سے گذر کر طالب ذات ہو چکے تھے جو بلند ترین مقام ہے۔

حضرت مولانا جامیؒ اور مجاز:

ہمارے فارسی دان طبقہ میں مولانا جامیؒ عشق مجازی کے علمبردار مانے جاتے ہیں۔ یہ لوگ آپ کے اس قسم کے اشعار اکثر نقل کرتے ہیں۔

متاب از عشق روے گرچہ مجازی است
کہ آں بہر حقیقت کار سازی است

اول تو اس شعر کے مصرعہ ثانی میں عشق مجازی کو عشق حقیقی کا ذریعہ بتایا گیا ہے لیکن آپ نے مندرجہ ذیل شعر میں تو مجاز کو فوری طور پر ترک کرنے کی تاکید کی ہے۔

ولے باید کہ در صورت نہ مانی
وزیں پل زود خود را بگذرانی

عارف رومیؒ اور مجاز:

عشق و محبت کی دنیا میں حضرت مولانا رومؒ سالار کاروان عشق مانے جاتے ہیں۔ یار لوگ عشق مجاز کے ثبوت میں آپ کے یہ اشعار تو پیش کرتے ہیں۔

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما

Marfat.com

لیکن جن اشعار میں آپ نے عشق مجازی کی صریح مذمت فرمائی ہے انہیں نظر انداز کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

عشق بامردہ نباشد پائیدار
عشق را باحیی و باقیوم دار
عشق ہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

شیخ فریدالدین عطارؒ اور مجاز:

اسی طرح حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے اشعار ذیل میں عشق مجاز کی مذمت فرمائی ہے

ہر کہ شد در عشق صورت مبتلا
ہم ازاں صورت فتد در صد بلا
ترک صورت گیر در عشق صفت
تا بتا بد آفتاب معرفت
صورتت جز خلط و خونے بیں نیست
مرد صورت مرد دور اندیش نیست
ہرچہ او از خلط و خوں زیبا بود
ہر کہ دل بندو برد رسوا شود
عشق صورت نیست عشق معرفت
عشق شہوت بازی حیواں صفت

کچھ سرائیکی زبان کے متعلق:(1)

ملتان خواجہ فرید کی سرائیکی زبان کی دلی اور بہاولپور لکھنو ہے۔ جنوبی پنجاب کے ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خاں اور سرگودھا ڈویژنوں کی بیشتر آبادی کا ذریعہ اظہار ہونے کے علاوہ صوبہ سرحد کے جنوب،

1) بحوالہ شرح دیوان فرید مؤلفہ صدیق طاہر

Marfat.com

بلوچستان کے شمال مشرقی اور سندھ کے مختلف علاقوں میں یہی زبان بولی جاتی ہے۔ جس کا نام ملتانی، بہاولپوری، ڈیرے وال، جھنگوی، لہدا، جٹکی، مظفر گڑھی، وغیرہ رہا ہے۔ مگر سندھ کے عوام اسے سرائیکی کہتے ہیں۔ چنانچہ بالاخر علاقائی ناموں کی بجائے اب یہ سرائیکی کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ تاریخ کے عہد معلوم سے قبل کے اثریاتی شواہد بتاتے ہیں کہ ان میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ کے علاوہ ملتان اور اوچ کے شہر بھی شامل تھے۔ بعد میں آریاؤں کے جس گروہ نے سب سے پہلے وادی سندھ کو فتح کیا اور ملتان کو پایہ تخت بنایا تھا۔ وہ اپنی زبان بھی ساتھ لایا تھا۔ فاتح آریاؤں کی زبان سے یہاں کے لوگوں کی زبان بہت متاثر ہوئی۔ آریاؤں کی آمد سے پہلے یہاں موجود قوموں کی زبان کے الفاظ یقیناً اب تک موجود ہوں گے۔ مگر ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی زبان پڑھی نہ جاسکنے کی وجہ سے ان کی شناخت ممکن نہیں ہوسکی۔ ملتان شہر ہندوؤں کا متبرک مقام بن گیا اور سورج دیوتا کی پرستش کا مرکز ہونے کی وجہ سے برصغیر میں اسے بہت اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔

ازاں بعد گوتم بدھ نے عوام تک رسائی حاصل کرنے کے لئے سنسکرت کی بجائے عام لوگوں کی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا تو ایک نئی زبان بن گئی جو پالی کہلائی۔ ماہرین لسانیات کے نزدیک پالی کوئی خاص زبان نہ تھی۔ بلکہ مقامی زبانوں کا ملغوبہ تھی۔ ہندو برہمن زبانوں کے اس عمل کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کے خیال میں دیوتاؤں کی زبان سنسکرت کی بجائے کسانوں، چرواہوں اور غیر متمدن دیہاتیوں کی زبان اختیار کرنا "منہ کے بل گرنے" کے مترادف ہے۔ "اپ بھرنش" کا یہی مطلب ہے۔ مگر محققین کے نزدیک یہ نظریہ غلط ہے۔ "اپ بھرنش" "یا" پراکرتیں "لازماً ادبی زبانوں کی بگڑی ہوئی شکلیں ہوئی ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تاریخی اور تہذیبی تقاضے زبانوں میں ردوبدل کر کے انہیں رہنے کے اہل بناتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی عمل ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ سنسکرت کے قدیم الفاظ مثلاً روگ، پتر، گل، لون وغیرہ آج بھی ملتان اور اس کے نواح کی زبان میں موجود ہیں۔ البتہ زمانہ کے تغیرات نے ان کی شکل تبدیل کر دی ہے۔ ساتویں صدی عیسوی کے پہلے ثلث میں رائے سہراسی کے عہد میں چین کا مشہور بدھ سیاح ھیون سانگ ملتان اور سندھ آیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب عرب میں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔ ھیون سانگ لکھتا ہے کہ ان دنوں ملتان کے سورج دیوتا کے بت کا بے حد احترام کیا جاتا تھا۔ ہندو زائرین دکن اور بنگال سے بھی آیا کرتے تھے۔ اس کے اندازے کے مطابق دس ہزار بھکشو ملتان میں موجود

Marfat.com

تھے۔لیکن تمام کے تمام کاہل الوجود،عیاش اورعشرت پسند تھے۔ 631ء میں راجہ سہراسی کی وفات کے بعد اس کا وزیر چچ برہمن ملتان وسندھ پر قابض ہوا۔اس کے بیٹے راجہ داہر کو 712ء میں محمد بن قاسم نے شکست دی۔عربوں کے آنے سے عربی زبان آئی اور اسلامی تہذیب وتمدن کا مقامی زبان وثقافت پر گہرا اثر ہونے لگا۔

دسویں صدی عیسوی کے آغاز میں اوچ،ملتان اور سندھ پر قرامطیوں کا قبضہ ہوگیا۔وہ انتہا پسند شیعہ تھے۔ 1010 عیسوی میں محمود غزنوی نے حملہ کیا۔اس کے بعد سومروں کا عہد حکومت ہے۔وہ بھی قرامطہ کے پیروکار تھے۔ 1175ء میں شہاب الدین غوری نے قرامطہ کا زور توڑا۔سرائیکی تہذیب و ثقافت کے علاقہ میں قرامطہ نے جو اثرات مرتب کئے ان کے نشانات اب تک موجود ہیں بلکہ سرائیکی نثر تو صرف شیعہ مجالس عزاداری کی وجہ سے باقی رہی ہے۔

حضرت خواجہ فرید کی اس زبان کا پہلا شاعر ساتویں صدی عیسوی کا ہارون بن موسیٰ ملتانی ہے۔جو عربی کے علاوہ اپنی مقامی زبان میں بھی شاعری کرتا تھا۔اس کی اپنی زبان میں کہے گئے زیادہ تر اشعار رزمیہ ہوتے تھے۔ہارون بن موسیٰ ملتانی کے کچھ عربی اشعار حافظ نے اپنی "کتاب کیواں" میں نقل کئے ہیں۔لیکن اہل تحقیق کا خیال ہے کہ اس زمانہ میں سندھی اور سرائیکی ایک زبان تھی۔ان کے خیال میں یہ زبانیں 1100ء کے لگ بھگ ایک دوسرے سے الگ ہوئیں۔

ضلع رحیم یار خان کا ایک معروف تاریخی مقام موئے مبارک سلطان التارکین شیخ حمید الدین حاکم کا مستقر تھا۔جو فارسی اور سرائیکی کے بلند پایہ شاعر اور سعدی شیرازی کے ہم عصر اور پیر بھائی تھے۔ سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی نے اپنی صاحبزادی ان کے عقد میں دی تو اوچ اور بھکر کا درمیانی علاقہ بھی بطور جاگیر دیا۔اس علاقہ میں ولہار کی کچھ اراضی قاضی کبیر کے زیر کاشت تھی۔حضرت شیخ حمید الدین کے عاملوں نے قاضی پر سختی کی تو انہوں نے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سے شکایت کی حضرت زکریا ملتانیؒ نے حضرت حاکم کو اس سلسلہ میں خط لکھا تو تفنن طبع کے لئے ایک دوہڑہ یا قطعہ بھی تحریر کیا۔خیال رہے کہ حضرت زکریا ملتانیؒ بھی فارسی اور ملتانی یا سرائیکی میں شعر کہتے تھے۔قطعہ یہ ہے:

حاکم آپ ہیں حکم آپ دا (کریں آپ) وچار
جے دن گانوں سے کئی دلہر دلار

Marfat.com

بجے دن لدھیانہ مندے نہ ہار
جیں ٹانگ نہ تو لا سے کیویں لنگھن پار

اس پر حضرت شیخ حمید الدین حاکمؒ نے قطعہ جوابا لکھ بھیجا۔اس کا تیسرا مصرع کرم کتابی کی نذر ہو چکا ہے باقی تین مصرعے جو محفوظ رہے ہیں۔

حاکم آپ ہیو حکم کرو (کہیا) میں وچار
جنہاں اللہ منیا اتے محمد یار
جنہاں ٹانگ نہ تولھا سے بھی لنگھن پار

حضرت زکریا ملتانیؒ کا سن ولادت 566/1170ھ اور حضرت شیخ حمید الدین حاکم کا 570/1174ھ گویا یہ قطعات بارہویں صدی عیسوی اور چھٹی صدی ہجری کے ہیں۔لطف یہ ہے کہ ان قطعات میں استعمال ہونے والے الفاظ اب بھی سرائیکی زبان میں مستعمل ہیں۔

شروع میں سرائیکی تحریریں سندھی کی طرح عربی خط نسخ میں لکھی جاتی تھیں۔اہل ایران کی آمد سے فارسی نستعلیق کا چلن ہوا۔گویا ملکی سیاست کے تغیرات کے ساتھ ساتھ اس زبان کی نشوونما ہوتی رہی اور مختلف حکمرانوں کے ساتھ عہد بعہد ترقی کرتی رہی۔اس صورت حال نے اس زبان کی ثروت میں ہی اضافہ نہیں کیا بلکہ اسے سہل الاصول اور عام فہم بھی بنا دیا کہ اجنبی سے اجنبی شخص بھی اس میں گفتگو نہیں کرسکتا۔تو کم از کم اس کے مطالب ضرور اخذ کرسکتا ہے۔خاص طور پر اہل اردو کے لئے اس کا سمجھنا زیادہ مشکل نہیں کیونکہ اس میں بے شمار ایسے الفاظ ہیں جو معمولی تغیر کے ساتھ اردو میں بولے جاتے ہیں۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سرائیکی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں عربی کے الفاظ دوسری زبانوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔مثلاً قینچی کو مقراض جمعرات کو خمیس، مذبح کو منحر اور پیاز کو وصل (بصل) کہا جاتا ہے علاوہ ازیں عربی کی طرح طویل مضمون کو نہایت اختصار کے ساتھ ادا کرنے کی بھی اس زبان میں بہت زیادہ صلاحیت ہے۔

دیوان فرید کے تراجم:

بنگالی زبان میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے سرائیکی کلام کا ترجمہ رحیم الدین مرحوم نے کیا تھا۔

Marfat.com

جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے اس سلسلہ میں تقدم کا اعزاز تو مولانا عزیز الرحمٰن عزیز مرحوم کو حاصل ہو جنہوں نے حل لغات کے ساتھ اردو ترجمہ کیا۔ اس کے بعد مولانا نور احمد فریدی نے بڑی محنت سے دیوان فرید کا ترجمہ اور شرح دو ضخیم جلدوں میں شائع کی۔ اس کے علاوہ میاں نور الزماں اوج کا ترجمہ بہاولپور سے شائع ہوا۔ پروفیسر دلشاد کلانچوی نے خواجہ فرید کی 100 منتخب کافیوں کا ترجمہ شائع کرایا۔ کتاب "خواجہ غلام فرید" کے مصنف مسعود حسن شہاب دہلوی نے بھی کتاب کے آخر میں 20 کافیوں کا اردو ترجمہ دیا ہے۔

اسی طرح انگریزی زبان میں خواجہ فرید کی کافی کا پہلا ترجمہ یارک کراپٹن کا تھا۔ جو بریگیڈئر نذیر علی شاہ مرحوم نے کرایا اس کے علاوہ خواجہ صاحب کی منتخب کافیوں کا خوبصورت انگریزی ترجمہ KAFEES کے نام سے بزم ثقافت ملتان نے شائع کیا۔ اسی طرح خواجہ فرید کی 166 منتخب کافیوں کا انگریزی ترجمہ 1983ء میں عبدالرؤف لوتھر نے Love laden lyrics کے نام سے کیا تھا۔ جو لاہور سے شائع ہوا۔

دیوان فرید اردو:

اگرچہ آپ نے اردو زبان میں زیادہ کلام نہیں فرمایا۔ تاہم جو کچھ لکھا ہے دل چیر کر لکھا ہے۔ آپ نے اردو میں کم و بیش ایک سو غزلیں کہی ہیں۔ جن کی زبان اگرچہ کہنہ ہے لیکن معانی کے اعتبار سے بہت تر و تازہ ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

یار جیسا کوئی دلدار نہ دیکھا نہ سنا
ایسا بھی ظالم و خونخوار نہ دیکھا نہ سنا
ویسا بیداد سراپا دل و دین کا دشمن
شوخ و بد مست و ستمگار نہ دیکھا نہ سنا

ایک اور غزل کا مطلع ملاحظہ ہو

نقش پا میں ترے میں نے نقشہ اقصیٰ دیکھا
کوچے کی گرد کے ہر ذرہ میں کعبہ دیکھا

Marfat.com

ایک اور مطلع ملاحظہ ہو

دوست کے ناز کو میں راز خدا سمجھا
اس کے دشنام کو اعجاز مسیحا سمجھا

ایک اور مطلع ملاحظہ ہو

نہ غرض کعبہ سے مجھ کو نہ احرام سے کام
لیکن ہے اس بت کافروش و خود کام سے کام

نیز فرمایا

صنم جیسا کوئی ھووے تو میں جانوں
ملک یا حور یا جن و بشر ھووے تو میں جانوں

نیز فرمایا

ایک واں ہوں ایک خواں ہوں ایک جو ہوں ایک گو
سب میں اس کو دیکھتا ہوں غیر سے مطلب نہیں

مقابیس المجالس:

یہ کتاب حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو آپ کے ایک مرید اور خلیفہ مولانا رکن الدینؒ نے آپ کی زندگی کے آخری دس سال میں جمع کیے اس کتاب کو اشارات فریدی کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اگرچہ خواجہ صاحب سرائیکی زبان میں گفتگو فرماتے تھے لیکن چونکہ اس زمانے میں فارسی علمی، ادبی اور دفتری زبان تھی۔ مولانا رکن الدینؒ جو بہت بڑے عالم تھے حضرت شیخ کے ملفوظات کو فارسی میں تحریر کر لیتے تھے۔ ملفوظات کی صحت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جامع ملفوظات جو کچھ حضرت شیخ کی زبان سے سنتے تھے قلمبند کر لیتے تھے اور پھر خلوت میں جا کر وہی تحریر حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کرتے تھے جس کی تصحیح آپ خود کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کے وصال کے بعد مقابیس المجالس کی پہلی تین جلدیں ہندوستان میں شائع ہوئیں۔ چوتھی جلد ملتان میں شائع ہوئی اور پانچویں جلد طبع نہ ہو سکی۔ ان پانچوں جلدوں کو راقم الحروف مولف نے اردو میں ترجمہ کر کے پہلی بار 1979ء میں اور

Marfat.com

دوسری بار 1990ء میں شائع کیا۔

مقابیس المجالس کی اہمیت:

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی دونوں کتابوں یعنی دیوان فرید اور مقابیس المجالس میں گہرا رشتہ ہے۔ بلکہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ کیونکہ جہاں دیوان فرید حضرت اقدس کا قول ہے مقابیس المجالس آپ کا فعل ہے۔ جہاں دیوان فرید آپ کے جذب و محبت اور ذوق وشوق کا مرقع ہے۔ مقابیس المجالس اس جذب وشوق کا اظہار اور عملی نمونہ ہے۔ آپ نے جو کچھ فرط محبت میں آ کر دیوان میں کہا۔ مقابیس المجالس میں اسے کر کے دکھایا۔ آپ کا شمار ان لفاظی شعراء میں نہیں ہوتا جن کی قرآن مجید کی اس آیت میں مذمت آئی ہے:

والشعراء يتبعهم الغاوون

آپ ایسے شاعر ہیں جن کو حق تعالیٰ نے الا الذین آمنو وعملوالصلحت فرما کر گمراہ شاعروں سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے فرمایا:

قال را بگذار و مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

(زبانی جمع خرچ کو ترک کر کے صاحب حال بن جاؤ۔ یہ کام اس وقت ہوتا ہے جب انسان مرد کامل کے پاؤں کی خاک بن جاتا ہے۔ یعنی اس کا تابع فرمان بن جاتا ہے)

جن شعراء کی قرآن میں مذمت وارد ہوئی ہے ان کا شمار ارباب قال میں ہوتا ہے اور اولیاء کرام جب شاعری کرتے ہیں تو وہ ارباب حال ہوتے ہیں۔ جو الا الذین آمنوا و عملواالصلحت کے طرہ امتیاز سے متصف ہیں۔

عام طور پر سطحی نظر رکھنے والے دیوان فرید کو دیکھ کر یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ شاید خواجہ غلام فرید عام شاعروں کی طرح مبالغہ آمیز شاعر تھے۔ لیکن جب مقابیس المجالس میں آپ کی زندگی کا مطالعہ بلکہ مشاہدہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس عشق ومحبت اور سوز و گداز کا آپ نے دیوان فرید میں اظہار فرمایا ہے، آپ اس کی زندہ اور تڑپتی ہوئی تصویر تھے۔ چنانچہ مقابیس شاہد ہے کہ آپ کی صورت بھی سوز سے لبریز

Marfat.com

تھی۔ سیرت بھی سوز سے لبریز تھی۔ آپ کی گفتگو میں بھی سوز بھرا ہوا تھا۔ آپ کی نماز بھی سوز و گداز سے لبریز تھی۔ آپ کی سخاوت، آپ کی خیرات، آپ کی پند و نصیحت، آپ کی خورد و نوش، آپ کی بود و باش، غرضیکہ آپ کے ہر قول و فعل میں عشق الہیٰ، جذبہ فدائیت اور للہیت کارفرما تھی۔ آپ کے اٹھنے بیٹھنے، آپ کے ملنے جلنے، اور آپ کے کھانے پینے میں احکام خداوندی اور سنت نبوی ﷺ کا رنگ نظر آتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ کے عقائد کی مخالفت کرتا یا آپ کی مذمت کرتا تو بھی حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کو نہ صرف معاف کر دیتے بلکہ انعام دے کر رخصت فرماتے۔ ریاست جھل کا حکمران آپ کو ایک نہایت ہی اعلیٰ گھوڑی مع زریں زین اور نقرہ و طلائی ساز و سامان نذر کرتا ہے۔ ایک چور اسی شب اسے چراتا ہے۔ اور پکڑا جاتا ہے۔ جب خواجہ صاحب کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو آپ اس کی خطا معاف کر کے گھوڑی اس کے حوالہ کرتے ہیں کہ لے جاؤ۔ لیکن آپ کا حسن سلوک چور کے دل میں گھر کر لیتا ہے۔ اور وہ راستے سے واپس آ کر گھوڑی واپس لوٹا دیتا ہے اور حلقہ مریدین میں شامل ہو کر بلند مراتب کو پہنچتا ہے۔ یہ ہے اولیاء کرام کا طرز تبلیغ جو سیدھا دل کے اندر جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ نہ قیل و قال کی ضرورت ہے، نہ مسند و منبر کی۔ مقابیس المجالس میں اس قسم کی تسخیر قلب کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اولیاء کرام کی کامیابی کا راز عیاں ہوتا ہے۔

احقر راقم الحروف کے شیخ طریقت حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ اجمیر شریف میں خواجہ غلام فریدؒ کی زیارت ہوئی۔ تو دیکھا کہ آپ کی ایک آنکھ میں جمال ہے اور دوسری میں جلال۔ ایک آنکھ رو رہی ہے دوسری ہنس رہی ہے۔ صفت جمال و جلال کا بیک وقت ایک شخصیت میں ظہور اولیاء کرام کے نزدیک بہت بڑی چیز ہے۔ اور بہت بلند مقام کی غمازی کرتا ہے۔ اب بھی اگر آپ کی تصویر کو دیکھا جائے تو وہی چیز نظر آتی ہے۔ دائیں آنکھ میں جلال ہے اور روتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور بائیں آنکھ میں جمال ہے اور ہنستی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ دائیں آنکھ میں صفت جلال کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر حق تعالیٰ کی صفت جلال کا غلبہ تھا۔ اور یہی توجہ ہے کہ آپ کا دیوان ہجر و فراق، سوز و گداز اور درد و داغ سے لبریز ہے۔ "من لذت درد توبہ درمان نفر دشم" کی آپ زندہ مثال تھے۔ بحر ذات میں شب و روز غوطے لگانے کے باوجود آپ عبودیت، نیستی، عجز و نیاز، عبادت و ریاضت کو زیادہ محبوب رکھتے تھے اور عمداً مقام فنا فی اللہ سے نکل کر مقام بقا باللہ پر آتے تھے۔ عشق الہی میں رو رو کر دریا بہاتے

Marfat.com

تھے۔ اور اس قسم کے نوحہ جات الاپتے تھے

عشق پرانٹی پیڑ وہ

تھیا جنگل بیلہ چھلو چھل

(عشق ہمارا پرانا مرض ہے۔ جس کی وجہ سے رو رو کر جنگل و بیابان غرق آب ہیں)

اب ہم مقابیس المجالس کی اہمیت کی تمام وجوہات پر روشنی ڈالتے ہیں:

پہلی وجہ:

مقابیس المجالس کی اہمیت کی پہلی وجہ تو وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ یعنی دیوان فرید آپ کا قول ہے اور مقابیس آپ کا فعل ہونے کی وجہ سے دونوں کا بیک وقت مطالعہ لازم ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔

دوسری وجہ:

مقابیس کی اہمیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جبکہ اقوام مغرب کی فوجی قوت کی وجہ سے ان کے نظریات لادینیت (SECULARISM) اور مادہ پرستی (MATERIALISM) نے ہماری تمام مذہبی، روحانی، ثقافتی، اخلاقی، معاشرتی اور تعلیمی اقدار کو برباد کر ڈالا ہے۔ جن کی وجہ سے ہم اقوام عالم پر غالب تھے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ جیسے زمانہ حال کے ایک ولی جو علوم قدیم و جدید سے بخوبی آگاہ ہیں، کہ روحانیت سے لبریز اقوال و حالاتِ زندگی تہذیبِ مغرب کے زہر آلودہ نظریات کو زائل کرنے کے لئے تریاق کا اثر رکھتے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں مسلمانوں کی کامیابی، عظمت اور فتوحات کی سب سے بڑی وجہ اسلام کی روحانی قوت ہے اور تائید ایزدی ہے۔ علامہ اقبال نے خوب فرمایا ہے

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

یہ مسلمانوں کی قوت ایمانی تھی کہ جہاں کا رخ کیا ملک پر ملک مسخر ہوتے گئے۔ اقبال کا نوحہ

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالیؓ نہ رہی

Marfat.com

مسلمانوں کی اسی روحانی قوت کے فقدان کی وجہ سے ہے۔

لہذا اب جبکہ خود اقوام مغرب اپنی لادینیت اور مادیت سے تنگ آ کر صوفیاء اسلام مثل امام غزالیؒ، ابن عربی، جنید و رومی کی تصانیف میں روحانیت اسلام سے اپنی پیاس بجھانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ وقت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ ہم اولیاء کرام کی روحانیت سے لبریز کتب کے تراجم کر کے اہل مغرب کی پیاس بجھائیں اور ان کے قلوب کو نور اسلام سے منور کریں۔ نہ صرف یہ بلکہ تہذیب مغرب نے مسلمانوں کے قلوب پر جو ڈاکہ زنی کی ہے اس کا بھی ازالہ ہو جائے۔

اقوام مغرب کا تصوف کی طرف رجحان:

اب ہم مختصر الفاظ میں یہ بیان کرتے ہیں کہ کس وجہ سے اقوام مغرب اپنے نظریات لادینیت اور مادیت سے تنگ آ کر تصوف کی طرف مائل ہیں۔ بات یہ ہے کہ قرون وسطیٰ (MIDDLE AGES) میں براعظم یورپ پر پادریوں کے ظلم و ستم، بربریت، استحصال اور بدعنوانیوں کے ایسے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے کہ تاریخ میں یورپ کے اس دور کو دور تاریک (DARK AGES) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یورپ کی اس زبوں حالی کے وقت جب مسلم سپین کی طرف سے شاندار اسلامی تہذیب وتمدن، علوم و فنون کی درخشندہ شعاعیں یورپ کے باقی ملکوں میں پہنچیں تو وہاں کے دانشوروں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور انہوں نے عیسائیت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اگرچہ عیسائیت کے خلاف یہ بغاوت اسلامی نوعیت کی تھی۔ اور اسلام کی طرف ایک قدم کی حیثیت رکھتی تھی۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ بغاوت کے سب سے بڑے لیڈر مارٹن لوتھر کو پادریوں نے "سگ محمد" (DOG OF MUHAMMAD) کا لقب دیا تھا لیکن چونکہ عیسائی عوام پادریوں کے مظالم سے اتنے تنگ آ چکے تھے کہ وہ مذہب کے نام تک سے متنفر ہو چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اسلام کے ان اصولوں کو تو قبول کیا جن کا تعلق مادی ترقی اور سائنس کے فروغ سے تھا لیکن اسلام کے ان اصولوں کو ترک کر دیا جن کا تعلق عقائد اور روحانی تعلیمات سے تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مذہب کی قید و بند سے آزاد ہو کر اقوام مغرب مادی ترقی کے میدان میں اتنی منہمک ہوئیں کہ اب ان کا تمدن روحانیت سے خالی ہو کر یکطرفہ، لنگڑا، غیر متوازن اور متزلزل بن کر رہ گیا ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ اس وقت سخت قسم کے روحانی بحران میں پھنس گئے ہیں

Marfat.com

اور بدترین قسم کی قلبی بے قراری اور ذہنی انتشار میں مبتلا ہیں۔ اور مغربی دنیا میں اب جس قدر ہیجان، محاذ آرائیاں اور جنگ وجدال کی فضا قائم ہے وہ سب روحانیت کے فقدان اور ذہنی انتشار کی فراوانی کی وجہ سے ہے۔ یہاں تک کہ مال و دولت کی فراوانی کے باوجود مغربی ممالک میں خودکشی اور ذہنی امراض کی واردات کی شرح غریب ملکوں سے کہیں زیادہ ہے۔

چنانچہ اب قدرت نے ان ملحد اور بے دین لوگوں کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ پھر سے اسلام کی ان روحانی تعلیمات کی طرف رجوع کر کے ذہنی سکون حاصل کریں۔ جن کو انہوں نے قرون وسطیٰ میں ترک کر دیا تھا۔ لہٰذا اب یورپ اور امریکہ میں لوگ صوفیائے کرام کی تصانیف کا مطالعہ کر کے سکون قلب حاصل کر رہے ہیں اور کافی تعداد میں اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اس صدی کے چوتھی دہائی میں حضرت سید علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر انگلستان اور فرانس کے متعدد افراد نے اسلام قبول کیا۔ جن میں انگلستان کے دو بھائی شہید اللہ فریدیؒ اور فاروق احمدؒ بھی شامل ہیں۔ یہ دونوں بھائی تلاش شیخ میں 1937ء میں ہندوستان آئے اور سارے برصغیر کو چھان مارا۔ اور آخر حیدرآباد دکن میں ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ علیہ الرحمہ کے ہاں شرف بیعت حاصل کیا اور رات دن مجاہدات و ریاضات میں منہمک ہو کر بلند روحانی مقامات حاصل کئے۔ ان کے کئی دوست الجزائر کے ایک صوفی بزرگ شیخ احمد العلویؒ کے مرید ہوئے اور بعض نے مراکش کے ایک ولی اللہ "محمد بن حبیبؒ" کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اور یورپ اور امریکہ کے بے شمار لوگ اسلام قبول کر کے پاکستان آتے رہتے ہیں۔ لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہم انصار کی طرف سے ان مہاجرین کے لئے نہ کوئی آماجگاہ وجود میں آئی ہے نہ درسگاہ۔ اور وہ روحانیت اسلام کے پیاسے بھوکوں مر کر واپس چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ پاکستان میں مال و دولت کی کوئی کمی نہیں۔ ان متلاشیان حق اور تشنگان روحانیت کے لئے آسانی سے حکومت یا پبلک کی طرف سے طعام و قیام اور تعلیم و تربیت کا انتظام ہو سکتا ہے۔

یورپ اور امریکہ میں ایک اور فرقہ بھی لاکھوں کی تعداد میں پایا جاتا ہے۔ جو اپنے آپ کو صوفی کہتے ہیں۔ اور مشائخ چشتیہ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ اسلامی عقائد اور اعمال صالح مثل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے ناواقف ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو بھی تعلیم و تربیت دینے کی ضرورت ہے۔

علاوہ ازیں یورپ اور امریکہ کے کچھ ریسرچ سکالروں سے راقم الحروف کی ذاتی واقفیت ہے اور

Marfat.com

خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ جس سے اس امر کا انکشاف ہوا ہے کہ ان ممالک میں تصوف اور اولیاء کرام پر بہت ریسرچ ہو رہی ہے۔ آئے دن سیمینار ہو رہے ہیں۔ مقالے لکھے جا رہے ہیں۔ کتابیں شائع ہو رہی ہیں اور سرگرمی سے تحقیقات جاری ہیں۔ اسلام کی روحانی تعلیمات کو مغربی دنیا میں روشناس کرانے کے لئے راقم الحروف نے انگریزی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "اسلامک صوفی ازم"۔ اس کے علاوہ ایک سہ ماہی سلسلہ کتب صوفی پاتھ کے نام سے جاری کیا ہے۔ جس کو دیکھ کر یورپ اور امریکہ کے کافی لوگ متاثر ہوئے۔ اور خط و کتابت کے ذریعے مزید معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اندرون ملک اور بیرون ملک ایسے شائقین بھی ہیں جو خط وکتابت کے ذریعے روحانی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

دنیا میں روحانیت اسلام کے اس ذوق وشوق کو دیکھ کر ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اولیاء اسلام کی تصانیف کے تراجم کر کے طالبان راہ حقیقت کی تسکین کا سامان مہیا کریں۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی کتاب مقابیس المجالس جو سوال و جواب کی صورت میں روحانی تعلیمات سے لبریز ہے۔ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ لنڈن یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر کرسٹوفر شیکل نے سرائیکی زبان اس لئے سیکھی ہے کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ پر ریسرچ کر سکیں۔ انہوں نے مقابیس المجالس کی پہلی جلد کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ جس پر راقم الحروف نے تعارفی مقدمہ لکھا ہے۔ یہ کتاب بزم ثقافت ملتان کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ اب پروفیسر فرشیکل مقابیس المجالس کی باقی جلدوں کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ نیز وہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ پر ایک مستقل کتاب بھی لکھ رہے ہیں۔

تیسری وجہ:

مقابیس المجالس کی اہمیت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جن گندم نما جو فروشوں نے ڈھونگ رچا رکھا ہے کہ شریعت اور ہے اور فقیری اور چیز ہے۔ مقابیس المجالس کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حقیقی صوفیاء کرام کا ہر قول وفعل شریعت حقہ کے عین مطابق ہوتا ہے۔ مجرد دیوان فریدی کا مطالعہ کرنے والے شاید یہ خیال فرماتے ہوں کہ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ رحمہ قالی صوفی تھے۔ یا عشق مجازی کے پرستار تھے۔ اور صوم وصلوٰۃ سے کوسوں دور تھے۔ لیکن مقابیس المجالس کے مطالعہ سے حضرت خواجہ صاحب کی کثرت عبادت، مجاہدات و ریاضت، شب بیداریاں، زہد وتقویٰ، وفور عشق الٰہی، عشق

Marfat.com

رسول ﷺ، اسلام کی محبت، شریعت کی کڑی پابندیاں، عجز وانکسار، جود وسخا، رواداری، تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جمیلہ، ہدایت خلق کا وسیع پیمانہ پر انتظام، مخالف فرقوں سے حسن سلوک اور فرائض وسنن کے علاوہ نفلی نماز وروزہ کی سختی سے پابندی اور دن رات حق تعالیٰ کی محبت اور عبادت میں سرشار رہنا، یہ تمام حقائق کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ اس سے علمائے ظواہر کے ان خدشات کا بھی جواب مل جاتا ہے کہ صوفی لوگ شریعت سے ہٹ کر کوئی اور مذہب بنالیں گے کیونکہ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ تیرہویں صدی ہجری کے ولی اللہ ہیں، اور ہر خاص وعام نے دیکھ لیا ہے کہ تیرہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی زندگیاں شریعت اسلامیہ کے عین مطابق رہی ہیں۔ اور قرآن وحدیث سے ذرہ بھر بھی تجاوز نہیں ہوا۔ ہاں اگر تجاوز ہوا ہے تو علمائے ظواہر کی طرف سے ہوا ہے جنہوں نے روح اسلام، قرآن کو ترک کر کے ظاہری رسومات پر اکتفا کر لیا ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی، روحانی مدارج ومقامات مثل قرب الٰہی، معرفت الٰہی، محبت الٰہی ترک کر کے صرف ظاہری رسومات کو اسلام سمجھ رکھا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ظاہری صوم وصلوٰۃ غیر ضروری ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان عبادات کا اصل مقصد حصول قرب الٰہی ہے جس کو علمائے ظواہر نظر انداز کر کے خود بھی بدنام ہوئے ہیں۔ اور اسلام کو بھی بدنام کیا۔ لہٰذا دین اسلام کو مسخ کرنے والے خود علمائے ظواہر ہیں۔ جنہوں نے اپنے کردار سے اسلام کو کمزور کیا ہے اور امت کے زوال وانحطاط کے موجب ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ "ملا" اور "مولوی" کا خطاب جہاں اسلام کے عروج کے زمانے میں نہایت ہی ارفع واعلیٰ اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ آج یہ الفاظ باعث ننگ وعار بن کر رہ گئے ہیں۔ کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ وہی مذمومات منسوب ہوگئی ہیں جو علمائے ظواہر میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً حب دنیا، حب جاہ، حب نفس اور حرص وہوس۔ اس کے برعکس اولیاء کرام اور مشائخ عظام کا طرز عمل اور قول وفعل نہ صرف شریعت ظاہری کی پوری پابندی یعنی رسول اکرم ﷺ کے ظاہری اسوہ حسنہ کا اتباع تھا بلکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اسوہ حسنہ پر بھی عمل کر کے سخت سے سخت ریاضات، عبادات، مجاہدات کے ذریعے نفس امارہ کو کچل ڈالا اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل کر کے قرب الٰہی کے وہ اعلیٰ وارفع مدارج حاصل کئے جو اسلام کی روح، شریعت کی جان اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا خاصہ ہیں۔

پاکستان کے ایک عالم جو سیاست میں بھی سرگرم ہیں۔ نے ایک قول پر ہنسی آتی ہے اور افسوس بھی! آپ نے لکھا ہے کہ اسلامی عبادات کا پروگرام تو نہایت ہی مختصر ہے۔ لیکن لوگوں نے اسے طویل بنا

Marfat.com

دیا ہے۔اور اپنے آپ کو ریاضت شاقہ میں مبتلا کر دیا۔ یعنی راتوں کو جاگنا، مسلسل روزے رکھنا، وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی: تتجا فی جنوبھم عن المضاجع (ایسے مردان خدا بھی ہیں، جن کے جسم رات کو بستروں سے نہیں چھوتے) نیز فرمایا: والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاماo (مردان خدا راتوں کو حق تعالیٰ کے حضور سجدوں اور قیام میں بسر کرتے ہیں)۔ نیز ایسے علماء نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ بھی نہیں کیا کہ آپ مسلسل روزے رکھتے تھے۔اور رات کو اس قدر عبادت کرتے تھے کہ پاؤں مبارک پر ورم آ جاتی۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے حالات زندگی سے ظاہر ہے کہ علمائے ظواہر کے برعکس آپ کی غذا ڈیڑھ تولہ آٹا اور ایک پیالہ دودھ تھی۔ جبکہ وسعت لنگر کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں لوگ شب وروز آپ کے دسترخوان پر عمدہ عمدہ کھانے تناول کر رہے تھے۔ عبادت اور ریاضت کا یہ علم تھا کہ دن ہو یا رات خود بھی عبادت میں مشغول ہیں اور لواحقین اور مریدین کو بھی مشغول کر رہے ہیں۔ متعدد والیان ریاست مرید ہیں لیکن جب آپ کے ایک مرید نواب ریاست جھل کے منہ سے نکل گیا کہ جب میرے شیخ میرے گھر کے اندر قدم رکھیں گے تو ایک لاکھ روپیہ نذر کروں گا۔ یہ سن کر آپ قافلہ سمیت جھل جاتے ہوئے ریلوے سٹیشن خانپور سے واپس آ جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر کہ میں نے تو خداوند کریم کی خوشنودی کے لئے دعوت قبول کی تھی۔ اب لاکھ روپے کی لالچ سامنے آ گئی ہے۔ مرید صادق پر گریہ طاری ہے۔ پاؤں پڑ رہا ہے۔ منت سماجت کر رہا ہے۔ لیکن لاکھ روپے کو پاؤں کی ٹھوکر لگا کر آپ گھر واپس آ جاتے ہیں۔ ایک غیر مقلد عالم کو آپ کا مرید نواب بہاولپور اپنے شہر سے نکال دیتا ہے وہ جا کر خواجہ صاحب کے آغوش میں پناہ لیتا ہے۔ جب نواب صاحب زیارت کو آتے ہیں تو آپ اسی عالم کو اشارہ فرماتے ہیں کہ نماز کی امامت کرائیے۔ یہ ہے آپ کی رواداری، فراخ دلی، عفوودرگذر، ایثار وانکسار جس نے لوگوں کے دل موہ لئے اور وہ جان و دل سے اسلام کے تابع فرمان اور علم بردار بن گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام ہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے من وعن اسلام کے ظاہر و باطن پر عمل کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ ظاہری و باطنی کو اپنایا اور قرب ووصال ومعرفت الٰہی کے بلند مقام پر پہنچے۔ برعکس علمائے ظواہر کے جنہوں نے اسلام کی باطنی و روحانی تعلیمات سے روگردانی کر کے اسلام کے صرف ظاہری ڈھانچے کو اسلام سمجھا۔ اور اسلام کے زوال وانحطاط کا باعث بنے۔

Marfat.com

چوتھی وجہ:

مقابیس المجالس کی اہمیت کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ دیوان فرید کے مطالعہ سے ظاہر بین لوگوں کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ شاید حضرت خواجہ صاحب حسن مجازی کے دلدادہ تھے۔ لیکن مقابیس المجالس نے ثابت کر دیا ہے کہ محبوبان مجازی سے آپ کی مراد محبوب حقیقی ہے۔ بقول غالبؔ

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

شاید معترضین نے دیوان فرید کا بغور مطالعہ نہیں فرمایا۔ آپ نے اپنی کئی کافیوں میں عشق مجازی کی بھی صریحی مذمت فرمائی ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا

تھی گالھا رت پوں تے
کر دیں دھاں فریاد
باجھوں احد حقیقی
محض خراب آباد
حسن مجازی کوڑا
ہے فانی برباد
کل شے غیر خدا دی
ہالک بے بنیاد
باجھ محبت ذاتی
کوجھا شور فساد

ترجمہ: 1۔ اے عاشق حسن مجازی تو دوست کے گوشت پوست پر فدا ہو کر آہ فریاد کر رہا ہے۔

2۔ محبوب حقیقی کے سوا کسی کے ساتھ دل لگانا بربادی ہی بربادی ہے۔

3۔ حسن مجازی محض فریب اور فانی چیز ہے۔

4۔ خداوند عالم کے سوا ہر چیز ہالک (فنا ہونے والی) اور بے بنیاد ہے۔

5۔ عشق الہٰی کے سوا سب واویلا فتنہ وفساد ہے۔

Marfat.com

پانچویں وجہ:

اس کتاب کی پانچویں وجہ اہمیت یہ ہے کہ اگرچہ حضرت اقدس کا مسلک اکثر اولیاء کرام کی طرح وحدت الوجود تھا۔ جس کو آپ نے اپنی کتاب فوائد فریدیہ میں قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ کرام سے ثابت کیا ہے (اس کا ذکر آگے آ رہا ہے) لیکن وحدت الوجود کا غلط اور غیر اسلامی مفہوم جو جاہل صوفیوں نے لے رکھا ہے، آپ نے مقابیس المجالس میں اس کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ اور حقیقی وحدت الوجود اور تصور ذات باری تعالیٰ پیش کیا ہے۔ جو عقائد شریعت کے عین مطابق ہے۔ یہاں تک کہ دیوبند کے مولانا اشرف علی تھانوی چشتیؒ جو پابندی شریعت میں ضرب المثل ہیں۔ نے وحدت الوجود کی تائید میں یہ فرمایا ہے کہ:

"ہر چیز خدا نہیں لیکن کوئی چیز خدا سے جدا نہیں" (1)

ان کا یہ قول حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے بیان وحدت الوجود کے عین مطابق ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ حقیقت میں وحدت الوجود اور مجاز میں کثرت الوجود ہے۔ چنانچہ آپ کی کتاب مقابیس المجالس حقیقت اور مجاز کے خوبصورت امتزاج کا مرقعہ ہے۔

فوائد فریدیہ:

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی تیسری تصنیف فوائد فریدیہ ہے۔ جو اگرچہ ضخامت میں صغیر ہے۔ معانی و مطالب میں کبیر ہے۔ اس کتاب میں جو تقریباً ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے گویا کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ کیونکہ اس میں آپ نے حقیقت ذات باری تعالیٰ سے لے کر تخلیق کائنات کے مختلف مراحل یا منازل جن کو عرف عام میں تنزلات ستہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی حقیقت محمد ﷺ، حقیقت انسانیہ، حقیقت عالم ارواح، حقیقت عالم مثال، حقیقت عالم شہادت، حقیقت عرش و کرسی، حقیقت سبع سموات، حقیقت لوح محفوظ، حقیقت قلم، حقیقت افلاک، حقیقت دوزخ و بہشت، حقیقت جنات و شیاطین، حقیقت فرائض و ملائک، حقیقت انسان، حقیقت انبیاء علیھم السلام و کتب سماوی، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت و اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حقیقت نبوت و رسالت، حقیقت وحی، ارکان اسلام، آئمہ مجتہدین، حقیقت ولایت، مقامات اولیاء اللہ، رجال الغیب، سلاسل طریقت و

1) بحوالہ شرح آیت: ومن الناس ۔۔۔۔ مندرجہ رسالہ قول و فعل

Marfat.com

مشائخ عظام، آئمہ اہل بیت، حقیقت سماع صوفیہ، جواز سماع، آداب سماع، برکات سماع، فرقہائے امت کی تفصیل، کرامات اولیاء، صوم وصلوٰۃ حج وزکوٰۃ، علامات قیامت، ورود امام مہدی و دجال، ورود حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یاجوج ماجوج، حشر ونشر، اعمال نامہ، حساب وکتاب اور پل صراط یہ تمام مسائل اس چھوٹی سی کتاب میں آچکے ہیں۔

آخر میں آپ نے مسئلہ وحدت الوجود کی حقیقت بیان فرمائی اور آیات قرآن، احادیث نبوی ﷺ اور اقوال اصحاب کرام و اولیائے عظام سے نہایت واضح اور بین ثبوت بہم پہنچائے ہیں۔ جن آیات واحادیث نبوی سے آپ نے مسئلہ وحدت الوجود ثابت کیا ہے وہ یہ ہیں:

آیات:

و للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ البقرہ آیت115

و نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ سورہ ق آیت16

و نحن اقرب الیہ منکم و لکن لا تبصرون۔ سورۃ الواقعہ آیت58

وھو معکم اینما کنتم۔ الحدید آیت4

و ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم۔ المجادلہ آیت7

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم۔ سورہ الفتح آیت10

ھوالاول والاخر و الظاہر و الباطن۔ سورہ الحدید آیت3

و فی انفسکم افلا تبصرون۔ سورہ الزاریات آیت21

واذا سئلك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ سورۃ البقرہ آیت186

وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی۔ سورہ الانفال آیت178

و کان اللہ بکل شئی محیطا۔ النساء آیت126

Marfat.com

احادیث قدسی:

1۔ و ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصربه و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها۔۔۔

2۔ الانسان سری و انا سره

احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام:

1۔ ان اللہ یقول مرضت ولم تعدنی ۔۔۔

2۔ ان الله خلق آدم علیٰ صورته۔۔۔

3۔ والذی نفس محمد بیده لو انکم ولیتم بحبل لهطبتم علی اللہ

4۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیه ملك المقرب ولا نبی المرسل

5۔ ان احدکم اذا قام الی الصلوٰة فانما ینا جی ربه فان ربه بین یدیه و قبلته

6۔ اصدق الکلمته قالت العرب قول لبید الا کل شئی ما خلا اللہ باطل

اقوال صحابہ کرام، مشائخ عظام:

1۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: ما رئیت شیئا الا و رئیت اللہ معه

2۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ: ما رئیت شیئا الا و رئیت اللہ بعده

3۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو علم عطا فرمائے ایک علم وہ ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے۔ (یعنی احادیث) دوسرا علم وہ ہے کہ اگر بیان کروں تو میری گردن کٹ جائے گی۔

4۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبودیت کی زندگی کمال کو پہنچتی ہے تو الوہیت کی زندگی ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

5۔ حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنا علم ظاہر کروں تو لوگ مجھے کافر اور بت پرست کہیں گے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا باب

احوال ومقامات خواجہ غلام فریدؒ

سلوک الیٰ اللہ

قبل اس کے کہ ہم اپنے اصلی مضمون یعنی حضرت خواجہ کے بیان کردہ حقائق ومعارف کی روشنی میں آپ کے بلند منازل ومقامات کا پتہ لگانے کی کوشش کریں۔ یعنی "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کے طریقے سے نہ کہ اپنی عقل نارسا کی روشنی میں، ہم قارئین کی سہولت کے لئے منازل سلوک الی اللہ پر قدرے روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ زمین بھی تیار ہوتی جائے۔ احکامات تصوف سے بھی آگاہی ہوتی جائے۔ اور ادق روحانی حقائق کے سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی جائے۔

سلوک الی اللہ:

یاد رہے کہ جس طرح ابتدائے آفرینش سے ذات منزہ اور لاتعین کا بالتدریج ظہور بذریعہ تنزلات، دوائر (جمع دائرہ) کی صورت میں ہوا۔ عروجی ونزولی سفر بھی بشکل دائرہ طے کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کا ایک خاکہ حسب ذیل ہے:

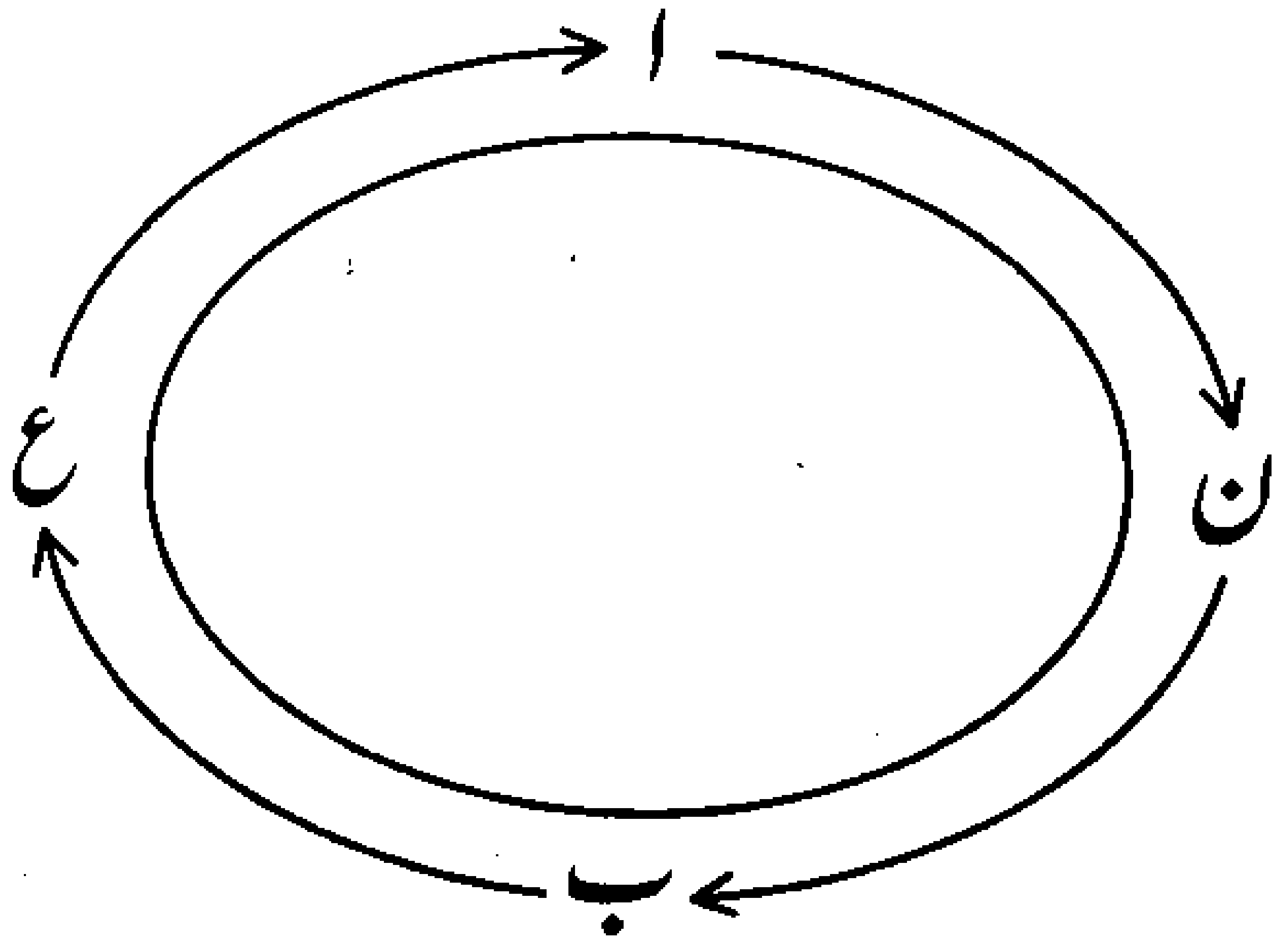

Marfat.com

فنافی اللہ:

جب اسلامی عبادات یعنی فرائض، سنن، نوافل، وظائف، اذکار، مشاغل اور مراقبات کے ذریعے سالک کو تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تخلیہ روح نصیب ہوتا ہے تو اس کی نفسانیت میں کمی اور روحانیت میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے وہ عالم قدس کی جانب پرواز کرتا ہے۔ یہ سفر نقطہ "ب" سے شروع ہوتا اور نقطہ "ع" سے ہوتا ہوا مقام "الف" پر ختم ہوتا ہے۔ لیکن یہ ختم ہونا اصطلاحی ہے نہ کہ حقیقی۔ کیونکہ ذات حق لامتناہی ہے۔ لہذا سفر عروجی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ مقام "الف" پر سالک کو ذات حق میں فنائیت حاصل ہوتی ہے۔

فناء الفناء:

جب سالک ذات احدیت میں ترقی زیادہ کرتا ہے اور کلی طور پر محو اور فانی ہو جاتا ہے تو اس پر اس قدر لاشعوری کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ فنا کو بھی بھول جاتا ہے۔ یعنی یہ احساس کہ میں فنا ہو چکا ہوں، بھی جاتا رہتا ہے۔ اس مقام کو فناء الفناء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بقاباللہ:

لیکن اسلام میں فنافی اللہ آخری مقام نہیں ہے جہاں پہلی امتوں میں مقام فنا منزل مقصود تھا۔ اسلام نے "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" کا اعلان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت سے بنی نوع انسان کو حصہ دیا اور فنافی اللہ کے بعد بقاباللہ کو آخری منزل قرار دیا۔ اس لئے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب سالک بمصداق حدیث: "تخلقوا باخلاق اللہ" اور حدیث: "بی یسمع و بی یبصر" مقام "الف" تک پہنچ کر صفات باری تعالیٰ سے متصف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے، میں اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے پکڑتا ہے، اس کے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے، اور اس کی زبان بن جاتا ہوں اور مجھ سے بات کرتا ہے۔ حدیث: "الحق ینطق علی لسان عمرؓ" سے یہی مراد ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں فنا حاصل کرنے کے بعد وہ اس منصب خلافت الٰہیہ کے فرائض انجام دینے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جس کا

Marfat.com

آیۃ :"انیٰ جاعل فی الارض خلیفۃ" میں اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیارات لے کر اب وہ نقطہ "ن" سے ہوتا ہوا اپنے اصلی مقام "ب" پر واپس آ تا ہے۔ اس سفر کو تصوف کی اصطلاح میں سفر نزولی یا سیر من اللہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

سیر من اللہ کے دوران سالک کو سیر مع اللہ اور سیر باللہ بھی حاصل ہوتی ہے۔ جو تکمیل کے لوازمات میں سے ہیں۔ مقام "ب" پر آ کر سالک وہ نہیں ہوتا جو سفر شروع کرنے سے پہلے اس مقام پر تھا۔ سفر سے پہلے وہ ناقص تھا۔ اب وہ کامل بن کر آیا ہے۔ پہلے وہ نفس امارہ کے ہاتھوں میں کھیلتا تھا، اب اس کا نفس امارہ نفس مطمئنہ ہو چکا ہے۔ پہلے اس کی باطنی آنکھ نابینا تھی، اب بینا ہے۔ اب وہ حق تعالیٰ کی بصیرت سے دیکھتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو کر منصب خلافت الہیہ کی انجام دہی کے لئے جملہ اختیارات لے کر آیا ہے۔ مقام "ب" پر عود کرنے کو بقاباللہ کے نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ یہاں پہنچ کر سالک اپنی ذات سے فانی اور ذات وصفات حق سے باقی ہوتا ہے۔ اس مقام کو مقام عبدیت، عبودیت، دوئی، کثرت، فرق بعد المجمع، مقام صحو اور مقام تمکین سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جہاں مقام فنا کا خاصہ سکر، استغراق، محویت اور مستی ہے۔ مقام بقا کا خاصہ صحو یعنی ہوشیاری اور تمکین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصحاب فنا کو اہل تلوین اور ارباب بقاء کو اہل تمکین کہا جاتا ہے۔ مقام "الف" پر سالک کو ابن الحال اور مقام "ب" پر ابوالحال کہتے ہیں۔ مقام "الف" پر سالک کا تعین گم ہو جاتا ہے۔ مقام "ب" پر وہ اپنے تعین میں کامل بن کر منصب خلافت الہیہ کے فرائض انجام دیتا ہے۔ لوگوں کی رشد وہدایت پر مامور ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کرتا ہے اور دیگر فرائض زندگی انجام دیتا ہے لہذا اکابر عرفاء کے نزدیک حصول فنا فی اللہ کمال نہیں ہے۔ بلکہ بقاباللہ کمال ہے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے بھی اپنی تعلیمات میں اسی مقام بقاباللہ کو آخری اور بلند ترین مقام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اسلام میں یہی معراج بشریت اور یہی تکمیل انسانیت ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نزول کے بعد عروج نہیں ہوتا۔ یا بقا کے بعد فنا ختم ہو جاتی ہے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ سالک بیک وقت فانی فی اللہ بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی۔ واصل بھی ہوتا ہے اور مہجور بھی۔ اس لئے اس مقام کو جامعیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام کو عبدیت اور عبودیت بھی کہا جاتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اور آپ ﷺ کی بدولت اولیائے امت کو بھی نصیب ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

Marfat.com

لطائف ستہّ اور تنزلات ستہّ

لطائف ستہّ :

یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ انسان مجموعہ ہے روح اور جسم کا۔ جسم کا تعلق اس مادی دنیا سے اور روح کا تعلق عالم بالا یعنی عالم قدس سے ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔ نیز فرمایا: ونفخت فیہ من روحی (میں نے اپنی روح میں سے انسان کے اندر پھونکا) اب قائدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کل شئی یرجع الیٰ اصلہ۔ جسم یعنی جسمانی یا نفسانی خواہشات انسان کو نیچے کی طرف کھینچتے ہیں۔ اور روح اسے اوپر حق تعالیٰ کی طرف کھینچتی ہے۔ جسمانی اور روحانی قویٰ کے درمیان اس کشمکش یا جنگ کا نام زندگی ہے۔ جب نفسانی خواہشات کا غلبہ بڑھ جاتا ہے تو انسان اسفل السافلین کے گڑھے میں گر کر تباہ ہو جاتا ہے لیکن جب روحانی قوت غالب آ جاتی ہے تو انسان نفس کے پھندے سے نکل کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ نیز جس طرح جسم کو اس کی مادی غذا نہ دی جائے تو کمزور اور بے قرار ہو جاتا ہے اسی طرح روح کو بھی اس کی روحانی غذا نہ ملے تو وہ بے چین و بے قرار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آج کل دنیا کی بالخصوص مغربی دنیا کی قلبی بے قراری اور ذہنی انتشار کی اصلی وجہ یہی ہے کہ جب کہ جسم کو جو گھوڑے کی مانند ہے۔ ہر قسم کی خوراک بہم پہنچائی جا رہی ہے۔ روح کی غذا کے لئے جو سوار کی مانند ہے، اور زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ خوراک کا کوئی انتظام نہیں کیا جا رہا اور اسے بھوکوں مارا جا رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح جسم کے پانچ یا چھ حواس ہیں جن کے ذریعے ہم دنیا کی اشیاء سے باخبر ہوتے ہیں، عین اسی طرح انسان کی روح کے بھی چھ حواس ہیں جن کے ذریعے ہمیں عالم باطن کا علم ہوتا ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ کا علم، ارواح اور ملائکہ کا علم، ماضی اور مستقبل کا علم وغیرہ وغیرہ۔

روح کے ان چھ حواس کو لطائف ستہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لطائف جمع ہے لطیفہ کی جس کا مطلب ہے باطنی حس اور ستہ کے معنی ہیں چھ۔ لطائف ستہ یہ ہیں:

Marfat.com

1۔لطیفۂ نفس: جس کا مقام زیر ناف ہے اور اس کے نور کا رنگ زرد ہے۔

2۔لطیفۂ قلب: اس کا مقام بائیں چھاتی ہے اور اس کے نور کا رنگ سرخ ہے۔

3۔لطیفۂ روح: اس کا مقام دائیں چھاتی ہے اور اس کے نور کا رنگ سفید ہے۔

4۔لطیفۂ سِر (راز): اس کا مقام وسط سینہ ہے۔ اور اس کے نور کا رنگ سبز ہے۔

5۔لطیفۂ خفی (پوشیدہ): اس کا مقام وسط پیشانی ہے اور اس کے نور کا رنگ نیلا ہے۔

6۔لطیفۂ اخفیٰ (حد درجہ پوشیدہ): اس کا مقام سر کی چوٹی ہے اور اس کے نور کا رنگ سیاہ ہے۔

7۔جب مختلف اسمائے الٰہی کی ضربیں ان لطائف پر لگائی جاتی ہیں تو یہ محرک یا زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے اندر ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ ان کے زندہ ہونے سے گویا سارا گھر روشن ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے اندر نہ صرف عالم باطن کا ادراک پیدا ہوتا ہے بلکہ قرب حق کی ان منازل تک بھی رسائی ہو جاتی ہے جنہیں روحانیت کی اصطلاح میں قرب الی اللہ "فنا فی اللہ، بقا باللہ" کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مراتب وجود یا تنزلات ستہ:

سالک یعنی طالب راہ حقیقت کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ مراتب وجود چھ ہیں۔ مراتب وجود سے مراد ظہور حق کی وہ سیڑھیاں ہیں جن کے ذریعے ذات حق نے درجہ بدرجہ ظہور فرمایا۔

مرتبہ اول: تخلیق کائنات سے پہلے حق تعالیٰ کی ذات ہی ذات تھی۔ صفات کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ اس مرتبہ وجود کو مرتبہ اول، ذات بحت، ذات مطلق، ذات ساذج، احدیت اور لاتعین کہا جاتا ہے۔ جہاں نہ کوئی سمت ہے، نہ اشارہ، نہ نام، نہ نشان، نہ شکل، نہ صورت اور نہ رنگ و بو ہے۔

مرتبہ دوم: سب سے پہلے حق تعالیٰ نے بمصداق حدیث: اول ما خلق اللہ نوری و خلق کل شئی من نوری (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا اس مرتبہ وجود کو علم روحانیت کی اصطلاح میں مرتبہ ثانی، حقیقت محمد ﷺ، وحدت، عالم صفات اور عالم جبروت کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مرتبہ سوم: وجود کے ظہور کا تیسرا مرتبہ حقیقت انسانیہ ہے۔

مرتبہ چہارم: تخلیق کائنات کا چوتھا مرتبہ عالم ارواح ہے۔

Marfat.com

مرتبہ پنجم: تخلیق کائنات کا پانچواں مرتبہ عالم مثال ہے، جو عالم ارواح اور ناسوتی دنیا کے درمیان ہے۔

مرتبہ ششم۔ ظہور حق کا آخری درجہ ہماری یہ ناسوتی مادی دنیا ہے جسے جہان یا ملک یا عالم ناسوت کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

لطائف ستہ اور تنزلات ستہ یعنی وجود کی چھ سیڑھیوں کے درمیان بھی رابطہ ہے۔ چنانچہ لطیفہ نفس کا تعلق عالم ناسوت سے ہے، لطیفۂ قلب کا تعلق عالم مثال سے ہے، لطیفہ روح کا تعلق عالم ارواح سے ہے، لطیفۂ سر کا تعلق مرتبہ سوم حقیقت انسانیہ سے ہے۔ لطیفہ خفی کا تعلق عالم جبروت (حقیقت محمدیہ ﷺ) سے اور لطیفہ اخفی کا تعلق عالم احدیت یا لاتعین سے ہے۔

Marfat.com

احوال ومقامات فریدؒ

سلوک الیٰ اللہ کی مختلف منازل ومقامات سمجھ لینے کے بعد اب قارئین کرام کے لئے حضرت خواجہ صاحبؒ کا مقام سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یہی وہ شاہراہ حقیقت ہے جس پر تمام اولیاء کرام اور مشائخ عظام گامزن ہوکر منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔

آپ کا مقام فنافی اللہ:

اب ہم آپ کی ولایت کی مختلف خصوصیات بیان کرتے ہیں۔ دیوان فریدی اور اشارات فریدی میں حضرت اقدس نے جو حقائق ومعارف بیان فرمائے ہیں۔ ان کی روشنی میں آپ کی ولایت کی چند خصوصیات نظر آتی ہیں۔ جن میں سے پہلی خصوصیت آپ کی شان فنافی اللہ ہے۔ فنا سے پہلے جس سفر عروج کا ذکر سلوک الیٰ اللہ کے باب میں آیا ہے حضرت اقدس نے اپنے اشعار میں یوں فرمایا ہے

گر نے پورے بید بتائے
عقل فکر سب وہم گمائے
مدہوشی وچ ہوش سکھائے
سارا سفر عروج سمجھایا

یہاں گر سے مراد شیخ کامل ہے۔ "عقل، فکر اور وہم گم ہونے" کا مطلب یہ ہے کہ مقام فنافی اللہ میں محویت واستغراق کی وجہ سے سالک اپنے آپ کو بھول جاتا ہے بلکہ ساری کائنات کو بھول کر صرف ذات حق میں محو ہوجاتا ہے "مدہوشی وچ ہوش سکھائے" سے مراد صفات باری تعالیٰ سے متصف ہونا ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ سالک جس قدر ذات حق میں گہرا جاتا ہے۔ صفات باری تعالیٰ سے اسی قدر زیادہ متصف ہوتا ہے۔ حدیث: "تخلقوا باخلاق اللہ" اور "بی یسمع و بی یبصر" کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز صفات باری تعالیٰ سے جس قدر متصف ہوجاتا ہے۔ کشف حقائق اسی قدر زیادہ ہوجاتا ہے۔ لہذا "مدہوشی وچ ہوش سکھائے" سے مراد کشف حقائق ہے۔ دیوان فریدیؔ میں جگہ جگہ پر آپ کے اس مقام پر

Marfat.com

فائز ہونے کے اشارات ملتے ہیں۔ ایک کافی میں آپ فرماتے ہیں۔

دل مست محو خیال ہے
سرمو تفاوت نہ سہوں
اے خیال عین وصال ہے
تے کمال ہے نہ کہ ہے جنوں

(قرب حق میں اس قدر محویت ہے کہ بال کا فرق بھی درمیان میں نہیں رہا۔ یہ عین وصال کی کیفیت ہے جو کمال ہے نہ کہ جنون)۔ یہ گم ہونا فنا فی اللہ یعنی ذات حق میں گم ہونا ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

الیوم بصر حدید وے
ہر وقت یار تے دید وے
کھولی عشق قلب کلیدوے
تھئے گھڑے راز پدید وے
دل مل گھدی توحید وے
ہے حال روز مزید وے

(آج نظر بہت تیز ہے اور ہر وقت دیدار حاصل ہے۔ عشق نے دل کا قفل کھول دیا ہے اور پوشیدہ راز ظاہر ہو گئے ہیں۔ دل میں توحید غالب ہے۔ یعنی وحدت الوجود کا غلبہ ہے اور ہر روز اس میں ترقی ہو رہی ہے)۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

ڈینہہ ہجر دے مکلا گئے
ویلے وصال دے آ گئے
جانم بجانان شد قرین
ھذا جنون العاشقین

(فراق کے دن دور ہوئے اور وصال کا وقت آ گیا ہے۔ محبوب جان میں سما گیا ہے اور یہی عاشقوں کی مراد ہے)۔

Marfat.com

"جانم بجاناں شد قرین" سے وہی قرب معنوی مراد ہے جس کا دوسرا نام فنا فی اللہ ہے اور وصال بھی یہی ہے۔

مقام فناء الفناء:

مقام فنا سے اوپر ایک اور مقام ہے جسے "فناء الفناء یا فنائے فنا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ارباب حال کو معلوم ہوگا کہ فنا فی اللہ کے وقت ذات واحد میں فنائیت کا احساس رہتا ہے لیکن بحر احدیت میں مسلسل غوطے لگانے کے بعد ایک ایسا وقت آتا ہے کہ احساس فنائیت بھی نہیں رہتا۔ اور سالک پر کیفیت لاشعوری اور حیرت طاری ہو جاتی ہے۔ اس مقام کو فناء الفناء کہتے ہیں یعنی یہ احساس بھی نہ رہے کہ وہ فنا ہو گیا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں فنا فی اللہ کو قرب نوافل اور فناء الفناء کو قرب فرائض کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے مندرجہ ذیل اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ولایت کی ایک خصوصیت مقام فناء الفناء بھی ہے

بری بیزار ہن ذاتوں صفاتوں
مست جانا نوں
محض آزاد ہن ناموں نشانوں
دین و ایمانوں
جڈاں ڈوں تریں تو غافل ہے
تڈاں ہک نال واصل ہے
لدھا قرب النوافل ہے
دل ایقانوں تے احسانوں

(عارف ذات حق میں ایسے غرق ہوتے ہیں کہ نام و نشان اور ذات و صفات تک نہیں رہتے اور رسوم عبادت بھی ادا نہیں ہو سکتے۔ جب دوئی مٹ جاتی ہے تو وحدت طاری ہو جاتی ہے)۔

حدیث: قرب نوافل کا مطلب یہی ہے جسے مرتبہ احسان کا نام دیا گیا ہے۔

آخری مصرعہ میں لفظ "احسانوں" میں صفت تلمیح ہے جس کا اشارہ حدیث احسان کی طرف ہے۔ یعنی اللہ کی

Marfat.com

اس طرح عبادت کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ "بری ذاتوں صفاتوں" کا مطلب یہ ہے کہ مقام فناء الفناء کے وقت ذات حق میں فناء کا شعور بھی باقی نہیں رہا۔

حضرت اقدس کی ولایت کی تیسری خصوصیت یعنی شان بقاباللہ:

حضرت اقدس کی ولایت کی تیسری اور نہایت اہم خصوصیت آپ کی شان بقاباللہ ہے۔ مقام فناء الفناء دروازہ ہے بقاباللہ کا۔ جسے مقام فناء الفناء حاصل ہوا بس وہ ملک بقا میں داخل ہوگیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مقام فنافی اللہ کی محویت، سکر اور استغراق سے نکل کر جب سالک اپنے تعین یعنی مقام دوئی میں عود کرتا ہے تو چونکہ وہ صفات باری تعالیٰ سے متصف ہوتا ہے، وہ ہر کام حق تعالیٰ کی صفات سے کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اپنی صفات سے فانی ہو کر حق تعالیٰ کی صفات سے باقی ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس مقام کو بقاباللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اکابر اولیاء کے نزدیک یہ مقام سب سے بلند اور عروج بشریت کی آخری منزل ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک انسان کامل بن جاتا ہے اور خلقت کے ساتھ رہتا ہے۔ جہاں دیگر مذاہب میں آخری مقام فنافی اللہ اور ترک دنیا تھا اور ہندو رشی، بدھ، عیسائی اور یہودی راہب ہمیشہ کے لئے جنگلوں کی غاروں میں رہ جاتے تھے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کر رہبانیت کو ناجائز قرار دیا اور فرمایا "لا رھبانیة فی الاسلام" روحانی ضروریات کے ساتھ جسمانی ضروریات کو پورا کرنے اور روحانی اور مادی ترقی دونوں کے حصول کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ وہ جامعیت ہے جو اسلامی تعلیمات کے سوا کسی جگہ نہیں ملتی۔ اسی مقام پر انسان کامل منصب خلافت الہیہ کے فرائض انجام دینے کے قابل ہوتا ہے۔ اسی مقام پر مسند خلافت پر متمکن ہو کر ہدایت خلق پر مامور ہوتا ہے۔ اسی مقام پر پہنچ کر وہ جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔ سیاست مدن میں حصہ لیتا ہے اور دیگر فرائض زندگی ادا کرتا ہے۔ اسی مقام پر اس کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ اسی مقام پر محبوب حقیقی کی طرف سے اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے۔ کبھی تجلیات سے نوازا جاتا ہے، کبھی استتار سے ستایا جاتا ہے۔ اسی چھیڑ چھاڑ سے تنگ آ کر خواجہ صاحب پکار اٹھتے ہیں۔

کیوں لک چھپ بہندیں ڈھولا میں کنوں
ایھا ریت سکھی ہئی کیں کنوں

Marfat.com

(اے محبوب! تو کیوں میرے ساتھ آنکھ مچولی کر رہا ہے۔ یہ عادت کہاں سے سیکھی ہے)

نیز فرمایا

عجب ساز ہے عجب سوز ہے
عجب گھات ہے عجب گھنڈ ہے
عجب نواز ناز پاسوں ہک
عجب نیاز عجز پاسوں بے

(اپنی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرا سوز و گداز بھی عجیب ہے اور محبوب کا کبھی سامنے آنا، کبھی پردہ کرنا بھی عجیب ہے۔ ایک طرف ناز و ادا کے کرشمے ہیں اور دوسری طرف سے یعنی عاشق کی طرف سے عجز و نیاز کا کمال ہے)

اسی مقام بقائیت پر قوس ابرو سے تیر ہائے مژگان کی بارش کر کے عشاق کے قلوب کو چھلنی کیا جاتا ہے۔ اسی مقام پر پروانوں کو شمع پر جلا کر خاکستر کیا جاتا ہے۔ اسی مقام پر بلبل کو حسن گل پر رقص کرنے اور جان نثار کرنے کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت
چہرہ خندان شمع آفت پروانہ شد

(محبوب کے درخشاں رخسار نے عاشق کا گھر برباد کر دیا ہے جیسے شمع پر پروانہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے)۔

اسی مقام پر کبھی عشاق کو آتش عشق میں جلا کر راکھ بنایا جاتا ہے اور کبھی شربت وصل سے سیراب کیا جاتا ہے۔ کبھی تیغ ابرو سے اس پر وار کئے جاتے ہیں اور کبھی لب لعل کی شیرینی سے اسے شاد کام کیا جاتا ہے۔ لیکن لطف ہو یا ستم، ظلم ہو یا کرم عاشق صادق ہر حال میں راضی رہتا ہے اور فرط مسرت میں پکار اٹھتا ہے۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(خدا کرے تیری تلوار رقیب کو نصیب نہ ہو۔ عاشق کا سر حاضر ہے۔ تاکہ تو خنجر آزمائی کرے)

Marfat.com

تازہ دارد زخم دل فیض نمکدان کسے
سبزہ شد نخل مراد از آب پے کان کسے
(عراقی)

(دوست کے ظلم وستم سے عاشق کے زخموں پر ہر وقت نمک پاشی جاری ہے۔ اور اس کی تلوار کی آب و تاب سے عاشق کی آبیاری ہو رہی ہے)

جب مرزا مظہر جان جاناںؒ کو دشمنوں نے شہید کر دیا تو آپ خاک وخون میں غلطاں اس شعر کا ورد کر رہے تھے

زخم دل مظہر مبادا بہ شود ہشیار باش
کیں جراحت یادگار ناوک مژگان اوست

جب حضرت خواجہ صاحب پر ناوک مژگان کے تیرے چلائے جاتے ہیں تو خوش ہو کر فرماتے ہیں:

پڑھ بسم اللہ ڈکھڑے چیساں
خوشیاں کر کر جھولی بیساں
جے وت تیکوں ہے منظور

(بسم اللہ پڑھ کر خوشی سے درد و غم قبول کروں گی۔ اگر دوست کو یہی منظور ہے!)

فنا سے بقا زیادہ محبوب اور بلند ہے:

یہ شان بقا باللہ ہے جو کملین اولیاء اللہ کو فنا فی اللہ سے زیادہ محبوب ہے۔ فناء میں استغناء ہے اور بقا میں تسلیم و رضا۔ خاصان خدا بارگاہ رب العزت میں استغناء سے تسلیم و رضا کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ لذت وصل سے لذت دردان کو زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ یہی کمال عبدیت اور آخری نقطہ عروج بشریت ہے اور وہ ہر وقت

من لذت درد تو بدرماں نفروشم
کفر سر زلف تو بایماں نفروشم

Marfat.com

کا وردر کھتے ہیں اور محبوب کے جور و ستم کو جو دراصل چھیڑ چھاڑ کا درجہ رکھتا ہے خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہتے ہیں۔

حضرت اقدس کے کلام میں ہجر وفراق کی وجہ:

حضرت خواجہ صاحب کے کلام میں یہ جو ہجر و فراق اور سوز و گداز کا عنصر زیادہ ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کو دولت قرب و وصال سے کم حصہ ملتا تھا اور زیادہ تر آپ مہجوری کی حالت میں پیچ و تاب کھاتے رہتے تھے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ولایت میں بدرجہ اتم شان بقا باللہ رکھتے تھے جس طرح فنائیت و عروج میں آپ کا مقام بلند تھا اسی طرح آپ کا نزول بھی قوی تھا۔ اور بقا باللہ اور عبدیت میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ اس وجہ سے آپ کو لذت وصل سے لذت درد زیادہ محبوب تھی اور فنا کی بلندیاں چھوڑ کر آپ کو مقام دوئی اور کثرت میں آ کر آقا و مولیٰ کا ادنیٰ عبد و غلام بن کر رہنے میں زیادہ لذت محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ کے کلام میں اکثر عبدیت اور نیستی کا اقرار در اقرار نظر آتا ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

ٹھہندی نہیں تشدید وے
کاوڑ اتے تہدید وے
ایہو ادنیٰ عبد فرید وے
ازلوں ہے دید خرید وے

(اے محبوب تجھے ظلم وستم، غصہ اور سختی زیب نہیں دیتی۔ یہ فرید تو تیرا ادنیٰ غلام ہے جو ازل سے تیرے عشق میں ہے) "ازلوں" سے مراد یوم الست ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کے مطالبہ "الست بربکم" کے جواب میں سعید روحوں نے "بلیٰ" کہہ کر طوق عبدیت اپنی گردنوں میں ڈالا۔ پس اکابر کاملین کا مقام بقاء، عبدیت، عجز و انکسار پر واپس آنا۔ وعدہ یوم الست کا ایفاء ہے۔

امت محمد یہ ﷺ میں اصحاب بقا کی کثرت ہے:

اولیائے امت محمد یہ ﷺ کی بھاری اکثریت اسی مقام بقا باللہ پر فائز ہے۔ اس وجہ سے کہ پیشوائے اولین و آخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کی جامعیت کا تقاضا ہے کہ آپ کے

Marfat.com

خلفاء یعنی ہر دور کے مشائخ عظام بیک وقت دولت فنافی اللہ اور بقاء باللہ سے بہرہ ور ہوں۔ ایسے حضرات جو شربت وصل کے چند پیالے پی کر مست ہو جائیں، امت محمدیہ میں بہت کم ہوئے ہیں۔ ان کو مجاذیب (جمع مجذوب) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے البتہ مختلف اولیاء کرام کے اختلاف طبع و استعداد کے مطابق ان کے مقامات و مراتب میں فرق ضرور پایا جاتا ہے۔ جہاں تک ہمارے خواجہ صاحب کا تعلق ہے آپ کے کلام اور حالات زندگی اور مقامات سے یہی ثابت ہے کہ آپ بھی بیک وقت اور بدرجہ اتم مقام فنافی اللہ اور بقاء باللہ سے بہرہ ور تھے۔

شدید نسبت عشقیہ اور عبدیت کا اجتماع:

اس شان بقاء و عبدیت کے ساتھ جب شدید نسبت عشقیہ کا غلبہ بھی شامل ہو جائے تو قیامت پر قیامت اور غضب در غضب کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت خواجہ صاحب کے شدید غلبہ عشقیہ کے ساتھ قوی ترین مرتبہ بقاء، عبدیت، عجز و انکسار، تسلیم و رضا شامل ہو گیا تو آپ کی حالت ایسی ہو گئی کہ جس کا مشاہدہ دیوان فریدی اور اشارات فریدی کے اوراق میں ہو سکتا ہے۔ آپ کے طوفان عشق نے جنگل اور صحرا غرق کر دیئے اور کوہ و دشت میں آگ لگا دی۔ اشعار ذیل میں آپ کا سوز و گداز ملاحظہ ہو

سٹن یار پرانی پیڑ وو
تھیاں اکھیاں چھل گئی دلڑی گل
چاک مہندا آوے ویڑھے
کھیڑے بھیڑے کرن بکھیڑے
کپڑے لیر کتیر وو
گیا ہار سنگھار مساگ کجل
ماہی باجھوں سول قہر وے
ڈیہاں رات فرید نجر وے
نیناں نیر وھیر وو
جھر جنگل بیلے چھلو چھل

Marfat.com

1۔اے دوست عشق کی پرانی کہانی سنو۔آنسو جاری ہیں اور دل جل گیا ہے۔

2۔اے دوست (رانجھا) کبھی تو میرے آنگن میں آ جا۔دشمن طعنے دے رہے ہیں۔

3۔میرا لباس پھٹ چکا ہے۔ہار سنگھار ختم ہو چکا ہے۔

4۔دوست کے بغیر سخت پریشانی ہے۔رات دن فرید خون پی رہا ہے۔

5۔اور آنکھوں کی بارش سے صحرا و جنگل پانی پانی ہو گئے ہیں۔

درد و فراق، یاس و حرمان کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے۔خواجہ صاحبؒ کے کلام میں اس کی کثرت ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

سینگھیاں سرتیاں سیجھ چھاون
بانھ جڑیلی در گل لاون
ہک میں مفت رہی مہجور
پیت پرانی کملا کیتا
عشق اولڑا لوں لوں سیتا
پوون کللڑے پلپل پور

1۔ سہیلیاں محبوب کے ساتھ مسند پر رونق افروز ہیں۔دوست کا بازو ان کے گلے میں ہے لیکن میں ہجر و فراق میں پڑی رو رہی ہوں۔

2۔ازلی عشق نے مجھے مجنوں بنا دیا ہے۔عشق بال بال میں سما گیا ہے۔اور ہر وقت درد سے واسطہ ہے۔

اپنے آپ کو سسی کی حالت میں ڈال کر حضرت اقدس پنوں یعنی محبوب حقیقی کی جدائی میں یوں فریاد کرتے ہیں۔

ہے ہے یار بھروچل
ہک تل ترس نہ کیتا
کر کے سخت نمانی
اپنے نال نہ نیتا
ہجر پیالہ ازلوں
میں مٹھری او پیتا

Marfat.com

روہ فرید لتاڑاں
شالا کھا وم چیتا

1۔سسی رورو کر کہہ رہی ہے کہ افسوس پنوں نے ذرہ بھر ترس نہ کھایا۔
2۔اگر چہ لاکھوں آہ وزاری کی لیکن ساتھ نہ لے گیا۔
3۔مجھ بدنصیب نے ازل سے عشق کا پیالہ پیا۔
4۔فرید نے پہاڑ چھان مارے۔خدا کرے اسے شیر کھا جائے۔

عاشق زار کی نامرادی کی کیفیت ملاحظہ ہو

کیا حال سناؤاں دل دا
کوئی محرم راز نہ ملدا
منہ دھوڑ مٹی سر پایم
سارا ننگ نموز ونجایم
کوئی پچھن نہ ویڑھے آیم
ہتھوں الٹا عالم کھلدا

1۔دل کا حال کسے سناؤں۔کوئی محرم راز ہی نہیں ملتا۔
2۔میرا سر اور منہ مٹی ہو گیا ہے۔ننگ وناموس خاک میں مل گیا ہے۔
3۔نہ کوئی رفیق ہے جو حال دریافت کرے۔بلکہ سب مذاق اڑاتے ہیں۔

اسی طرح سارا دیوان آتش عشق کے شعلوں سے لبریز ہے۔اور جگہ جگہ پر طوفان غم ٹھاٹھیں مار رہا ہے لیکن آپ کا یہ ہجر و فراق اختیاری ہے نہ کہ اضطراری۔آپ کی ولایت کی شان بقا باللہ اور عبودیت اس بات کی متقاضی ہے کہ قرب و وصل کو ترک کر کے آپ ہجر و فراق اور عجز و نیاز اختیار کریں۔اور آتش عشق میں جلتے رہیں۔یہی مراد عاشقین ہے۔

جتھاں خود قرب ہے دوری:

شان عبدیت اور بقا باللہ کے علاوہ حضرت اقدس کے ہجر و فراق اور سوز و گداز کی ایک اور وجہ بھی ہے۔وہ یہ کہ چونکہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی حد نہیں ہے اس کے حسن و جمال اور قرب و وصال کی بھی کوئی

Marfat.com

حد نہیں۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

لہذا سالکین اور کاملین قرب حق میں جس قدر ترقی کرتے ہیں، اس سے اوپر قرب کی ایک اور منزل نظر آتی ہے۔ غرض یہ کہ وہ ساری عمر جدوجہد جاری رکھتے ہیں اور قرب و وصال کی منازل پر منازل طے کرتے ہیں۔ لیکن نہ ذات کی کوئی انتہا ہے۔ نہ وہ انتہا کو پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے قرب بھی بعد بن جاتا ہے۔

قلندر آنکہ فوق الوصل جوید:

کسی نے خوب کہا ہے۔

قلندر آنکہ فوق الوصل جوید

(قلندر وہ ہے جو وصل سے بھی اوپر کا مقام طلب کرے)

وصل سے اوپر کونسی منزل ہے۔ وہی قریب سے قریب تر کی منزل ہے جو حاصل نہیں ہوتی اور عشاق عین وصل کی حالت میں بھی مہجوری محسوس کرتے ہیں۔ اور ہر وقت ھل من مزید کے نعرے لگا کر دوست سے قریب سے قریب تر ہونے کی کوشش میں عمر گزار دیتے ہیں۔ لیکن یہ سفر نہ ختم ہوتا ہے اور نہ کبھی ختم ہو گا۔ کیونکہ مدارج قرب اور حسن و جمال محبوب کے مراتب کی کوئی انتہا نہیں۔ عارف رومی فرماتے ہیں۔

دل آرام بر دل آرام جوئے

ہمچو مستسقی تشنہ برآب جوئے

(محبوب بغل میں ہے اور محبوب کی تلاش ہے۔ جیسے استسقی کا مریض دریا پر بیٹھا ہے اور پھر بھی پیاس میں مبتلا ہے نیز عارف رومی فرماتے ہیں۔

نگویم کہ برآب قادر نیند

کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

(یہ بات نہیں کہ پانی نہیں پی سکتے۔ بلکہ پی رہے ہیں اور پھر بھی پیاس نہیں بجھتی)

حضرت خواجہ صاحبؒ کو یہ مقام بھی حاصل تھا۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

جتھاں خود قرب ہے دوری
اتھاں کیا وصل و مہجوری
انانیت تھئی پوری
ہے انسانوں تے رحمانوں

1۔اور جہاں قرب بھی بعد بن جاتا ہے وہاں وصل اور فراق کا سوال اٹھ جاتا ہے۔
2۔اور عاشق اور معشوق کا الگ الگ وجود ہو جاتا ہے برعکس فنا کے جہاں فرق مٹ جاتا ہے۔

انانیت کا پورا ہونا یہ ہے کہ انسان اور رحمان دونوں اپنے اپنے تعین میں متمکن ہیں۔ اگرچہ فنا میں انسان کا تعین رحمان میں گم ہو جاتا ہے لیکن جب فنا مبدل ہو جائے بقا میں، تو طالب و مطلوب دونوں کے تعین بحال ہو جاتے ہیں۔ اسی مضمون کو ایک اور جگہ پر آپ یوں فرماتے ہیں۔

شدہ عکس در عکس ایں بنا
کہ فنا بقا ہے بقا فنا
باقی نماندہ جز انا
کتھے اوتے توں کتھے ہاں۔ تے ہوں

1۔ میری حالت میں دو تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ میری فنا بقا بن گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ بقا فنا بن گئی ہے۔
2۔انا یعنی خودی کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

کسی جگہ "میں" کا نعرہ ہے کسی جگہ "تو" کا خطاب ہے۔ یعنی عاشق و معشوق کی خودی برقرار ہے اور فنا سے بیزار ہے۔ عارفین کے نزدیک حضرت خواجہ صاحب کا یہ بلند ترین شعر ہے جو آپ کے بلند ترین مقام جامعیت کی غمازی کرتا ہے۔ بعض شارحین نے "ایں بنا" سے مراد دنیاوی زندگی لی ہے۔ لیکن یہ تعبیر سیاق و سباق کے خلاف ہے اور عدم عرفان کا نتیجہ ہے۔ اس سے پہلے آپ فرماتے ہیں۔

جو مکان تھا بن گیا لا مکان
جو نشان تھا ہوگیا بے نشان

Marfat.com

شدہ اسم و رسم زمن جدا
اللہ اپنے آپ کو کیا کہوں

ان اشعار میں مقام فنا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مکان لا مکان بن گیا ہے اور نام ونشان گم ہو گیا ہے۔ اب اپنے آپ کو کیا کہوں۔

لہذا "شدہ عکس در عکس ایں بنا" سے مراد حضرت اقدس کی روحانی کیفیت ہے۔ عنایت قرب اور انتہائی عروج پر پہنچ کر جب آپ کو مزید در مزید قرب کی تمنا ستاتی ہے تو اس قرب کو آپ بعد کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس حالت فنا (وصل حبیب) کو مہجوری قرار دیتے ہیں۔ "عکس در عکس" میں ایک عکس تو یہ ہے کہ بقا (مہجوری) کی حالت میں بھی مزید مقامات طے ہو رہے ہیں نیز چونکہ قرب کی مختلف منازل سے بھی گذر رہے ہیں۔ اس لئے اس حالت بقا کو فنا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ منازل قرب زیادہ تر حالت فنا میں طے ہوتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں ایک خط کے دوران لکھتے ہیں کہ "اب میری حالت یہ ہوگئی ہے کہ قرب بھی بعد بن گیا ہے"

حضرت اقدس کا بلند ترین وجد:

عین حالت قرب میں ہجر واضطراب کا اندازہ قارئین کرام کو آپ کی ایک محفل سماع سے بخوبی ہو جائے گا۔ محفل سماع کیا تھی، آپ خلوت میں اپنے چند خواص کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ کے محبوب قوال میاں برکت علی نے یہ غزل سنائی

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج و خمار ما
چہ قیامتے کہ نمے رسی زکنار ما بکنار ما

(اے محبوب ہم نے ساری عمر تیرے وصل کے پیمانے نوش کئے۔ لیکن کیا قیامت ہے کہ تو میری آغوش سے میری آغوش میں نہیں آتا)

اس غزل کا شروع کرنا تھا۔ کہ حضرت اقدس پر شدید وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور بہت دیر تک اسی ایک شعر پر وجد کرتے رہے۔ عشاق جانتے ہیں کہ واقعی یہ شعر نہیں بلکہ قیامت ہے جس پر انسان ساری

Marfat.com

عمر رقص کرے تو کر سکتا ہے۔ ساری عمر کیا، عاشق صادق ہے تو موت کے بعد قبر میں اور قبر کے بعد بہشت میں بھی رقص کرتا رہے گا۔ کیونکہ قرب حق میں سالک کی پرواز اور جستجو موت پر ختم نہیں ہوگی۔ بلکہ قبر میں بھی وہ منازل قرب طے کرتا رہے گا۔ اور قیامت کے بعد بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرب کی منزل پر منزل طے کرتا رہے گا لیکن نہ ذات کی انتہا ہے۔ نہ اس کے حسن و جمال کی کوئی حد ہے۔ لاکھوں کروڑوں منازل قرب طے کرنے کے بعد بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی اور اس شعر پر رقص دوام کرتا رہے گا۔

غایت عروج:

امید ہے کہ قارئین کرام پر اب قدرے واضح ہو گیا ہوگا کہ ہمارے خواجہ صاحب کا مقام کس قدر بلند تھا۔ شیخ منصور حلاجؒ شربت وصل کے چند پیالے پی کر مست ہو گئے۔ اور "انا الحق" کا دم بھرنے لگے۔ سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامیؒ نے غلبہ استغراق میں سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں میری شان کیسی بلند ہے) کا نعرہ لگایا۔ لیکن کمال ہے ہمارے خواجہ صاحب کی عالی ظرفی کا کہ شدید نسبت عشقیہ اور قرب و وصال کے باوجود آپ شربت وصل کے پیالے نہیں، صراحی نہیں، خم نہیں، ندی نہیں، نالے نہیں، دریا نوش کر رہے ہیں لیکن مست اور مغلوب الحال نہیں ہوتے۔ بلکہ عین تمکین اور ضبط و استقلال کے عالم میں ھل من مزید کے نعرے لگا رہے ہیں

توڑیں جو دریا نوش ھن
پر جوش تھی خاموش ھن
اسرار دے سرپوش ھن
صامت ھن مارن نہ بک

1۔ اگرچہ عاشق دریا نوش کر جاتے ہیں۔ تاہم جوش پر قابو پا کر خاموش رہتے ہیں۔
2۔ راز فاش نہیں کرتے اور انا الحق جیسے نعرے بلند نہیں کرتے۔

سبحان اللہ! کیا وسعت ظرف ہے۔ اور کیا ہی بلند مقام ہے کہ مئے وحدت کے دریا نوش کر رہے ہیں لیکن مست نہیں ہوتے اور صوم وصلوٰۃ پر سختی سے پابند ہیں، شدید غلبہ عشق کے باوجود مغلوب الحال نہ ہونا بلکہ ھل من مزید کے نعرے لگانا، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اکثر مشائخ نے اس حالت سے

Marfat.com

تنگ آکر بارگاہ حق میں یہ مناجات کئے ہیں:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازمیگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

(دریا کے وسط میں پھینک دیا ہے پھر یہ حکم ہوتا ہے کہ کپڑے بھیگنے نہ پائیں)

لیکن خواجہ صاحب ان میں سے نہیں ہیں۔ آپ عین قعر دریا میں تختہ بند ہیں۔ طوفان عشق و مستی ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ لیکن آپ کا دامن تر نہیں ہوتا۔ اور عین جذب و مستی کے عالم میں فرائض اور واجبات تو درکنار، نوافل اور روزمرہ کے وظائف تک ترک نہیں کرتے۔ شان بقائیت کا یہ عالم ہے کہ ہر عشاء کی نماز کے بعد روزانہ سجدہ میں جا کر سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتے۔ یہ ہے ضبط و استقلال اور یہ ہے شان بقا باللہ کا کمال۔ آخر عمر میں آپ پر استغراق کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے تو بھی نوافل ترک نہیں کرتے حالانکہ اکثر مشائخ اس حالت میں صرف فرائض پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ لیکن آپ کمال استغراق کی وجہ سے نوافل ادا نہیں کر سکتے تو امام کے پیچھے نوافل پڑھنے لگتے ہیں۔ لیکن چھوڑتے نہیں ہیں۔ یہ ہے کمال عروج اور کمال نزول جسے جامعیت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، جوامت کے اکابر اولیاء کا خاصہ ہے۔

جذبہ فدائیت:

مشائخ کرام کا جذبہ فدائیت بھی ان کی ولایت کی شان بقا باللہ کا نتیجہ ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کا جذبہ فدائیت ملاحظہ ہو۔ ویسے تو سارا دیوان اس قسم کے کلام سے لبریز ہے۔ نمونے کے طور پر ایک کافی کے پچیس اشعار میں سے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں میڈی روح وی توں
میڈا قلب وی توں جند جان وی توں
میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر
مصحف تے قرآن وی توں

Marfat.com

میڈا ذکر وی توں میڈی فکر وی توں
میڈا ذوق وی توں وجدان وی توں
میڈا سانول مٹھڑا شام سلونڑا
من موھن جاناں وی توں
میڈا آس امید تے کھٹیا وٹیا
تکیہ مان تے تراں وی توں
میڈا دھرم وی توں میڈی بھرم وی توں
میڈا شرم وی توں میڈی شان وی توں
جے یار فرید قبول کرے
سرکار وی توں سلطان وی توں
ناتاں کہتر کمتر احقر ادنیٰ
لا شے لا امکان وی توں

1۔میرا عشق بھی تو ہے، معشوق بھی تو ہے

2۔میرا دین بھی تو ہے، ایمان بھی تو ہے۔

3۔میرا جسم بھی تو ہے، میری روح بھی تو ہے

4۔میرا قلب بھی تو ہے، میری جان بھی تو ہے

5۔میرا قبلہ، کعبہ، مسجد، منبر اور قرآن بھی تو ہے

6۔میرا ذکر، فکر، ذوق اور وجدان بھی تو ہے

7۔میری آس امید، مال ومتاع سب کچھ تو ہے

8۔میرا دین بھی تو ہے، میری عزت بھی تو ہے، شرم اور شان بھی تو ہے

9۔اے فرید! اگر دوست قبول کرے تو بادشاہ بھی تو ہے اور سلطان بھی تو

10۔ورنہ تو ادنیٰ، کمتر، کہتر، غلام ہے

Marfat.com

تحفہ نیستی:

حضرت اقدس کی شان بقاباللہ اور عبدیت کا اندازہ ان اشعار سے ہوسکتا ہے

تھئی خلقت ساری تابع سب
تاں وی کیا تھی پیا
گم تھیون ہے مطلب

(اگر ساری خلقت تیرے تابع بھی ہوگئی تو کیا ہوا۔ گم ہونا مقصد ہے)

آپ کے اس اہم شعر کی شرح:

ایک دفعہ یہ احقر اپنے شیخ کے خلیفہ اعظم حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ انگریز (نومسلم) کے ساتھ جامع مسجد پاکپتن شریف میں بیٹھا ایک غزل کے معانی پر گفتگو کر رہا تھا۔ چونکہ فنا فی اللہ اور بقاباللہ کے الفاظ دہرائے جا رہے تھے۔ یہ سن کر مولوی عبدالسبحان خلف مولانا سراج احمد صاحب ساکن نواں کوٹ تحصیل خانپور نے جو حضرت خواجہ صاحب کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتے تھے۔ آگے بڑھ کر کہا کہ حضرت میرا ایک سوال ہے، وہ یہ کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا ہے

غوثی قطبی رتبہ پایو
تاں وی کیا تھی پیا
گم تھیون ہے مطلب

(اگر تو نے غوث اور قطب کا مرتبہ بھی حاصل کر لیا تو کیا ہوا۔ اصل مقصد گم ہونا ہے۔)

انہوں نے کہا کہ آپ اور ہم جانتے ہیں کہ غوثی قطبی رتبہ مقام فنا فی اللہ کے بعد ملتا ہے یعنی اپنی ذات کو ذات حق میں گم کرنے کے بعد۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ غوثی قطبی مراتب کے بعد " گم تھیون ہے مطلب" میں کون سا گم ہونا مراد ہے۔ میں نے اس شعر کا مطلب خواجگان کوٹ مٹھن کے قریبی حلقوں سے دریافت کیا لیکن تسلی بخش جواب نہیں ملا۔

حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ نے فرمایا کہ یہ گم ہونا فنائیت کا گم ہونا نہیں بلکہ بقاباللہ کا گم ہونا ہے۔ جب سالک فنا فی اللہ کے استغراق اور محویت سے نکل کر مقام صحو اور مقام بقاباللہ یا مقام عبودیت پر واپس

Marfat.com

آتا ہے تو خلافت ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے اور کائنات کی حکمرانی اس کے حوالے کی جاتی ہے۔لیکن وہ اس عجز وانکسار اور تسلیم ورضا کی وجہ سے جو مقام بقاباللہ کا خاصہ ہے۔اپنا اختیار نہیں چلاتا بلکہ اللہ کا دیا ہوا سب کچھ پھر اللہ کے حوالے کر دیتا ہے۔اور اپنی خواہش اور ارادہ کو اللہ کی خواہش اور رضا میں گم کر دیتا ہے اور خود بالکل نیست ونابود ہو جاتا ہے۔یہ ہے بقائیت کا گم ہونا جو تحفہ ہستی اور عجز وانکسار ہے۔اور یہ بہترین تحفہ ہے جو بارگاہ حق تعالیٰ میں انسان پیش کرسکتا ہے۔یہ سن کر مولوی عبدالسبحان نے کہا کہ آج اس شعر کا مطلب میری سمجھ میں آیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور تحفہ نیستی:

حضرت مجدد الف ثانی تحفہ نیستی کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

"اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ہستی حق کے حسن وجمال کے لئے آئینہ نیستی ضروری ہے۔ اس وجہ سے مقام بقا سب مقامات سے زیادہ بلند ہے۔ کیونکہ یہ مقام عبدیت ونیستی ہے۔یہ مقام اکمل اوراتم ہے کیونکہ محبوب ذوق شہود سے لذت حاصل کرتے ہیں اور عاشق نیستی اور عبدیت سے۔جب تک آدمی اپنے آپ کونہیں مارے گا،کمال نصیب نہیں ہوگا۔"

بقا افضل ہے فنا سے:

حضرت اقدس بھی اشارات فریدی(1) کی جلد چہارم مقبوس 19 میں فرماتے ہیں:"جب تمام مراتب طے ہو جاتے ہیں تو سالک ھویت مطلقہ اور احدیت ذاتیہ میں مستغرق ہو جاتا ہے۔لیکن جس شخص پر عنایت ازلی ہو جائے اس مقام سے نزول کر کے پھر مقام عبدیت میں آ جاتا ہے۔جامعیت اسی مقام میں ہے۔یہ مقام تسلیم ورضا ہے"۔اس مقام پر حضرت خواجہ صاحبؒ اپنی حالت یوں بیان فرماتے ہیں۔

لاچار تے زار نزار اساں
وہ ڈنڑی برہوں برات اساں
ہک پاسوں عجز و نیاز عجب
بے پا سوں ناز نواز عجب

---

1) مقابیس المجالس

Marfat.com

ہے سوز عجب ہے ساز عجب
ہے گھنڈ عجب ہے جھات عجب

1۔ہم بے بس اور بدحال ہیں۔عشق نے ہمیں کیا ہی اعلیٰ برات دی ہے۔
2۔ایک طرف عجز و نیاز ہے اور دوسری طرف ناز ہی ناز ہے
3۔کیا عجب سوز ہے، کیا عجب ساز ہے، کیا عجب پردہ پوشی ہے، کیا عجب دیدار ہے۔

مشائخ عظام کا مقولہ ہے "مشاھدۃ الابرار بین التجلی والاستتار" (یعنی اولیاء اللہ کا مشاہدہ تجلی اور استتار یعنی سامنے آنے اور چھپ جانے کے درمیان ہے) یعنی محبوب کبھی پردہ کر لیتا ہے اور کبھی حسن و جمال کے جلوے دکھاتا ہے۔

حضرت داغ نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

لیکن ہمارے خواجہ صاحبؒ نہایت ہی والہانہ انداز میں "ہے گھنڈ عجب ہے جھات عجب" کہہ کر حضرت داغ سے بازی لے گئے ہیں۔کیونکہ جو فصاحت و بلاغت اور پیار لفظ "گھنڈ" اور "جھات" میں ہے وہ "چھپنے" اور "سامنے آنے میں" نہیں۔نیز لفظ "عجب" بھی عجیب کیف و مستی کا حامل ہے۔ گھنڈ کا مطلب ہے پردہ کرنا اور جھات کا مطلب ہے جھانک کر دیکھنا۔

آپ کے لطائف ستہ کا زندہ ہونا:

حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے لطائف کے زندہ اور روشن ہونے کا یوں ذکر فرمایا ہے:

اے گھر میرا سکھ مندر
معمور خفی دے اندر
جتھ بحر محیط دا بندر
اتھ ہر جنسوں ملن سوغاتاں
تھئی نصرت فتح صبوحی
سب سری قلبی روحی

Marfat.com

گئی ظلمت نور صبوحی

کیتیاں جسم عجب برہاتاں

1۔ یہ میرا گھر (جسم) پرسکون اور لطیفہ خفی فیضان سے پر ہے۔

2۔ لطیفہ خفی ایک بحر بیکراں کی بندرگاہ ہے۔ جہاں سے ہزاروں اقسام کے فیض مل رہے ہیں۔

3۔ اس کے علاوہ دیگر لطائف مثل قلب، روح اور سر وغیرہ بھی زندہ ہو چکے ہیں۔

4۔ اور نور علیٰ نور بن گئے ہیں۔ یعنی تمام لطائف کے روشن ہونے سے جسم شجر چراغاں بن گیا ہے۔

یہاں آپ نے لطیفہ خفی کو بجا طور پر بحر محیط (ذات) کا بندر (بندرگاہ) قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب عالم قدس سے فیضان کی بارش ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس لطیفہ خفی پر ہوتی ہے۔ پھر اس کی طفیل دوسرے لطائف نوازے جاتے ہیں۔ نیز شروع میں جب روح بچے میں ڈالی جاتی ہے تو پہلے لطیفۂ خفی میں داخل ہوتی ہے۔ اور جب موت کے وقت روح نکلتی ہے تو سب سے آخر میں اسی لطیفہ سے نکلتی ہے۔ جب تمام لطائف کے روشن اور مختلف رنگوں سے منور ہونے کے بعد رونق پیدا ہو جاتی ہے تو حضرت اقدس اسے یوں ظاہر کرتے ہیں۔ "کیتیاں جسم عجب برہاتاں" یعنی سارے جسم سے نور کے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ خواجہ میر درد نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

کیا تن کو داغوں نے سرد چراغاں
کبھی آ کے تو نے تماشا نہ دیکھا

سرد چراغاں سے وہ مصنوعی درخت مراد ہے جو شادی بیاہ کی تقاریب پر شاہراہوں پر لگایا جاتا ہے۔ اس پر پتوں کی بجائے چراغ نصب ہوتے ہیں۔ جو تیل ڈال کر جلائے جاتے ہیں۔ ہمارے خیال میں حضرت اقدس کا مصرعہ "کیتیاں جسم عجب برہاتاں"۔ "سرد چراغاں سے زیادہ بلاغت اور کیف و مستی کا حامل ہے۔

شان لطائف:

لطائف ستہ کے روشن ہونے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب لطیفۂ نفس زندہ ہوتا ہے تو سالک خواہشات نفسانی پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ جب لطیفۂ قلب، روح اور سر زندہ ہوتے ہیں تو کشف و کرامات کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جب لطیفہ خفی زندہ ہوتا ہے تو مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا

Marfat.com

ہے۔اور جب لطیفہ اخفیٰ زندہ ہوتا ہے تو مقام فناء الفناء حاصل ہوتا ہے۔ جو دروازہ ہے بقا باللہ کا۔

لطائف کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وضاحت:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب "انفاس العارفین" میں لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانے میں ایک بزرگ تھے۔جن کا نام شیخ ادریس تھا۔ ان کے لطائف زندہ ہونے اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ کمرے میں مشغول بیٹھے تھے۔خادم نے کمرے میں گھاس بھرنا شروع کر دیا لیکن آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ چھ ماہ تک آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ جب گھاس ختم ہوا تو اندر سے حضرت شیخ برآمد ہوئے۔انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں ایک خط لکھا جو ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے انگریزی خطبات "تشکیل جدید الہیات اسلام" میں نقل کیا ہے۔اس خط میں شیخ ادریس لکھتے ہیں:

"اگر زمین کی طرف دیکھتا ہوں تو زمین کو معدوم پاتا ہوں۔ اگر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں تو آسمان کو معدوم پاتا ہوں۔اسی طرح عرش و کرسی کو بھی موجود نہیں پاتا۔حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی موجود نہیں پاتا۔ وجود حق کی کوئی انتہا نہیں۔تمام مشائخ محض یہی نکتہ کہہ کر رہ گئے ہیں۔ اگر آپ کا خیال بھی یہی ہے تو درست، ورنہ کوئی اور بات ہو تو ہمیں بھی مطلع کریں تاکہ ہم وہاں پہنچ سکیں۔"

اس کا جواب حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یوں فرمایا:

"میرے مخدوم: یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات تلوین قلب (عدم پختگی) کا نتیجہ ہیں۔مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان حالات کا حامل مقامات قلب (لطیفہ قلب) میں سے ایک چوتھائی سے زیادہ طے نہیں کر سکا۔ابھی تک تین حصے باقی ہیں۔ مقامات قلب میں سے گزرنے کے بعد مقام روح (لطیفہ روح) آتا ہے۔اس کے بعد مقام سر (لطیفہ سر) سے اس کا دروازہ کھلتا ہے۔اس کے بعد لطیفہ خفی تک رسائی ہوتی ہے۔تب جا کر مقام اخفی کے رموز کھلتے ہیں۔"

حضرت اقدس کی ولایت کی نسبت عشقیہ:

مقام فناء الفناء اور مقام بقا باللہ کے بعد حضرت اقدس کی ولایت کی چوتھی خصوصیت آپ کی

Marfat.com

شدید نسبت عشقیہ ہے۔ ویسے تو ہر ولی اللہ کی نسبت عشقیہ ہوتی ہے کیونکہ اسلام سراپا عشق ومحبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا ایمان لمن لا محبۃ لہ" (جس کے دل میں محبت نہیں، اسے ایمان بھی حاصل نہیں) یہ کلمات آپ نے تین بار دہرائے۔ لیکن بعض مشائخ میں دوسروں کی نسبت غلبہ عشق زیادہ ہوتا ہے چنانچہ مراتب بھی اسی قدر بلند ہوتے ہیں۔ حضرت اقدس کے کلام، مقالات اور حالات زندگی سے ظاہر ہے کہ آپ کے دل میں عشق ومحبت کا زبردست طوفان موجزن تھا۔ چنانچہ آپ کے دیوان کے اندر جو آگ لگا دینے والی چیز موجود ہے وہ آپ کی شدید نسبت عشقیہ ہی ہے۔ آج کل لوگ ایٹمی ایندھن کے ذریعے راکٹ چلا کر چاند اور مریخ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن عشق کے راکٹ میں جو قوت ہے کہ وہ چاند، مریخ، سورج کیا عرش وکرسی سے بھی اوپر لے جاتی ہے۔ یہ قوت عشق ہی تھی کہ نبی اکرم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو جبرئیل جیسے بلند مقام اور جلیل القدر فرشتے بھی دم توڑ کر بیٹھ گئے۔ اور اس بات کا اعتراف کیا کہ

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

(اگر بال بھر بھی اوپر جاؤں تو تجلیات ربانی سے میرے پر جل جائیں گے)

لیکن عاشق صادق سدرۃ المنتہیٰ سے بھی گذر کر نہ جانے کن بلندیوں تک پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء کرام درد نسبت عشقیہ حاصل کرنے کی تاکید کرتے آئے ہیں۔ شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں:

درد حاصل کن کہ درماں درد تست

(درد حاصل کر کہ یہی تیرا دارو ہے)

مولانا روم فرماتے ہیں

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما

1۔ مرحبا اے میرا عشق اور میرا میٹھا درد۔ تو میرے تمام دکھوں کی دوا ہے۔

2۔ تو میرا افلاطون اور جالینوس ہے۔ اور میرے نفس امارہ کا طبیب ہے۔

Marfat.com

یہ حضرت خواجہ صاحب کی شدید نسبت عشقیہ ہی ہے کہ جس نے کوہ دشت کو آگ لگا دی ہے۔ اور قلوب عشاق کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ یہی نسبت عشقیہ حضرت اقدس کی مقبولیت کی زبردست وجہ ہے۔ اس لئے کہ جب حضرت اقدس نے اسلام کا پیغام عشق کی زبان میں دیا تو ہر فرد بشر نے لبیک کہا۔ آپ کا پورا دیوان تبلیغ اسلام کا بہترین نمونہ ہے۔ کیونکہ عشق کی زبان سے بہتر دنیا میں کوئی اور زبان نہیں۔ یہ زبان ہر انسان سمجھ سکتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے نہایت ہی ماہرانہ طریق پر مجاز کے ذریعے حقیقت کا راستہ بتایا ہے۔ حضرت اقدس کی نسبت عشقیہ کے متعلق مزید صراحت آپ کی شاعری کے عنوان سے آ رہی ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ صاحب کی شانِ محبوبیت

آخری مقام:

اولیائے کرام کے مابین آخری مقام کے متعلق قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ اختلاف نزاع لفظی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔صرف میلان طبع یا رجحان کا فرق ہے۔بعض حضرات نے اپنے رجحان طبع کے مطابق مقام فنافی اللہ کو آخری اور بلندترین مقام قرار دیا ہے۔بعض نے بقا باللہ کو، بعض نے رضا کو، بعض نے محبوبیت کو بلندترین مقام قرار دیا ہے اور اپنے اپنے دلائل بھی دیئے ہیں۔لیکن اہل اللہ کی زبردست اکثریت محبوبیت کی طرف گئی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سالکین کی دو قسمیں ہیں۔ایک مرید، دوسری مراد، مرید وہ ہے جو اللہ کا طلبگار رہے اور مراد وہ ہے جس کا اللہ طلبگار رہے۔ظاہر ہے کہ مراد کا مقام مرید سے بلند ہے۔مقام عاشقی مرید کا مقام ہے اور مقام محبوبیت مراد کا مقام ہے۔مرید سالک مجذوب کہلاتا ہے۔اور مراد مجذوب سالک۔اول الذکر پر ریاضت ومجاہدہ کے بعد جذب الی اللہ کا غلبہ ہوتا ہے۔اور آخرالذکر پر ریاضت سے پہلے جذب غالب ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب۔(اللہ چن لیتا ہے جس کو پسند کرتا ہے۔اور راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے)

پہلی قسم کے لوگ مراد، اور دوسری قسم کے مرید کہلاتے ہیں۔اب ہم نے دیکھنا ہے کہ ہمارے خواجہ صاحبؒ کس فہرست میں ہیں۔

شانِ محبوبیت کے متعلق حضرت اقدس کی اپنی شہادت:

ایک دفعہ آپ کے ایک مرید نے جو عالم اور سالک بھی تھے۔آپ کی کافی

بولا بنیر کس نوں پاواں
ڈھولن کیتم نا منظور

(میں ہار سنگھار کیسے کروں۔دوست نے تو نامنظور کردیا ہے)

کی طویل شرح لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔آپ نے پڑھ کر فرمایا:"مولوی صاحب! تم

Marfat.com

نے بولا بنیر پہنا ہوتا تو شرح بھی لکھ سکتے"۔اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو مقام محبوبیت حاصل ہے وہی اس کے متعلق کچھ لکھ سکتا ہے۔ دوسرے کی مجال نہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ مولوی صاحب اس مقام سے محروم تھے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ خود حضرت اقدس اس مقام پر فائز تھے۔ اگر چہ اشعار مذکور میں آپ بولا بنیر زیورات) زیب تن کرنے سے گریز فرمارہے ہیں۔ اس وجہ سے کہ محبوب نے پسند نہیں کیا۔ لیکن یہ گریز دوست سے روٹھنے کے مترادف ہے جب دوست نے نامنظور کیا تو ہم بھی ہار سنگھار نہیں کرتے۔ یہ محبوبیت نہیں تو اور کیا ہے۔ جب سالک اپنا مقام پہنچان لیتا ہے تو چھیڑ چھاڑ، ناز و نیاز دونوں طرف سے شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ناز ہے کہ اگر دوست ہم کو نہیں چاہتا تو ہم بھی اسے نہیں چاہتے۔ہم ہار سنگھار نہیں کریں گے۔اس مضمون کو کسی نے ھندی زبان میں یوں ادا کیا ہے۔

نجریوں سے بھر دوں گی چھونے نہ دوں گی سریر
بہت کرو گے آنے نہ دو گے آپ ہوو گے دلگیر

(نجر بمعنی نظر: سالک مراد، مونث زبان میں حق تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ نجریوں سے بھر دوں گی۔ تمہاری طرف دیکھتی رہوں گی لیکن جسم کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی۔ بس یہی کر سکتے ہو کہ قریب نہیں آنے دو گے۔ میرا کیا بگڑتا ہے۔ خود ہی دلگیر ہو گے)

شان محبوبیت کی ایک اور مثال:

ایک دفعہ دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مجلس سماع منعقد ہوئی۔ لیکن رنگ نہیں جم رہا تھا۔ اور ساری مجلس پر انقباض کی کیفیت طاری تھی۔ مولانا عبدالسلامؒ جو بلند پایہ صوفی تھے۔ بھانپ گئے کہ کیا وجہ ہے۔ انہوں نے قوالوں سے کہا کہ عاشقانہ کلام بند کرو اور کوئی محبوبیت کی چیز گاؤ۔ چنانچہ انہوں نے یہی چیز

نجریوں سے بھر دوں گی چھونے نہ دوں گی سریر
بہت کرو گے آنے نہ دو گے آپ ہوو گے دلگیر

(دیکھ دیکھ کر نظروں سے بھر دوں گی۔ لیکن جسم کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرو گے کہ پاس نہیں آنے دو گے۔ اس سے تم خود پریشان ہو گے۔ یہ محبوبیت کا ناز ہے۔)

شروع کی تو فوراً حالت بدل گئی اور اہل مجلس پر خوب ذوق وشوق اور جوش وخروش طاری ہوا۔ انقباض کی وجہ یہ

Marfat.com

تھی کہ چونکہ حضرت سلطان المشائخ کا مقام محبوبیت ہے۔آپ پر اس وقت محبوبیت کے انوار کی بارش ہورہی تھی۔جس کے ساتھ عاشقانہ کلام کوکوئی مناسبت نہیں تھی۔ جب محبوبیت کا کلام شروع ہوا تو رنگ جم گیا۔

حضرت خواجہ صاحب کے مقام محبوبیت کی مزید شہادت:

حضرت اقدس کے مقام محبوبیت کی متعدد شہادتیں آپ کے کلام میں ملتی ہیں۔ مثلاً ایک کافی میں آپ فرماتے ہیں

اج زیور پئے ٹھہندے ہن
متاں ڈینہہ سہاگ دے آندے ہن
کجلہ مارو دیداں بھالے
سرخی مسک مسک غم ٹالے
بولے بنیر تے کٹھالے
سیچوں لٹکے کھاندے ہن

1۔آج زیور مجھے اچھے لگ رہے ہیں۔شاید وصل کے دن آنے والے ہیں۔
2۔کاجل،سرخی،زوروں پر ہے۔کان،ناک اور گلے کے زیور خوب سج رہے ہیں۔

ایک اور کافی میں فرماتے ہیں

بولے بنیر ٹھمکٹن
والیاں والے جھمکٹن
زلفاں سیچوں سو ول پاون
تلک تلوے لٹکے لاون
سرخیاں کجل مساگ سہاون
ہار سنگھار سوہاندے ہن

(زلفیں پیچ در پیچ ہیں۔خال رونق بنا رہے ہیں۔سرخی کاجل اور مساگ خوب سج رہے ہیں۔غرضیکہ سارا ہار سنگھار مناسب معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایک اور مقام پر اپنی محبوبیت کو یوں بیان کرتے ہیں

میڈا دستہ نرم کرور دا
متاں ونگیں لگم نکور
رتھ بہندی دڑک نہ سہندی
ہم طبع کمزور
جیکر رتھ بیٹھیں تھک پوساں
گھوڑا گھنساں بور
سوکھا تیز لغام دا کولا
ناں اوکھا سر زور

(میری چوڑیاں کانچ کی ہیں۔ شاید رتھ کی دھڑکن سے ٹوٹ جائیں۔ اس لئے اے دوست! گاڑی آہستہ آہستہ چلا۔ تیزی نہ کر۔) یعنی مجھ پر زیادہ تیر نہ برسا اگر رتھ میں بیٹھی تھک جاؤں گی تو گھوڑا رنگ بور کا طلب کروں گی۔ جو رفتار میں آرام دہ، لگام کا نرم ہو اور سرزور نہ ہو۔ یہ سب محبوبیت کے ناز و انداز ہیں۔

یہ سب شان محبوبیت کے ناز نخرے ہیں۔ دوست سے طرح طرح کی فرمائش کی جا رہی ہے۔ محبوب حقیقی کا وصال ہوتا ہے تو حضرت اقدس مائی ہیر کی زبان میں فرط مسرت سے یوں پکارتے ہیں

رانجھن انگ لگایا ہے
سب غیر دا وہم بھلایا ہے
رانجھن میرے ویڑھے آیا
کھیڑیں بھیڑیں شور مچایا
آیا ولدا نہیں ولایا ہے
بے شک بخت بھڑایا ہے
ماہی میں ول پائی جھاتی
پا کر جھاتی لائیں چھاتی
ہر ویلے ہر جا ساتھی
لوں لوں وچ سمایا ہے

Marfat.com

1۔محبوب نے مجھے گلے سے لگایا ہے۔اوراب ایک کے ساتھ ایک ہوگئی ہوں۔

2۔محبوب نے جلوہ دکھایا تو رقیبوں نے شور مچادیا۔اب محبوب آ گیا ہے۔واپس نہیں جائے گا کیا خوش نصیبی ہے۔

3۔محبوب نے برقعہ کھول کر مجھے سینے سے لگایا ہے۔

4۔اور ہر لمحہ ہر لحظہ میرے بال بال میں سما گیا ہے۔

5۔لوں لوں وچ سمایا ہے۔ یہ وصل محبوب حقیقی کو ظاہر کرتا ہے۔وصل محبوب مجازی میں ہرگز یہ کیفیت نہیں آ سکتی۔محبوب مجازی کبھی عاشق کی لوں لوں (روں روں یعنی بال بال) میں نہیں آ سکتا۔وصل مجازی کی ایک حد ہے۔وصل حقیقی کی کوئی حد نہیں۔

حضرت خواجہ محمد بخشؒ کی شہادت:

مقام محبوبی کے متعلق حضرت اقدس کے اپنے بے شمار اشارات کے علاوہ واضح طور پر آپ کے فرزند دلبند اور خلیفہ جانشین حضرت خواجہ محمد بخشؒ قدس سرہ اپنے ملفوظات موسوم بہ ابرار المجالس جمع کردہ مرزا محمد شاہ ابن صوفی مرزا احمد اختر شاہزادہ مجلس بست و دوئم میں فرماتے ہیں:

"وہ لوگ جنہوں نے مقام معشوقیت ومحبوبیت حاصل کیا ہے ان میں سے ایک غوث صمدانی سلطان محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور دوسرے سلطان المشائخ محبوب الٰہی مولانا خواجہ شاہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ ہیں۔۔۔حضرت فرید ثانی میرے شیخ قدس سرہ قدم بقدم پابند طریق سلطان نظام الدین اولیاء تھے۔ سرمو تفاوت نہ تھا۔علم و حلم،سخاوعطاء،حیا،عفو، احسان،عبادات،محبت فقراء،صلحا،شرفاءاور تقلیل غذا،تنفر از دنیا و اہل دنیا۔ترک لذت کثرت عبادت،باوجود ظاہری ثروت میں جس طرح سلطان الاولیاء تھے۔ ان میں اور میرے شیخ میں کوئی فرق نہیں تھا۔اخراجات،حسنات،وسعت لنگر شریف گویا ایک نمونہ تھا حضرت سلطان المشائخ کے لنگر کا۔اوران کی روحانیت سے بھی فیض یابی فرمائی تھی۔میرا قیاس و اندازہ نہیں پہنچ سکتا کہ حضرت کس مقام تک پہنچے تھے۔ایک دن مخدوم عبدالحق ساکن اوچ شریف نے دریافت کیا کہ:

"قبلہ عالم !اس وقت قطب ولایت ہندوستان میں کس جگہ مسکن رکھتا ہے۔"میرے شیخ نے زبان الہام بیان سے فرمایا کہ ایک دن ایک شخص نے حضرت غوث صاحب ملتانیؒ (حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ) سے عرض کیا کہ اس وقت قطب ولایت ہندوستان میں کس جگہ ہے تو آپ نے فرمایا:"ملتان سے

Marfat.com

باہر نہیں"۔

حضرت خواجہ محمد بخشؒ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ خواجہ صاحبؒ کا مقام محبوبیت تھا۔ نیز حضرت اقدس نے جو جواب مخدوم عبدالحق صاحب کو دیا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ غوث وقت آپ ہی تھے۔ دانا را اشارہ کافی است۔

یافت اور نایافت:

یافت اور نایافت سالکین راہ حقیقت کی دو حالتوں کا نام ہے۔ حالت یافت کا سمجھنا تو آسان ہے لیکن نایافت کا جس طرح حصول مشکل ہے۔ اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔ یافت کا مطلب ہے محبوب حقیقی کو سالک کی آنکھوں سے یا سالک کے نقطہ نگاہ سے دیکھنا اور نایافت کا مطلب ہے دوست کو دوست کی آنکھ سے یا اس کے اپنے نقطہ نگاہ سے دیکھنا۔ اور یہ کام بہت مشکل ہے۔ اس کا تعلق بھی مقام محبوبیت سے ہے۔ اشارات فریدی میں آپ کی ایک نہایت ہی ادق تقریر درج ہے جس میں آپ نے ان مقامات کی وضاحت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ عاشق کا ایک محبوب ہوتا ہے اور معشوق کے دو محبوب ہوتے ہیں۔ ایک محبوب اس کا عاشق ہے اور ایک محبوب وہ خود ہے کیونکہ وہ خود سے بھی محبت کرتے ہیں۔ بلکہ عاشق سے اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ اور یہ عاشق کا معشوق کے نقطہ نظر سے اس سے محبت کرنا اور پھر معشوق کا عاشق سے محبت کرنا۔ حالت نایافت کے قبیل سے ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

قلق از سوزش پروانہ داری
ولے از سوز ما پروا نداری

(اے محبوب تجھے شمع پر پروانہ کے جل جانے کا تو افسوس ہے لیکن میرے جلنے کی تجھے پروا نہیں)

ہندی کے اس شعر کے پہلے مصرع میں حالت یافت اور دوسرے میں نایافت ہے۔

کہیں آگ لگے تو بجھے جل سے
جل میں آگ لگے تو بجھے کہو کیسے

(یعنی جب کسی چیز کو آگ لگ جاتی ہے تو پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ جب پانی کو آگ لگ جائے تو کیسے بجھائی جائے)۔

Marfat.com

ذوق سخن

عجبے نیست کہ سر گشتہ بود طالب دوست
عجب این است کہ من واصل و سرگردانم

(سعدیؒ)

حضرت خواجہ صاحبؒ کے ذوق سخن اور شاعری کے متعلق آپ کے سوانح نگاروں نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس شعر ہے

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نہ جست اسرار من

کے انداز میں لکھا ہے۔ جس سے مبتدی حضرات کی پیاس تو بجھتی ہے، منتہی حضرات یعنی خواص اور خاص الخاص کی تسکین نہیں ہوتی۔ ہمارا کام حضرت اقدس کے کلام کی صرف ظاہری خوبیوں کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ ہم آپ کے باطنی کمالات کے بھی خواستگار ہیں اور آپ کے کلام کو باطنی رنگ میں دیکھیں گے۔ لیکن قارئین حضرات کو ذرا غور سے سننا پڑے گا کیونکہ آپ کا کلام ذوق اور غالب کا کلام نہیں۔ اقبال کا کلام نہیں ہے۔ شکسپیئر اور ملٹن یا ورڈز ورتھ کا کلام نہیں ہے بلکہ عارف باللہ فانی فی اللہ، باقی باللہ اور محبوب اللہ کا کلام ہے جو قال نہیں ہے بلکہ سراسر حال میں ڈوبا ہوا ہے یہ وہ کلام ہے جس پر مولانا رومؒ کا قول:

"قال رابگذار مرد حال شو۔" پوری طرح صادق آتا ہے۔

یہ وہ کلام ہے جو محبوبان مجازی کی آلائش سے پاک ہے اور روحانیت کے بلند ترین مقامات یعنی فنا فی اللہ اور بقا باللہ میں پہنچ کر کہا گیا ہے۔ یہ وہ کلام ہے جو تفریح طبع اور تعیش ذہنی اور تفنن عقلی کی خاطر نہیں بلکہ محبوب حقیقی کے ہجر و فراق کی بے تابیوں کا نتیجہ ہے۔ یا قرب و وصال میں فرط انبساط کا مظہر ہے۔ آپ کا کلام سلوک الی اللہ کا دستور العمل ہے اور راہ روان جادہ۔ حقیقت کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کا کلام حقائق الٰہیہ اور معارف لدنیہ کا شاندار مرقعہ ہے۔ اور اسرار و رموز تخلیق کا عجیب و غریب مجموعہ ہے۔ آپ نے کائنات کی ہر چیز میں محبوب حقیقی کے جلوے دیکھے۔ ہر لحظہ اور ہر آن دوست کی معیت میں بسر کیا، ہر

Marfat.com

جگہ اور ہر مقام پر دوست کا مشاہدہ کیا۔ دوست کے عشوے، غمزے ناز ونواز، ظلم وستم، لطف وکرم کا تماشا دیکھا ہے۔ آپ عاشق دلگداز بھی بنے ہیں اور معشوق دلنواز بھی۔ آپ تیر مژگاں سے گھائل ہوئے بھی ہیں اور گھائل کیا بھی ہے۔ آپ دوست کے شدید ترین امتحانات سے گزرے ہیں اور گذر کر کامیاب بھی ہوئے ہیں اور ناکام بھی۔ غرضیکہ عاشق، معشوق، محبّ اور محبوب کے مابین جس قسم کے راز و نیاز ہوتے ہیں آپ ان سب سے گزرے ہیں۔ اوران سب کو اس لئے بیان فرمایا ہے کہ سالکین راہ حقیقت زندگی کی اس اہم شاہراہ سے کامیابی سے گذر کر منزل مقصود یعنی محبوب ازلی اور معشوق لم یزل کی بارگاہ اعلیٰ میں رسائی حاصل کرسکیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم آپ کے کلام اور آپ کے ذوق سخن کے بیان سے عاجز ہیں۔ آپ کے ذوق سخن کے متعلق کوئی کہے تو کیا کہے جبکہ آپ ایک ایسی عدیم المثال شخصیت ہیں کہ جو شاعر بھی ہے۔ عاشق صادق بھی ہے۔ محبّ بھی ہے اور محبوب بھی۔ جو مرید بھی اور مراد بھی۔ جو شدید نسبت عشقیہ کے ساتھ مقام فنافی اللہ اور بقاباللہ پر متمکن بھی ہے۔ جو عالم بھی ہے۔ فاضل بھی ہے۔ نکتہ دان، نکتہ ور، نکتہ سنج بھی ہے۔ جو جمیع کمالات ظاہری سے آراستہ ہے اور کمالات باطنی سے بھی مزین ہے۔ جسے حق تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہے اور سلسلہ پیام وکلام جاری ہے۔ جو رات دن آتش عشق میں خود بھی جل رہا ہے اور دوسروں کو بھی جلا رہا ہے۔ تڑپ بھی رہا ہے اور تڑپا بھی رہا ہے۔ جو وجد وذوق میں رقص کر بھی رہا ہے اور کرا بھی رہا ہے۔ جو جود وکرم اور جود وسخا کا بادشاہ ہے۔ اور مرجع خلائق ہے۔ جو ہر خاص و عام کو ظاہری اور باطنی دولت سے مالا مال کر رہا ہے اور قلاش فقیر رند اور نادار بھی ہے۔ ایسی شخصیت کے ذوق سخن کا تماشا دیکھنا ہو تو دیوان فرید کی ورق گردانی کے ساتھ اشارات فریدیؒ کا مطالعہ کیا جائے۔ آپ کے سامنے آپ کی حقیقت کا صحیح نقشہ خود بخود آ جائے گا۔

اب آپ کے کلام کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپ کی رفعت شان کا قارئین خود اندازہ کرسکتے ہیں۔

محبوب حقیقی کا ہر چیز میں جلوہ:

آپ ہر چیز میں محبوب حقیقی کے جلوے دیکھ کے پکار اٹھتے ہیں۔

ہے عشق دا جلوہ ہر ہر جا
سبحان اللہ، سبحان اللہ

Marfat.com

خود عاشق خود معشوق بنڑیا
سبحان اللہ، سبحان اللہ
خود بلبل تے پروانہ ہے
گل شمع اتے دیوانہ ہے
تھی چاند چکور نوں موہ لیا
سبحان اللہ، سبحان اللہ!
سبحان اللہ، سبحان اللہ!

عشق کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے سبحان اللہ سبحان اللہ۔

خود عاشق ہے خود معشوق ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے۔ خود بلبل ہے۔ خود پروانہ ہے۔ خود گل ہے خود بلبل ہے۔ چاند بن کر چکور کا دل موہ لیا ہے۔ کیا ہی تیری شان ہے۔!)

ایک اور کافی میں فرماتے ہیں۔

بٹن دلبر شکل جہان آیا
ہر صورت عین عیان آیا
کتھے آدم کتھے شیث نبی
کتھے نوح، کتھاں طوفان آیا
کتھے ابراہیم خلیل نبی
کتھے یوسف وچ کنعان آیا
کتھے عیسیٰ تے الیاس نبی
کتھے لچھمن، رام تے کان آیا
کتھے احمدؐ شاہ رسولاں دا
کتھے محبوب سبھے مقبولاں دا
استاد نفوس عقولاں دا
سلطاناں سر سلطان آیا
کل شے وچ کل شے ظاہر ہے

Marfat.com

سوہنڑیاں ظاہر عین مظاہر ہے
کتھے ناز نیاز دا ماہر ہے
کتھے درد کتھے درمان آیا
خاموش فرید اسرار کنوں
چپ بیہودہ گفتار کنوں
پر غافل نہ تھی یار کنوں
ایہو لاریبی فرمان آیا

1۔دوست نے کائنات کی شکل میں ظہور فرمایا۔اور ہر شے میں جلوہ گر ہوا۔
2۔کبھی آدم کی شکل میں ظاہر ہوا۔
3۔کبھی نوح کی، کبھی ابراہیم کی۔
4۔کبھی یوسف کی، کبھی عیسیٰ کی، کبھی الیاس کی، آخر احمد ﷺ کی شکل میں ظاہر ہو کر
5۔سب محبوبوں کا محبوب بنا۔
6۔تمام علوم کا استاد اور بادشاہوں کا بادشاہ بن کر آیا۔
7۔ہر چیز میں اس کا ظہور ہے۔
8۔کسی جگہ درد (عاشق) کسی جگہ درمان (محبوب) ہے۔
9۔اے فرید خاموش رہ۔راز ظاہر نہ کر۔
10۔لیکن محبوب سے غافل نہ ہو۔یہی خدائی حکم ہے۔

اس کافی میں آپ کس زور سے مسئلہ وحدت الوجود بیان فرماتے ہیں۔یہ کلام مقام عروج اور فنا فی اللہ کی پیداوار ہے۔لیکن جب آپ اس سے گذر کر مقام بقا باللہ اور عبدیت پر آتے ہیں تو اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے افشائے راز سے توبہ کرتے ہیں۔اور اسے بے ہودہ گفتار قرار دیتے ہیں۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ عارف، کامل اور اکمل کا دائمی مقام عبدیت اور بقا باللہ ہے اور مقام فنا تلوین اور سکر کا مقام ہے۔جہاں شطحیات سرزد ہوتے ہیں۔منصورؒ کا نعرہ انا الحق اور شیخ بایزید بسطامیؒ کا نعرہ سبحانی ما اعظم شانی اسی مقام سکر و تلوین کی پیداوار ہے۔شیخ منصورؒ زیادہ مست اور مجذوب تھے اس لئے باوجود قید و بند اس سے باز نہ آئے۔لیکن شیخ بایزید بسطامیؒ کو جب بتایا جاتا تھا کہ عالم استغراق

Marfat.com

میں آپ نے یہ کلمات کہے ہیں تو آپ مریدین کو کہتے تھے کہ آئندہ کہوں تو مجھے قتل کر دینا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ شیخ بایزید بسطامیؒ کا مقام شیخ منصور کے مقام سے زیادہ بلند تھا۔

حضرت خواجہ صاحب کے شعر

خاموش فریؔد اسرار کنوں

چپ بے ہودہ گفتار کنوں

سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ منصور سے آپ کا مقام بلند تھا۔ اور مقام تلوین میں جو کچھ منہ سے نکل گیا۔ مقام تلوین اور بقائیت پر آ کر آپ نے اس کا ازالہ کر دیا۔

اسی طرح کئی جگہوں پر اپنے کئے پر پچھتاتے ہیں اور شطحیہ کلام کا ازالہ فرمایا ہے۔ مثلاً آپ اپنی کافی۔

اے حسن حقیقی نور ازل

تینوں واجب تے امکاں کہوں

تینوں خالق ذات قدیم کہوں

تینوں حادث خلق جہان کہوں

تینوں مطلق محض وجود کہوں

تینوں علمیۃ اعیان کہوں

ارواح نفوس عقول مثال

اشباح عیان نہان کہوں

تینوں عرش کہوں افلاک کہوں

تینوں ناز نعیم جنان کہوں

تینوں تت جماد نبات کہوں

حیوان کہوں انسان کہوں

تینوں مسجد مندر دہر کہوں

تینوں پوتھی تے قرآن کہوں

Marfat.com

تینوں وسرت پچھمن رام کہوں
تینوں سیتا جی جانان کہوں
تینوں ہر دل دا دلدار کہوں
تینوں احمدؐ عالی شان کہوں

(اے محبوب حقیقی، نورازل، تجھے خالق ذات قدیم کہوں یا حادث مخلوق کہوں۔ تجھے لامحدود کہوں، یا محدود کہوں، غرضیکہ ہر چیز کا نام لینے سے آپ کا مقصد ہے کہ تو ہر چیز میں جلوہ گر ہے۔ تجھے ایک نام سے کیسے یاد کروں)۔

آپ جوش و خروش اور ذوق و شوق میں وحدت الوجود کے موتی بکھیرتے ہوئے 24 برجستہ اشعار کے بعد آخر میں مقام تلوین کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنے کہے پر پچھتاتے ہیں اور افشائے راز کے ڈر سے توبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کر توبہ ترت فریدؔ سدا
ہر شے نوں پر نقصان کہوں
اسے پاک الکھ بے عیب کہوں
اسے حق بے نام، نشان کہوں

(اے فرید تو توبہ کر اور ہر چیز کو فانی جان۔ باقی اور ہر عیب سے پاک وہی ذات پاک ہے جو حق ہے اور بے نام و نشان ہے)

اساں سو بد مست قلندر ہوں کڈیں مسجد کڈیں مندر ہوں
(ہم وہ مست قلندر ہیں کہ کبھی مسجد میں ٹھکانہ ہے کبھی مندر میں۔)

آپ توحید کے اسرار و رموز بیان کرتے کرتے آخر میں اپنے آپ کو اس کام سے باز آنے کی یوں تلقین کرتے ہیں۔

دل وا توں سمجھ فرید الا
کر محض نہ شعر جدید ولا
(اے فرید بس اب سمجھ کر بات کر اور شعر گوئی بند کر۔)

Marfat.com

زاہد خشک کو تنبیہ:

ایک کافی میں آپ زاہد خشک کو تنبیہ کرتے ہیں اور کسی قدر دستور سے فرماتے ہیں۔

ست سمجھ ڑے زاہد جاہد توں
ہن عشق دے اے کلمات عجب
ہے گالھ عجب ہے حال عجب
ہے چال عجب ہے گھات عجب
ہے ذوق عجب ہے شوق عجب
ہے عین عجب ہے بین عجب
ہے ذکر عجب ہے فکر عجب
ہے نفی عجب ہے اثبات عجب
ہک ذاتوں سنہتیں ذات عجب
اسماء افعال صفات عجب
ٹھپ فقہہ اصول عقائد نوں
رکھ ملت ابن العربیؒ دی
ہے دلڑی غیروں پاک تری
مصباح عجب مشکوٰۃ عجب
من این الیٰ این است عجب
ماالحاصل فی البین است عجب
من العلم الیٰ العین است عجب
اسرار رموز نکات عجب

اسی طرح فصاحت اور بلاغت کے دریا بہاتے ہوئے آپ آخر میں فرماتے ہیں

ہر آن احد ڈون دھیان دھرو
ہے بے شک دین ایمان ایہو

Marfat.com

دل نال فرید دا وعظ سنو

سو بات دی ہے ہک بات عجب

(اے زاہد عبادت گزار کان کھول کر سن۔ عشق کی باتیں اور ہیں۔ یہ قال عجب ہے۔ یہ حال عجب ہے۔ یہ چال عجب ہے۔ یہ جال عجب ہے۔ یہ ذوق عجب ہے۔ یہ شوق عجب ہے۔ یہ ذکر عجب ہے۔ یہ فکر عجب ہے۔ یہ نفی اثبات عجب ہے۔ ایک ذات ہے لیکن ہزاروں ظہور ہیں۔ فقہ اصول اور عقائد کی کتابیں بند کر۔ دل کی کتاب کھول۔ تو کہاں سے کہاں جا رہا ہے۔ علم الیقین سے عین الیقین تک جانا اصل مقصد ہے۔ یہ اسرار و رموز سمجھ۔

ہر جگہ ایک کو دیکھو۔ یہی اسلام ہے۔ یہی ایمان ہے۔ اور فرید کی یہ بات دل سے سنو اور یاد رکھو۔

شرح دقائق:

اس کافی میں حضرت اقدس نے کمال ذوق و وجدان کے ساتھ باون برجستہ اشعار کہے ہیں۔ باقی اشعار کے معانی تو یاران نقطہ دان نے سمجھ لئے ہوں گے۔ صرف دو اشعار ایسے ہیں جو بے حد مشکل ہیں۔ ان اشعار کی شرح کے لئے ہم قارئین کرام کو حضرت اقدس کے ملفوظات "مقابیس المجالس" کی طرف لے چلتے ہیں۔ جہاں آپ نے ان مضامین کی تصریح فرمائی ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

من این الی این است عجب

ما الحاصل فی البین است عجب

من العلم الی العین است عجب

اسرار رموز نکات عجب

(ان اشعار کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت اقدس اپنی مجلس میں بیٹھے عارفین کے ادق اشعار کی شرح فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں آپ نے چند اشعار کے بعد یہ اشعار پڑھے

صوفی چہ فغان است کہ من این الی این

این نکتہ عیان است من العلم الی العین

ماالحاصل فی البحر چہ گوئی سفرے کن

چوں خضر بجوئے گہر از مجمع بحرین

Marfat.com

آپ نے ان اشعار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ شرف الدین قونویؒ نے شیخ صدرالدین قونویؒ کی خدمت میں خط لکھ کر دریافت کیا کہ اس عبارت کے کیا معنی ہیں۔

"من این الی این و ماالحاصل فی البین"

حضرت شیخ صدرالدینؒ نے جواب میں لکھا کہ:

"من العلم الی العین والحاصل الی البین تجدد نسبة جامعة بین الطرفین ظاہرة فی الحکمین"

اگر اس رباعی کی مکمل شرح بیان کی جائے تو کئی ضخیم جلدیں وجود میں آ جائیں گی۔ مختصر یہ کہ شاعر کہتا ہے کہ جب ذات حق ہر جگہ موجود ہے تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ سالک فلاں مقام سے فلاں مقام تک پہنچ گیا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ سفر جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک روحانی طور پر مقام علم الیقین سے بڑھ کر عین الیقین تک پہنچ جاتا ہے جہاں ذات حق کا اپنی باطنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس لئے اے طالب! تیرا کام یہ نہیں کہ پوچھتے پھرو کہ سمندر سے کیا حاصل ہوتا ہے، بلکہ سمندر میں غوطہ لگاؤ اور خضر کی طرح گوہر مقصود کو پاؤ۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت شیخ صدرالدین قونویؒ کی عربی عبارت کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا: "اصل کام نسبت جامعہ کا حصول ہے۔ نسبت جامعہ کو جامعیت، عبدیت، نزول اور بقاباللہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ سالک بیک وقت فانی فی اللہ بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی۔ وہ بیک وقت واصل بھی ہوتا ہے اور مہجور بھی۔ اس لئے اس مقام کو جامعیت کہا گیا ہے۔ یعنی فنا و بقاء کا بیک وقت جمع ہونا۔ سلوک میں یہ بلند ترین مقام ہے۔ کیونکہ اس مقام جامعیت پر سالک واصل حق بھی ہوتا ہے اور فرائض زندگی بھی بخوبی ادا کرتا ہے۔ بخلاف سالک فانی فی اللہ کے جو ذات حق میں محو اور مستغرق ہو کر فرائض زندگی مثلاً شادی بیاہ، ہدائت خلق، جہاد فی سبیل اللہ وغیرھم ادا نہیں کرسکتا۔ لہذا اولیائے اسلام کے نزدیک کمال فنافی اللہ میں نہیں بلکہ بقا باللہ میں ہے جس کا دوسرا نام نزول، عبدیت، عبودیت اور بقاباللہ ہے اور جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مقام تھا جس سے اولیائے امت کو حصہ ملا۔

Marfat.com

تیسرا باب

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا سلسلہ طریقت

جس طرح ہر شخص کا ایک شجرہ نسب ہوتا ہے جس میں اس کے باپ، دادا، پردادا وغیرہ کے نام اور حالات وغیرہ درج کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر ولی اللہ کا ایک روحانی شجرہ ہوتا ہے جس میں ان تمام اولیاء اللہ کے اسمائے گرامی درج ہوتے ہیں، جن کے ذریعے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اس ولی اللہ تک روحانی فیض پہنچتا ہے۔

اس باب میں حضرت خواجہ صاحب کا روحانی شجرہ جسے سلسلہ طریقت بھی کہا جاتا ہے بیان کیا جائے گا۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے ذریعے روحانی نعمت سینہ بسینہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ تک پہنچی اور پھر آپ نے اپنے خلفاء اور مریدین کے ذریعے آنے والی نسلوں کو پہنچائی۔ جس طرح ہر انسان کے شجرہ نسب سے یہ معلوم کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس کے آباؤ اجداد کن کمالات کے مالک تھے جو نسلاً بعد نسلاً خاندان کے افراد میں سرایت کرتے رہے اسی طرح شجرہ طریقت بیان کرنے کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ اکابرین سلسلہ کن روحانی کمالات کے مالک تھے اور اس سلسلے کے افراد کو کیا کیا روحانی فضائل اور کمالات ورثہ میں ملے۔

اب ہم مختصر طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت خواجہ غلام فریدؒ تک تمام روحانی پیشواؤں کے حالات بیان کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو جائے کہ خواجہ صاحب کے روحانی فیوض و برکات کے سرچشمے کہاں کہاں سے پھوٹتے آئے ہیں اور ان سے دنیا کے کون سے علاقے سیراب، سرسبز اور شاداب ہوئے ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

(ذکر پاک)

سرور کائنات، فخر موجودات، سردار انبیاء، پیشوائے اولیاء، رحمۃ للعالمین، راحت العاشقین مرادالمشتاقین محب الفقراء والیتامی والمساکین، محبوب رب العالمین حضرت سیدنا و مولانا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت شیث علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد، آدم علیہ السلام تک سب مسلمان تھے اور ان میں کوئی کافر نہ تھا۔

روضۃ الاحباب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد مبارک سوموار کے دن ہوا۔ امام محمدؒ سے منقول ہے کہ آپ کی ولادت دس ربیع الاول کو ہوئی۔ جمہور اہل سیرت اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت 12 ربیع الاول بروز پیر سنہ عام الفیل میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت صبح صادق کے ظہور کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے درمیان چھ سو سال گذر چکے تھے۔ معارج النبوت میں درج ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آدم علیہ السلام کے درمیان چھ ہزار سات سو پچاس سال، نوح علیہ السلام سے چار ہزار چار سو نوے، ابراہیم علیہ السلام سے تین ہزار سترہ، موسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار چھ سو، داؤد علیہ السلام سے ایک ہزار آٹھ سو اور ذوالقرنین سے آٹھ سو اسی سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔

در یتیم:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد آپ کی پیدائش سے قبل اور بعض مؤرخین کے نزدیک

Marfat.com

دو ماہ بعد انتقال فرما گئے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چھ برس کی ہوئی تو والدہ ماجدہ بھی وفات پا گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا سیدنا عبدالمطلب نے پرورش کا ذمہ لے لیا۔ لیکن دو سال بعد جبکہ آپ کی عمر مبارک آٹھ برس تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا بھی اس دار فانی سے کوچ فرما گئے اور قبل از وفات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب کو وصیت فرمائی۔

سفر شام:

جب آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال دو ماہ اور دو روز ہوئی تو آپ کے چچا حضرت ابوطالب نے تجارت کی خاطر ملک شام کا سفر اختیار کیا اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہمراہ لے گئے۔ راستے میں ایک عیسائی راہب کا مکان تھا جو زہد وعبادت میں صاحب کمال تھا۔ اسے انجیل اور دوسری کتابوں سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم تھا۔ چنانچہ اس نے حضرت ابوطالب سے کہا کہ آپ کا یہ برادرزادہ پیغمبر آخر الزمان ہے اور سفر کے دوران اکثر عیسائی علماء نے حضرت ابوطالب کو یہ خوشخبری سنائی۔

ظہور ملائکہ:

بیس سال کی عمر میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ملائکہ اور رجال غیب کا ظہور ہونے لگا۔

عقد نکاح:

پچیس سال کی عمر میں آپ کا عقد نکاح حضرت بی بی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے ہوا اور حضرت ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔

تعمیر کعبہ میں شرکت:

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف 35 برس ہوئی تو قریش نے خانہ کعبہ جس کی حالت

Marfat.com

خراب ہو چکی تھی کی تعمیر نو شروع کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک تعمیر رہے۔ اور حجر اسود کو اپنے مبارک ہاتھوں سے موجودہ مقام پر نصب فرمایا۔

نزول وحی:

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال کو پہنچی تو آپ پر نزول وحی شروع ہوا۔ ایک روایت کے مطابق نزول وحی سے پندرہ سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز مستقیم (صوت الھند) سنائی دیتی تھی اور آپ سچے خواب دیکھتے تھے۔ اور وحی سے سات سال پہلے انوار وتجلیات ربانی کا مشاہدہ شروع ہوا۔

غار حرا میں خلوت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال میں ایک ماہ غار حرا میں خلوت گزیں ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد مکہ معظّمہ واپس آ کر پہلے سات مرتبہ طواف کعبہ کرتے تھے اور بعد میں حضرت بی بی خدیجہؓ کے پاس گھر تشریف لے جاتے تھے۔

آغاز نبوت:

غرضیکہ جب اکتالیسواں سال شروع ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح غار حرا میں مشغول تھے تو جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور سورہ کریمہ: "اقرا باسم ربك الذی خلق" تعلیم کی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل صفا اور مروہ کے درمیان لے گئے اور زمین پر اپنے دونوں پاؤں مارے۔ جس سے پانی کا چشمہ رواں ہوا۔ پہلے انہوں نے خود وضو کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کی ترتیب بتائی۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اقتداء کی۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وضو اور نماز ہے۔ یہ سنت آج تک مشائخ عظام کے ہاں جاری ہے کہ مرید کی تلقین کے وقت اس سے دو رکعت نماز پڑھاتے ہیں۔

Marfat.com

نزولِ وحی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کئی طریق پر تھا۔ اول: سچے خواب، دوم: جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں القا۔ سوم: بصورت انسان متمثل ہوتے تھے اور اکثر دحیہ کلبیؓ کی شکل میں ظاہر ہو کر تلاوت کرتے تھے۔ چہارم: آواز جرس کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔ پنجم جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ ششم: آسمان پر شب معراج وحی کا نزول ہوا۔ ہفتم: فرشتے کی وساطت کے بغیر حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغیر حجاب کلام فرماتے تھے۔ چنانچہ حدیث معراج میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق تعالیٰ کی سر کی آنکھوں سے زیارت کی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر پنجگانہ نماز فرض ہوئی۔

معراج:

صحیح ترین روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج نبوت کے بارہویں سال میں وقوع پذیر ہوا۔

بیعت العقبہ:

نبوت کے تیرھویں سال بیعت العقبہ واقع ہوئی۔ جب قبیلہ انصار کے ستر افراد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ہجرت:

جب انصار مدینہ کا پختہ اخلاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ثابت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے حضرت عمر ابن الخطابؓ کو بیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ روانہ فرمایا۔ بعد ازاں جب کفار مکہ نے آپ کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے آگاہ کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو اپنی جائے خواب پر چھوڑ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ رات کے وقت خفیہ طور پر گھر سے باہر تشریف لائے اور عازم مدینہ ہوئے۔ راستے میں آپ نے

Marfat.com

غارثور میں قیام فرمایا۔ تین دن کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے نے اپنے والد ماجد کے حکم پر دو اونٹ لا کر پیش کئے۔ ایک اونٹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور دوسرے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ سوار ہوکر مدینۃ المنورہ پہنچے۔ حضرت علیؓ نے تین روز مکہ مکرمہ میں رہ کر لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور دشوار گذار سفر طے کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ اس سفر میں آپؐ کے پاؤں پر آبلے نمودار ہوئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھیرنے سے آبلے دور ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، خوارق عادات کے مفصل حالات ابتدائے ولادت سے وصال مبارک تک کتب سیرت میں درج ہیں۔ یہاں صرف برکت کیلئے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

عادات وخصائل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ نماز کے وقت مسواک فرماتے تھے اور ہمیشہ قرآن پڑھتے تھے۔ تلاوت قرآن کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گریہ طاری ہوتا تھا۔ آپ ﷺ قرآن پڑھنے والوں کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اور لوگوں کو قرآن ادب سے سننے کی تلقین فرماتے تھے۔ اس وجہ سے کہ خدائے بزرگ و برتر کا کلام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ اور اکثر اوقات ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقراء، غرباء اور مساکین کو دوست رکھتے تھے اور ان کو اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے اور امراء سے ان کو اپنے قریب تر جگہ دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری خلقت کے ساتھ تواضع سے پیش آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بازار سے سودا خود خرید کر لاتے اور اپنا اور دوسروں کا سامان خود اٹھاتے اور اپنے گھر تک اور لوگوں کے گھروں تک پہنچاتے تھے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گندم اور جو فقراء کے لئے اپنے ہاتھ سے پیستے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمسایوں کی تعظیم کرتے اور ان سے شفقت سے پیش آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمزوروں، غریبوں اور کنیزوں پر رحم کرتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ آپ ﷺ رنج وراحت میں حق تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور ہمیشہ ریاضت اور مجاہدہ میں زندگی بسر فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ کے گھر میں تین چار یوم کا فاقہ ہوتا تو آپ ﷺ یہ راز کسی پر افشا نہیں کرتے تھے اور صبر سے کام لیتے تھے۔ آپ ﷺ ہمیشہ تین انگلی سے طعام

Marfat.com

تناول فرماتے تھے۔ شدید بھوک کی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات لقمے تناول فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک یا دو دن کے بعد کھانا کھاتے تو صرف تین لقمے تناول فرماتے اور کسی صورت سات یا نو لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ پرانے کپڑے زیب تن فرماتے اور جب کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو منتظر رہتے کہ کسی غریب کو عنایت کر دیں۔ جونہی کوئی محتاج نظر آتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نیا کپڑا اسے مرحمت فرما دیتے تھے۔

حلیہ مبارک:

آنحضرت ﷺ کا رنگ مائل بہ سفیدی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کشادہ، ابرو باریک، کشادہ اور سیاہ چشم، دراز قد، بلند پیشانی، کشادہ دندان، نمکین رخسار (حسن ملیح) گول ریش، دراز دست، چنانچہ آپ کے بازو گھٹنے تک پہنچ جاتے تھے۔ نرم اور دراز انگشت لیکن مائل بہ سختی، یہ صفت عورتوں میں مذموم ہے اور مردوں میں محمود۔ آپ ﷺ فراخ دست اور کشادہ قدم تھے۔ آپ ﷺ کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔ جسم مبارک بے بال تھا۔ سوائے خط سینہ، کہنیوں، رانوں اور کندھوں کے آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان قدرے دائیں کندھے کی طرف ایک گوشت پارہ ابھرا ہوا تھا۔ اس پر بھی کچھ بال تھے۔ اسے مہر نبوت کہتے ہیں اور ابن عمرؓ کی بعض روایات میں آیا ہے کہ اس جگہ پر گوشت سے لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا اور بعض روایات کے مطابق وہاں محمد الرسول اللہ لکھا تھا۔

کمالات ظاہری و باطنی:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری و باطنی کمالات اس قدر کثیر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اس قدر رفیع، آپ ﷺ کا مقام اس قدر ارفع و اعلیٰ ہے کہ حد امکان بشری سے باہر ہے۔ جس طرح حق تعالیٰ عزوجل کی شان وعظمت کو سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کما حقہ، کوئی نہیں جان سکتا۔ اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کو خداوند عالم کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ مرزا مظہر جانجاناں شہیدؒ نے خوب کہا ہے

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہ ثنا نیست

Marfat.com

خدا مدح آفریں مصطفےٰ بس
محمد حامد حمد خدا بس
محمد از تو میخواہم خدارا
الٰہی از تو حب مصطفےٰ را

شیخ سعدی شیرازیؒ نے کیا خوب کہا ہے

بلغ العلی بکماله
کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله
صلوا علیه وآله

نیز فرمایا

یتیمے کہ ناکردہ ابجد درست
کتب خانہ چند ملت بشست

ایک اور شاعر کہتے ہیں

امی و دقیقہ دان عالم
بے سایہ و سائبان عالم

حضرت شاہ شمس تبریزیؒ فرماتے ہیں

یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی
برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی
پیشوائے انبیاء و صدر بدر کائنات
چشم و چراغ انبیاء و نور چشم ما توئی
شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا
مصطفےٰ و مجتبےٰ و سید و اعلیٰ توئی

1۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے یہ کہہ کر قلم توڑ دی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ کلمہ حضرت احمد جام کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شیخ سعدی کا۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

اس سے آگے کوئی لکھے تو کیا لکھے۔ سنے تو کیا سنے۔ جن کے بیان میں قلم تنگ، زبان گنگ اور عقل دنگ ہے۔ خداوند عالم نے قرآن مجید فرقان حمید میں آپ کی شان میں فرمایا:

قاب قوسین او ادنیٰ

اس آیہ مبارک کی تفسیر میں علمائے کرام اور اولیاء عظام نے ضخیم کتابیں لکھ ڈالیں اور حق ثنا پھر بھی ادا نہیں ہوسکا۔

امام المشارق والمغارب، مدینة العلم والمطالب، اسداللہ الغالب، امیرالمومنین

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

اسم مبارک علی، کنیت ابوتراب، لقب مرتضےٰ، حیدر کرار، اسداللہ، صفدر، زمانہ طفولیت ہی میں دس سال یا اس سے کم عمر میں اسلام لائے۔ جہاد و قتال کے تمام معرکوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے سوائے جنگ تبوک کے۔ جبکہ حسب ارشاد عالی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رہے۔ آپؓ کی ولادت بیت اللہ شریف میں ہوئی۔

بروز جمعہ بتاریخ 18 ذی الحج 35ھ تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ 18 رمضان 40ھ کو عبدالرحمن بن ملجم نامی شخص نے کوفہ میں آپؓ پر حملہ کیا جس کے تین روز بعد 21 رمضان المبارک کو 63 سال کی عمر میں واصل باللہ ہوئے مدفن نجف اشرف میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کمالات کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے حق میں فرمایا:

انا مدینة العلم وعلیؓ بابها
(میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے)

نیز فرمایا:

من کنت مولاه، فعلیؓ مولاه
(جس کا میں آقا ہوں۔ اس کا علی بھی آقا ہے)

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے ظاہری و باطنی کمالات کی علامت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کے چار بڑے روحانی سلاسل میں سے تین سلسلوں کو یعنی چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ کو فیضان روحانیت حضرت علیؓ سے حاصل ہوا ہے۔ اور ایک سلسلہ نقشبندیہ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل ہوا ہے۔ اس میں بھی حضرت علیؓ کی نسبت شامل ہے۔

حضرت علیؓ کے ویسے تو بہت خلفاء تھے۔ لیکن ان چار خلفاء کے نام زیادہ مشہور ہیں:
حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت کمیل بن زیادؒ۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب مرآۃ الاسرار مصنفہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابریؒ

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی ولادت حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کی خادمہ تھیں۔ اس وجہ سے آپ کی پرورش حضرت ام المومنین کی آغوش بابرکات میں ہوئی اور کبھی کبھی حضرت ام سلمیٰؓ آپ کو دودھ بھی پلا دیتی تھیں۔ جس کی برکت سے آپ کی زبان مبارک سے حقائق و معارف کے دریا بہہ نکلے۔ نیز بچپن میں کبھی کبھی آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزہ مبارک کو منہ لگا کر پانی پیتے تھے۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود منہ لگاتے تھے۔ یہ برکت بھی آپ کے قلب اور روح میں سرایت کر گئی تھی۔ آپ کا شمار امت کے تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ نے تقریباً ایک سو تیس اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ جن میں ستر اصحاب بدر تھے جو سب کے سب اونی لباس زیب تن فرماتے تھے بوجہ زہد و تقویٰ۔ آپ کو خرقہ خلافت حضرت علیؓ سے ملا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ کے تمام مشائخ حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے فیضیاب ہوئے۔ اس وجہ سے آپ شیخ المشائخ اور امام الاولیاء ہیں۔ آپ اکثر حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ خاص طور پر آپ نے مسئلہ قضا و قدر کی حقیقت دریافت کی اور جواب بالصواب پا کر مطمئن ہوئے۔ یہ خط و کتابت کتب تاریخ اور سوانح میں محفوظ ہے۔

آپ کا وصال 5 رجب یا 4 محرم 110ھ کے دن 89 سال کی عمر میں ہوا۔ مدفن بصرہ میں ہے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہ:

اسم مبارک حضرت عبدالواحد، کنیت ابوالفضل۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ حسن

Marfat.com

بصریؒ سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ چند بزرگان نے آپ کا حضرت کمیلؒ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کرنا نقل فرمایا ہے۔ آپ کی کرامات بکثرت مشہور ہیں۔ ایک دفعہ آپ دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ چند مساکین وفقراء کو بوجہ کرایہ نہ ہونے کے ملاحوں نے کشتی پر سوار نہیں ہونے دیا۔ اس وقت آپ نے دریا سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے دریا خشک ہو جا تا کہ یہ مساکین وفقراء پار گذر جائیں۔ معاً دریا خشک ہو گیا اور وہ پار گذر گئے۔

ایک دفعہ چند مساکین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت لنگر میں کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جو انہیں عطا کرتے۔ آپ نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان سے دراہم اور دیناروں کی بارش شروع ہو گئی۔ آپ نے فقراء سے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے ہیں لے جاؤ۔

آپ نے 27 صفر 171ھ میں بمقام بصرہ وفات پائی۔

حضرت خواجہ ابو علی فضیل بن عیاض قدس سرہ:

اسم مبارک حضرت فضیل، کنیت ابوالفیض، ابو علی۔ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے۔ خراسان میں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ بعد میں کوفہ میں سراج الامت حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ بغرض استفادہ مقیم رہے۔ اس کے بعد بصرہ تشریف لے گئے۔ اور حضرت خواجہ عبدالواحد قدس سرہ العزیز سے بیعت کی۔ علوم باطنی کی تحصیل آپ نے ابو جنیدؒ سے کی۔ کافی عرصہ ریاضت ومجاہدہ فرماتے رہے اور اپنے شیخ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ خوف الٰہی اس قدر طاری رہتا تھا کہ بیس برس تک لبوں پر تبسم نہیں دیکھا گیا۔ خلیفہ ہارون الرشید آپ کا نہایت اخلاص سے معتقد تھا۔ در اقدس پر حاضر ہوتا اور زار و قطار گریہ وزاری کرتا۔

4 ربیع الاول 189ھ میں بمقام مکہ مکرمہ وفات پائی۔ مزار شریف حضرت ام المؤمنین بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے روضہ سے متصل ہے۔

خلفاء:

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی، شیخ محمد شیرازی، خواجہ بشر حافی، شیخ ابی رجاء عطار اور خواجہ عبداللہ رضی اللہ عنھم۔

Marfat.com

حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم قدس سرہ:

سلطان التارکین، مقرب حضرت رب العالمین، تارک مملکت دنیا، صاحب سلطنت عقبیٰ، حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم طبقہ اولیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ شاہان بلخ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کو خرقہ خلافت حضرت فضیل بن عیاضؒ سے ملا۔ آپ نے عہد شباب میں توبہ کی۔ آپ مقتدائے قوم اور صدیق جہاں تھے۔ آپ نے بڑے بڑے مشائخ کی صحبت پائی ہے۔ امام محمد باقرؒ سے بھی آپ نے خرقہ خلافت حاصل کیا اور امام ابوحنیفہ بھی آپ کی صحبت میں رہے۔ امام اعظم آپ کو سیدنا ابراہیم کہہ کر پکارتے تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں اس قدر بحر کمال تھا، کہ بزرگان کرام آپ کو مفاتیح العلوم کے لقب سے پکارتے ہیں۔

آپ نے شاہی و سلطنت کو خیر باد کہہ کر چودہ سال دریاؤں کے کناروں اور صحراؤں میں درویشانہ صورت میں بسر کئے۔ بعدازاں زیارت حرمین کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے تو علماء و مشائخ حرم استقبال کے لئے آئے۔ آپ پچاس سال تک حرم کعبہ میں مجاور رہے۔

آپ کی وفات ملک شام میں یکم شوال 162ھ میں ہوئی۔

خلفاء:

آپ کے دو خلفاء ہیں حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی۔ حضرت خواجہ شفیق بلخی۔

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس سرہ:

اسم مبارک حضرت حذیفہ، لقب سدید الدین۔ آپ دمشق کے قریب بمقام مرعش پیدا ہوئے۔ اس لئے آپ کو مرعشی کہا جاتا ہے۔ آپ نے خرقہ خلافت حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے حاصل کیا تھا اور حضرت خواجہ ابراہیمؒ نے جو نعمت فقر حضرت امام باقرؒ اور خواجہ فضیل بن عیاضؒ سے حاصل کی تھی، تمام خواجہ حذیفہ کے حوالہ کر دی اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ یہ امانت آج تک بہ طریق مسلک صحیح سلسلہ عالیہ چشتیہ میں موجود ہے۔ علم سلوک میں آپ کی کافی تصانیف ہیں۔ طہارت میں اتنے محتاط تھے کہ تیں سال کے عرصہ میں متواتر باوضو رہے۔

Marfat.com

آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا اور ہر روز اور ہر شب ختم قرآن کرتے تھے۔ آپ جس درویش کو دیکھتے ان کا بے حد احترام کرتے۔ آپ کو حضرت فضیل بن عیاض اور خواجہ بایزید بسطامیؒ کی صحبت بھی ملی ہے۔ آپ کو مریدین کی تربیت میں کمال حاصل تھا۔ چنانچہ بڑے بڑے شہباز آپ کے سلسلہ میں پیدا ہوئے۔ جن میں حضرت خواجہ ھبیرہ بصری قابل ذکر ہیں۔ آپ کی وفات 14 شوال کو ہوئی لیکن سن وصال معلوم نہیں ہوسکا۔ مدفن بصرہ میں ہے۔

حضرت خواجہ امین الدین ابوھبیرہ بصری قدس سرہ:

اسم مبارک ابوھبیرہ۔ لقب خواجہ امین الدین۔ بصرہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ نے سترہ سال کی عمر میں حفظ قرآن اور تحصیل علوم سے فراغت حاصل کرلی۔ چنانچہ آپ ہر روز دو ختم قرآن کرتے اور کبھی بے وضو نہ رہتے۔ تین سال تک آپ نے سخت ریاضت اور مجاہدہ کیا اور اکثر گریہ میں رہتے تھے۔ ایک رات عالم غیب سے ندا آئی کہ اے ھبیرہ ہم نے تم کو بخش دیا۔ اب تم حذیفہ مرعشیؒ کے پاس جاؤ۔ آپ نے تعمیل حکم کی اور ایک سال کے اندر اپنے شیخ سے خرقہ خلافت حاصل کرلیا۔ مریدین کی تربیت میں آپ مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کا اور آپ کے مریدین کا طریق یہ تھا کہ رات دن وضو سے رہتے۔ نماز حضور دل سے ادا کرتے۔ غیر کا ذکر آپ کی مجلس میں ہرگز نہ آتا تھا۔ یہ حضرات صفائے باطن کے لئے بے حد جدوجہد کرتے تھے۔ مشاہدہ انوار میں مست رہتے۔ آپ کے کمالات وکرامات بے شمار ہیں۔ آپ اس قدر روتے تھے کہ لوگوں کو ڈر لگتا تھا کہ شاید ہلاک نہ ہوجائیں۔ بعض اوقات آپ کی آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا۔ آپ اکثر اوقات اپنے حجرہ میں رہتے تھے اور دنیا داروں کی شکل تک نہیں دیکھتے تھے۔ ساری رات ذکر حبیب میں گذارتے۔ فقرا کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ آپ کی غذا تین لقموں سے زائد نہ تھی اور ہمیشہ رزق حلال سے روحانی قوت حاصل کرتے تھے۔

آپ کا وصال 7 شوال کو ہوا۔ سن وفات معلوم نہیں ہوسکا۔ عمر مبارک ایک سو بیس یا ایک سو تیس برس تھی۔

حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہ:

اسم مبارک ممشاد علو۔ لقب کریم الدین تھا۔ آپ بغداد اور ہمدان کے درمیان علاقہ دینور میں

Marfat.com

پیدا ہوئے۔آپ زمانہ طفولیت سے لے کر زمانہ وفات تک تمام عمر صائم رہے۔ یہاں تک کہ ابتدائی ایام پیدائش میں بھی اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔آپ حافظ قرآن تھے۔ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ بڑے باعظمت وکرامت بزرگ تھے۔شیخ جنید بغدادی، شیخ رویم، سفیان ثوریؒ اور شیخ المشائخ حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہٗ کے صحبت یافتہ تھے۔اس سلسلہ میں بھی آپ صاحب طریقت وسلسلہ ہیں۔حق تعالیٰ نے دولت عرفان آپ کو والدہ کی گود میں عطا فرمائی تھی۔اوائل عمر میں آپ کافی دولت مند تھے لیکن عشق الٰہی کے غلبہ میں سب کچھ اللہ کی راہ میں دے کر کعبۃ اللہ کا رخ کیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔فقر وفاقہ پر قناعت کی۔ یہاں تک کہ کپڑوں کو پیوند لگا کر پہنتے تھے اور اس قدر روتے تھے کہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی وساطت سے حضرت خواجہ ابوھبیرہ بصریؒ تک رسائی حاصل کی اور مرید ہوئے اور اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں کچھ عرصہ ریاضت اور مجاہدہ کرنے کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا۔آپ صاحب سماع تھے۔ اکثر سماع سنتے اور مجالس سماع منعقد کرتے تھے۔مجلس سماع کی ابتداء تلاوت قرآن سے کرتے اور آخر میں بھی قرآن پڑھتے۔ ایک رات خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو سماع کی اجازت طلب کی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول وآخر تلاوت قرآن کریم کیا کر۔(اسی فرمان کے مطابق بزرگان کرام سلسہ چشتیہ سماع کے اول وآخر میں تلاوت کلام پاک کرتے ہیں)۔آپ نے 4 محرم 299ھ بمقام دینور وفات پائی۔

خلفاء:

آپ کے تین خلفاء تھے۔خواجہ ابواسحاق شامیؒ۔حضرت ابو عامرؒ اور شیخ احمد اسود دینوریؒ جو سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں صاحب سلسلہ ہیں۔

حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی قدس سرہ:

اسم مبارک ابواسحاق۔لقب شرف الدین۔ ملک شام میں پیدا ہوئے اور حق تعالیٰ کے غیبی حکم سے ملک شام سے بغداد جا کر حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کی اور کچھ عرصہ زیر تربیت رہ کر خلافت حاصل کی۔روایت ہے کہ مرشد پاک کے استفسار پر جب آپ نے اپنا نام ابو اسحاق شامی عرض کیا تو حضرت شیخ علو دینوریؒ نے فرمایا کہ آج سے تم ابواسحاق چشتی کہلاؤ گے۔اور چشت

Marfat.com

کی خلقت تم سے ہدایت حاصل کرے گی اور جو شخص تمہارا مرید ہوگا اسے بھی قیامت تک چشتی کہا جائے گا۔ چنانچہ بعد حصول خلافت جب آپ حسب ارشاد عازم چشت ہوئے تو خواجگان چشت وجود میں آئے۔ آپ صاحب سماع تھے۔ اور علمائے وقت میں کسی کی مجال نہ تھی کہ اعتراض کرے۔ جو شخص آپ کی محفل سماع میں شریک ہوتا اس سے کبھی گناہ سرزد نہ ہوتا۔ اسی طرح مریض بھی محفل سماع میں شریک ہو کر شفا پاتے۔ لیکن آپ دنیا داروں اور دولتمندوں کو مجلس سماع میں شرکت کی اجازت نہ دیتے۔ اگر اتفاق سے ایسا کوئی شخص شریک مجلس ہوتا تو تارک الدنیا ہو جاتا۔ آپ سماع کا ارادہ کرتے تو دو تین دن پہلے اپنے اصحاب کو خبردار کرتے تھے اور خود طے کا روزہ رکھتے اور قوالوں کو توبہ کراتے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ خشک سالی ہوئی۔ بادشاہ وقت تمام ائمہ کرام سمیت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے بادشاہ کو واپس بھیج دیا اور محفل سماع شروع کرا دی۔ بادشاہ نے بعض فقراء کے توسط سے سماع میں شرکت کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم شریک ہوئے تو سماع کا اثر نہ ہوگا۔ لہذا بارش کیسے ہوگی۔ تم اپنے گھر پر عنایت ایزدی کے منتظر رہو۔ انشاء اللہ بارش ہو جائیگی۔ جونہی سماع شروع ہوا۔ آپ پر حال طاری ہوا اور وجد کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی ایسی بارش ہوئی کہ خلق خدا خوش ہوگئی۔ دوسرے دن بادشاہ شکریہ ادا کرنے حاضر ہوا تو اسے دیکھ کر آپ رونے لگے۔ اس سے حاضرین مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ بادشاہ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ "معلوم نہیں مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے کہ بادشاہ متواتر میرے پاس آ رہا ہے۔ اور مجھے فقراء کی صحبت سے باز رکھ رہا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں میرا حشر روز قیامت امراء کے ساتھ نہ ہو۔ اس کے بعد آپ نے نعرہ لگایا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ حدیث نوک زبان تھی۔ الھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین۔ (اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھیو۔ مساکین کے ساتھ مجھے موت آئے اور قیامت کے دن مساکین کے ساتھ اٹھوں)۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ شرمندہ ہوا اور گھر چلا گیا۔

آپ کا وصال چودہ ربیع الثانی کو ہوا۔ لیکن سن وصال کا علم نہیں ہو سکا۔ مزار مبارک عکہ میں ہے جو ملک شام میں ہے۔ اور جسے اہل یورپ (ACRE) کہتے ہیں۔ وصال کے وقت ہر شب، شام سے صبح تک ایک چراغ آپ کے مزار پر غیب سے روشن ہو جاتا ہے جس کو کوئی آندھی، طوفان اور بارش نہیں بجھا سکتی ہے۔

Marfat.com

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی قدس سرہ:

آپ مشائخ چشتیہ کے سردار ہیں۔ آپ حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ کا لقب قدوۃ الدین ہے۔ آپ سلطان فرستافہ کے فرزند ہیں جو شرفائے چشت اور امرائے ولایت میں سے تھے۔ اور چار واسطوں سے امام المسلمین، سید المتقین حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ سلطان فرستافہ کی ایک صالحہ بہن کے ہاں حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی رونق افروز ہوئے تھے۔ اور پیشنگوئی فرمائی کہ تمہارے بھائی کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑی شان والا ہوگا۔ چنانچہ 6۔ رمضان 260ھ میں خواجہ ابواحمد چشتی پیدا ہوئے۔ جب کبھی حضرت خواجہ ابواسحاق ان کے گھر تشریف لاتے تو بچے کو دیکھ کر فرماتے تھے کہ اس بچے سے ایک بزرگ خاندان ظاہر ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ سات سال کی عمر میں ہی آپ ایسے اسرار و رموز بیان فرمانے لگے کہ علمائے وقت حیران رہ جاتے۔ آپ تیرہ سال کی عمر میں مرید ہوگئے اور خلوت اختیار کر لی۔ اور ذکر و شغل، ریاضت و مجاہدہ میں اس قدر مشغول ہوئے کہ سات دن کے بعد آپ افطار کرتے تھے۔ اور مشائخ چشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت کے مطابق تین لقموں سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے۔ اسی طرح پانی بھی بہت کم پیتے۔ آپ صاحب حسن و جمال تھے اور جبین مبارک سے اس قدر شعاعیں نکلتی تھیں کہ اندھیرے کمرے میں تلاوت کلام پاک کرتے اور اعراب تک پڑھے جاتے۔

آپ کی تربیت کے بعد آپ کے شیخ خواجہ ابواسحاق چشتی روم تشریف لے گئے۔ اس کے بعد خواجہ ابواحمد ابدال چشتی قصبہ چشت میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اور ایک جہان آپ سے فیضیاب ہوا۔ اور بلند مقاصد کو پہنچا۔ آپ حافظ قرآن تھے اور ہر روز ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ نیا کپڑا ہرگز نہ پہنتے اور نہ ہی دنیاداروں کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ خواجہ سری سقطیؒ اکثر آپ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے اور مجالس سماع میں شریک ہوتے۔ آپ سماع کے بہت دلدادہ تھے۔ آپ کی مجالس سماع میں حاضرین پر عجیب کیف و مستی اور مدہوشی کی حالت طاری ہوجاتی تھی۔ حالت سماع میں نور ساطع آپ کی جبین مبارک

Marfat.com

سے اس قدر ظاہر ہوتا کہ روشنی آسمان تک پہنچ جاتی۔ اور جس شخص پر آپ کی نظر پڑتی صاحب کرامت ہو جاتا۔ کافر مسلمان ہو جاتے اور مریض شفایاب ہوتے۔

آپ کا وصال 3 جمادی الثانی 355ھ بعمر 95 سال ہوا۔ مدفن قصبہ چشت ہے جو ہرات سے تیس کوس پر ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتی قدس سرہ:

آپ بڑے بلند مرتبہ اور عظیم الشان درویش تھے۔ آپ کا لقب ناصح الدین ہے۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ ابو احمد چشتی قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ جس رات آپ کی ولادت ہوئی اس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں آپ کے والد ماجد کو شرف زیارت بخشا اور ارشاد فرمایا کہ اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا اور اس کو میرا اسلام کہنا۔ چنانچہ آپ کا اسم گرامی محمد رکھا گیا۔ آپ سے بچپن ہی میں خوارق عادات کا ظہور ہونے لگا۔ چنانچہ بہت ہی تھوڑے عرصہ میں آپ نے قرآن پاک پڑھ لیا۔ علوم دینی حاصل کئے اور کمال کو پہنچے۔ چودہ سال کی عمر میں آپ نے خلوت اختیار کی۔ اس وقت آپ کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ پورا ہوا۔ آپ اکثر عالم تحیر میں رہتے تھے اور سالہا سال آپ کا پہلو مبارک زمین سے نہ لگا۔ آپ ذوق وشوق اور غایت مجاہدہ کی وجہ سے نماز معکوس ادا کرتے تھے۔

جب آپ کی عمر مبارک 24 سال کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار کا وصال ہو گیا۔ اور آپ ان کے قائم مقام ہوئے۔ اس وقت آپ تمام علوم دینی اور حقائق کے عالم ہو چکے تھے۔ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونے لگے۔

جس وقت سلطان محمود غزنوی نے سومنات پر لشکر کشی کی تو آپ کو اشارہ ہوا کہ اس کی مدد کو جاؤ۔ چنانچہ ستر سال کی عمر میں درویشوں سمیت اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بہ نفس نفیس وہاں پہنچ کر مشرکین کے ساتھ جہاد کیا اور لشکر اسلام کی ظاہری اور باطنی طور پر امداد فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلامی فوج کئی گنا طاقتور دشمن کو شکست دینے میں کامیاب ہوئی۔

خلفاء:

آپ کے تین خلفاء تھے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ محمد کاکوؒ اور استاد مردانؒ۔

Marfat.com

وصال:

14۔ ربیع الاول 411ھ کو وصال ہوا۔ مدفن چشت ہے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی قدس سرہ:

آپ حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتی کے بھانجے، مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی ولیہ کاملہ تھیں اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا حسین ابن علیؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کے ماموں حضرت خواجہ ابو محمد محترم چشتی نے آپ کی اپنے فرزند کی طرح پرورش فرمائی اور ظاہری و باطنی تربیت فرمائی۔ جب آپ کی عمر مبارک 36 برس ہوئی تو آپ کے ماموں اور پیر و مرشد کا وصال ہوگیا اور آپ ان کی مسند پر بیٹھے اور مخلوق خدا کی رشد و ہدایت کا فریضہ کما حقہ ادا کرنے لگے۔ آپ ہمیشہ فقراء اور غرباء کے ساتھ رہتے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ جب کوئی دنیادار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو چہرہ انور متغیر ہو جاتا اور رونے لگتے۔ آپ کی صحبت اکسیر کا اثر رکھتی تھی۔ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا صاحب کرامت اور اہل ولایت ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمت میں اکثر خلقت کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ چار فاقوں کے بعد تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے اور پیوند شدہ جامہ زیب تن فرماتے تھے مجلس سماع میں فقراء، صلحاء اور مشائخ کے سوا کسی کو آنے کی اجازت نہ فرماتے تھے۔

حضرت اقدس کو شروع میں قرآن مجید حفظ نہ تھا جس کی وجہ سے اکثر آپ پریشان رہتے تھے۔ ایک رات خواب میں اپنے شیخ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ "اے ابو یوسف کس وجہ سے فکر میں ہو۔ آپ نے عرض کی کہ اس وجہ سے کہ مجھے قرآن حفظ نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک سو مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ لو، قرآن یاد ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے حکم کی تعمیل کی تو فوراً پورا قرآن یاد ہوگیا۔ اور اس کے بعد آپ ہر شب اور ہر روز پانچ مرتبہ ختم قرآن کرتے۔

وصال:

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ کو وصیت فرمائی اور اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔

آپ کا وصال 3 ماہ رجب 459ھ کو ہوا۔ مدفن چشت ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ:

آپ بڑے عظیم الشان اور عالی مقام بزرگ ہوئے ہیں۔آپ کی ولادت باسعادت 430ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا اور سولہ سال میں آپ نے جمیع علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی۔ منہاج العارفین اور خلاصۃ الشریعہ آپ کی تصانیف ہیں جن میں اول الذکر آپ نے پندرہ سال کی عمر میں تصنیف فرمائی۔آپ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔اور 24 سال کی عمر میں ان کے وصال کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔آپ نے اپنے والد ماجد سے بیعت ہونے کے بعد بیس سال تک خلوت میں رہ کر سخت مجاہدہ کیا۔آپ پانچ چھ روز کے بعد افطار کرتے۔تیس سال تک تکیہ پر سر نہ رکھا اور نہ سوئے اور ساری عمر ایک خرقہ کا لباس زیب تن رکھا۔ جب کپڑا کسی جگہ سے پھٹ جاتا تو گرہ لگا دیتے تھے۔آپ کو خلافت عطا کرتے وقت والد ماجد نے فرمایا تھا کہ یہ گلیم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجھہ کا ہے اسے وہ شخص زیب تن کرنے کا حقدار ہے جو شدید ریاضت کرے۔ اور اس کے لئے مدح و ذم، تعریف و ملامت برابر ہو اور یہ بات تمہارے اندر موجود ہے۔

خلق عظیم:

آپ کا خلق اس قدر عظیم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔آپ ہمیشہ فقراء اور مساکین کے ساتھ صحبت رکھتے تھے اور جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، جس چیز سے وہ خوش ہوتا آپ اسے عطا کرتے۔آپ کی خدمت میں خواہ کوئی چھوٹا یا بڑا حاضر ہوتا تو آپ سلام کرنے میں پہل فرماتے اور دراز قد کھڑے ہوکر اس کی تعظیم فرماتے۔حتیٰ کہ اپنے خادموں اور غلاموں سے بھی یہی سلوک کرتے۔

ذوق سماع:

آپ کے ہاں مجالس سماع کا بہت ذوق وشوق سے اہتمام ہوتا تھا۔ جن میں کثرت سے اولیاء و مشائخ شریک ہوتے۔مجلس کا آغاز اور اختتام تلاوت قرآن سے ہوتا۔اور حاضرین کی تواضع نفیس کھانوں سے کی جاتی۔

Marfat.com

حضرت شیخ احمد جام سے ملاقات:

حضرت شیخ احمد جام زندہ پیل جاؔم سے چشتؔ تشریف لائے جب حضرت خواجہ مودود چشتی کو اس بات کی خبر ہوئی تو خلقت کے ہجوم کے ساتھ شہر سے باہر تشریف لائے۔ دونوں بزرگوں کی راستے میں ملاقات ہوئی۔

کرامات:

آپ کی کرامات بے انتہا ہیں۔ یہاں تبرکاً ایک کرامت بیان کی جاتی ہے جسے حضرت خواجہ عبدالخالق عجز وانیؒ نے نقل فرمایا ہے: ایک دفعہ حضرت خواجہ مودود چشتی کے ہاں عاشورہ کے دن خلقت کا ہجوم تھا۔ اور آپ معرفت کے نکات بیان فرما رہے تھے۔ کہ اچانک ایک نوجوان زاہد صورت خرقہ پہنے مصلی کاندھے پر رکھے وارد ہوا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ وہ جوان اٹھ کر آگے آیا اور کہنے لگا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "اتقوا بفراسة المومن انه ينظر بنور الله" (مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) کے کیا معنی ہیں:

آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم زنار پھینک دو اور حق تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لا کر مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا نعوذ باللہ میں کوئی زنار تو نہیں رکھتا۔ حضرت اقدس نے ایک خادم کو حکم دیا کہ اس کا کرتہ اتار و اور جب کرتہ اتارا گیا تو اندر سے زنار برآمد ہوا۔ جس سے وہ بہت شرمندہ ہوا اور ہائے ہائے کر کے رونے لگا۔ اس کے بعد وہ حضرت اقدس کے قدموں میں گر کر صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔

خلفاء:

حضرت قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ کے گیارہ خلفاء کامل واکمل تھے۔ جن میں حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ آپ کے نائب کل، خلیفہ مطلق، سجادگی صوری و معنوی کے وارث اور نعمت ولایت ظاہری و باطنی کے حامل تھے۔

وصال:

آپکا وصال یکم رجب 597ھ کو ہوا۔ آپ کی عمر مبارک 97 سال تھی۔ مزار مبارک اپنے آباء و

Marfat.com

اجداد کے مزارات کے ساتھ چشت میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ:

آپ حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کی ولادت 496ھ میں ہوئی۔ چودہ سال کی عمر سے آپ ہمیشہ باوضو رہنے لگے۔ ہمیشہ جامہ پیوندی زیب تن فرماتے تھے اور فقر و فاقہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ جس روز آپ کے گھر فاقہ ہوتا تھا۔ آپ ایک سو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے تھے۔ آپ فقراء و مساکین کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کے پاؤں کی خاک اپنے منہ پر لگاتے تھے۔ آپ چالیس سال تک لوگوں سے علیحدہ صحرا اور بیابان میں رہے۔ جب آپ کو بھوک لگتی تو جنگلی میووں پر گذارہ کرتے۔ آپ شدید مجاہدہ اور ریاضت کرتے اور دو تین روز کے بعد بغیر نمک کے کھانا کھاتے تھے۔ آپ دنیا سے سخت متنفر تھے۔ جب کوئی شخص آپ سے ملنے کی خواہش کرتا تو خادم اسے نصیحت کر دیتا تھا کہ دنیا اور اہل دنیا کا ذکر نہ کرنا۔ ورنہ زیارت کے شرف سے محروم ہو جاؤ گے۔ ایک دن ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں نذر پیش کی آپ نے فرمایا ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ صحرا جو تم دیکھ رہے ہو خزانہ غیب سے بھرا پڑا ہے۔ جب اس شخص نے صحرا کی طرف نظر کی سونے کی ایک ندی صحرا میں بہہ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہوا۔ حضرت خواجہ کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کوئی شخص اس قسم کی حرکت نہ کرے۔

ذوق سماع:

آپ صاحب سماع تھے۔ اور اکثر گریہ و نالہ آپ پر طاری رہتا تھا۔ آپ اس قدر گریہ کرتے تھے کہ بے طاقت اور بے ہوش ہو جاتے۔ جب آپ کے منہ پر پانی چھڑکا جاتا تو ہوش میں آ جاتے۔ جو شخص آپ کی محفل سماع میں شریک ہوتا تارک الدنیا ہو جاتا۔ آپ کو اہل سماع سے بہت محبت تھی۔

کمالات:

آپ کے کمالات اور کرامات اس قدر ہیں کہ اس مختصر تذکرہ میں بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں سیر الاولیاء سے سلطان سنجر سلجوقی کے ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ وفات کے بعد کسی بزرگ نے اسے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے جواب دیا کہ دنیا میں

Marfat.com

میں نے جو نیکی اور بدی کی تھی وہ سب میرے سامنے لائی گئی اور دوزخ کے فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسے دوزخ کے دروازے پر لے جاؤ۔ اس اثنا میں یہ فرمان صادر ہوا کہ فلاں وقت جامع مسجد دمشق سے اس نے حضرت حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی کی تھی اس وجہ سے ہم نے اسے بخش دیا۔

آپ کے کمال کا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ جیسے جلیل القدر کامل واکمل بزرگ آپ کے مرید تھے۔

وصال:

آپ کا وصال 10 رجب 612ھ کو ہوا۔ مدفن زندنہ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ:

آپ امام ارباب طریقت، آپ پیشوائے اہل حقیقت، آپ دائم مقام مشاہدہ افزونی۔ قطب ارشاد حضرت خواجہ عثمان ہارونی اہل بصیرت کے مقتداء تھے۔ آپ تمام علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے اور ریاضت و مجاہدات میں بے نظیر تھے۔ آپ نے خرقہ خلافت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ سے حاصل کیا۔ آپ کا اصلی وطن خراسان ہے اور آپ قصبہ ہارون کے رہنے والے تھے جو نیشاپور کے قریب ہے۔ آپ اکثر اوقات سفر میں رہتے اور نہایت تجرید و تفرید میں زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ نے اپنے وقت کے تمام مشائخ کی صحبت پائی ہے۔ اور ان سے فیوض حاصل کئے ہیں۔ آپ کے کمالات کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ جیسے شہباز آپ کے مرید تھے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ نے ستر سال مجاہدہ کیا اور کبھی سیر ہو کر نہ کھایا نہ پیا۔ آپ راتوں کو جاگتے تھے اور چار پانچ وقت کے فاقوں کے بعد چار پانچ لقمے تناول فرماتے تھے۔ آپ اہل دنیا کا منہ تک نہ دیکھتے تھے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے اور جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے نکلتا پورا ہو جاتا۔ آپ حافظ قرآن تھے اور ایک ختم دن میں اور ایک رات میں کرتے تھے۔ آپ کی نظر میں وہ اثر تھا کہ جو شخص آپ کا منظور نظر ہوتا فوراً کمال کو پہنچتا۔

Marfat.com

ذوق سماع:

آپ صاحب سماع تھے اور سماع میں بہت گریہ وزاری کرتے اور نعرے لگاتے۔ آپ کا قول مبارک ہے کہ سماع اسرار الٰہی میں سے ایک (سر) راز ہے۔ جس میں بندہ اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا۔ بعض علمائے وقت کی ایماء پر خلیفہ نے آپ کو سماع سے باز رکھنے کی کوشش کی اور بحث کا اہتمام کیا ور آپ کو طلب کیا۔ جونہی آپ مجلس میں پہنچے تو تمام محفل لرزہ براندام ہوگئی۔ خلیفہ وقت تاب نہ لاتے ہوئے پس پردہ جا بیٹھا اور علماء اپنا تمام علم بھول گئے اور عجز وانکساری کا اظہار کرنے لگے آپ نے سماع کے حق میں سب کو قائل کیا اور نظر کرم فرمائی۔

کمالات:

آپ کے کمالات اور کرامات بے شمار ہیں، جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں آپ کی سب سے بڑی کرامت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی تربیت ہے۔ جن کے وجود مسعود کی برکت سے سرزمین ہندو پاکستان میں اسلام کو زبردست تقویت پہنچی اور آج بھی آپ کا تصرف جاری وساری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ بلاشبہ سلطان الہند ہیں۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کئی بار بیت اللہ شریف اور روضہ اقدس پر حاضر ہوئے اور طویل سفر کے بعد آخر عمر میں پھر مکہ مکرمہ جا کر معتکف ہوگئے۔ آپ نے حق تعالیٰ سے دو دعائیں مانگی تھیں۔ ایک یہ کہ آپ کی قبر مکہ معظمہ میں ہو اور اس کا ہمیشہ نشان باقی رہے۔ دوسری دعا یہ تھی کہ میرے فرزند معین الدین نے مدت دراز تک تجرید وتفرید میں بندہ کی خدمت کی ہے۔ اسے وہ ولایت عطا ہو کہ کسی اور کو اس قسم کی ولایت عطا نہ ہوئی ہو۔ ہاتف نے آواز دی کہ تمہاری قبر مکہ میں ہوگی اور اس کا نشان کوئی نہیں مٹا سکے گا اور معین الدین کو ہندوستان کی وہ ولایت عطا ہوگی جو آج تک ہم نے کسی اہل اسلام کو نہیں دی۔ لیکن اسے چاہیے کہ پہلے مدینہ جائے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت سے ہند کی ولایت میں جا کر تصرف کرے۔ پس خواجہ عثمان ہارونیؒ نے سجدہ شکر الٰہی ادا کیا اور مشائخ عظام کی سب امانت مع اسمائے معظم و خرقہ خلافت حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ کو عطا فرمائی اور مدینہ منورہ رخصت فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے ولایت ہندوستان آپ کو عطا فرمائی جس کی تفصیل آپ کے ذکر خیر میں آ

Marfat.com

رہی ہے۔ آپ کو یہ بھی فرمایا گیا کہ تمہارا مسکن اجمیر ہوگا۔ تم وہاں جاکر رہو اور تمہارے وجود سے ہندوستان میں دین اسلام استقامت پذیر ہوگا۔

وصال:

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال چھ شوال 617ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ:

امام ارباب طریقت، پیشوائے اصحاب حقیقت، مستغرق در ذات ذوالجلال، ناطق بلسان و احوال، طوفان ضلالت کی کشتی حضرت خواجہ معین الحق والدین چشتی قدس سرہ بن سید غیاث الدین حسن سنجری اولیائے کبار اور عارفین صاحب اسرار میں سے تھے۔ جو شخص آپ کا چہرہ مبارک دیکھتا تھا۔ وحدانیت حق اور رسالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتا۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جو لوگ غیر اللہ کی پرستش میں مبتلا تھے۔ آپ ان سب کو شرک کی تاریکی سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لے آئے۔

آپ صحیح النسب سادات حسینی ہیں اور بارہ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے خرقہ خلافت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے حاصل کیا اور آپ کو اپنے زمانہ کے تمام مشائخ کی صحبت حاصل ہوئی ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت قصبہ سنجر میں ہوئی اور خراساں میں پرورش ہوئی۔ جب آپ کی عمر مبارک پندرہ برس کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین قدس سرہ نے جو نہایت ہی متقی و پرہیزگار تھے وفات پائی۔ آپ کا ایک باغ تھا جس کی آمدنی سے بسر اوقات ہوتی تھی۔ وہاں ایک مجذوب رہتے تھے جن کا نام ابراہیم تھا۔ ایک دن ان کا گذر حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ معین الدین چشتی کے باغ سے ہوا۔ آپ نے ان کو نہایت عزت وتکریم سے درخت کے نیچے بٹھایا اور انگوروں کا خوشہ پیش کیا۔ اور خود ادب سے ان کے پاس بیٹھ گئے۔ ابراہیم نے بغل سے کھلی نکالی اور چبا کر خواجہ بزرگ کے منہ میں ڈال دی۔ اس کے کھاتے ہی آپ کے سینہ میں نور معرفت موجزن ہوا۔ اور آپ کا دل گھر بار اور املاک سے سرد ہو گیا۔ اور دو تین دن میں سب کچھ فروخت کر کے فقراء میں تقسیم کر دیا۔ اسی وقت آپ نے تجرید میں قدم رکھا اور طلب حق کے لئے سفر اختیار کیا۔ مدت تک آپ سمرقند اور بخارا میں رہے۔ کلام پاک حفظ کیا اور ظاہری علم حاصل کیا۔

Marfat.com

جب آپ نے دیکھا کہ اس سے مقصد حاصل نہیں ہوا۔ تو آپ نے تلاش شیخ میں عراق (عرب) کا سفر اختیار کیا۔ جب آپ قصبہ ہارون جو نیشا پور کے نواح میں ہے، پہنچے تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ خواجہ بزرگ اپنی تصنیف "انیس الارواح" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بیس سال اپنے شیخ کی خدمت میں رہ کر ظاہری و باطنی سفر طے کئے۔ اس کے بعد خرقہ خلافت سے مشرف ہوا۔ اس عرصہ میں سفر حضر میں حضرت شیخ کا بستر اور پارچات سر پر اٹھائے ہوئے ہمراہ سفر رہا۔ آپ اس دوران کعبۃ اللہ شریف اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے شیخ کی معیت میں حاضر ہو کر بے انتہا عنایات سے مالا مال ہوئے۔

خواجہ عثمان ہارونیؒ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ قصبہ سنجان میں تشریف لائے جہاں شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ ابتدائی سلوک طے کر رہے تھے۔ آپ نے ان کے حق میں دعا کی اور خرقہ خلافت عطا کیا۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور شیخ اوحد الدین کرمانی بھی آپ سے فیضیاب ہوئے وہاں سے خواجہ بزرگ قصبہ جیال تشریف لے گئے۔ جو بغداد شریف سے سات دن کی مسافت پر جودی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے۔ آپ پانچ ماہ اور سات دن ان کی صحبت میں رہے۔ دونوں بزرگوں کے درمیان راز و نیاز کی مجالس گرم رہیں۔ وہاں سے آپ بغداد تشریف لے گئے اور شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کی صحبت میں رہے۔ اور بہت محظوظ ہوئے۔ بغداد سے چل کر آپ ہمدان پہنچے اور وہاں آپ کو اس وقت کے ایک عظیم بزرگ شیخ یوسف ہمدانیؒ کی صحبت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپ تبریز تشریف لے گئے اور شیخ ابو سعید تبریزی جو بڑے عارف کامل، مجرد اور متوکل تھے کی صحبت حاصل کی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خواجہ بزرگ نے بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ آپ سات دن کے بعد پانچ مثقال برابر کے روٹی بھگو کر کھاتے تھے۔ آپ کا لباس دو چادریں تھیں۔ جن پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور پیوند کے لئے جس قسم کا کپڑا مل جاتا آپ چادر میں سی لیتے۔ ستر سال تک آپ متواتر باوضو رہے۔ ایک ختم قرآن ہر شب مکمل کرتے۔ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اور ہمیشہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرماتے۔ اکثر سماع سنتے اور زمانے کے اکثر علماء اور مشائخ کبار آپ کی مجلس سماع میں حاضر ہوتے تھے اور فیض و نعمت بے انتہا حاصل کرتے۔

Marfat.com

جب حضرت خواجہ بزرگ اصفہان تشریف لے گئے تو حضرت شیخ محمود اصفہانی جو مشائخ کبار میں سے تھے سے ملاقات کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی حضرت شیخ محمود اصفہانی کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے لیکن جب انہوں نے حضرت خواجہ بزرگ کے جمال ولایت کا مشاہدہ کیا تو بے اختیار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ جس طرح حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ خواجہ بزرگ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے۔ بعینہ خواجہ بزرگ کے لئے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے بہتر مصاحب اور محرم راز کوئی نہ تھا۔

خواجہ بزرگ مشغولات عظیم رکھتے تھے۔ جہاں کہیں جاتے اکثر قبرستان میں رہائش رکھتے جس جگہ آپ کی شہرت ہو جاتی وہاں سے آپ چلے جاتے۔ چنانچہ آپ تبریز سے مہنہ کی طرف تشریف لے گئے اور شیخ ابو سعید ابوالخیر کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ وہاں سے خرقان پہنچ کر شیخ ابوالحسن خرقانی کے مزار سے فیض حاصل کیا۔ دو سال اس علاقہ میں رہنے کے بعد استر آباد تشریف لے گئے اور شیخ ناصر الدین استر آبادی جو دو تین واسطوں سے سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی سے نسبت رکھتے تھے کا فیض صحبت حاصل کیا۔ استر آباد سے خواجہ بزرگ ہرات تشریف لے گئے جہاں آپ رات دن شیخ عبداللہ انصاری قدس سرہ کے مزار مبارک پر رہتے تھے۔ یہاں کافی عرصہ مشائخ وقت کی زیارت کرتے رہے۔ وہاں جب خلقت کا ہجوم ہونے لگا تو آپ سبزوار تشریف لے گئے۔ وہاں کا حاکم محمد یادگار سخت مزاج، کج طبع اور بدکار تھا۔ آپ کی نگاہ فیض اثر سے اس کی کایا پلٹ گئی اور اپنے تمام احباب سمیت وہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا اور عارف باللہ اور صاحب ارشاد ہوا۔ وہاں سے آپ حصار شادمانی پہنچے۔ وہاں سے خواجہ بزرگ بلخ پہنچے اور مشائخ سے ملنے کے بعد فرجام میں شیخ احمد حضرویہ قدس سرہ کی خانقاہ پر روحانی محبت کی بنا پر قیام فرمایا۔ یہاں ایک عالم دین مولانا ضیاء الدین جو ابتدا میں تصوف میں ہرگز یقین نہ رکھتے تھے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے غزنی کا سفر اختیار کیا اور وہاں شیخ عبدالاحدؒ جو نظام الدین ابوالمؤیدؒ کے مرشد تھے سے ملاقات کی۔ غزنی سے آپ لاہور پہنچے اور حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ کے مزار سے فیضیاب ہوئے۔ چند روز لاہور رہ کر آپ دہلی تشریف لے گئے اس وقت دہلی رائے پتھورا چوہان کا پایہ تخت تھا۔ ہندوؤں کا اتنا تسلط تھا کہ وہ لوگ مسلمانوں کا منہ دیکھنا گناہ سمجھتے تھے۔ لیکن خواجہ بزرگ چالیس درویشوں کی جماعت کے ہمراہ اپنی ولایت کی قوت سے دہلی میں داخل ہو گئے اور چند ماہ

Marfat.com

وہاں قیام فرمایا۔ ہندوستان جو کہ اس وقت کفر کی کان تھا یہاں آپ کے خدام پانچ وقت آذان دیتے اور نماز با جماعت کا اہتمام کرتے۔ یہ دیکھ کر کافر جلتے تھے لیکن باوجود کوششوں کے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ ایک دن خواجہ بزرگ کا گذر ایک بتکدہ سے ہوا جہاں سات کافر بت پرستی میں مشغول تھے۔ آپ کے جمال باکمال دیکھتے ہی مشرف با اسلام ہوئے۔ آپ نے ان میں سے ہر ایک کو "حمید الدین" کا لقب دیا۔ شیخ حمید الدین دہلوی ان سات میں سے ایک تھے۔ جب دہلی میں خاص و عام آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو آپ نے وہاں سے اجمیر کی راہ اختیار کی۔ اس وقت رائے پتھورا اکثر اجمیر میں رہا کرتا تھا۔ خواجہ بزرگ کی کرامات اور خوارق عادات دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا اور آپ کو اور آپ کے خادمان کو ضرر پہنچانے کے منصوبے بنانے لگا۔ آپ کی دعا کی برکت سے شہاب الدین غوری نے اس پر فتح حاصل کی اور وہ مار دیا گیا۔ حضرت خواجہ بزرگ کی کرامات اور کمالات کا جب چرچا ہوا تو مختلف قبائل کے لوگ اجمیر پہنچ کر خواجہ بزرگ کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہونے لگے۔ آپ ہر فرقہ کے لوگوں سے تواضع سے پیش آتے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے پرائے تمام مذاہب کے پیروکار اخذ فیض کے لئے حاضر ہونے لگے اور یہ سنت اب تک جاری ہے۔ آپ کے فیض نظر سے ملک بھر میں ایسے صاحب ولایت پیدا ہوئے جو اپنے اپنے علاقے میں شاہی کرتے ہیں۔

جب آپ نے وصال فرمایا تو آپ کی پیشانی پر سبز نور سے یہ لکھا تھا:

هذا حبيب الله مات في حب الله

یہ اللہ کا دوست ہے۔ اور اللہ کے رستے میں جان دی ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وصال 6 رجب 633ھ ہے۔ مدفن اجمیر شریف ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ:

آپ حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ بزرگ کے خلیفہ اعظم ہیں۔ آپ قطب عالم اور پیشوائے بنی آدم تھے اور مقام ترک و تجرید میں راسخ القدم تھے۔ آپ مادرزاد ولی اللہ تھے۔ نصف قرآن اپنی والدہ ماجدہ سے سنتے سنتے حفظ کر لیا اور باقی نصف بھی قلیل عرصہ میں یاد کر لیا۔ آپ نے ڈیڑھ سال کی عمر میں یتیمی کا شرف حاصل کر لیا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جو نہایت پاک دامن اور صالحہ تھیں آپ کی پرورش فرمائی

Marfat.com

آپ کو کم سنی میں ہی اس وقت کے ایک عظیم بزرگ حضرت شیخ ابوالحفصؒ کی صحبت بابرکت نصیب ہوئی۔ جنہوں نے آپ کو تہذیب الاخلاق ظاہری، باطنی اور آداب شریعت سے آراستہ فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں آپ ایک ساعت بھی ریاضت اور مجاہدہ کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور ہر روز اڑھائی سو رکعت نماز خشوع و خضوع سے ادا کرتے اور حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتے۔

آپ ماہ رجب 512ھ میں شہر بغداد میں مسجد امام ابواللیث سمرقندی کے اندر شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، اوحدالدین کرمانیؒ، شیخ برہان الدینؒ اور شیخ محمود اصفہانیؒ کی موجودگی میں خواجہ بزرگ معین الحق والدین قدس سرہ کے مرید ہوئے۔ اور بیس سال کی عمر میں خلافت حاصل کر کے مریدین کی تربیت میں مصروف ہو گئے۔ خواجہ قطب الاسلام تین ہزار بار درود شریف ہر شب پڑھتے تھے۔ لیکن اوش میں جب آپ کی شادی ہوئی تو تین رات آپ سے درود قضا ہو گیا۔ سرکار دو عالم رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے ایک مرید احمد رئیس کو خواب میں تشریف لا کر فرمایا کہ بختیار کاکیؒ کو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ ہر رات جو تحفہ تم بھیجتے تھے مجھے مل جاتا تھا۔ لیکن تین رات سے نہیں ملا۔ آپ کو جب اس خواب کا علم ہوا تو بیوی کو حق مہر ادا کر کے اسے چھوڑ کر ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور ملتان میں شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ شیخ جلال الدین تبریزی بھی ان دنوں ملتان میں تھے۔ اس طرح تینوں بزرگوں کے درمیان صحبت خوب گرم رہی۔ چند ایام بعد خواجہ قطب الاسلام دہلی روانہ ہوئے۔ اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تو وہاں کے تمام اکابر امراء، رؤسا اور عوام آپ کی نیک صورت اور سیرت پر شیدا ہو گئے۔ حضرت شیخ بدرالدین غزنوی انہی ایام آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ساری زندگی آپ کی خدمت میں گذار دی۔ ایک روز حضرت اقدس نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ اشتیاق دیدار اس قدر ہے کہ رہا نہیں جاتا اگر اجازت ہو تو بندہ شرف قدم بوسی حاصل کرے۔ خواجہ بزرگ نے جواب میں لکھا:

"المرء مع من احب معتبر است۔ قرب جانی را بعد مکانی مانع نیست"

آدمی اسی کے ساتھ رہتا ہے جس کے ساتھ اس کو محبت ہوتی ہے۔ (الحدیث) قرب روحانی کے لئے بعد جسمانی مانع نہیں۔ یعنی اگرچہ جسمانی طور پر آپ مجھ سے دور ہیں۔ روحانی طور پر بالکل قریب ہے۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ آپ اپنے مقام پر مقیم رہیں۔ انشاءاللہ کچھ عرصہ کے بعد خود دہلی آؤں گا۔

Marfat.com

چنانچہ خواجہ بزرگ انہی ایام میں اجمیر شریف سے دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے ہاں قیام فرمایا۔ جہاں شہر دہلی کی ساری خلقت خواجہ بزرگ قدس سرہ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑی۔

ان ایام میں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ حضرت خواجہ قطب الاسلام کی خدمت میں رہتے تھے۔ آپ بھی حضرت خواجہ بزرگ علیہ رحمہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور فیض حاصل کیا۔ چند ایام دہلی میں قیام کے بعد جب خواجہ بزرگ نے اجمیر کا قصد فرمایا تو خواجہ قطب الاسلام کو بھی ہمراہ لے جانے لگے تھے اس سے دہلی میں کہرام مچ گیا۔ اور خلق خدا میں ایک شور برپا ہو گیا۔ چنانچہ خواجہ بزرگ نے حضرت قطب الاسلام کو دہلی میں قیام کرنے کی بخوشی اجازت دی اور فرمایا کہ جاؤ میں نے اس شہر کو تمہاری پناہ میں دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہاں مستقل قیام فرمایا اور مخلوق خدا کو فیض پہنچایا۔ سلطان شمس الدین التمش آپ کے نہایت ہی مخلص ارادتمندوں میں سے تھا۔ سید محمد جعفر مکی اپنی کتاب "بحر المعانی" میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے حضرت خواجہ قطب الاقطاب کو عالم معاملہ میں سماع کا حکم فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ شب و روز درود و سماع میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دن شیخ علی سنجری کی خانقاہ میں مجلس سماع ہو رہی تھی۔ درویشان صاحب حال اور اہل کمال حاضر تھے۔ قوال شیخ احمد جام قدس سرہ کی یہ غزل گا رہے تھے

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

اس شعر پر خواجہ قطب علیہ رحمتہ پر حال طاری ہو گیا اور ہوش و حواس مطلقاً جاتے رہے۔ آپ کو گھر لے آئے۔ قوال بھی ساتھ چلے آئے۔ اور تین شبانہ روز تک آپ پر وہی حال طاری رہا قوالوں کو اسی ایک شعر کا حکم فرماتے رہے اور وجد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی ہڈیاں بے جا ہو گئیں۔ تیسرے دن جب آپ کا استغراق اور غلبہ بڑھ گیا تو قریبی احباب کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ دستار، خرقہ، مصلے، نعلین چوبی جو حضرت خواجہ بزرگؒ سے مجھے ملے وہ شیخ فریدالدین مسعود کو پہنچا دینا۔ وہی ہمارا سجادہ نشین ہے۔ یہ فرمایا اور جان مشاہدہ حق میں تسلیم کر دی۔ آپ کا وصال شب دوشنبہ بتاریخ 14 ماہ ربیع الاول کو ہوا۔ عمر مبارک پچاس برس تھی آپ دہلی میں حوض شمسی کے قریب دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

Marfat.com

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ:

آپ کا اسم گرامی مسعود اور لقب فرید الدین اور گنج شکر ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ جمال الدین سلیمان تھا جو سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سترہ واسطوں سے امیر المومنین خلیفہ ثانی حضرت عمر ابن الخطابؓ تک پہنچتا ہے۔ حضرت شیخ کی ولادت باسعادت 584ھ یا 585ھ یا 569ھ کہوٹوال مضافات ملتان میں ہوئی اور وہیں نشو ونما پائی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد تقریباً اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملتان میں شرف بیعت حاصل کیا اور بعدازاں کامل پانچ سال تک طلب علم میں مشغول رہے۔ آپ نے بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی خدمت میں فیض صحبت حاصل کیا۔ آپ نے بہت سیر و سیاحت کی اور مشائخ زمانہ سے فیض حاصل کیا عبادت میں بھی آپ کی مثال نہیں ملتی۔ آپ بلاشبہ سلطان الزاہدین ہیں۔ آپ نے اپنے شیخ کے شیخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے بھی فیض حاصل کیا اور حضرت خواجہ صاحبؒ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ: "فرید ایک ایسی شمع ہے جس سے درویشوں کا سارا خاندان روشن ہوگا" یہ اسی دعا کا اثر تھا کہ آپ اپنے شیخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم اور قائم مقام بنے اور اس سلسلہ عالیہ چشتیہ کو آپ کی ذات بابرکات سے اتنا فروغ حاصل ہوا کہ زمانہ حال تک آپ کے خلفاء اور خلفاء میں سے ہر خلیفہ کے دو جانشین بھی شمار کیے جائیں تو خلفاء کی تعداد ساڑھے دس لاکھ سے زائد بنتی ہے۔ جبکہ اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ کا وصال 5 محرم 664ھ کو ہوا۔ مزار مبارک پاکپتن شریف میں مرجع خلائق ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ:

آپ کا اسم گرامی نظام الدین محمدؒ اور لقب سلطان المشائخ اولیاء اور محبوب الٰہی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید احمد تھا جو سادات حسینی میں سے تھے۔ آپ بدایوں میں پیدا ہوئے اور بارہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ بیس برس کی عمر میں پاکپتن شریف حاضر ہو کر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے بیعت ہوئے۔ خلافت حاصل کی اور مرشد کے حکم کے مطابق دہلی تشریف لائے اور غیاث پورہ کو مرکز بنا کر بیٹھ گئے۔ جہاں ساری عمر رشد و ہدایت میں گزاری۔ آپ نے بہت سخت مجاہدات کیے اور لاتعداد

Marfat.com

مخلوقات آپ سے فیضیاب ہوئی۔ آپ کا وصال 17۔ ربیع الثانی 720ھ کو ہوا۔ مزار مبارک دہلی میں مرجع خلائق ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ:

آپ حضرت سلطان المشائخ کے مرید اور بزرگ ترین خلیفہ تھے۔ اور ان کے وصال کے بعد دہلی میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور ایک جہان کو ہدایت بخشی۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری اوچی جب زیارت بیت اللہ کو گئے تو وہاں انہیں حضرت امام عبداللہ یافعیؒ کی صحبت مل گئی۔ جنہوں نے فرمایا کہ آج کل شیخ نصیر الدین محمود دہلی میں چراغ روشن کیے ہوئے ہیں۔ اس دن سے آپ چراغ دہلی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ نو سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جو نیکی وعفت میں بے نظیر تھیں آپ کی تعلیم وتربیت میں پوری توجہ دی یہاں تک کہ آپ کو تمام علوم میں کمال حاصل ہو گیا اور پچیس برس کی عمر میں آپ نے مجاہدات شروع کر دیئے اور چالیس برس کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

آپ کا وصال 18 رمضان 757ھ کو ہوا۔ مزار مبارک دہلی میں مرجع خلائق ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ کمال الدین علامہؒ:

آپ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ کے بھانجے اور محرم راز تھے۔ آپ کو حضرت شیخ سے خلافت بھی عطا ہوئی۔ آپ علم تفسیر، حدیث اور فقہ میں عالم کامل تھے۔ اس وجہ سے علامہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبدالرحمٰن تھا جو حضرت چراغ دہلویؒ کے حقیقی چچا کے بیٹے تھے۔ اور جن کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔

آپ مدت تک احمد آباد، گجرات اور دکن میں تلقین وارشاد فرماتے رہے۔ جہاں آپ کی اولاد اب بھی موجود ہے۔ بعد ازاں آپ دہیں تشریف لائے اور یہیں 27 ذی قعد 756ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ اور اپنے شیخ کے مزار کے قریب آرام فرما ہیں۔ رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

حضرت خواجہ شیخ سراج الدینؒ:

آپ حضرت شیخ کمال الدینؒ کے چھوٹے صاحبزادے، مرید، خلیفہ اور قائم مقام تھے آپ کو حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی سے بھی خلافت حاصل تھی۔ جن سے شرف بیعت آپ نے چار سال کی عمر میں ہی حاصل کرلیا تھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے اور حددرجہ متوکل تھے۔ فیروز شاہ بہمنی نے آپ کو دکن بلایا تو انکار کردیا اور فرمایا:

"حق تعالیٰ مرا در گجرات ہر چہ ضرورت است عطامی فرماید"

آپ کا وصال 21۔ جمادی الاول 817ھ کو ہوا۔ مزار مبارک پیران پٹن گجرات (بھارت) میں مرجع خلائق ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ علم الدینؒ:

آپ کو اپنے والد ماجد حضرت شیخ سراج الدینؒ اور حضرت سید محمد گیسودراز بندہ نوازؒ سے خلافت کی سعادت حاصل تھی۔ شجرۃ الانوار کے مصنف نے آپ کی ایک کرامت کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"حضرت شیخ کی کرامت کا یہ حال تھا کہ جب کوئی کافر یا فاسق یا منکر آپ کی صحبت میں بیٹھتا یا آپ کی بات سنتا یا آپ سے ہم کلام ہوتا تو اپنے تمام گناہوں سے تائب ہو کر آپ کا مرید ہو جاتا"۔ اور یہ بہت بڑی کرامت ہے۔

آپ کا وصال 26۔ صفر 829ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک پیران پٹن (گجرات۔ بھارت) محلّہ برکات پورہ میں اپنے والد ماجدؒ کے قریب ہے۔

حضرت شیخ محمود عرف راجنؒ:

آپ اپنے والد ماجد حضرت شیخ علم الدین کے خلیفہ و قائم مقام تھے۔ حضرت شیخ قازن سے بھی خرقہ سہروردیہ آپ کو مرحمت ہوا۔ علاوہ ازیں حضرت سید محمد گیسودراز بندہ نواز اور حضرت شیخ ابوالفتح (خلیفہ مجاز حضرت محبوب الٰہی) سے بھی شرف خلافت حاصل ہوا۔ جو شخص بھی تکمیل علوم ظاہری کے بعد حاضر خدمت ہوتا۔ آپ اس کی تربیت فرماتے اور بہت جلد منزل مقصود پر پہنچا کر خلافت و اجازت فرما دیتے۔

Marfat.com

آپ کا وصال 22۔صفر 900ھ کو ہوا۔مزار مبارک آپ کے آباؤاجداد کے مزارات کے قریب پیران پٹن (گجرات) میں مرجع خلائق ہے۔رحمتہ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ جمال الدین عرف شیخ جمنؒ:

آپ اپنے والد گرامی حضرت شیخ محمود راجن کے مرید وخلیفہ تھے۔اوران کے وصال کے بعد مسند سجادہ پر بیٹھے۔آپ نے کفار کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا۔آپ کا یوم وصال 20۔ذی الحج 940ھ ہے۔گلزار ابرار میں آپ کی تاریخ وصال اس مصرع سے نکالی گئی ہے۔

شہید خنجر تسلیم عمر جاودان دارد

مزار مبارک احمد آباد (گجرات) میں مرجع خلائق ہے۔رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حسن محمدؒ:

آپ احمد آباد (گجرات) میں پیدا ہوئے اور بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت شیخ جمال الدین سے بیعت ہوئے۔جنہوں نے نہایت شفقت سے آپ کی تربیت فرمائی اور خلافت عطا کی۔آپ کو حضرت شیخ محمد غیاث نور بخش قادری سے خاندان قادریہ کی خلافت بھی حاصل ہوئی۔آپ عالم علوم ظاہری و باطنی اور صاحب تصنیف تھے۔تفسیر محمدیؒ، تقسیم الاوراد اور حاشیہ تفسیر بیضاوی آپ کی گراں قدر تصانیف ہیں۔آپ کا وصال 28 ذی قعدہ 982ھ کو ہوا اور مزار مبارک احمد آباد (گجرات) میں ہے۔رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد بن حسن محمدؒ:

آپ اپنے والد ماجد کے مرید اور خلیفہ تھے اور ان کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔آپ صاحب تصنیف ہیں۔آپ کی تصانیف میں تفسیر حسینی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔آپؒ کا وصال 29۔ربیع الاول 1040ھ کو ہوا۔مزار مبارک احمد آباد (گجرات) میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت خواجہ یحییٰ مدنیؒ:

آپ شیخ کمال الدین علامہؒ کی اولاد سے تھے اور آپ کا شمار اپنے زمانے کے مشاہیر صوفیہ میں

Marfat.com

ہوتا ہے۔ 20۔ رمضان 1010ھ کو احمد آباد میں پیدا ہوئے اور بیس سال کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کیا اور اپنے جد امجدؒ کے خلیفہ اور قائم مقام بن کر سجادہ مشیخیت پر جلوہ افروز ہوئے اور مخلوق کے تزکیہ باطن میں مصروف رہنے لگے۔

آپ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اشارہ پر مدینہ شریف میں ہجرت فرما کر سکونت اختیار کی۔ اور اپنی عمر عزیز کے آخری چودہ سال وہاں گزارے۔

آپ نے 28 صفر 1101ھ کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کے مزار مبارک کے قریب دفن ہوئے۔ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ:

آپ کی ولادت باسعادت 1060ھ کو ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی اور ابتدائی زمانہ میں آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اکتساب علوم کیا۔ تکمیل علوم کے بعد آپ کو ایک خاص واقعہ پیش آیا۔ جس کی وجہ سے آپ یک لخت مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ جہاں حضرت یحییٰ مدنی سے شرف بیعت و خلافت حاصل کرنے کے بعد دہلی واپس تشریف لے آئے اور ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور قادریہ سے بھی خرقہ خلافت عطا ہوا۔ آپ کی تیس سے زائد تصانیف میں سے "کشکول کلیمی" اور "مرقع" اہل سلسلۂ چشتیہ کا دستور العمل ہیں۔

علاوہ ازیں "قرآن القرآن" عربی زبان میں قرآن پاک کی نہایت اعلیٰ تفسیر ہے۔ آپ کا وصال 24 ربیع الاول 1142ھ کو ہوا۔ مزار مبارک جامع مسجد دہلی اور شاہی قلعہ کے درمیان مرجع خلائق ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ:

آپ شاہ کلیم اللہ دہلوی کے محبوب ترین مرید اور خلیفہ تھے۔ جن کے حکم پر آپ نے دکن میں نظامیہ سلسلہ کی شاندار خانقاہ قائم کی۔ اور وہاں کی ہزارہا مخلوق کو فیضیاب فرمایا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے واسطہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ ابتدائی

Marfat.com

تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے جب آپ دہلی پہنچے تو شاہ کلیم اللہ کا شہرہ سنا اور ان کی خدمت میں پہنچ کر شرف بیعت سے سرفراز ہوئے۔ خصوصی روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد حضرت شاہ صاحب نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور دکن جانے کا حکم دیا۔ جہاں آپ نے فریضہ رشد و ہدایت کما حقہ ادا کیا۔ اور 12 ذیقعد 1142ھ کو واصل حق ہوئے۔ مزار مبارک اورنگ آباد دکن میں مرجع عوام و خواص ہے۔

رحمتہ اللہ علیہ

محبّ النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ:

آپ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے مرید، خلیفہ اور قائم مقام ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت اورنگ آباد میں 1126ھ میں ہوئی۔ جب حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب کو اپنے عزیز مرید شاہ نظام الدین کے ہاں بیٹے کی پیدائش کی خبر پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ فخر الدین نام تجویز کیا اور اپنا لباس نومولود کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے جو دہلی کو نور ہدایت سے منور کرے گا۔ آپ کو لقب محبّ النبی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت چراغ دہلویؒ کی طرف سے باطنی طور پر عطا ہوا۔ آپ کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا گیا اور اس زمانہ کے نہایت ہی مشہور علماء نے تعلیم کی تکمیل کرائی۔ آپ کے والد ماجد کو آپ سے بہت محبت تھی اور بچپن میں ہی آپ کو مرید کر کے اصلاح باطن کی جانب خاص توجہ فرماتے رہے۔ بالآخر 16 سال کی عمر میں اپنے جگر گوشہ کو پاس بلوا کر اپنے سینہ سے چسپاں فرمایا اور تمام باطنی نعمتیں ان کے سینہ میں منتقل فرما کر واصل بحق ہوئے۔ آپ نے مزید تین سال تعلیم کی تکمیل میں صرف کئے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسند سجادہ پر بیٹھنے کی بجائے آپ نے لشکر میں ملازمت کر لی۔ جب لشکر میں آپ کی شہرت بڑھنے لگی تو آپ ملازمت ترک کر کے اورنگ آباد میں اپنے والد کے سجادہ مشیخیت پر جلوہ افروز ہوئے لیکن جب یہاں بھی عقیدتمندوں کا ہجوم ہونے لگا تو آپ عازم دہلی ہوئے اور یہاں سلسلہ رشد و ہدایت جاری فرمایا۔ قیام دہلی کے زمانے میں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ آپ کے حلقہ مریدین میں شامل ہوئے۔ اور یوں چشتیہ سلسلہ کی نعمت خاص پنجاب میں منتقل ہوئی۔ آپ نے تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔ نظام العقائد۔ رسالہ سراجیہ اور فخر الحسن۔

آپ کا وصال 27 جمادی الثانی 1199ھ کو ہوا۔ مزار مبارک پرانی دہلی (مہر والی شریف) میں

Marfat.com

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خانقاہ میں مسجد کے نزدیک مرجع خلائق خواص وعوام ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد صاحب مہارویؒ:

آپ 14 رمضان المبارک 1142ھ کو موضع چوٹالہ (نزد مہار شریف) کی کھرل قوم کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ مادرزاد ولی اللہ تھے۔ آپ مہار شریف میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد مختلف مقامات پر تحصیل علم کرتے ہوئے دہلی پہنچے جہاں بالآخر حضرت مولانا فخر الدین دہلوی کی بابرکت صحبت سے فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہوا اور علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل، بیعت اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ کامل نے خلافت واجازت عطا فرما کر آپ کو مہار شریف روانہ ہونے کا حکم فرمایا جہاں آپ نے سلسلہ رشد و ہدایت جاری فرمایا اور ایک جہان آپ سے فیضیاب ہوا۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے بعد پنجاب میں سلسلہ عالیہ چشتیہ آپ کے ذریعے خوب پھیلا اور تونسہ شریف، سیال شریف، احمد پور، چاچڑاں شریف، مکھڈ، گولڑہ شریف وغیرہ مقامات کی خانقاہوں کے چراغ آپ کے ذریعے روشن ہوئے۔ آپ کو اپنے پیرومرشد سے اتنا عشق تھا کہ ان کے وصال کے صدمہ کا آپ کے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا اور ساڑھے چھ سال بعد 3 ذی الحج 1205ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک چشتیاں شریف میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قاضی محمد عاقلؒ

حضرت خواجہ خدا بخشؒ

حضرت مولانا غلام فخر الدینؒ

ان بزرگان کے حالات بابرکات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

چوتھا باب

حضرت خواجہ صاحب کا مسلک

آپ کی زندگی میں اختلافی مسائل کی وضاحت، اختلاف امت پر محققانہ نظر اور اختلاف مٹانے کے طریقے

اس میں کوئی شک نہیں کہ امت اسلامیہ کے اندر بے شمار جغرافیائی، لسانی، نسلی اور طبائع کے اختلافات کے باوجود جو عظیم الشان اتفاق کا پہلو پایا جاتا ہے وہ اختلاف سے لاکھوں گنا زیادہ ہے۔ مثلاً ساری اسلامی دنیا میں قرآن کی حقانیت پر اتفاق، غسل، وضو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، شادی بیاہ اور طلاق کے مسائل پر اتفاق ہے۔ ساری اسلامی دنیا میں نظریہ توحید و رسالت ایک ہے۔ کعبہ ایک ہے قانون ایک ہے۔ تمدن ایک ہے۔ معاشرہ ایک ہے۔ یہاں تک کہ پنجگانہ نماز کی رکعتوں میں سے ہر رکعت میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے۔ اس پر بھی ساری امت کا اتفاق ہے۔ اگر اختلاف ہے تو اصولوں پر نہیں بلکہ معمولی فروعی مسائل پر ہے۔ جس کی چنداں اہمیت نہیں ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں جن مسائل کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

i۔ تصوف ii۔ بیعت iii۔ سماع iv۔ زیارت قبور و عرائس v۔ وحدت الوجود

اب چونکہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ بلکہ تمام اولیائے کرام کے مسلک میں یہ تمام مسائل شامل ہیں ہم ان پر محققانہ نظر ڈالتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ شریعت میں ان کا جواز موجود ہے یا نہیں لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اختلاف امت کو رحمت قرار دیا ہے ہم پہلے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اختلاف میں کیا رحمت اور برکت ہے۔

اس سلسلے میں دوسری بات جو قابل غور ہے یہ ہے کہ جن امور پر امت کا اختلاف ہے وہ اصولی عقائد نہیں بلکہ فروعی امور پر ہے۔

Marfat.com

اختلاف امت کیسے رحمت ہے:

اب ہم مختصر طور پر یہ بات واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اختلاف میں کیا برکت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول حکمت سے خالی نہیں۔ آپ نے اختلاف کو رحمت اس لئے قرار دیا ہے کہ ایک تو باہمی اختلاف، رقابت اور رشک سے دین اور علوم دین کی نشو ونما ہوتی ہے اور ذوق عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔ ساری کائنات میں قانون تخالف (Law of opposition) جاری و ساری ہے۔ جن پودوں کی کانٹ چھانٹ نہ کی جائے ان کی نشو ونما رک جاتی ہے۔ جن بالوں کو کاٹا جائے وہ بڑھتے ہیں۔ جن کو چھوڑ دیا جائے وہ رک جاتے ہیں۔ ایک پہلوان اس وقت پہلوان بنتا ہے جب روزانہ اپنے جیسے قوی ہیکل انسان سے مار کھاتا ہے۔

کھلاڑیوں اور گھوڑوں کی راہ میں رکاوٹیں اس لئے رکھی جاتی ہیں کہ وہ طاقتور بنیں۔ یہاں تک کہ ملک کی حکومت کو بہترین طور پر چلانے کے لئے حزب اختلاف کی ضرورت ہوتی ہے۔

امت کے اختلاف میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تمام فرقے ایک دوسرے کے خوف سے راہ راست یعنی صراط مستقیم پر قائم رہتے ہیں اور گمراہ نہیں ہونے پاتے۔ اس لئے ہر فرقہ کو چاہیے کہ دوسرے کا ممنون اور شکر گزار ہو کہ اس کی وجہ سے گمراہی سے بچ گیا۔ نہ کہ مخالفت کرے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ چونکہ اسلام ساری دنیا کے لئے اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ اس کے اندر ایک قسم کی لچک کی ضرورت ہے۔ تاکہ مختلف ملکوں اور قوموں کے افراد اپنی طبعیت، مزاج اور عادات و خصائل کے مطابق امت کے کسی نہ کسی فرقے میں اپنے لئے مناسب جگہ پاسکیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امت میں اختلاف مسائل نہ ہوتا تو میں تباہ ہو جاتا۔ کیونکہ بعض اوقات میں اتنا تھک جاتا ہوں کہ جس فرقے کا حکم آسان سمجھتا ہوں، وہی اختیار کرتا ہوں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جس میں سماع کو عام طور پر اختیار نہیں کیا جاتا لیکن آپ فرماتے ہیں کہ نظم یوسف وزلیخا لکھتے وقت میری یہ حالت ہو جاتی تھی کہ اگر سماع نہ سنتا تو جل کر راکھ ہو جاتا۔ انسان کے چار مزاج ہیں فقہ کے چار مکاتب ہیں اور طریقت کے بھی چار بڑے سلاسل ہیں تاکہ ہر شخص اپنی طبعیت اور مزاج کے مطابق کسی نہ کسی فرقے میں اپنے لئے مناسب جگہ حاصل کرسکے۔ اگر اسلام کے اندر یہ لچک نہ ہوتی تو زندگی دوبھر ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں

Marfat.com

بعض آیات کا شمار محکمات میں ہوتا ہے۔ جن پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ اور بعض آیات متشابہات کہلاتی ہیں۔ جن سے متعدد معانی نکل سکتے ہیں۔ اور اختلاف جنم لیتا ہے۔ اسی طرح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے بھی بعض قطعی ہیں اور بعض میں اختلاف کا پہلو پایا جاتا ہے۔ مثلاً بعض آدمیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور بعض کو ترک کرنے کا حکم دیا۔ جن کو روزہ رکھنے کا حکم دیا وہ نوجوان اور قوی تھے۔ جن کو ترک کرنے کا حکم فرمایا وہ ضعیف تھے۔ بعض اوقات آپ ﷺ نے نماز میں ہاتھ ناف پر باندھے اور بعض اوقات سینے پر باندھے اور بعض اوقات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تینوں صورتوں میں نماز جائز ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ انہی باتوں پر مختلف فرقوں کے لوگ کٹ مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ایک دوسرے سے خوش ہونا چاہیے کہ ان میں سے ہر ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نہ کوئی سنت زندہ کئے ہوئے ہے۔ تمام فروعی اختلافات میں یہی فوائد ہیں اور سب کو اسی نظر سے دیکھنا چاہیے۔

اختلاف امت کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی عبارت سے ہر اعلیٰ وادنیٰ اپنی استعداد کے مطابق معانی ومطالب اخذ کرسکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ جوامع الکلم تھے۔ آپ ﷺ کے کلام سے بھی ہر اعلیٰ وادنیٰ اپنے علم اور استعداد کے مطابق مطالب سمجھ کران پر عمل پیرا ہوسکتا ہے۔ اور بلند مراتب پر پہنچ سکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر اختلافات معمولی نوعیت کے ہیں اور آسانی سے مٹ سکتے ہیں لیکن دشمنان اسلام نے ان کو ہوا دے کر خطرناک بنا دیا ہے۔

امت کے مختلف فرقے:

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ جن میں سے ایک ناجی یعنی نجات پانے والا ہوگا۔ جب آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا فرقہ ناجی ہوگا تو فرمایا کہ جو قرآن اور میری سنت پر عمل کرنے والا ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث لفظ بلفظ سچی ثابت ہوئی ہے اور امت بہت فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ مثلاً شیعہ۔ سنی، معتزلہ وغیرہ۔ اور پھر ان میں سے ہر فرقہ کئی چھوٹے چھوٹے فرقوں میں بٹ گیا ہے۔ مثلاً حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ اسی طرح احناف کے اب مندرجہ ذیل گروہ ہوگئے ہیں:

Marfat.com

بریلوی، دیوبندی، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، جمعیت علماء اسلام اور جمعیت علماء پاکستان وغیرہ۔اسی طرح فرقہ شیعہ بھی کئی گروہوں میں بٹ گیا ہے۔مثلاً اثنا عشریہ، اسماعیلیہ اور زیدیہ وغیرہ۔اس کے علاوہ مسلمانوں کی ایک اور جماعت ہے جو غیر مقلد یا اہل حدیث کے نام سے موسوم ہے۔وہ اپنے آپ کو غیر مقلد اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک ہدایت کے لئے قرآن وحدیث کافی ہے۔امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے فتاویٰ کی انہیں ضرورت نہیں ہے۔اس کے برعکس اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے کسی ایسے محقق کی ضرورت ہے جو عربی زبان میں مہارت کے علاوہ تفسیر قرآن، فن حدیث، علم معانی اور علم بیان وغیرہ میں بھی مہارت رکھتا ہو۔ ہر دوکاندار، ٹانگے والے اور کسان کے اندر یہ قابلیت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ماہر فن کی تقلید کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اختلافی مسائل:

پہلے ہم شیعہ سنی اختلاف کو لیتے ہیں:

شیعہ سنی اختلاف دو بڑے امور پر مشتمل ہے۔ افضلیت صحابہ اور حب اہل بیت ۔ جہاں تک حب اہل بیت کا تعلق ہے اس پر تمام اہل سنت والجماعت بھی شیعہ حضرات کے ساتھ متفق ہیں۔ باقی رہا مسئلہ افضلیت صحابہ۔اس کے متعلق خواجہ غلام فریدؒ نے جو مؤقف اختیار کیا ہے وہ تمام اہلسنت والجماعت کا مؤقف ہے۔اس کی تفصیل کتاب ہذا کے حصہ سوئم (تعلیمات) میں آ رہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کس قدر، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی تعریف کرتے تھے۔ اور ان کو خدا کا دوست اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار سمجھتے تھے۔

مزید برآں خلفاء راشدین کے درمیان باہمی محبت اور خلوص اس بات سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: "اگر علی نہ ہوتے تو عمر برباد ہوجاتا"۔

نیز جب ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے بچے کھیل رہے تھے تو حضرت علیؓ کے بیٹے نے غصے میں آ کر حضرت عمرؓ کے بیٹے سے کہا کہ تم تو ہمارے غلام کے بیٹے ہو۔ جب اس نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے جا کر شکایت کی تو آپؓ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ ان سے کہو کہ وہ یہ بات لکھ دیں کہ ہم لوگ آپؓ کے

Marfat.com

غلام ہیں۔ تاکہ یہ کاغذ میری نجات کا باعث بن جائے۔

حضرت علیؓ کا اصحاب ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) سے محبت کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر بن علی، عمر بن علی اور عثمان بن علی رکھے تھے۔ اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں شیعہ حضرات کی مشہور کتاب نہج البلاغتہ جو شیعہ امام سید شریف رضی کی تصنیف ہے اور ہمیشہ شیعہ حضرات کی طرف سے شائع ہوتی آئی ہے۔ اس کتاب سے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب ایک شیعہ سردار نے حضرت علیؓ سے جا کر کہا کہ چند لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی مذمت کی ہے۔ تو حضرت علیؓ سخت غصے ہوئے اور اعلان کیا کہ سب لوگ مسجد نبوی میں جمع ہو جائیں۔ جب لوگ آ گئے تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ دونوں خدا کے دوست اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار تھے۔

اس وقت آپ کی آنکھیں غصہ سے لال تھیں۔ اور اس قدر آنسو بہہ رہے تھے کہ ریش مبارک سے قطرے نیچے ٹپک رہے تھے۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

خلفائے راشدین کی باہمی محبت اور خلوص کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ رسول اللہ ﷺ کے گھر تک آئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانا چاہا۔ تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ آگے بڑھیئے اور دروازہ کھٹکھٹایئے۔ حضرت علیؓ نے یہ بات نہایت رازداری سے بار بار کہی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے علی آپ آگے بڑھیے حضرت علی نے فرمایا کہ میں ایسے شخص سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "سورج کسی ایسے شخص پر نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے جو میرے اور ابوبکر صدیقؓ سے افضل ہو۔" تو ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "سب عورتوں میں سے افضل عورت میں نے اس شخص کو دی ہے جو سب مردوں سے بہتر ہے" تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: "جو شخص ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے سینے کو دیکھنا چاہے وہ ابوبکر صدیقؓ کے سینہ کو دیکھ لے"۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے سنا ہے کہ "جو شخص آدم علیہ السلام کو دیکھنا چاہے اور یوسف علیہ السلام اور ان کے حسن کو اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی نماز کو اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے زہد کو اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے خلق کو دیکھنا چاہے وہ علی ابن ابی طالبؓ کو دیکھ لے"۔ تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ "جب سب لوگ حسرت اور ندامت کے دن ایک میدان میں جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف سے ندا آئے گی: اے ابوبکر سب مخلوق سے پہلے تو اور تیرا محبوب ﷺ بہشت میں داخل ہو جاؤ"۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ حنین اور خیبر کے دن اس وقت یہ بات فرمائی جب آپ ﷺ کو کسی نے دودھ کا پیالہ دیا تو کہا کہ اب میں یہ ہدیہ اپنے محبوب کو دیتا ہوں"۔ تو حضرت علیؓ نے کہا میں ایسے شخص سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: "اے ابوبکرؓ! تو میری آنکھ ہے"۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: "قیامت کے دن علیؓ بہشت کی سواری پر سوار ہو کر آئیں گے تو ندا آئے گی۔ اے محمد ﷺ! دنیا میں تیرا باپ نہایت خوبصورت تھا اور بھائی بھی بہت خوبصورت تھا۔ خوبصورت باپ ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ اور خوبصورت بھائی علیؓ"۔ تو حضرت علیؓ نے کہا میں ایسے شخص سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ: "جب قیامت کا دن ہوگا تو رضوان خازنِ جنت، بہشت اور دوزخ کی چابیاں لا کر ابوبکر صدیق سے کہے گا کہ اے ابوبکر رب العزت جل جلالہ تجھ کو سلام فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ یہ بہشت اور دوزخ کی چابیاں ہیں تو جسے چاہے بہشت میں بھیج دے اور جسے چاہے دوزخ میں بھیج دے، تو ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آیا ہے اور مجھے کہا ہے کہ اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں تجھ سے اور علیؓ سے محبت رکھتا ہوں تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا پھر کہا کہ یہ بھی فرماتا ہے کہ میں فاطمہؓ سے محبت رکھتا ہوں تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا پھر کہا یہ بھی فرماتا ہے کہ میں حسنؓ اور حسینؓ سے محبت رکھتا ہوں تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا" تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "اگر ابوبکر کا ایمان روئے زمین والوں

Marfat.com

کے ایمان سے تولا جائے تو ابوبکر کا ایمان سب کے ایمان سے وزنی ہوگا" تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "علیؓ قیامت کے دن آئے گا۔ اس کے ساتھ اس کی اولاد اور بیوی ہوں گے۔ بہشتی اونٹوں پر سوار ہوں گے تو اہل قیامت کہیں گے یہ کونسا نبی ہے۔ تو ندا آئے گی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب علی"۔ تو حضرت علیؓ نے کہا میں ایسے شخص سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: " کل قیامت کے دن سب لوگ بہشت کے آٹھوں دروازوں سے یہ پکار سنیں گے کہ اے صدیق اکبرؓ تو بہشت کے جس دروازہ سے داخل ہونا چاہے ہو جا"۔ تو ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: "بہشت میں میرے محل اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے محل کے درمیان علیؓ کا محل ہوگا۔" تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میں ایسے شخص سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "آسمان والے کروبیین اور روحانیین اور ملاء اعلیٰ ہر روز ابوبکر صدیق کی زیارت کرتے ہیں" تو حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز آگے نہیں بڑھوں گا جس کی ذات اور اہل خانہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: "ویطعمون الطعام علیٰ حبه مسکینا و یتیما و اسیرا" تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص سے آگے ہرگز نہیں بڑھوں گا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے فرمایا ہے کہ: "والذی جاء بالصدق و صدق به اولئك هم المتقون" تو اس وقت جبرئیل علیہ السلام اللہ رب العالمین کا پیغام لے کر سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: "اے محمد ﷺ! رب اعلیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ کہ اس وقت ساتوں آسمانوں کے فرشتے ابوبکر صدیقؓ اور علیؓ کا مکالمہ بڑے غور سے سن رہے ہیں۔ اور ان کے باہمی ادب اور مؤدت پر تعجب کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ اپنے دروازہ پر ان کے پاس تشریف لے جاویں اور ان پر نازل ہونے والی رحمتوں میں شریک ہوں۔ تو نبی اکرم ﷺ اپنے دروازہ پر تشریف لے گئے اور دونوں کی پیشانیوں کو چوما اور فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور سارے درخت قلمیں بن جائیں تو پھر بھی تم دونوں کے فضائل کامل طور پر نہیں لکھے جاسکتے"۔ (ماخوذ از الروض الفائق ص 29)

Marfat.com

اہل حدیث، بریلوی اور دیوبندی مکاتب کے باہمی اختلافات:

جہاں تک ان کے اختلافات کا تعلق ہے یہ زیادہ تر مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق ہیں:

تصوف۔ بیعت۔ زیارت قبور۔ عرائس اور سماع۔

ہم نے ان مسائل پر ریسرچ کی ہے۔ اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی اکابرین کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تصوف ہو یا بیعت، زیارت قبور ہو یا سماع پر قرآن وحدیث کے دلائل موجود ہیں نیز بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث اکابرین نے ان کی تائید اور تصدیق فرمائی ہے۔

مزید برآں ہم نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جن غیر مسلم مستشرقین نے تعصب کی بنا پر تصوف کو یونانی، عیسائی، ہندو اور بدھ اثرات کی پیداوار بتایا تھا اب نئی ریسرچ کے تحت ان کو مجبوراً یہ ماننا پڑا ہے کہ تصوف قرآن اور حدیث پر مبنی ہے۔ بلکہ اب عیسائی اور ہندو محققین نے ثابت کر دیا ہے کہ صوفیائے اسلام نے ہندو اور عیسائی روحانی پیشواؤں سے استفادہ نہیں کیا بلکہ الٹا ہندو اور عیسائی ارباب روحانیت نے صوفیائے اسلام سے روحانیت اسلام کی تعلیم وتربیت حاصل کی۔ یہ تمام انکشافات اور حقائق کتاب ہذا کے اس حصہ میں ہم نے بیان کئے ہیں۔ اب ہم اختلافی مسائل مثلاً تصوف، بیعت، سماع، زیارت قبور، عرائس اور وحدت الوجود پر محققانہ نظر ڈال کر دیکھتے ہیں کہ شریعت میں ان کا کہاں تک جواز ثابت ہے۔

Marfat.com

خواجہ صاحب کا مسلک تصوف وولایت

حقیقت تصوف:

تمام اولیاء کرام کی طرح حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا مسلک تصوف ہے۔ سب سے پہلے تصوف کی وجہ تسمیہ اور ماخذ بیان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عصر حاضر میں یورپ کے چند متعصب مصنفین جن کو عرف عام میں مستشرقین (orientalists) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، کی پیدا کردہ شبہات، شکوک اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے۔

وجہ تسمیہ:

لفظ تصوف مشتق ہے "صوف" سے جس کے معنی ہیں اون۔ چونکہ اکثر انبیاء علیھم السلام و اصحاب کرام اور اولیاء کرام ایثار، مساوات، کسر نفسی اور عجز وانکسار کے جذبات کی وجہ سے اونی پارچات زیب تن فرماتے تھے۔ ان حضرات کا مسلک زہد وتقویٰ، قرب الی اللہ اور وصول الی اللہ تصوف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ نیز چونکہ اصحاب صفہ کا مسلک بھی بعینہ یہی تھا، بعض کا خیال ہے کہ لفظ تصوف کا اشتقاق صفہ سے ہے بعض کم فہم لوگ تصوف کا ماخذ فلسفہ (PHILOSOPHY) یا لفظ فیلسوف (PHIEROSOPH) سمجھتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ اول تو لفظ تصوف اور فیلسوف میں کوئی لغوی (ETYMOLOGICAL) مناسبت نہیں ہے۔ دوم یہ کہ فلسفہ یونان اور اسلامی تصوف کے مابین کوئی مماثلت اور مشابہت بھی نہیں البتہ جن مستشرقین نے تصوف کو افلاطونیس (PLOTINUS) کا مرہون منت قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے ہم آئندہ اوراق میں یہ دکھائیں گے کہ نہ صرف یہ کہ افلاطونیس (PLOTINUS) کا شمار فلاسفہ یونان میں نہیں ہوتا کیونکہ وہ سکندریہ کا باشندہ تھا بلکہ اس کے نظریہ نوافلاطونیت (NEO-PLATONISM) اور تصوف میں بہت فرق ہے۔ مستشرقین اور ان کی چال میں آجانے والے سادہ لوح لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ عہد نبوی ﷺ میں لفظ تصوف مروج نہیں تھا اس

Marfat.com

لئے یہ غیر اسلامی اثرات کی پیداوار ہے اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اگر اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کا یہی معیار ہے تو کیا تمام علوم اسلامیہ مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم معانی، علم بیان اور علم صرف ونحو بھی غیر اسلامی ہیں کیونکہ یہ علوم بھی عہد نبوی ﷺ میں باقاعدہ مرتب ومروج نہیں تھے بلکہ بعد میں مرتب ہوئے۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان جہاد میں مشغول تھے اس لئے ان کو ان علوم وفنون کی تالیف وترتیب کی فرصت ہی نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصحاب کرامؓ علم تفسیر، علم فقہ اور علم حدیث وغیرہ سے بے بہرہ تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کی وجہ سے صحابہ کرام اگرچہ بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ، صرفی، نحوی اور صوفی تھے لیکن ان علوم کو اس زمانے میں باقاعدہ طور پر مرتب نہیں کیا گیا تھا۔ بعد میں جب جہاد سے فراغت ہوئی تو جن حضرات نے قرآن کے معانی اور مطالب پر کام کیا ان کو مفسرین کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور ان کے علم کا نام تفسیر ہوا۔ جن حضرات نے علم حدیث کی چھان بین کی وہ محدثین کہلائے۔ اور ان کے علم کا نام علم حدیث ہوا۔ جن حضرات نے اسلام کے قانون کو مرتب کیا وہ فقہاء کے نام سے موسوم ہوئے اور ان کے شعبہ علم کا نام علم فقہ ہوا۔ جن حضرات نے اسلام کی روحانیت پر کام کیا، ان کا نام صوفیاء ہوا۔ اور ان کا علم تصوف کے نام سے موسوم ہوا۔

لفظ تصوف کا استعمال عہد نبوی ﷺ میں:

بلکہ بعض احادیث اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ تصوف عہد نبوی ﷺ میں بھی رائج تھا۔ چنانچہ حضرت سید علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ قدس سرہ جیسے محقق نے اپنی کتاب کشف المحجوب کے چوتھے باب میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے: "من سمع صوت اهل التصوف فلا يؤمن على دعائهم كتب عندالله من الغفلين" جس نے اہل تصوف کی آواز سنی اور ان کی دعا پر آمین نہ کہا یا اس پر یقین نہ کیا تو اس کو حق تعالیٰ کے ہاں غافلین میں لکھا جاتا ہے)

صوفیاء کے نزدیک تصوف مجموعہ ہے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا۔ شریعت کا مطلب ہے راستہ۔ طریقت۔ اس راستے پر چلنے کا اور عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ اور اس راستے پر چل کر جس منزل مقصود تک رسائی حاصل ہوتی ہے اس کا نام حقیقت ہے۔ اور منزل مقصود پر پہنچ کر سالک کو جو

Marfat.com

اسرار و رموز حاصل ہوتے ہیں، ان کا نام معرفت ہے۔ صوفیاء کرام کا یہ قول مبنی ہے مندرجہ ذیل حدیث پر جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے شرح مثنوی، مولانا روم میں نقل کی ہے:

"الشريعة اقوالي و الطريقة افعالي، والحقيقة احوالي والمعرفة سري"

(شریعت میرے اقوال کا نام ہے۔ طریقت میرے افعال، حقیقت میرے روحانی مقامات کا نام ہے اور معرفت میرا راز ہے)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تمام علمائے دیوبند کے پیرو مرشد ہیں اور بریلوی حضرات بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ جو لوگ شریعت کی پابندی اور علم تفسیر، علم حدیث، فقہ اور تصوف وغیرہ میں ماہرین فن کا درجہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی بیان کردہ حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

نیز امام مالکؒ جو پہلی صدی ہجری کے بزرگ ہیں اور تابعی ہیں۔ یعنی انہوں نے صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ ان کا قول ہے:

"من تصوف ولا تفقه تذندق من تفقه ولا تصوف تفسق و من جمع بينهما تحقق"

(جس نے علم تصوف سیکھا اور علم فقہ نہ سیکھا وہ گمراہ ہوا جس نے علم فقہ سیکھا اور تصوف نہ سیکھا، وہ فسق و فجور میں مبتلا ہوا جس نے تصوف اور فقہ دونوں کو سیکھا وہ حق کو پہنچا)

اس سے ظاہر ہے کہ لفظ تصوف پہلی صدی ہجری میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں مروج تھا۔

اور بخاری شریف کی مندرجہ ذیل حدیث قدسی میں اگرچہ تصوف کا لفظ مذکور نہیں تاہم تصوف کے تمام لوازمات اس کے اندر پائے جاتے ہیں:

"وما يزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببته فاذا احببته فكنت سمعه الذی يسمع به وبصره الذی يبصر به، ويده التی يبطش بها و رجله التی يمشی بها وان سألنی لا عطينه ولئن استعاذنی لا عيذنه۔۔۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"جبکہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں بن

Marfat.com

جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے وہ مجھ سے جو کچھ طلب کرتا ہے، دیتا ہوں اور جب وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں"۔

یہ حدیث تصوف کی جان، شریعت کی روح اور اسلام کی جڑ ہے۔اور تمام اولیاء کرام اور خداوند تعالٰی کے عاشقوں کی زندگی کا مقصد ہے۔ بلکہ درحقیقت اسلام کا مقصد ہے۔

امر تحقیق:

امر تحقیق یہ ہے کہ تصوف کی اصل احسان ہے، جو عبارت ہے صدق توجه الی الله سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔ان تعبدالله کانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك (یعنی یہ کہ عبادت کرے تو خدا کی گویا کہ تو اسے دیکھتا ہے۔یعنی اگر نہیں دیکھ سکتا تو اس کو، پس تحقیق وہ دیکھتا ہے تجھ کو) وہ تمام علوم، اعمال اور احوال جو رجوع الی اللہ کے لئے ضروری اور مفید ہیں تصوف کے تحت میں آتے ہیں اور تصوف کے جمیع معانی راجع ہیں طرف اسی اصل کی طرف۔ چنانچہ تمام اولیاء کرام کے نزدیک تصوف کی اصل یہی حدیث احسان ہے۔جس کی تائید دوسری حدیث قدسی (بخاری) سے ہوتی ہے۔یعنی بی یبصر ، بی یسمع ----۔ علاوہ ازیں قرآن حکیم کی دیگر آیات کثرت سے موجود ہیں جن میں قرب الٰہی کے حصول کی تاکید آئی ہے۔اسی طرح قرب حق کے حصول کی تاکید بے شمار احادیث میں آئی ہے۔اور جابجا واصلین ومقربین بارگاہ کی تعریف وارد ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں تو حق تعالٰی نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ:

"جو شخص میرے کسی ولی کی مخالفت (اہانت) کرتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں"

نیز اللہ تعالٰی قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

"الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولاهم يحزنون"

یاد رکھو: اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کو نہ کوئی ڈر لاحق ہے نہ غم۔

نیز حق تعالٰی نے فرمایا ہے:

"قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله"

Marfat.com

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری (نبی ﷺ کی) اتباع کرو۔ تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

کس قدر بڑا انعام ہے اتباع نبوی ﷺ کا۔ علمائے ظواہر اتباع نبوی ﷺ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اقوال و افعال کی پیروی مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ اتباع کی دو قسمیں ہیں: اتباع ظاہری اور اتباع باطنی۔ اتباع ظاہری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اقوال، افعال، لباس، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ مراد ہے۔ اور اتباع باطنی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کے ساتھ جو عشق و محبت، قرب و وصل اور مضبوط نسبت و تعلق تھا، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کی ذات، اسماء وصفات کے اسرار و رموز کا جو علم حاصل تھا، ان کا حصول بھی اتباع نبوی ﷺ میں شامل ہے۔

مقام ولایت:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع باطنی وظاہری کے کمال کا نام ولایت ہے۔ جو قرب الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ اس قرب الٰہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یوں فرمایا ہے:

"لی مع اللہ وقت لا یسعنی ملك المقرب و نبی المرسل "

"مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ قرب کا مقام حاصل ہے جہاں تک نہ کسی مقرب فرشتہ کی رسائی ہوئی ہے نہ کسی نبی ورسول کی"۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میں پیچھے کی طرف بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح آگے کی طرف"۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اتقوا فراسة المومن انه ینظر بنوراللہ"

"مومن کی باطنی بصیرت سے ڈرو کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اس حدیث کی رو سے بھی بندہ مومن کے لئے باطنی بصیرت پیدا کرنے کی تاکید ہے نیز جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ایک حدیث میں جو حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور حضرت جبرئیلؑ نے تصدیق کی کہ مرتبہ احسان یہ ہے کہ نماز اس طرح پڑھی جائے کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے، اگر تو نہیں دیکھ رہا تو یہ خیال کر کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

Marfat.com

اسی حدیث سے رؤیت باری تعالیٰ کا ثبوت بھی ملتا ہے لیکن جسمانی آنکھوں سے خداوند تعالیٰ کی رویت ناممکن ہے بلکہ باطنی آنکھوں سے ممکن ہے۔ چنانچہ جب کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا آپؓ نے خداتعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ کیا میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جسے دیکھتا نہیں ہوں"۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ حق تعالیٰ کیسے ہیں تو فرمایا کہ:

"جسمانی آنکھوں سے نہیں بلکہ روحانی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ بہت قریب ہے لیکن چھوا نہیں جاسکتا۔ وہ بہت بعید ہے لیکن تم سے جدا نہیں ہے۔۔۔۔" (نہج البلاغہ)

چنانچہ اسلام کی غرض وغایت یہی قرب الٰہی اور مشاہدہ حق ہے جو صوفیائے کرام، اولیائے عظام اور مشائخ طریقت کا مدعا ومقصود ہے۔ اور یہ چیز کثرت عبادات، اذکار، ریاضات اور شب بیداری کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ ایک آیت میں فرماتا ہے کہ: من کان فی هذه اعمیٰ فهوفی الاخرة اعمیٰ "جو اس دنیا میں مشاہدہ حق سے اندھا ہے وہ قیامت میں بھی اندھا ہوگا)

یہ کس قدر سخت وعید ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص اس دنیا میں نابینا ہے وہ قیامت میں بھی نابینا ہوگا۔ بلکہ اس اندھے پن سے مراد روحانی بصیرت کا فقدان ہے۔ یہ کس قدر بڑی محرومی ہے اور کس قدر بڑا خسارہ ہے جو شخص اس دنیا میں رویت باری تعالیٰ سے محروم رہے گا وہ آخرت میں بھی جو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے محروم رہے گا۔ مندرجہ بالا آیات واحادیث سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کی غرض وغایت قرب حق، وصال حق اور معرفت حق کا حصول ہے البتہ جس طرح ہر انسان کی قلبی وذہنی استعداد مختلف ہوتی ہے۔ مراتب قرب بھی ہر مومن کے لئے مختلف ہیں۔ عام طور پر ایمان کے تین مراتب قرآن وحدیث میں بتائے گئے ہیں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔

"علم الیقین" یہ ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے متعلق جو قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے اس پر سن کر ایمان لائے۔ یہ عوام کا درجہ ایمان ہے۔ ایمان ویقین کا دوسرا درجہ "عین الیقین" ہے۔ جس کا مطلب ہے جو کچھ کانوں سے سنا اس کو آنکھوں سے (دل کی آنکھوں سے) دیکھ بھی لیا جائے۔ یہ خواص کا درجہ ہے۔ ایمان کا بلند ترین درجہ یہ ہے کہ ذات حق کا نہ صرف چشم باطن سے مشاہدہ کرے بلکہ اپنے اندر ذات حق کو محسوس بھی کرے۔ مثلاً جس نے آگ نہیں دیکھی اور سنتا ہے کہ آگ جلاتی ہے تو آگ میں اس کے درجہ یقین کو "علم الیقین" کہا جاتا ہے۔ لیکن جس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ واقعی آگ لکڑی کو

Marfat.com

جلاتی ہے تو اس کا درجہ یقین "عین الیقین" کا ہوگا۔ جو متوسط درجہ ہے۔ لیکن جس نے آگ میں ہاتھ ڈال کر محسوس بھی کر لیا کہ واقعی آگ جلاتی ہے تو اس کا درجہ ایمان "حق الیقین" کہلائے گا۔ جو سابقہ دونوں مراتب سے بلند ترین مقام ہے۔ یہی اسلام کی غرض و غایت ہے اور یہی اولیائے کرام کا مدعا، مقصد، نصب العین اور منزل ہے۔ بالفاظ دیگر اگرچہ علم الیقین اور عین الیقین رکھنے والے بھی مسلمان ہیں اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے نجات پا سکتے ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ مسلمان ایمان کے بلند ترین مقام پر پہنچنے کی کوشش کرے جس طرح ہر فن میں عوام، خواص اور خواص الخاص ہوتے ہیں۔ مثلاً جو شخص ڈاکٹری کی سند حاصل کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر تو کہلا سکتا ہے لیکن جو ڈاکٹر علم طب کی کسی ایک شاخ یا شعبہ میں کمال (SPECIALIZATION) حاصل کرتا ہے وہ اس فن میں زیادہ باکمال سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح علم دین میں کمال (SPECIALIZATION) کا حصول علم تصوف، علم روحانیت یا طریقت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ پچھلی چودہ صدیوں کے دوران امت میں مختلف استعداد کے لوگ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنی ذہنی، قلبی اور روحانی استعداد کے مطابق حق تعالیٰ کے قرب و وصال کی مختلف منازل طے کیں۔ جن کا نام علم روحانیت یا علم تصوف کی اصطلاح میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔ ان مقامات کی تفصیل علیحدہ باب میں بیان کی گئی ہے۔

تاریخ اسلام سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جتنے اولیاء اللہ ہو گزرے ہیں تقریباً تمام کے تمام علوم اسلامیہ یعنی علم تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ سے نہ صرف بخوبی آگاہ تھے بلکہ شریعت کی پابندی میں بھی ضرب المثل تھے۔ مثلاً بایزید بسطامیؒ نے جن کا شمار اکابرین صوفیاء میں ہوتا ہے، ساری زندگی خربوزہ نہ کھایا۔ اس وجہ سے کہ ان کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کیسے کاٹا اور کیسے تناول فرمایا۔ اور یہ خوف تھا کہ ممکن ہے کہ کسی اور طریقے سے کاٹ کر خلاف سنت کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ اب ملاحظہ ہو ایک اور صوفی بزرگ حضرت جنید بغدادیؒ کی پابندی شریعت: ایک دفعہ آپ کے ایک رشتہ دار نے جو سرکاری ملازم تھا آپ کے پاس کچھ کھانا بطور تحفہ ارسال کیا لیکن آپ نے کھانے سے اس لئے انکار کیا کہ ان کو سرکاری خزانہ سے تنخواہ ملتی تھی اور سرکاری خزانہ کا روپیہ مشکوک تھا۔ چنانچہ آپ نے اس کھانے کو دریا میں پھینکوا دیا اور اس دن سے آپ نے اس دریا کی مچھلی کھانا بند کر دی۔ اس وجہ سے کہ شاید کسی مچھلی نے وہ کھانا کھایا ہو۔ ایک دفعہ بغداد میں ایک بکری چوری ہو گئی تو حضرت امام ابو حنیفہؒ

Marfat.com

نے جو عالم دین ہونے کے علاوہ بلند پایہ صوفی بھی تھے بکری کا گوشت کھانا بند کر دیا کہ ممکن ہے کسی روز وہی بکری کسی قصائی کے ہاں فروخت ہو کر ذبح کی گئی ہو۔

کشف المحجوب کے تیسرے باب کے آخر میں حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ بطور خلاصہ کلام تحریر فرماتے ہیں: "اب میں نے اس کتاب میں تصوف کے بارے میں مشائخ طریقت کے اقوال و اشارات کی اس قدر تحقیق بیان کر دی ہے کہ جس سے تم پر اس طریق کی حقیقت کھل جائے گی۔ اور اس طریق کے منکرین سے تم یہ کہہ سکو گے کہ تصوف سے انکار سے تمہاری کیا مراد ہے۔ اگر صرف اسم تصوف کا انکار کرتے ہو تو مضائقہ نہیں۔۔۔۔ اگر اصل تصوف کے معانی و معارف کا انکار کرتے ہو تو یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری شریعت اور اس کی عمدہ فضیلتوں کا انکار ہے۔ میں تمہیں اس کتاب میں وصیت کرتا ہوں کہ تم اس کی پوری رعایت کرنا اور اس میں انصاف کرنا، تصوف کا دعویٰ کم کرنا اور اہل تصوف کے ساتھ نیک اعتقاد رکھنا اور توفیق ہر امر کی اللہ ہی کے ہاں ہے"۔

اسی طرح اکابرین اسلام مثلاً امام غزالیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب احیاء العلوم، حضرت ابو طالب مکیؒ نے اپنی کتاب قوت القلوب، حضرت شیخ محمد بن ابراہیم کلاباذی نے اپنی کتاب تعرف، حضرت شیخ ابونصر سراجؒ نے اپنی کتاب کتاب اللمع، حضرت شیخ ابو القاسم قشیریؒ نے اپنے رسالہ اور بے شمار اولیاء کرام نے اپنی تصانیف میں ثابت کیا ہے کہ شریعت اور طریقت یعنی اسلام اور تصوف میں کوئی فرق نہیں بلکہ تصوف روح اسلام اور جان شریعت ہے۔

ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ بعض علماء و مشائخ نے اوائل عمر میں علم دانی کے جوش میں آ کر تصوف کی ضرور مخالفت کی لیکن بعد میں ان کو حقیقت سے آگاہی ہوئی تو نہ صرف تصوف کو عین اسلام ثابت کیا بلکہ اس پر عمل پیرا ہو کر مراتب قرب یعنی فنافی اللہ اور بقاباللہ تک رسائی حاصل کی۔ ان حضرات میں مولانا جلال الدین رومی، حضرت امام غزالیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، حافظ ابن قیم جو امام ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں اور خود امام ابن تیمیہ، ابن جوزی، قاضی شوکانی یمنی، شاہ اسمٰعیل شہید اور علمائے دیوبند شامل ہیں۔ ان حضرات نے ابتدائی عمر میں تصوف کی مخالفت کی لیکن آخر حقیقت حال سے آگاہ ہوئے اور پھر تصوف کی حمایت میں کتابیں لکھیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ظاہر بین حضرات ان بزرگوں کی اوائل عمر کی تصانیف کا مطالعہ تو کرتے ہیں لیکن اواخر عمر کی تصانیف پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں فرماتے۔

Marfat.com

مثال کے طور پر ابن جوزیؒ تصوف کے شدید ترین مخالف سمجھے جاتے ہیں اور تصوف کی مخالفت میں ان کی ابتدائی کتاب "تلبیس ابلیس" پیش کی جاتی ہے لیکن ان کی آخری عمر کی کتاب "صفوۃ الصفوہ" کو کوئی نہیں دیکھتا جس میں تصوف کی حمایت کی گئی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن قیم کی سابقہ عمر کی کتابوں کو دیکھا جاتا ہے لیکن آخری عمر کی کتب "الفوائد"، "مدارج السالکین" اور "کتاب الروح" کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اسی طرح شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ابتدائی کتاب "تقویۃ الایمان" کو تو مخالفین تصوف پیش کرتے ہیں لیکن ان کی آخری عمر کی کتاب "صراط مستقیم" اور "عبقات" کو نظرانداز کرتے ہیں۔ جو علم تصوف اور وحدت الوجود سے لبریز ہیں۔ اسی طرح امام ابن تیمیہؒ کی اوائل عمر کی کتابوں میں اگرچہ تصوف کی مخالفت ہے آخری عمر کی کتابوں میں آپ نے صوفیائے متقدمین کی تائید اور تعریف فرمائی ہے۔ نیز یہ بات بھی اب پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ امام ابن تیمیہ سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ایک خلیفہ کے مرید تھے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اب ہم اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ امت کی زبردست اکثریت تصوف یعنی مسلک اولیاء اللہ کی حامی ہے اور چند لوگ اس کی مخالفت کرتے آئے ہیں۔ مثلاً اہل سنت والجماعت جس میں امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے پیروکار شامل ہیں مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کی رو سے مسلمانوں کو اس جماعت میں شامل ہونے کا حکم فرمایا ہے۔

"اتبعو السواد الاعظم لا تجتمع امتی علی الضلالة"

(سواد اعظم مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت میں شامل ہو جاؤ کیونکہ میری امت ہرگز گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی)

یاد رہے کہ یہ چاروں امام صوفی مشرب رکھتے تھے۔ اور اپنے زمانے کے اولیاء کرام سے روحانی فیوض حاصل کرتے تھے۔ مثلاً حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام جعفر صادقؓ کے صادق العقیدہ مرید تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ سے کسی نے عمر دریافت فرمائی تو فرمایا کہ میری عمر دو سال ہے کیونکہ دو سال ہوئے میں حضرت امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں پہنچا اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اسی روز پیدا ہوا۔ میری پہلی زندگی ضائع ہوگئی۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے: لولا سنتان لهلك النعمان (اگر امام جعفر صادقؓ کی

Marfat.com

محبت کے دو سال مجھے نہ ملتے تو میں ہلاک ہو جاتا) اسی طرح حضرت امام شافعیؒ مشہور صوفی بزرگ حضرت فضیل بن عیاضؒ کے معتقد اور فیض یافتہ تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بغداد کے صوفی حضرت بشر حافیؒ کے عقید تمند اور صحبت یافتہ تھے یہاں تک کہ جب کوئی آپ سے شریعت کے مسائل دریافت کرتا تو خود بتاتے تھے، لیکن طریقت کے مسائل دریافت کرنے کے لئے آپ لوگوں کو حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ یہ کہہ کر کہ مجھے خدا کے احکام کا علم ہے لیکن بشر حافیؒ کو خدا تعالیٰ کا علم حاصل ہے۔ اس طرح امام مالکؒ بھی صوفی تھے۔ تصوف کی حمایت میں ان کا قول پہلے نقل کیا گیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے ان چاروں ائمہ کرام کی تصوف دوستی کی وجہ سے آج تک ان کے پیروکار اولیائے اسلام کے گرویدہ ہیں۔ اور ان کے مسلک پر قائم ہیں۔ آج کل برصغیر ہندو پاکستان میں یہ جو بریلوی، دیوبندی اختلاف پایا جاتا ہے، اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ یہ دونوں فرقے اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں بنیادی طور پر تصوف کے حامی ہیں۔ اس وقت جو حضرات تصوف کی مخالفت پر کمربستہ ہیں وہ اپنے آپ کو غیر مقلد یا اہل حدیث کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اکابر مثل حضرت امام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیم جوزیؒ اور قاضی شوکانیؒ تصوف کے خلاف نہیں تھے بلکہ ان صوفیوں کے خلاف تھے جن کے منہ سے جذب واستغراق کی وجہ سے غیر شرعی کلمات نکل گئے۔ مثلاً حلاج کا نعرہ اناالحق اور بایزید بسطامی کا نعرہ سبحانی مااعظم شانی۔ بلکہ رسالہ "سہروردیہ لاہور" سلسلہ 8 میں ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے جسمیں مختلف یورپی مصنفین نے تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ حضرت امام ابن تیمیہ جو حنبلی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مرید حضرت ابو عمر قدامہؒ کے فرزند اور خلیفہ حضرت ابن عمر قدامہؒ کے مرید تھے۔ اس مقالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ چیسٹر ٹی لائبریری ڈبلن میں ایک مخطوطہ موجود ہے جس میں حضرت امام ابن تیمیہؒ کا شجرہ طریقت درج ہے اس کتاب کا نام ہے ترغیب المتحابین مصنفہ جمال الدین الطیلیائی اس کتاب میں امام ابن تیمیہ کا یہ قول بھی درج ہے کہ:

"مجھے سیدنا عبدالقادر الجیلانی کا بابرکت خرقہ تصوف نصیب ہوا اور میرے اور ان کے درمیان دو صوفی مرشد تھے"

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وفات کے بعد امام ابن تیمیہ کو دمشق کے قبرستان صوفیاء میں دفن کیا

Marfat.com

گیا جہاں ان کے خاندان کے دوسرے صوفیاء بزرگ دفن تھے"۔

اس بیان کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت امام ابن تیمیہ کے شاگرد اور مرید حافظ ابن قیم جوزیؒ کی تصانیف میں تصوف کا رنگ غالب ہے۔ بلکہ انہوں نے مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ عبداللہ انصاری ہرویؒ کی کتاب "منازل السائرین" کی صوفیانہ انداز میں شرح بھی لکھی ہے جس کا نام "مدارج السالکین" رکھا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی "کتاب الفوائد" اور "کتاب الروح" بھی مسائل تصوف سے لبریز ہیں۔

اب لے دے کر تصوف کے خلاف دنیا میں صرف ایک گروہ رہ جاتا ہے اور وہ گروہ یورپ کے چند متعصب مصنفین پر مشتمل ہے۔ جن کو عرف عام میں مستشرقین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مستشرقین کی تصانیف پر راقم الحروف ریسرچ کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ان کی زبردست اکثریت تصوف کو قرآن وحدیث پر مبنی سمجھتی ہے۔ ان میں چند ایسے لوگ ہیں جو شروع میں لاعلمی کی وجہ سے تصوف کو بیرونی یعنی عیسائی، ہندو اور یونانی اثرات کی پیداوار سمجھتے رہے لیکن بعد کی ریسرچ نے ان کو قائل کر دیا کہ تصوف قرآن اور حدیث کے عین مطابق ہے۔ اور درمیان میں کوئی تخالف یا تصادم نہیں ہے۔

Marfat.com

یورپین مستشرقین کے اعتراضات

اب ہم مختصر طور پر پہلے یورپین مستشرقین کے بیانات پیش کریں گے اور پھر ہندو ریسرچ سکالر ڈاکٹر تارا چند کی ریسرچ کے حوالہ جات سے ثابت کریں گے کہ صوفیائے اسلام عیسائی اور ہندو روحانی پیشواؤں سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ الٹا عیسائی اور ہندو روحانی پیشواؤں نے صوفیاء اسلام سے تصوف سیکھا اور روحانی تعلیمات حاصل کیں:

انگلستان کے مشہور و معروف شاعر ڈاکٹر نکلسن اگرچہ اوائل عمر میں تصوف کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ تاہم بعد کی ریسرچ نے ان کو قائل کر دیا کہ تصوف قرآن و سنت پر مبنی ہے۔ مقدمہ دیوان شمس تبریز میں لکھتے ہیں:

"تصوف کے متعلق جس قدر مواد ہمارے ہاتھ آیا ہے وہ اس کا ماخذ معلوم کرنے کے لئے ناکافی ہے۔ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمیں ناقابل تسخیر مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ دو چیزوں میں باہمی مشابہت اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ ایک چیز دوسری کی پیداوار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دونوں چیزیں ایک ہی اصل سے پیدا ہو کر ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ اگر ان دونوں چیزوں کا باہمی تعلق بھی ثابت ہو جائے تاہم یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ ان میں کون مولد ہے اور کون مولود (یعنی کون باپ ہے اور کون بیٹا)"

ڈاکٹر نکلسن کا یہ اہم قول تصوف کے خلاف عیسائی مصنفین کے ان بے بنیاد نظریات (THEORIES) پر کاری ضرب لگاتا ہے جو انہوں نے تصوف کی اصل (ماخذ) کے متعلق قائم کر رکھے ہیں کیونکہ دنیا کے مختلف مذاہب کے روحانی نظاموں (MYSTICISMS) کے درمیان جو ناگزیر مشابہت پائی جاتی ہے اس کی بنا پر اہل مغرب نے ان کا باہمی تعلق تو دیکھا لیکن لاعلمی سے یا عیاری سے بیٹے کو باپ اور باپ کو بیٹا بنا دیا۔ لہذا ان یورپین مصنفین جن کو عرف عام میں مستشرقین

Marfat.com

(ORIENTALISTS) کہا جاتا ہے نے بے پر کی اڑادی اور تصوف کے متعلق چار قسم کی قیاس آرائیاں قائم کردیں۔

اول یہ کہ تصوف عیسائی روحانیت (MYSTICISM) کی پیداوار ہے۔ دوم یہ کہ ہندو فلسفہ روحانیت سے ماخوذ ہے۔ سوم یہ کہ تصوف بدھ فلسفہ روحانیت کی پیداوار ہے۔ چہارم یہ کہ تصوف یونانی اثرات یعنی (NEOPLATONISM) کا مرہون منت ہے۔

تضاد بیانی:

اول تو یہ چاروں نظریات ایک دوسرے کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ کیونکہ جس مصنف نے اپنی طرف سے پہلے نظریہ کو صحیح تصور کیا ہے اس کے نزدیک باقی تینوں نظریات غلط ہیں۔ جس کے نزدیک دوسرا نظریہ صحیح ہے اس کے نزدیک پہلا، تیسرا اور چوتھا نظریہ غلط ہے۔ جس نے تیسرے نظریے کو صحیح قرار دیا اس کے نزدیک پہلا، دوسرا اور چوتھا نظریہ غلط ہے۔ علی ہذا القیاس۔ چاروں قسم کے مصنفین ان چاروں نظریات کو خود ہی غلط قرار دے کر ختم کردیتے ہیں۔

مستشرقین کے ان چار گروہوں کے علاوہ ایک اور گروہ بھی ہے جو مندرجہ بالا چاروں نظریات کو غلط اور بے بنیاد قرار دیتا ہے اور تصوف کو قرآن اور سنت کی پیداوار ثابت کرتا ہے۔ اس گروہ کے سردار فرانس کے نامور سکالر ماسینون (MASSIGNON)(1) ہیں جو شیخ حسین ابن منصور حلاج پر یورپ میں اتھارٹی مانے جاتے ہیں اور انہوں نے سیکنڈ ہینڈ SCOND HAND اور تھرڈ ہینڈ THIRD HAND معلومات پر اکتفا نہ کرتے ہوئے خود مسلم ممالک میں جاکر صوفیاء کرام سے ملاقاتیں کی ہیں، اصل مخطوطات دیکھے ہیں۔ اولیاء کرام کی زندگیوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تصوف کا ماخذ قرآن اور سنت نبوی ﷺ ہے۔ ان کی ریسرچ اس قدر مکمل اور ثبوت اس قدر قوی ہیں کہ آج تک کوئی یورپی سکالر ان کو چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کرسکا۔ بلکہ ماسینو کے بعد باقی تمام مستشرقین کا رخ بھی بدل گیا ہے اور انہوں نے اب تصوف کو قرآن و حدیث کی پیداوار قرار دینا شروع کردیا ہے۔ چنانچہ خود ڈاکٹر نکلسن نے جو اوائل عمر کی کتابوں میں تصوف پر عیسائی اور نو افلاطونی (NEOPLATONIC) اثرات

---

1) ماسینون کی اس معرکۃ الاراء کتاب کا نام ہے DE PASSION DE HALLAJ

Marfat.com

تصوف کے متعلق غلط فہمیوں کی وجوہات

تصوف کے متعلق غلط فہمیوں کی پہلی وجہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط فہمی ہے:

اہل مغرب کی تصوف کے خلاف پہلی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ وہ عیسائی ہونے کے سبب سے اسلام کو خدا کا سچا مذہب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔لیکن ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس مذہب کو وہ جھوٹا سمجھتے تھے اسی مذہب نے ایسے لاثانی ہیرے اور جواہرات پیدا کئے اور ایسے بے مثل اولیاء، علماء، ہادی، مصلح، قانون دان، قانون ساز، تہذیب وتمدن کے علمبردار، فلاسفر، سائنس دان، مبلغ اور عہد ساز اشخاص پیدا کئے جن کو دیکھ کر دنیا دنگ ہے اور دنیا کے تمام مئورخین اور ارباب عقل ودانش اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ علوم وفنون، تہذیب وتمدن اور سائنس کی بنیاد رکھنے والے اور اس کو پروان چڑھانے والے مسلمان ہی تھے۔ دراصل اسی عظیم الشان حقیقت کو چھپانے اور اسلام اور اکابرین اسلام کو بدنام کرنے میں ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلام پر عیسائی مذہب کی برتری ثابت ہو اور اسلامی ممالک پر اقوام مغرب کی حکومت برقرار رہ سکے۔

امام غزالیؒ کی عظمت اہل مغرب کی نظر میں:

امام غزالیؒ کے متعلق پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں:

"ابوالحسن اشعریؒ کے بعد امام غزالی آئے جو بلاشبہ اسلام کے سب سے بڑے مبلغ اور مفکر تھے۔امام غزالیؒ نے زہد وتقویٰ سے زندگی شروع کی اور جلد ہی تصوف تک پہنچ گئے۔ بارہ سال کی گوشہ نشینی میں ان کی شہرہ آفاق تصنیف احیاء العلوم وجود میں آئی۔اس کتاب کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس میں شریعت اور طریقت (تصوف) کی ہم آہنگی ثابت کی گئی ہے۔اس کتاب سے یہودی اور عیسائی علم الکلام

Marfat.com

(SCHOLASTICISM) زبردست طور پر متاثر ہوا۔ اسی طرح ٹامس ایکوئی ناس (THOMAS ACQUINAS) اور پاسکل (PASCAL) جس کا شمار اکابر عیسائی ارباب علم روحانیت میں ہوتا ہے بھی بڑی حد تک متاثر ہوئے"

یاد رہے کہ ٹامس ایکوئی ناس یورپ کے مشہور و معروف روحانی پیشوا (MYSTIC) ہیں۔ ایک عیسائی مؤرخ کی اس تصدیق سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام پر عیسائی ارباب روحانیت کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ الٹا یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خود ٹامس ایکوئی ناس جیسے نامور روحانی پیشواؤں نے مسلم صوفیاء کرام سے زبردست اثرات قبول کئے ہیں۔ پروفیسر ہٹی جیسے نامور مؤرخ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تصوف کی اصل قرآن و حدیث سے ہے وہ لکھتے ہیں:

"اسلام کی دیگر تحریکات کی طرح تحریک تصوف بھی قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔ مثلاً قرآن کی آیات 4:96 -9:113 -33:47 جو حرص کی مذمت اور توکل علی اللہ کی تلقین میں وارد ہوئی ہیں صحیح معنوں میں تصوف کی حمایت کرتی ہیں۔ اور ان سے انسان کا ہر وقت حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا پایا جاتا ہے اسی طرح صوفیاء اسلام نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلمکے باطنی معانی اور مفہوم کو بھی سمجھا"۔

امام غزالیؒ کو پروفیسر آربری کا خراج تحسین:

پروفیسر آربری امام غزالیؒ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

"الغزالیؒ بڑے بلند پایہ صوفی اور ایک عظیم فلاسفر ہیں۔ اسی وجہ سے وہ حجة الاسلام اور حلیة الاسلام کے القاب سے ملقب ہوئے ہیں۔ اس قسم کے اکابرین اسلام نے اسلامی فلسفہ اور اسلامی تصوف کی یورپ اور خاص طور پر ہسپانیہ میں بنیادیں مستحکم کیں۔ یہ امام غزالیؒ کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے اسلامی دنیا میں فلسفہ یونان پر ایک کاری ضرب لگائی۔ انہوں نے یہ کام اپنی کتاب تہافة الفلاسفة کے ذریعے کیا جس میں انہوں نے اپنے مخالفین کی بیس غلطیاں پکڑی ہیں"

یورپ پر ابن عربی کے اثرات کے متعلق پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں:

Marfat.com

"اسلامی تصوف (جس کے سب سے بڑے رہنما ابن عربی ہیں) کے اثرات نہ صرف ایران اور ترکی میں اظہر من الشمس ہیں بلکہ سینٹ آگسٹائن کے متبعین مثلاً ڈن سکاٹس (DUN SCOTUS) اور روجر بیکن (ROGER BACON) اور ریمانڈ للی (RAYMOND LULLY) بھی اس سے سخت متاثر ہوئے"

یاد رہے کہ عیسائی دنیا میں سینٹ آگسٹائن سب سے بڑے روحانی پیشوا مانے جاتے ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ سینٹ آگسٹائن کے سلسلہ کے لوگوں پر ابن عربی کے ذریعے اسلامی تصوف کے زبردست اثرات کا ایک عیسائی مورخ کے قلم سے ثابت ہونا بہت بڑی بات ہے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ سطور بالا میں عیسائی دنیا کے دوسرے بڑے روحانی پیشوا سینٹ اکوئی ناس پر بھی اسلامی تصوف سے متاثر ہونا تاریخ میں ثابت ہو چکا ہے۔

کتاب مذکورہ میں ہٹی نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان واقعات کو درج کیا جن میں اسلامی تہذیب وتمدن سے اہل یورپ متاثر ہوئے۔ اس تفصیل کی یہ کتاب حامل نہیں ہوسکتی۔ یہاں صرف مختصر اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں:

"سپین پر اسلامی تسلط کی اوائل کی صدیوں میں اسلامی تہذیب وتمدن اور علوم و فنون کا یہ عالم تھا جیسا کہ علامہ مقری کے بیانات سے ظاہر ہے کہ اسلامی کلچر کا ایک طوفان مصر، عراق، شام، ماوراء النہر اور چین جیسے اسلامی مراکز سے امڈ کر اندلس کی سرزمین کو سیراب کر رہا تھا۔ مقری نے ان تمام یورپی دانشوروں کی فہرست بتائی ہے جو ان ممالک میں جا کر اسلامی علوم وفنون کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ یہ سیلاب اس قدر تیز تھا کہ اندلس کے بعد یورپ میں پہنچ گیا۔ یورپ میں اسلامی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تولادو TOLEDO تھا۔ یہی وہ مرکز تھا جہاں پر آرچ بشپ ریمانڈ راول کے ذریعے عربی علوم کے تراجم وجود میں آ رہے تھے اور تمام یورپی ممالک سے دانشور کھچ کھچ کر وہاں پہنچ رہے تھے۔ جزائر برطانیہ سے یہ شرف مائیکل سکاٹ MICHEAL SCOT اور رابرٹ چیسٹر ROBERT CHESTER کو حاصل ہوا جنہوں نے خوارزمی کے الجبرا کا انگریزی میں سب سے پہلا ترجمہ کیا"

اسلامی تمدن کے اثرات کی تفصیل پروفیسر ہٹی سے کہیں زیادہ ہسٹوریننز ہسٹری

Marfat.com

(HISTORIANS HISTORY) میں ملتی ہے۔ جو ضخیم پچیس جلدوں پر مشتمل ہےاور پاکستان کے بڑے بڑے کتب خانوں میں پائی جاتی ہے۔

تصوف کے متعلق غلط فہمی کی دوسری وجہ:

تصوف کے متعلق مستشرقین کی غلط فہمی کی دوسری وجہ وہ لفظی مشابہت ہے جو مختلف مذاہب کے روحانی پیشواؤں کے بیانات میں پائی جاتی ہے۔ پروفیسر آربری اس قسم کے الزامات کو یوں ختم کرتے ہیں:

"قرآن متعدد مقامات پر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی ہے وہ گذشتہ انبیاء کی وحی کی تصدیق کرتی ہے لہذا اگر اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات اور عقائد میں کوئی مشابہت نہ ہوتی تو قابل اعتراض بات یہی عدم مشابہت ہوتی (نہ کہ مشابہت) اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں مذاہب کے نظام اخلاقیات اور عبادات بے حد یکساں ہیں۔ اگرچہ عبادات کے طریقے مختلف ہیں۔ حقیقت ایک ہے اور ناقابل تقسیم ہے۔ لہذا دونوں مذاہب کے درمیان اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بہت سے مستشرقین نے اس حقیقت کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اس بات کو ثابت کرنے پر زور لگایا ہے کہ اسلام کے اندر جو بھی اچھی چیز ہے وہ باہر سے آئی ہے۔ لہذا اس کا کوئی نہ کوئی غیر اسلامی ماخذ تلاش کیا جائے۔ یہ دیانت دارانہ ثقافت نہیں ہے بلکہ بدترین مذہبی تعصب ہے"

غلط فہمی کی تیسری وجہ:

تصوف کے متعلق مستشرقین کی غلط فہمی کی تیسری وجہ بلکہ سب سے بڑی وجہ صوفیائے اسلام کا عقیدہ وحدت الوجود ہے۔ پروفیسر آربری نے نہایت فاضلانہ طور پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ صوفیوں کو سمجھنے کے لئے ایک ریسرچ سکالر کو خود بھی قدرے صوفی ہونا چاہیے۔ چونکہ وحدت الوجود کی حقیقت صوفی پر اس وقت منکشف ہوتی ہے جب اس کی فنافی اللہ جیسے بلند مراتب تک رسائی ہوتی ہے اور فنافی اللہ کے بلند ترین مدارج تک اس وقت رسائی حاصل ہوتی ہے۔ جب عبادات اور ریاضات کے ذریعے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے۔ ظاہری علم والے ریسرچ سکالروں کے لئے اس کا سمجھنا ناممکن ہے۔

Marfat.com

لیکن جب سکالرلوگ اس گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ صوفیاءکرام کے حقائق ومعارف کو سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن جب ان کوصوفیائے کرام کے نا قابل بیان روحانی مشاہدہ کا سامنا ہوتا ہے تو بے بس ہوکر وہ شکوک و شبہات، بے بنیاد مفروضہ جات اور غلط تخیلات کی ایسی بھول بھلیاں پیدا کر دیتے ہیں کہ جس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

جب صوفیاء اسلام اپنے وحدت الوجود کے مشاہدات بیان کرتے ہیں تو مستشرقین فوراًان پر حملہ کر کے خارج از اسلام کر دیتے ہیں۔ اور یہ بے بنیاد دعوے کرنے لگ جاتے ہیں کہ صوفی لوگ عیسائی ہو گئے تھے۔ ہندو ہو گئے تھے یا نو افلاطونیت (NEOPLATONISM) کا شکار ہو گئے تھے۔ چونکہ ان کا کہنا ہے کہ صوفیوں کا نظریہ وحدت الوجود اسلام کے نظریہ توحید (MONOTHEISM) کے خلاف ہے۔لیکن ان کو معلوم نہیں کہ خالص اسلامی نظریہ وحدت الوجود اور خالص اسلامی نظریہ توحید کے مابین کوئی نزاع یا تخالف نہیں ہے۔جس قسم کا نظریہ وحدت الوجود اسلامی نظریہ توحید کے خلاف ہے وہ ہندوانہ ہمہ اوست اور عیسائیوں کا ہمہ اوست (PANTHEISM) ہے۔اسلامی وحدت الوجود اور اسلامی توحید (MONOTHEISM) کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔ ہندوانہ نظریہ ہمہ اوست یہ ہے کہ وہ ایک خدا کو بھی مانتے ہیں اور اس کے ساتھ سینکڑوں خداؤں کی پرستش روا رکھتے ہیں اور رام اور کرشن کو بھی خدا سمجھتے ہیں۔عیساؤں کا نظریہ ہمہ اوست (PANTHEISM) یہ ہے کہ وہ ایک خدا کے قائل ہوتے ہوئے تثلیث یعنی تین خداؤں کے بھی معتقد ہیں اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی خدا مانتے ہیں۔لہذا اگر کوئی نظریہ وحدت الوجود اسلامی نظریہ توحید کے خلاف ہے تو وہ ہندوؤں اور عیسائیوں کا نظریہ وحدت الوجود (PANTHEISM) ہے۔نہ کہ اسلامی نظریہ وحدت الوجود جو اسلامی نظریہ توحید کے عین مطابق ہے۔ اسلامی نظریہ وحدت الوجود کی وضاحت اس کتاب کے ایک مستقل باب میں کر دی گئی ہے۔

تصوف کے متعلق غلط فہمی کی چوتھی وجہ:

تصوف کے متعلق معترضین کو جو غلط فہمی ہوئی ہے اس کی چوتھی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ لفظ تصوف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مروج نہیں تھا۔اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ صرف علم تصوف نہیں بلکہ تمام اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، بیان، کلام صرف اور نحو رسول خدا

Marfat.com

ﷺ کے زمانہ مبارک میں وجود میں نہیں آئے۔ لیکن معنوی طور پر تمام صحابہ کرام ان سے آگاہ تھے۔ تمام علوم بعد میں مرتب ہوئے۔

غلط فہمی کی پانچویں وجہ:

تصوف کے متعلق غلط فہمی کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ بقول مستشرقین اسلام کے اوائل میں زہد و تقویٰ پر زور دیا جاتا رہا ہے۔ لیکن صوفی لوگوں نے عیسائی اور ہندو مذاہب سے عشق کا مسلک سیکھ کر زہد و تقویٰ (ARTHODOXY) کو ترک کر دیا اور عشق بازی میں مشغول ہو گئے۔ یہ بھی صوفیاء کرام کے خلاف بہتان اور سراسر غلط الزام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ صوفیاء اسلام نے زہد و تقویٰ ترک کیا اور نہ اسلام میں عشق کوئی اجنبی چیز ہے۔ بلکہ مذہب اسلام کی بنیاد ہی عشق ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: "کنت کنزا مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" (میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ مجھے اس بات کی محبت ہوئی کہ میرا مشاہدہ ہو اس لئے خلق کو پیدا کیا) نیز قرآن میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ (والذین آمنوا اشد حباللہ) جو ایماندار ہیں وہ شدت سے اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ شدت محبت کا نام عشق ہے جو اسلام کا خاصہ ہے۔ نیز فرمایا "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" (اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کریگا۔ یعنی تم محبوب خدا بن جاؤ گے) غرضیکہ قرآن میں عشق الٰہی کی آیات بے شمار ہیں۔ اسی طرح حدیث میں بھی عشق الٰہی پر زور دیا گیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات میں یہ حدیث بار بار دہراتے: "لا ایمان لمن لا محبۃ لہ۔ (خبردار جس کے دل میں محبت نہیں مسلمان نہیں)۔

غلط فہمی کی چھٹی وجہ:

تصوف کے متعلق عیسائی مصنفین کی غلط فہمی کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ اسلام کی حقیقت کو سمجھا، نہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو۔ وہ لوگ اسلام کو عیسائیت کے معیار پر اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معیار پر پرکھتے ہیں تو زمین و آسمان کا فرق دیکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مختصر نبوت کی زندگی کس طرح ساری دنیا کے لئے مکمل نمونہ ہو سکتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے نہ شادی کی، نہ بال بچے ہوئے۔ آپ راہبانہ زندگی بسر فرماتے تھے اور جہاں رات ہو جاتی تھی

Marfat.com

وہیں سو جاتے تھے۔

اس کے برعکس اسلام چونکہ ساری دنیا کے لئے تھا اور قیامت تک ہر دور اور ہر زمانے کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات لے کر آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبہ میں بھرپور حصہ لیا۔ اور دنیا سے کفر و شرک مٹانے، ظلم و ستم کا انسداد کرنے اور پاک صاف معاشرہ قائم کرنے اور خلق خدا کو خالق سے ملانے کی خاطر جہاد کیا۔ عیسائی لوگوں نے سمجھا کہ یہ دنیا دارانہ زندگی ہے اور پیغمبرانہ زندگی وہی تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ اس بنیادی غلط فہمی کی وجہ سے انہوں نے تصوف سمیت اسلام کی ہر چیز پر اعتراض کئے اور صوفیاء کرام کے اندر ان کو جو خوبیاں نظر آئیں انہوں نے ان خوبیوں کو عیسائیت اور دیگر مذاہب کی خوشہ چینی تصور کیا۔

غلط فہمی کی ساتویں وجہ:

تصوف کے متعلق مستشرقین کی غلط فہمی کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ جہاں نبوت کا ظاہر کرنا فرض ہے۔ ولایت کا چھپانا ضروری سمجھا جاتا ہے کیونکہ ولایت بندہ اور مولا کے درمیان ایک خفیہ رشتے کا نام ہے۔ جس کا اظہار ضروری نہیں۔ اس لئے اولیائے کرام نے کشف و کرامات سے اکثر اجتناب کیا۔ کشف و کرامات سے اجتناب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے مراتب میں کمی واقع ہوتی ہے۔ حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ "افسوس میں نے جوانی میں کشف و کرامات کمائے جس سے مراتب میں کمی ہوئی"۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اولیائے اسلام کی زبردست اکثریت اصحاب بقا باللہ کی تھی اور کشف و کرامات کا تعلق مقام فنا فی اللہ سے ہے۔ اس لئے جب اکابر اولیاء کرام مقام فنا سے گزر کر بقا باللہ پر پہنچ جاتے ہیں تو لامحالہ ان سے کشف و کرامات کا سرزد ہونا زیادہ تر موقوف ہو جاتا ہے۔ لیکن یار لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خالی ہیں۔ دیوبند کے معروف عالم اور صوفی بزرگ مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب علم و عمل میں لکھتے ہیں کہ اصحاب بقا باللہ چاہیں تو برسوں مخفی رہ سکتے ہیں۔ ان کا ضبط اس درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے کہ ان کو کوئی شخص نہیں پہچان سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین بلکہ بعض مسلمان بھی اولیاء اسلام کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور طرح طرح کی الزام تراشیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

ہر چند کہ ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

Marfat.com

مستشرقین نے اس سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے اور صوفی شعراء پر یہ الزام لگایا کہ چونکہ صوفی لوگ ہندوؤں اور عیسائیوں سے متاثر ہوئے تھے اس لئے وہ شراب بھی پیتے تھے۔ اور بت پرستی بھی کرتے تھے۔ حالانکہ شراب سے ان کی مراد وہ روحانی استغراق ہے جو قرب حق میں پہنچ کر طاری ہوتا ہے۔ اور بت یا صنم سے ان کی مراد محبوب حقیقی سے تھی۔ جس کی محبت میں وہ سرشار رہتے تھے۔ چنانچہ خواجہ حافظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ

غرض ز میخانہ ام وصال شما است
خبر این خیال ندارم خداگواہ منست

(جب میں مے خانہ کا نام لیتا ہوں تو اس سے میرا مطلب ہے حق تعالیٰ کا قرب و وصال، میرا خدا جانتا ہے کہ وہی میرا مطلوب و مقصود ہے)

Marfat.com

مستشرقین کے خصوصی الزامات اوران کے جوابات

اب ہم مستشرقین کے خصوصی الزامات کا جائزہ لے کر قارئین کرام کے سامنے ان الزامات کے وہ جوابات پیش کرتے ہیں جو خود منصف مزاج اور اعتدال پسند مستشرقین نے دیئے ہیں:

رچرڈ ہارٹ مین کے عائد کردہ الزامات:

RICHARD HERT MANN نے اپنی کتاب AL QUSHAIRIS DASTELLUNG DES SUFIL MUS میں لکھا ہے:

"چونکہ بوعلی سندھی مشہور بزرگ بایزید بسطامیؒ کا استاد تھا۔ اس سے قطعی اور بین طور پر ثابت ہوا کہ تصوف کی اصل ہندو مذہب ہے"

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنا بڑا عالم فاضل اور اس قسم کا بودا استدلال کہ چونکہ بایزید بسطامیؒ کا استاد بوعلی سندھی تھا۔ اس لئے تصوف ہندو مذہب کی پیداوار ہے۔ کیا تمام مسلمان جو برصغیر ہندو پاکستان میں رہے ہیں یا رہتے ہیں۔ ہندو مذہب کے مرہون منت ہیں۔ اگر ہارٹ مین صاحب نے تاریخ اسلام کے ورق الٹانے کی زحمت گوارا کی ہوتی تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ برصغیر کے علماء ومشائخ نے ہندوؤں کے ساتھ کفر واسلام کی کتنی جنگیں لڑی ہیں۔ خاص طور پر برصغیر کے صوفیاء کرام نے ہندو جوگیوں اور روحانی پیشواؤں کو نیچا دکھا کر ہزاروں لاکھوں ہندوؤں کو نور اسلام سے منور فرمایا۔ لیکن تاریخ اسلام پر پانی پھیر کر ہارٹ مین صاحب کو یہی کمزور ترین شہادت کا سہارا ملا ہے کہ چونکہ بوعلی سندھ کا باشندہ تھا اس لئے ساری اسلامی دنیا یعنی عرب، ترکستان، افریقہ، چین ہر جگہ صوفیاء پر صرف ایک صوفی بایزید بسطامیؒ چھا گئے اور سب پر بوعلی سندھی کا مسلک مسلط کر دیا۔ کیا ہم فاضل مصنف سے پوچھ سکتے ہیں کہ بایزید بسطامیؒ سے پہلے جو صوفیاء کرام ہو گزرے ہیں ان پر بوعلی سندھی اور بایزید بسطامی کے اثرات کیسے چھا گئے اور انہوں نے کس طرح تصوف کا مسلک اختیار کر لیا۔

Marfat.com

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی دنیا اور اسلامی تاریخ میں کہیں حضرت بایزید بسطامیؒ کے شیخ ابوعلی سندھی کا نام نہیں ملتا۔ معلوم نہیں جرمنی کے ہارٹ مین صاحب نے یہ بات کہاں سے حاصل کی۔ تاریخ اسلام تو یہ کہتی ہے کہ حضرت بایزید بسطامی کو حضرت امام جعفر صادقؒ کی روحانیت سے فیض حاصل ہوا ہے۔

انگلستان کے نامور مصنف اور مستشرق اعتدال پسند پروفیسر آربری نے بھی اسی بات پر ہارٹ مین کو چیلنج کیا ہے۔ اور اپنی کتاب مقدمہ (1) تاریخ تصوف میں لکھا ہے:

"معلوم نہیں کس وجہ سے ہارٹ مین نے یہ سمجھ لیا کہ نسبت سندھی کا مرجع ہندوستان کا صوبہ سندھ ہے اس سے زیادہ تو قرین قیاس یہ بات ہے کہ سندہ ایک بستی کا نام ہے جو بسطام کے قریب ہے اور ابی ورد سے زیادہ دور نہیں ہے۔ جیسا کہ یاقوت معجم البلدان کی جلد پانچ ص 152 میں درج ہے۔ چونکہ سندہ اور بسطام دونوں گاؤں ایک دوسرے کے قریب صوبہ خراسان میں واقع ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بایزید ساکن بسطام نے ابوعلی ساکن سندہ سے کچھ سبق حاصل کئے ہوں"

ہارٹ مین کے دیگر الزامات:

ہارٹ مین نے تصوف کے خلاف دیگر الزامات یہ لگائے ہیں کہ تصوف کی اصل زرتشت ہے۔ یہودی قبالہ ہے۔ عیسائی مسٹی سزم ہے اور نو افلاطونیت ہے۔ دیکھیئے ایک ہی سانس میں انہوں نے تصوف کے کتنے باب گنوا دیئے ہیں۔ کیا یہ تضاد بیانی نہیں ہے اور کیا ان کا ایک نظریہ (THEORY) دوسرے نظریات کو خود بخود ختم نہیں کر دیتا۔ افسوس ہے کہ اپنی تضاد بیانی SELF CONTRADICTION کو فاضل مصنف نے محسوس نہ کیا۔

ہارٹ مین کے اس الزام کے متعلق پروفیسر آربری کتاب مذکور میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اول تو یہ تمام نظریات ایک دوسرے کی نفی کرنے والے یعنی۔ HETROGENOUS ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ان متضاد نظریات کو کیسے یکجا کیا جا سکتا ہے اور کیسے چوں چوں کے مربے کو تصوف کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس سوال کا جواب ہارٹ مین یہ دیتے ہیں کہ اس کام

INTRODUCTION TO HISTORY OF SUFIISM-1

Marfat.com

کے ذمہ دار جنید بغدادی ہیں۔ لہذا ہارٹ مین کا مقصد یہ ہے کہ اب ان تمام شواہد کو جمع کر کے تجزیہ کیا جائے ممکن ہے کہ شاید ہمیں تصوف کی اصل کا کوئی ثبوت مہیا ہو سکے"

کمال ہے ہارٹ مین کی منطق کا ایک طرف تو وہ قطعی اور بین طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ تصوف کی اصل ہندومت ہے۔ دوسری طرف یہ بات کھڑی کر دی کہ تصوف کی اصل یہودی قبالہ ہے۔ اور زرتشت ہے اور عیسائی مسٹی سزم اور نو افلاطونیت NEOPLATONISM ہے۔ اب تیسری بات کہہ کر انہوں نے اپنی تمام باتوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ یعنی اب وہ یہ کہتے ہیں کہ اب ہم تمام یورپین سکالروں کو مل کر اس بات کا کھوج لگانا چاہیے کہ تصوف کی اصل کیا ہے۔ سبحان اللہ! کیسی منطق ہے۔

ولیم جونز کے الزامات:

ولیم جونز WILLIAM JONES ایک اور مستشرق ہیں جو تصوف کو ہندو ویدانت کا مرہون منت قرار دیتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ دونوں میں بقول ان کے مشابہت بہت ہے۔ پروفیسر آربری اس اعتراض کا یوں جواب دیتے ہیں:

"لیکن ولیم جونز کی قیاس آرائی کی بنیاد ایرانی شعراء کا کلام ہے۔ ان کو اصل عربی دستاویزوں کے مطالعہ کا موقع ہی نہیں ملا جن کے تجزیے کی اشد ضرورت ہے تا کہ تصوف کی اصل پر مزید روشنی پڑ سکے"

جان میلکم کے الزامات:

جان میلکم JOHN MALCOLM کا شمار ان مستشرقین میں ہوتا ہے جو ہندو ازم کو تصوف کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ ان کے متعلق پروفیسر آربری لکھتے ہیں:

"سر جان میلکم نے اپنی کتاب تاریخ فارس HISTROY OF PERSIA میں تصوف کے بنیادی اصولوں پر طویل بحث کی ہے۔ جو طویل غلط فہمیوں کا پلندہ ہے۔ میلکم کی نئی ریسرچ کا ماخذ کیپٹن گراہم GRAHAM کا وہ لیکچر ہے جو انہوں نے 1811ء میں بمبئی کی ادبی سوسائٹی میں دیا۔ جہاں تک خود گراہم کی معلومات کا تعلق ہے وہ ایسی کم مایہ اور کم پایہ ہیں کہ ان کی طرف ذرہ بھر التفات نہیں کیا جا سکتا۔ نیز میلکم نے جو صوفیاء کے سلاسل کی فہرست اور ان کے تمام اعداد و شمار دیئے ہیں وہ بھی بہت بے تکے ہیں۔ تصوف پر ایرانی اثرات کے برعکس پروفیسر آربری کتاب مذکور میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایران کے صوفی

Marfat.com

شعراء کے عارفانہ کلام کا یورپ پر گہرا اثر ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:

"ایران کا عارفانہ کلام کافی مدت سے جرمنی پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ اور جرمن کے نامور شاعر گوئٹے GOETHE اس سے بڑی حد تک متاثر ہوئے ہیں۔ فرانس میں وہاں کے مایہ ناز بزرگ سلوسٹر ڈے سیکی (SILVESTER DE SACY) پر بھی تصوف کا بڑا اثر ہوا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے 1819ء میں شیخ فریدالدین عطار کے پندنامے کا متن اور ترجمہ شائع کیا"

تھالک کے الزامات:

تھالک (THOLUCK) کے متعلق پروفیسر آربری لکھتے ہیں کہ:

"میلکم کی تاریخ فارس کے بعد یورپ میں بھی تصوف کے متعلق سب سے بڑی تصنیف ایف آر ڈی تھالک کی صوفیمس SUFIMUS ہے۔ جو عصر حاضر کے صحافت کے معیار کی رو سے ایک معمولی چیز ہے۔ تھالک اپنے قارئین پر اپنی عظیم ریسرچ اور لسانی قابلیت کا رعب جمانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کام میں وہ ناکامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنا نظریہ ثابت کرنے کے لئے ان کو جو مواد حاصل ہوا وہ بالکل ناکافی تھا۔ ان کے مواد کا زیادہ تر ذخیرہ ایران سے لیا گیا جو بہت ہی عامیانہ PRIMITIVE ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کتابوں کا مطالعہ تک نہیں کیا۔ تھالک کو ان مشکلات کا سامنا ہوا جو ہر ریسرچ سکالر کو پیش آتی ہیں۔

ریسرچ کی شاہراہ کو چھوڑ کر وہ مختلف شکوک وشبہات کے چنگل میں پھنس گئے۔ شروع میں یہ نظریہ قائم کیا کہ تصوف مشتق ہے، لفظ صوف (اون) سے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ تصوف کا ماخذ مجوسی فلسفہ روحانیت ہے لیکن اس نظریہ کا ان کو نہ کوئی ثبوت مل سکا اور نہ علمی دنیا میں اسے کسی نے قبول کیا۔ اس لئے وہ اس کو ترک کر کے اس نتیجے پر پہنچے کہ تصوف کی اصل عربستان کی عزلت نشینی ہے۔ اس کے بعد حلاج کے نظریہ توحید کے متعلق تھالک یہ ثابت کرتے ہیں کہ اناالحق جیسا بظاہر غیر شرعی کلمہ بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے اس حدیث کا حوالہ دیا ہے:"لی مع اللہ وقت لا یسعنی نبی المرسل و ملك المقرب"

"مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ یہ تعلق ہوتا ہے جہاں نہ کسی نبی مرسل اور نہ مقرب فرشتے کی رسائی ہو سکتی ہے"

Marfat.com

آخر میں تھالک قطعی طور پر یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ تصوف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی روحانیت کی پیداوار ہے۔ تھالک کی یہ قلابازیاں دیکھ کر پروفیسر آربری لکھتے ہیں کہ:

"مختلف مذاہب کے روحانی نظریات میں مشابہت ایسا جال ہے کہ اس میں سب پھنس جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مشابہت کی بنا پر تصوف کی تاریخ مرتب کرنا بے کار ہے۔ ذاتی طور پر میرا یہ خیال ہے کہ فی الحال ان تمام قیاس آرائیوں کو ختم کر کے کم از کم ایک نسل تک کہ ہم سب کو اس بات پر متفق ہو جانا چاہیے کہ اگر تصوف کی تاریخ مرتب کرنا مطلوب ہے تو ہمیں تصوف کے متعلق اسلامی اور صرف اسلامی ذرائع پر بھروسہ کرنا ہوگا"۔

اس کتاب میں وہ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

"براؤن کی ریسرچ اور ان کی تصوف کے متعلق گہری نظر کا مقابلہ آج تک کوئی نہیں کر سکا ان کی تمام تصانیف میں اسلامی تصوف کے ساتھ محبت اور گہری دلچسپی روح رواں کی طرح نظر آتی ہے بالخصوص ان کی کتاب "فارس کی ادبی تاریخ" ریسرچ کے میدان میں ایسا شاہکار ہے جس سے بڑھ کر کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے عالمانہ اور محققانہ انداز میں ثابت کیا ہے کہ تصوف کا فارسی شاعری پر کتنا بڑا اثر ہوا ہے"۔

آخر میں آربری اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ:

"تصوف کی تاریخ مرتب کرنے کے قابل صرف وہ لوگ ہیں جو تصوف کی تعلیمات کو خلوص اور محبت سے دیکھتے ہیں"

عیسائی پادری میکڈونلڈ کا اعتراض اور اعتراف:

انگلستان کے مشہور پادری ڈی۔ بی میکڈونلڈ (D-B MACDONALD) بہت بڑے عیسائی مبلغ، مشنری ہیں۔ جو عرصہ دراز تک مصر وغیرہ میں عیسائیت کی تبلیغ میں مشغول رہے اور تصوف کا گہرا مطالعہ کیا۔ اپنی اوائل عمر کی تصنیف RELIGIOUS ATTITUDES AND RESEARCH IN ISLAM میں تصوف کو عیسائی مسٹی سزم اور نوافلاطونیت کا مرہون منت قرار دیتے ہیں لیکن بعد کی ریسرچ کے نتیجے میں اپنا یہ نظریہ ترک کر کے اپنی کتاب ASPECTS OF ISLAM میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

"اب مجھے تصوف کی اصل کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اسلام کی ہر بات کی طرح تصوف کا تخم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھا۔ میرے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا ثبوت اسلام کی عظمت ہے۔ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر تصوف کی ہر چیز موجود ہے۔ قرآن میں ایسی عبارات بھی موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پکے صوفی تھے جو حقیقت کے بحر بیکراں میں بغیر کسی ظاہری راہ دکھانے والے اور نشاندہی کرنے والے کے آسانی سے سفر کر رہے تھے۔ قرآن مجید میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں کہ جن سے وحدت الوجود کی تائید ہوتی ہے"

میکس ہوڑٹن کے الزامات:

میکس ہوڑٹن (MAX HORTEN) کا شمار ان مستشرقین میں ہوتا ہے جو نظریۂ ہندو اثرات کے قائل ہیں۔ لیکن پروفیسر آربری جیسے تخت گیر ریسرچ سکالر ان کی یوں خبر لیتے ہیں:

"ہوڑٹن سے زیادہ کسی سکالر نے تصوف پر ہندو اثرات کے نظریہ ثابت کرنے میں زور نہیں لگایا۔ ان کے استدلال اور یکطرفہ فیصلوں کو کسی نے قبول نہیں کیا جب میکس ہوڑٹن لکھتے ہیں کہ منصور حلاج برہمن انداز فکر کا مالک تھا تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ آیا انہوں نے حلاج کے متعلق پروفیسر ماسینون (MASSIGNON) اور ڈاکٹر نکلسن کی رائے کا بھی مطالعہ کیا۔ جنہوں نے ثابت کیا ہے کہ منصور حلاج سچا موحد تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہوڑٹن کی تصانیف کا مقصد کھلم کھلا اکابرین اسلام کے خلاف کیچڑ اچھالنے کے سوا کچھ نہیں۔

آسن پلے سیوس کے الزامات:

مائیکل آسن پلے سیوس (MIGUL ASIN PLACIOUS) (اندلس) کے ایک مشہور مصنف ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ تصوف عیسائیت کا ممنون منت ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی پینتالیس ایسی آیات جمع کی ہیں۔ جن کا مطلب انجیل کی پینتالیس عبارتوں سے ملتا جلتا ہے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خود قرآن انجیل سے ماخوذ ہے۔ پروفیسر آربری نے اپنی کتاب مذکور میں اس کی یوں تردید کی ہے۔

Marfat.com

"قرآن خود صاف طور پر بیان کرتا ہے کہ جو وحی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی (80:3,91-85:2 وغیرہ) اس لئے اگر اسلامی تعلیمات اور عیسائی تعلیمات میں مشابہت نہ ہوتی تو الٹا یہ حیرانی کی بات ہوتی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں مذاہب کے قوانین اور روحانی اصولوں میں کافی یکسانیت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت ایک اور غیر منقسم ہے لہذا بلند روسانی مقامات پر یکسانیت کا ہونا ناگزیر تھا۔ انصاف کی بات کرنا علم وادب کا بہترین اصول ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ایک بھی غیر مسلم سکالر نے اس پر عمل نہیں کیا اور ہر شخص نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام میں جو بھی اچھائی ہے وہ دوسرے مذاہب سے حاصل کی گئی ہے۔ یہ دیانت دارانہ ثقافت نہیں ہے بلکہ بدترین مذہبی تعصب ہے۔ ہر چیز کی اچھائی ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے منطق کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ آئیں ہم پلے سیوس کے بیانات پر اسی انداز سے تنقید کرتے ہیں"

اس کے بعد پروفیسر آربری ایک طویل بحث کے ذریعے پلے سیوس کے الزامات کا جواب دیتے ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس کتاب میں آربری نے یہ بھی لکھا ہے کہ پلے سیوس نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے اسلام اینڈ ڈیوائین کامیڈی۔ اس کتاب میں انہوں نے بین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اٹلی کے مایہ ناز شاعر ڈانٹے (DANTE) کی مشہور تصنیف کامیڈیا ڈیوانا COMEDIA DEVINA میں سپین کے صوفی بزرگ ابن عربی کی نقل لگائی گئی ہے اس پر آربری لکھتے ہیں کہ یہ کتاب لکھ کر آسن پلے سیوس نے اپنی خود تردید کردی ہے کیونکہ ایک طرف تو ان کا خیال یہ ہے کہ صوفیاء اسلام عیسائیوں سے متاثر ہوئے اور کتاب مذکور میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ عیسائی ارباب روحانیت نے مسلم صوفیاء سے بڑی حد تک اثرات قبول کیے ہیں۔ آربری کے الفاظ یہ ہیں:

"لیکن اپنی کتاب ڈیوائن کامیڈی میں پلے سیوس اپنے آپ کو الٹے گیئر REVERSE GEAR میں ڈال کر یہ ثابت کر بیٹھے ہیں کہ ابن عربی جیسے مسلم صوفیاء کا ڈانٹے پر گہرا اثر ہوا۔۔۔۔ یہ کہنے سننے کے بعد جو حقیقت باقی رہ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ابن عربی جیسے بلند ترین اسلامی جوہر پر ہماری ریسرچ تا حال الف، با تک محدود ہے۔ ابن عربی کی مثال عظیم الشان پہاڑ کی ہے، جس کی چوٹی ابھی تک کسی سے سر نہیں ہوسکی۔ حتیٰ کہ یہ بھی کسی کو معلوم نہیں ہوسکا کہ اس چوٹی کے گرد کا علاقہ کیسا ہے۔ اور وہاں تک رسائی کا راستہ کیا ہے۔ ہمیں تو آج تک یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ ابن عربی کے علوم، حقائق ومعارف کے چشمے کہاں سے پھوٹتے

Marfat.com

ہیں۔جن سے عظیم الشان دریا نے نکل کر اسلامی اور عیسائی سرزمین کو برابر سرسبز و شاداب کر دیا۔۔۔۔اس سے ظاہر ہے کہ مستشرقین کی تصانیف میں جو فیصلے صادر کیے گئے ہیں ان سے کوئی مفید مطلب نہیں نکل سکتا"

آسن پلے سیوس کی کتاب اسلام اینڈ ڈیوائن کامیڈی کے متعلق آربری نے مزید لکھا ہے کہ:

"فاضل مصنف آسن پلے سیوس نے اپنی کتاب اسلام اینڈ ڈیوائن کامیڈی میں عظیم الشان شواہد سے ثابت کیا ہے کہ ڈانٹے اسلامی اصطلاحات سے بخوبی واقف تھے۔اور انہوں نے اپنی طویل نظم میں اگلے جہاں کا جو نقشہ کھینچا ہے۔اس کے لئے وہ ہسپانیہ کے عظیم صوفی ابن عربی کا مرہون منت ہے۔یہ ایک منفرد مثال ہے۔اسلامی دنیا کے اس عظیم الشان تہذیب وتمدن کے دریا کی جو یورپ کی طرف بہہ رہا تھا۔مثلاً سپین کے روحانی شاعر (MYSTIC) سینٹ جان آف دی کراس کا کلام پڑھنے کے بعد ممکن ہی نہیں کہ ہم اس نتیجے پر نہ پہنچیں کہ یہ سب سپین کے مسلم صوفیاء کا اثر ہے۔ جہاں تک کٹلان ریانڈ لولی (CATALAN REMOND LULY) کا تعلق ہے اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ انہوں نے مسلم صوفیاء سے گہرے اثرات قبول کئے کیونکہ وہ عربی زبان اچھی طرح جانتے تھے۔اور انہوں نے روم میں علوم اسلامیہ کی ایک درسگاہ قائم کر رکھی تھی"

ڈاکٹر نکلسن کا اعتراف:

اسلامی اثرات کے موضوع پر ڈاکٹر نکلسن (NICHOLSON)(1) لکھتے ہیں:

"روحانی سائیکالوجی اور روحانی بلندیوں کے متعلق اب بھی اہل مغرب اسلام سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ عیسائی یورپ نے تہذیب وتمدن کے میدان میں اسلام سے کتنا بڑا قرض حاصل کیا اس کی تفصیل معلوم کرنے میں ہم تاحال قاصر رہے ہیں۔البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ یہ قرض بہت بڑا تھا۔ہم لوگ یہ خیال بھی نہیں کرسکتے کہ ہمارے اکابر مثلاً ٹامس ایکوئی ناس (THOMAS ACQUINAS)، ایکھارٹ (ECKHART) اور ڈانٹے (DANTE) اسلامی اثرات سے محروم رہے ہوں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ روحانیت وہ علاقہ ہے جہاں اسلامی تصوف اور عیسائی روحانیت کا گہرا ملاپ ہوا۔اگرچہ ہماری ریسرچ اب تک نامکمل ہے۔پھر بھی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اسلام کی فتاوی تحریک کا قرون وسطے میں

IDEA OF PERSONALITY OF GOD(1

Marfat.com

یورپ کی گلڈ تحریک پر گہرا اثر ہوا"

آ گے چل کر نکلس اپنی کتاب IDEA OF PERSONALITY OF GOD میں لکھتے ہیں:

"یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ تصوف کی اصل قرآن اور سنت ہے اور جب تک ہم اسے اس کے اصل ماخذ (قرآن وسنت) کی روشنی میں نہ دیکھیں اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اب میں ایک اور بات کہتا ہوں۔ وہ بات جس کی بعض نے تردید کی ہے یا شک وشبہ سے دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے پیغمبر ہیں اور ان کی وحی خدا کی سچی وحی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ساری اسلامی دنیا کا اس بات پر اتفاق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حقیقت کے بغیر اسلامی تاریخ ہرگز اس قدر شاندار نہیں ہوسکتی تھی۔ لوگ خواہ کچھ کہیں قرآن میں بے شمار ایسی باتیں ہیں جو تصوف کی بنیاد ہیں اپنے شاگرد آربری کے خط کے جواب میں ڈاکٹر نکلسن نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تصوف کی شان میں جن جذبات کا اظہار کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

"سر عبداللہ سہروردی نے انڈیا اور انگلینڈ میں علمی اور ادبی کارناموں کے ذریعے اسلامی زندگی اور اسلامی تہذیب وتمدن کو جس طرح زندہ کیا ہے، اس سے مغربی دنیا میں صدیوں سے جو لاعلمی اور تعصب چلا آ رہا تھا اب وہ دور ہو رہا ہے۔ اور اسلام کی عظمت کا مہذب دنیا میں صحیح اندازہ ہونے لگا ہے۔ خاص طور پر ان کا ترجمہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا نہ صرف روس کے ادیب ٹالسٹائے (TOLSTOY) پر گہرا اثر ہوا ہے بلکہ میرے اپنے ہم وطن مفکرین کو بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور عملی زندگی کی بے بہا حکمتوں سے آگاہ کیا ہے۔ جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا مایہ ناز ورثہ ہے۔ جو انہوں نے بطریق احسن جمع کیا اور باقی دنیا تک پہنچایا اور یہ ان حضرات کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج یہ ورثہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کا مشترکہ سرمایہ بن گیا ہے۔ صوفیاء کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت مجھ پر بھی منکشف ہو چکی ہے کہ قرآن وحدیث کی دوہری بنیاد TWIN FOUNDATION کے بغیر نہ تصوف کی عالیشان اور خوبصورت عمارت تعمیر ہوسکتی تھی نہ قائم رہ سکتی تھی۔ جس فقر کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فخر قرار دیا وہ دراصل روحانی فقر تھا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سوا سب کچھ ترک کر سکتے تھے۔ اس فقر کا ظاہری نشان یہ تھا کہ آپ کو مالی دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی"

ڈاکٹر نکلسن آ گے چل کر لکھتے ہیں:

Marfat.com

"بہت سے مصنفین نے تاریخ تصوف لکھنے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن کوئی اطمینان بخش نتیجہ نہیں نکلا۔ اس کی وجہ معلوم کرنا مشکل نہیں۔ اب میں ایک قطعی بات کہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہم اس وقت تصوف کے متعلق جزوی طور پر کچھ بھی نہیں لکھ سکتے کیونکہ بدقسمتی سے تصوف کی بنیادی کتابیں تا حال غیر مطبوعہ نسخوں کی صورت میں رکھی ہیں۔ جن کے بغیر تصوف کا تنقیدی جائزہ ناممکن ہے۔ ماسینون (MASSIGNON) کی کتاب لاپیشن ڈی الحلاج LA PASSION DE AL HALLAJ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ جن دستاویزات پر ان کا انحصار رہا ہے۔ وہ اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی سکالر کے لئے اس وقت تصوف کے متعلق کوئی فیصلہ دینا ناممکن ہے۔ اس لحاظ سے ماسینون کا یہ کارنامہ ہمارے لئے ایک ٹیسٹ کیس (TEST CASE) ہے"

لوئی ماسینون کا اعتراف:

فرانس کے فاضل مصنف ڈاکٹر لوئی ماسینون (LUIS MASSIGNON) یورپ میں شیخ منصور حلاج پر سند AUTHORITY مانے جاتے ہیں۔ مائی سینون نے جان بوجھ کر حلاج کو اپنی ریسرچ کا مضمون اس لئے بنایا ہے کہ حلاج ایک اختلافی شخصیت ہیں اور اکثر مستشرقین نے ان کی طرف جست لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وحدت الوجود کی وجہ سے وہ عیسائی مذہب کی طرف راغب ہو گئے تھے اور اسلام ترک کر دیا تھا۔ اسلامی وحدت الوجود اور حلاج کی اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ حالانکہ غلبہ استغراق میں بھی وہ قید خانے کے اندر ہر رات 500 رکعت نفل ادا کرتے رہے جبکہ ان کو گرفتار کرنے والے خود کم سے کم فرائض اور سنن موکدہ پر اکتفا کرتے تھے۔ ماسینون کی دیانت اور محققانہ کاوشوں کے متعلق پروفیسر ربری لکھتے ہیں:

"مستشرقین کے لئے یہ کہہ کر خاموش ہو جانا کافی نہیں کہ حلاج نے نظریہ فنا ہندوؤں کے فلسفہ دھیان اور پتانجلی سے اخذ کیا۔ یہ نظریہ قبول کرنے سے پہلے چند امور کا ثابت کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے زیادہ اہم یہ اصول ہے کہ آیا اس زمانے میں اسلام اور ہندو مذہب کے درمیان تبادلہ خیال ممکن بھی تھا۔ ماسینون کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس اصول کے مطابق تصوف کی اصل کے متعلق تمام نظریات THEORIES پر ریسرچ کی ہے۔ مثلاً تصوف پر ہندو اثرات کا نظریہ۔ عیسائی اثرات کا نظریہ۔ ایرانی

Marfat.com

اثرات اور نو افلاطونیت کا نظریہ اور مجوسی اثرات کا نظریہ۔ اس تنقید قطع و برید اور تعدیل کے بعد ماسینون اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ:

تصوف اسلامی کی ابتدا قرآن ہے۔ جو ہمیشہ پڑھا جاتا ہے۔ جس پر ہمیشہ غور وخوض کیا جاتا ہے اور جس پر ہمیشہ مسلمانوں کا عمل رہا ہے۔ قرآن سے تصوف کا نشو ونما ہوا اور قرآن ہی تصوف کے تمام مقامات و منازل کا سرچشمہ ہے۔ یہاں تک کہ شطحیات (بظاہر غیر شرعی اقوال مثلاً انا الحق وغیرہ) بھی قرآن سے ثابت کئے جا سکتے ہیں۔ جبکہ صوفی ذات حق میں فنا ہو کر اپنی انا اور ذات حق کی انا میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا اور صیغہ واحد متکلم استعمال کرتا ہے۔

مارگریٹ سمتھ کا اعتراف:

مارگریٹ سمتھ کا شمار یورپ کے نامور سکالروں میں ہوتا ہے۔ یورپ میں وہ حارث محاسبیؒ پر اتھارٹی سمجھی جاتی ہیں۔ انہوں نے امام غزالیؒ پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "الغزالی" ہے۔ اس کتاب کے تیرہویں باب میں انہوں نے مسلم اور غیر مسلم ارباب روحانیت پر امام غزالی کے اثرات اور احسانات کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم صرف ان بڑے بڑے غیر مسلم روحانی پیشواؤں کا ذکر کرتے ہیں جو مارگریٹ سمتھ کی تحقیق کے مطابق امام موصوف سے فیضاب ہوئے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ 219 پر مارگریٹ سمتھ لکھتی ہیں:

"قرون وسطی کے یہودی فکر وفلسفہ پر بھی غزالیؒ کا بہت بڑا اثر ہوا۔ کیونکہ ان کی اخلاقی تعلیمات اپنے معیار میں یہودی فکر و نظر کے بہت مشابہ تھیں۔ چنانچہ ان کی تصانیف سے یہودی حلقہ ہائے علم و ادب بہت متاثر ہوئے اور غزالیؒ کی نہ صرف روحانی تعلیمات سے انہوں نے استفادہ کیا بلکہ ان کے فلسفیانہ نظریات کا بھی ان پر گہرا اثر ہوا۔ جیسا کہ میمونائڈس MAIMONIDES وغیرہ نے بے حد اثرات قبول کئے۔ غزالی کی موت کے ایک سو سال کے اندر اندر غزالی کی تصانیف کے عبرانی اور لاطینی تراجم وجود میں آ گئے۔ مثلاً یہودی فاضل ابن داؤد AVENDEATH جو ٹولاڈو TOLEDO کا باشندہ تھا اور 1090ء سے 1165ء تک حین حیات میں رہا۔ غزالی کی تعلیمات سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر کے ڈومینک گنڈی سلوس DOMINIC GINDISALVUS اور آرچ ڈیکن آف سیگویا ARCHDEACAN

Marfat.com

OFDSEGOVIA کی معیت میں ان کی فلسفہ کی تصانیف کے لاطینی زبان میں تراجم کیے۔ اسی طرح یہودی سکالر ابراہیم بن حساوی ABRAHAM IBN HASADI ساکن بارسیلونہ BARCELONA نے تیرہویں صدی عیسوی میں غزالیؒ کی کتاب "میزان العمل" کا عبرانی زبان میں ترجمہ کیا۔ غزالی کی کتاب "مشکوۃ الانوار" بھی یہودی حلقہ میں بہت مقبول ہوئی اور اسحاق الفاسی نے اس کا ترجمہ کیا۔ جس کے اقتباسات سولہویں صدی کے ایک یہودی سکالر موسےٰ بن حبیب ساکن نزبن نے اپنی تصانیف میں پیش کئے ہیں۔ موسیٰ بن حبیب شاعر اور فلسفی تھا"

آگے چل کر مارگریٹ سمتھ نے لکھا ہے کہ یہودی فلسفہ روحانیت کے دس نکات غزالیؒ کی کتاب "المعارف العقلیہ" میں موجود ہیں اور قبالہ کے تین مقامات عالم ناسوت، عالم مثال اور عالم علوی غزالیؒ کے عالم ملکوت، عالم جبروت اور عالم شہادت کی گونج ہیں۔ نیز یہودی روحانی کتاب زوھار بھی غزالیؒ کے فلسفہ روحانیت سے بہت مشابہ ہے۔ زوھار کی اصطلاحات "NEPHESH" "RUAH" اور "NESHAMA" اور غزالی کی اصطلاحات روح، نفس اور نسمہ مندرجہ رسالہ لدنیہ سے متعلق ہیں۔

عیسائی ارباب روحانیت پر غزالیؒ کے اثرات:

آگے چل کر صفحہ 219 پر مارگریٹ سمتھ امام غزالیؒ کی ان تعلیمات کا ذکر کرتی ہیں جن سے عیسائی روحانی پیشوا متاثر ہوئے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

"قرون وسطیٰ کے عیسائی ارباب روحانیت پر بھی غزالیؒ کا گہرا اثر ہوا۔ اور سب سے پہلے عیسائی فاضل یوحنا ابولفراج بارحبرائس YUHANNAABULFRAG BARMEQPAEUS المعروف گریگوریس GREGORIOUS ساکن ایشیائے کوچک (تاریخ پیدائش 1226ء) نے غزالیؒ کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا اور مسلم صوفیاء سے تربیت حاصل کر کے طرابلس میں سکونت اختیار کی۔ وہ عربی کے علاوہ قدیم شامی زبان (syriac) اور فارسی بھی جانتا تھا۔ اور بغداد میں رہنے کی وجہ سے غزالی کی تصانیف سے استفادہ کیا۔ بعد میں وہ یکے بعد دیگرے گیوبا GUBA لکابہ LAKABA اور حلب ALLEBA کا بشپ ہوا۔ انہوں نے علم روحانیت پر دو کتابیں لکھیں۔ ایک کا نام THE BOOK OF DOVE اور دوسری کا نام ETHIKON ہے۔ اور دونوں غزالی کی تعلیمات سے لبریز ہیں۔ اس کی

Marfat.com

تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے غزالیؒ کی کتب میزان العمل، احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت سے بھی گہرا اثر قبول کیا"۔

"لیکن غزالی کا اثر صرف مشرقی عیسائیت پر نہیں ہوا۔ بلکہ مغربی ممالک اٹلی اور سپین کے ارباب روحانیت MYSTICS بھی بہت متاثر ہوئے اور بارہویں صدی سے عربوں کے اثرات زیادہ تر صلیبی جنگوں کے ذریعے مغربی دنیا میں پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں شاہ فریڈرک ثانی نے نیپلز (NEPLES) میں ایک یونیورسٹی قائم کی۔ جہاں عربی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی اور اس کے اثرات پالرمو (PALERMO)(1) اور سالرمو (SALERMO)(2) تک پھیل گئے۔ یہاں تک کہ جب 130 سال کے بعد سسلی میں اسلامی دور حکومت کے بعد عیسائی تسلط قائم ہو گیا تب بھی عیسائی ارباب روحانیت اسلامی کتابوں سے استفادہ کرتے رہے"۔

"اگرچہ ٹالوڈر (3) پر 1085ء میں پھر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ پھر بھی یہ شہر اسلامی علوم کا مرکز رہا اور وہاں مشہور بشپ ریمانڈ RAyMOND نے عربی کتب کو اطالوی زبان میں تراجم کرانے کا مرکز قائم کیا۔ اس کے علاوہ ٹالوڈر میں علوم اسلامیہ کا ایک اور مرکز بھی قائم ہو گیا۔ جس کے اثرات جنوبی یورپ سے گذر کر شمالی یورپ تک پھیل گئے تھے۔ ان تمام مراکز میں غزالی کی تعلیمات پیش پیش تھیں اور اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عیسائی علم الکلام اور عیسائی مسٹی سزم کو اسلامی تعلیمات سے جو کچھ حاصل ہوا۔ اس میں غزالی کا بہت بڑا حصہ ہے"۔

آگے چل کر مارگریٹ سمتھ نے لکھا ہے کہ:

"غزالی کا سب سے زیادہ اثر یورپ کے روحانی پیشوا سینٹ اکوئی ناس ST-ACQUINAS پر ہوا۔ جو 1225 سے 1274 تک زندہ رہے۔ جنہوں نے اپنی کتاب "سمہ تھیول" SUMMATHEOL میں مسلم ارباب روحانیت سے فیضاب ہونے کا اعتراف کیا ہے جن میں غزالی بھی شامل ہیں۔ سنیٹ اکوئی ناس کی اس کتاب میں جا بجا غزالی کی کتب احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت کے حوالہ جات ملتے ہیں۔۔۔۔"

"سنیٹ اکوئی ناس نظریہ معرفت اور مشاہدہ حق میں سب سے زیادہ فیضیاب صوفیاء اسلام

---

1) یہ شہر سسلی (صقلیہ) کا دارالحکومت ہے۔ 2) یہ شہر بھی اس علاقے میں ہے 3) واقع اندلس

Marfat.com

اور بالخصوص غزالی سے ہوئے ہیں۔ جن کے علم لدنیہ کا ان پر گہرا اثر ہوا۔۔۔"

اپنی کتاب "سمہ تھیول" میں سینٹ ایکوئی ناس جس مقام مشاہدہ اور فنا کا ذکر کرتے ہیں وہ لفظ بلفظ غزالی کا نظریہ ہے۔

آگے چل کر صفحہ 223 پر مارگریٹ سمتھ لکھتی ہیں کہ:

"عیسائی ارباب روحانیت میں سے ریمانڈ مارٹن پر بھی غزالی کا گہرا اثر ہوا ہے۔ جس نے اپنی تصانیف میں غزالی کی کتب "مقاصد الفلاسفہ"، "احیاء العلوم" اور "میزان العمل" کا ذکر کیا ہے"۔

کتاب مذکورہ میں مارگریٹ سمتھ نے لکھا ہے کہ:

"قرون وسطی کے ایک روحانی پیشوا دانتے الیگوری DANTE ALIQERIERI ہیں جن کی تصانیف میں نہ صرف غزالی کے اثرات نمایاں ہیں بلکہ انہوں نے غزالی اور دیگر مسلم ارباب روحانیت کے احسانات کا بھی اعتراف کیا ہے۔ ان کی نظم (PARADISE) میں جو مراحل عروج پائے جاتے ہیں وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے واقعہ معراج کے مطابق ہیں۔"

کتاب کے صفحہ 225 پر مارگریٹ سمتھ لکھتی ہیں کہ:

"زمانہ قریب" میں جس عظیم شخصیت نے غزالی سے اثرات قبول کیے وہ فرانس کے مشہور روحانی پیشوا بلیس پاسکل (BLASE PASCAL)، (1623-1662) جن کو ریمانڈ مارٹن کی کتاب پوگی فیڈی (POGI FIDIE) کے ذریعے غزالی کی تعلیمات حاصل ہوئیں۔۔۔ ذات باری تعالی کے ثبوت میں بھی پاسکل نے امام غزالی کے دلائل پیش کیے ہیں"۔

مارگریٹ سمتھ نے اپنی مشہور تصنیف "الحارث المحاسبی" میں ثابت کیا ہے کہ تصوف کا منبع و مصدر قرآن و حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تصوف کے تمام ارکان مثل زہد، عبادت، ورع، قناعت، صبر و شکر، توکل اور رضا وغیرہ وغیرہ قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب میں ایک مقام پر وہ لکھتی ہیں کہ:

"الحارث المحاسبی کے تصوف کا پہلا منبع قرآن ہے۔ اور دوسرا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کا نام شریعت ہے"۔

ولیم سٹوڈرڈ کا اعتراف:

ولیم سٹوڈرڈ WILLIAM STODARD کا شمار منصف مزاج اور اعتدال پسند مصنفین

Marfat.com

میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب صوفی ازم SUFIISM میں لکھا ہے کہ:

"اسلام کے بغیر کوئی تصوف نہیں ہے۔ تصوف اسلام کی روح اور جان کی حیثیت رکھتا ہے۔ روحانیت ہر مذہب کی جان ہے۔ جسم کو جان سے جدا کرنا ایسا ظلم ہے کہ جس سے وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ماضی قریب میں اسلامی تصوف کو مغربی دنیا میں جس قدر اس ظلم سے نقصان پہنچا ہے کسی اور چیز سے نہیں پہنچا۔ آج بعض لوگ کہتے ہیں کہ تصوف کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ گویا وہ لوگ ہمیں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ انسان روح کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ ہم یہ تصور ہی نہیں کر سکتے کہ ایک عیسائی مسلک MYSTIC عیسائی مذہب کے بغیر یا ایک صوفی اسلام کے بغیر وجود میں آ سکتا ہے۔ اسلام کے بغیر تصوف ہرگز وجود میں نہیں آ سکتا"۔

وہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اسلام مجموعہ ہے ظاہر و باطن کا۔ ظاہر و باطن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس تعلق کو ایک مثال سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کے ظاہری حصہ یعنی شریعت کو ایک دائرہ کے محیط اور اس کی حقیقت یا بطون کو اس دائرہ کے مرکز سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ اور دائرے کا قطر وہ راستہ ہے جس کے ذریعے محیط یعنی شریعت سے ہو کر انسان مرکز یعنی حقیقت تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ یعنی عمل سے یقین تک اور یقین سے مشاہدہ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اس لئے شریعت یعنی اسلام کے ظاہری جسم کے بغیر حقیقت تک رسائی حاصل کرنا محال ہے"۔

آج کل کے مستشرقین کے احساس برتری SUPERIORITY COMPLEX پر ضرب لگاتے ہوئے ولیم سٹواڈ ارڈ لکھتے ہیں:

"ایک متوسط یورپین جو دور حاضر کی پیداوار اور ذہنی شکنجے میں گرفتار ہے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ایک گونا فخریہ احساس برتری میں مبتلا ہے۔ بعض لوگ شعوری یا لاشعوری طور پر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تہذیب حاضر عیسائی مذہب کا ظہور ہے۔ اس لئے وہ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ عیسائی مذہب باقی مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تقابل ادیان کے میدان میں اس سے بڑھ کر کوئی غلطی ممکن نہیں"۔

شریعت اور طریقت کے باہمی تعلق کے متعلق ولیم سٹوڈارڈ مزید کہتے ہیں کہ:

"دراصل شریعت ظہور ہے حقیقت کا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء ہمیشہ شریعت کی حمایت میں کمربستہ

Marfat.com

رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بایزید بسطامیؒ نے ساری عمر خربوزہ اس خوف سے نہ کھایا کہ ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور طرح سے اسے کاٹا اور تناول فرمایا ہو۔ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم پیروی کا مرتکب ہو جاؤں"۔

شریعت اور تصوف کی ہم آہنگی کے متعلق ولیم سٹوڈارڈ مزید لکھتے ہیں:

"مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تصوف شریعت سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ لوئی ماسینون اور دوسرے دانشوروں نے ثابت کیا ہے۔ تصوف کی ہر چیز اور صوفیاء کا ہر فعل قرآن پر مبنی ہے اور قرآن ہی شریعت کا مدار ہے۔ اس سے ان تمام الزامات کی تردید ہوتی ہے کہ تصوف بیرونی اثرات کا ممنون ہے۔ مثلاً نو افلاطونیت، عیسائیت یا ہندو مذہب کا"۔

ولیم سٹوڈارڈ اس الزام کی پرزور تردید کرتے ہیں کہ تصوف کے اندر ابن عربی کا نظریہ وحدت الوجود، عیسائی اور نو افلاطونی اثرات کا نتیجہ ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"تصوف کا بنیادی اصول وحدت الوجود ہے۔ جس سے مراد وجود حق ہے۔ حالانکہ وحدت الوجود کی اصل شہادۃ (مشاہدہ) ہے جو لا الہ الا اللّٰہ کا مفہوم ہے۔ کیونکہ لا الہ الا اللّٰہ کا مطلب صرف یہ نہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں، بلکہ یہ بھی ہے کہ سوائے خدا کے کوئی وجود حقیقی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں ایک نام حق بھی ہے۔ جس کا مطلب ہے حقیقت یا سچائی REALITY OR TRUTH۔ صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ اضافی یا اعتباری وجود (وجود کائنات) کالعدم ہے اور جز (FINITE) کا بغیر کل (INFINITE) کے کوئی وجود نہیں۔ اسلام میں انسان صرف قرآن کے ذریعے جو خدا کا کلام ہے یا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن کا خلاصہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللّٰہ ہے۔ اس شہادت کے ذریعے انسان ایک تو خدا کی وحدانیت دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں سے اپنے حصہ کا فیض لے سکتا ہے"۔

ایچ۔ سی۔ ہاپولڈ کا اعتراف:

ایچ۔ سی۔ ہاپولڈ (HAPPOLD) کا شمار مستشرقین میں نہیں بلکہ روحانی لوگوں میں ہوتا ہے وہ اپنی کتاب مسٹی سزم MYSTICISM میں لکھتے ہیں کہ:

"اسلام جیسے سب سے زیادہ تنزیہی TRANSCENDENTAL مذہب کے اندر شاندار روحانی

Marfat.com

عروج کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔۔۔۔اگرچہ صوفیاء اسلام کے مشاہدات وہی ہیں جو دوسرے مذاہب کے ارباب روحانیت کے ہوتے ہیں۔لیکن صوفیاء کرام میں چند ایسے عناصر ہیں جو روحانیت کے طالب علم کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔صوفی کے لئے ترک دنیا ضروری ہے لیکن صوفی کا ترک اور قسم کا ہے۔ صوفی طالب مولا ہوتا ہے اور طلب مولا میں صوفی کے لئے ضروری ہے کہ دنیا کو ترک کر کے پس پشت نہ ڈال دے بلکہ دنیا کے اندر گھس کر اس کی حقیقت اور ماہیت کو پالے۔ یہ بات باقی ارباب روحانیت میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ صوفی کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ دنیا کے اندر گھس کر اس کی حقیقت معلوم کرے اور اس بات کے لئے اس کو تزکیہ نفس کی ضرورت پڑتی ہے۔تاکہ تکبر سے بالاتر ہو کر رائے قائم کرے اور نفسانیت سے بالاتر ہو کر لوگوں سے معاملہ کرے اور اپنے جذبات اور خواہشات پر قابو پا سکے اور یہ بات دنیا میں رہ کر حاصل ہو سکتی ہے۔خدا تک پہنچنے کا یہی اور صرف یہی راستہ ہے۔جس کے بعد وہ ذات حق کے ساتھ ایک ہو کر حقیقت اشیاء کو سمجھتا ہے اور سورج اور ستاروں کی حرکات کو اسی نور سے دیکھتا ہے۔ چونکہ صوفی ذات حق میں گم ہو جاتا ہے۔وہ دنیا کی حقیقت کو بہتر سمجھ سکتا ہے۔وہ کائنات کو ایسے دیکھتا ہے جیسے خدا (یعنی خدا کی بصیرت سے دیکھتا ہے) حدیث میں بھی یسمع بہ یبصر بہ آیا ہے) اس کے بعد دنیا اسے کچھ اور نظر آتی ہے۔اس کو دنیا کی قباحت کے نیچے حسن اور نقائص کے پیچھے کمال نظر آتا ہے۔وہ ہر چیز میں نیا راگ سنتا ہے۔ ہر شے میں نیا رنگ دیکھتا ہے۔اور ہر جگہ اس کو نئی خوشبو محسوس ہوتی ہے یہاں پر دونوں قسم کے مشاہدات جمع ہو جاتے ہیں۔مشاہدہ حق اور مشاہدہ کائنات۔۔۔۔بعض صوفیاء کے منہ سے بے ساختہ غیر شرعی کلمات نکل گئے لیکن غزالیؒ جیسے اکابر صوفیاء نے میدان میں آ کر تصوف اور شریعت کو ایک ثابت کیا۔اور فنا فی اللہ جیسے مشکل مقامات کو ایسے الفاظ میں بیان کیا جو شریعت سے متصادم نہیں ہوتے"۔

کیسے سنہری الفاظ میں مصنف نے اسلامی تصوف اور دیگر مذاہب کے فلسفہ روحانیت میں فرق بیان کیا ہے کیونکہ ہاپولڈ خود ایک روحانی پیشوا ہیں۔انہوں نے تصوف کی وہ خصوصیات بتائی ہیں جو تصوف کے حقائق سے ناواقف آدمی نہیں بتا سکتا۔خواہ ظاہری عالم دین کیوں نہ ہو۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ تزکیہ نفس کئے بغیر لوگ تصوف کے متعلق رائے زنی شروع کر دیتے ہیں۔اگر تزکیہ نفس جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں صحیح معنوں میں ہوتا تو کبھی انکار نہ کرتے۔

Marfat.com

میکڈونلڈ پر صوفی مجالس کا اثر:

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ڈی۔بی میکڈونلڈ ایک بہت بڑے عیسائی مشنری تھے جو مصر میں تبلیغ عیسائیت پر مامور تھے۔اگرچہ انہوں نے بھی اوائل عمر میں صوفیاء پر اعتراض کئے ہیں تاہم وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب وہ صوفیاء کی مجالس میں شریک ہوتے تھے تو ان پر ان کا بڑا روحانی اثر ہوتا تھا۔ ایک دن وہ مسلمانوں کے شکار کو نکلے تو ان کو محسوس ہوا کہ وہ خود شکار ہو رہے ہیں۔وہ اپنی اس حالت کو اپنی کتاب ASPECTS OF ISLAM میں یوں بیان کرتے ہیں:

"جہاں تک زندہ اولیاء کا تعلق ہے ہماری مغربی دنیا میں ان کا بہت فقدان ہے اس لئے میں اکثر متوفی اولیاء کی تلاش میں رہتا تھا۔جن کی اسلامی دنیا میں کوئی کمی نہیں۔ان کے مزارات پر میں احترام سے جاتا تھا اور فاتحہ پڑھتا تھا۔معلوم نہیں قبر والوں کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان کو بھی کوئی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں۔البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا اور میں نے وہاں (یعنی مزارات پر) جا کر خدا کا قرب محسوس کیا"۔۔۔۔دیکھئے! غیر مسلم پادری کو بھی مزارات سے فیض حاصل ہوا اور اس کو محسوس بھی ہوا کہ مجھے فیضان (INSPIRATION) ملا ہے۔ایک دفعہ انہوں نے مجلس ذکر میں شمولیت کی اور یہ ان کے تاثرات ہیں:

"میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ میں پرزور الفاظ میں کہتا ہوں کہ مجھ پر بہت اثر ہوا۔ مجھے یہ محسوس ہوا کہ غیب سے میرے سمیت تمام حاضرین پر ایسی روحانیت چھا رہی تھی جو اور کسی جگہ نہیں ملتی"۔

یہ ہیں مجالس ذکر کے فیوض و برکات جو ایک عیسائی کو بھی محسوس ہو رہے تھے۔کاش کہ ہمارے مسلمان اس قدر رتز کیہ نفس کر لیتے! میکڈونلڈ نے بیان کیا ہے وہ ایک صوفی کو عیسائی بنانے میں کامیاب تو ہو گئے لیکن وہ ہمیشہ مغموم رہتا تھا اور اپنے کئے پر پچھتاتا تھا۔میکڈونلڈ کے الفاظ یہ ہیں:

"دراصل مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ آدمی اپنی سابقہ مذہبی زندگی پر نظر ڈال کر کہتا تھا کہ اب مجھ پر وہ حالت طاری نہیں ہوتی۔جو اسلامی زندگی میں ہوتی تھی۔ جس سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کہیں دور کے فاصلے پر کیا ہو رہا ہے۔اور اس کی آواز سن بھی سکتا تھا۔لیکن مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ آدمی اب افسوس کر رہا

Marfat.com

ہے۔اب وہ ان نعمتوں سے محروم ہو گیا ہے۔ اگر چہ وہ یہ بات زیادہ واضح طور پر نہیں کہہ سکتا تھا لیکن وہ اس چیز کی کمی بہت محسوس کرتا تھا۔

سپنسر ٹرنگھم کا اعتراف:

SPENCER TRINGAHAM نے سلاسل طریقت پر ریسرچ کی ہے وہ اپنی کتاب موسومہ SPIRITUAL ORDERS میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمام سلسلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتے ہیں۔اور تمام سلاسل طریقت کا منبع اور مرکز پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ یہ بہت اہم تصنیف ہے۔جس کی عدم موجودگی میں مستشرقین غلط فہمی میں مبتلا ہو کر تصوف کا منبع اور مصدر دیگر مذاہب میں تلاش کرتے پھرتے تھے بلکہ فاضل مصنف نے خود مستشرقین کی اس غفلت اور غلط فہمی کی شکایت کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"جہاں اسلامی تصوف کی طرف مستشرقین نے زبردست کشش محسوس کی ہے انہوں نے تصوف کے تنظیمی پہلو یعنی سلاسل طریقت کو پوری طرح نظر انداز کر رکھا ہے"۔

کتاب مذکور میں فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ:

"جس حسن وخوبی سے اسلامی تصوف کی تحریک نے عوام اور خواص کی ہدایت کی اس کی مثال عیسائی دنیا میں نہیں ملتی۔ جہاں اب تمدن جدید نے مزید تباہی مچادی ہے"۔

سپنسر ٹرنگھم بھی تصوف پر بیرونی اثرات کی تردید کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

"صوفی ازم (تصوف) اسلام کی اپنی چیز ہے جو بیرونی اثرات سے بالکل متاثر نہیں ہوئی، یاد الٰہی کی بدولت صوفیاء کو اندرونی بصیرت حاصل ہوئی جس سے ان کی زندگیاں منور ہو گئیں"۔

اینی میری شمل کا اعتراف:

جرمنی کی مشہور سکالر، مستشرق (ANNEMARIE SCHIMMEL) نے تصوف کا سب سے گہرا مطالعہ کیا ہے۔ انہوں نے سیکنڈ ہینڈ (مستعار اصطلاحات) پر انحصار نہ کرتے ہوئے خود اسلامی ممالک میں ریسرچ کا فریضہ ادا کیا۔علماء ومشائخ اسلام سے تبادلہ خیال کیا ہے۔ راقم الحروف سے بھی ان کی ملاقاتیں ہوئیں اور مسائل تصوف زیر بحث آئے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں

Marfat.com

نے دلی خلوص اور محبت سے تصوف کا مطالعہ کیا اور جہاں بھی اکابر صوفیاء کا ذکر کرتی ہیں ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتی ہیں۔ اس کے برعکس بعض مستشرقین نے اکابر اسلام کے حق میں سخت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ انہوں نے مولانا رومؒ، غالب، اقبال، شاہ عبدالطیف بھٹائی اور خواجہ میر درد کے صوفیانہ کلام کا بغور مطالعہ کیا ہے اور داد دی ہے۔ انہوں نے اس عمیق ریسرچ کے نتیجے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے (MYSTICAL DIMENSIONS OF ISLAM)۔ سب سے پہلے انہوں نے پروفیسر آربری کی طرح یہ اعتراف کیا ہے کہ صوفیاء کا کلام سمجھنا ناممکن کے برابر ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ:

"روحانی مشاہدات کا تجزیہ ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ کیونکہ حقیقت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا"۔

دیگر منصف مزاج اور اعتدال پسند مستشرقین کی طرح اینی میری شمل بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہیں کہ الٹا تصوف سے عیسائی ارباب روحانیت نے اثرات قبول کئے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ:

"یورپ پر سب سے پہلے تصوف کا اثر ریمانڈ لل (REMOND LULL) پر ہوا جن کا سن انتقال 1316ء ہے۔ اس سے ایک صدی بعد ولیم جونز (WILLIAM JONES) نے فارسی شاعری کا مطالعہ کیا اور بالآخر خواجہ حافظؒ کے دایوان کا ترجمہ کیا۔ خواجہ حافظ کا انگریز مستشرقین پر بڑا اثر ہوا۔ لیکن انیسویں صدی کے بعض مصنفین نے غلط معانی لئے اور غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ ان لوگوں نے خواجہ حافظ کے کلام کے ظاہری معانی لئے۔ اسی لئے تصوف کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رہے"۔

آگے چل کر وہ لکھتی ہیں کہ:

"انیسویں صدی میں تصوف کے متعلق اس قدر مواد جمع ہو گیا کہ اہل قلم اس کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے لگے۔ ہاں بعض کتابیں ایسی بھی لکھی گئی ہیں جن میں متقدمین صوفیاء کے تذکرے نہیں ملتے۔ اس کی وجہ سے ان کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسلام کی سرزمین بنجر اور روحانیت سے خالی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے متعلق نہ ان لوگوں کو علم تھا۔ اور نہ وہ سمجھ سکتے تھے۔۔۔ جرمنی کے فاضل پروفیسر مذہبیات تھالک نے 1821ء میں تصوف پر پہلی کتاب لکھی۔ حیرت کی بات ہے کہ پروفیسر تھالک اگرچہ کٹر پروٹسٹنٹ ہیں جو روحانیت کے حامی نہیں ہوتے۔ تاہم انہوں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ تصوف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی روحانیت کی پیداوار ہے اور اسی سے ان کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے"۔

Marfat.com

پروفیسر شمل کتاب مذکور میں تصوف پر ہندو اثرات کی یوں تردید کرتی ہیں:

"میکس ہارٹن سمیت بہت سے سکالروں نے تصوف پر ہندو اثرات کا نظریہ پیش کیا ہے لیکن اس کے متعلق کوئی واضح ثبوت نہیں لا سکے"۔

تصوف کے متعلق پروفیسر شمل کی اپنی رائے یہ ہے:

"تصوف کا منبع پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تصوف کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے۔ جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قرآن کی صورت میں نازل ہوئی۔ قرآن مسلمانوں کے نزدیک غیر مخلوق ہے۔ اور سب کے لئے خاص کر صوفیاء کے لئے رشد و ہدایت کا مینارہ نور رہا ہے۔ قرآنی علوم اور حقائق کے بیان کرنے میں صوفیاء اسلام نے سب سے زیادہ حصہ لیا ہے اور قرآن کے الفاظ نے ان کے لئے مشعل ہدایت کا کام دیا ہے۔ مزید برآں قرآن ہی وہ سرچشمہ ہے جس سے صوفیاء کو روحانی احوال و مقامات حاصل ہوئے اور کشف و کرامات اور استغراقی کیفیات نمودار ہوئیں۔ صوفی ازم کی اصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سلسلہ روحانیت کی پہلی کڑی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم ولایت ان کے چچازاد بھائی علیؓ ابن ابی طالب کو حاصل ہوئے"۔

آگے چل کر اینی میری شمل لکھتی ہیں:

"اہل مغرب اصحاب قلم کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تصویر رہتی ہے جو صدیوں کی نفرت اور عداوت سے پیدا ہوئی۔ ان کے نزدیک وہ محض ایک ہوشیار سیاستدان تھے یا زیادہ سے زیادہ ایک جھوٹے مذہب کے بانی تھے۔ جنہوں نے تورات اور انجیل کی نقل لگائی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمالات کا علم کسی کو نہیں"۔

اس کے بعد وہ ان صحابہ کرامؓ کا ذکر کرتی ہیں جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی فیض حاصل ہوا۔ اور ان کا ذکر جن کو صحابہ کرام سے فیض حاصل ہوا۔ غرضیکہ انہوں نے فیضان نبوی ﷺ کا ایک مسلسل شجرہ بنا کر پیش کیا۔ جن کو سلاسل طریقت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ:

"اس سلسلہ طریقت میں وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ اصحاب صفہ ابوذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ اور اویس قرنیؓ ہیں۔ جن کا مسلک آنے والے صوفیاء نے اختیار کیا اور جو اسلام، ایمان و احسان پر مبنی ہے۔ ایک حدیث میں احسان کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ خدا

Marfat.com

کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر دیکھ نہیں سکتے تو یہ کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے"۔

اس سلسلہ میں پروفیسر شمل ایک اور مستشرق پیری نیویا کا مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتی ہیں:

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں امام جعفر صادقؒ تصوف کے سب سے بڑے معلم ہیں۔ امام صاحب کی تفسیر جو سُلمی کی تفسیر میں محفوظ ہوچکی ہے۔ حقائق تصوف کا بہترین خزانہ ہے۔ امام جعفر صادقؒ کے نزدیک قرآن کے چار مطالب ہیں۔ قرآن کا ظاہر عوام کیلئے ہے، اشارات خواص کیلئے۔ لطائف اولیاء کیلئے اور حقائق انبیاء کیلئے"۔

کاش کہ ہمارے علمائے ظواہر قرآن کے متعلق مندرجہ بالا حقائق سے آگاہ ہوتے۔ اگر ہوتے تو آج یہ تفرقہ بازی نہ ہوتی۔

پروفیسر شمل نے ایڈورڈ براؤن اور نکلسن جیسے اکابر کی تردید سے بھی دریغ نہیں کیا وہ لکھتی ہیں:

"ہمیں براؤن کے اس قول سے اتفاق نہیں کہ ذوالنون پہلا شخص ہے جس نے نظریہ وحدت الوجود پیش کیا اور نہ ہم نکلسن کے اس قول سے متفق ہیں کہ تصوف کی اصل فلسفہ یونان ہے۔ کیونکہ حدیث قدسی بی یسمع اور بی یبصر میں کوئی فلسفیانہ بات نہیں ہے اور نہ ہی ذوالنون مصری کے اس قول میں فلسفہ کی کوئی بات ہے۔ کہ "میں نے خدا کو خدا سے جانا"۔

اسی طرح شمل نے اپنے ہموطن سکالر روڈلف آٹو (RUDOLF OTTO) کی بھی تردید کی ہے۔ نیز انہوں نے پروفیسر ہلمٹ ریٹر (HELMUTRITTER) اور آر سی ذہنر (R-C ZAEHNER) کے اس قول کی تردید بھی کی ہے کہ بایزید بسطامی کے تصوف کی اصل ہندو مذہب ہے۔ انہوں نے یورپ کے ان مصنفین کی بھی تردید کی ہے جنہوں نے حلاج پر الزام تراشی کی ہے۔ مثلاً ایڈوارڈ پیکاک۔ کریمر۔ ہارٹن۔ میکڈونلڈ وغیرہ اور نکلسن اور ماسینون کے اس قول کی تائید کی ہے کہ حلاج کا تصوف قرآن اور حدیث پر مبنی تھا۔ یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے۔

اہل یورپ پر تصوف کے اثرات بیان کرتے ہوئے پروفیسر شمل لکھتی ہیں:

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا موتوا قبل ان تموتوا۔ (مرجاؤ مرنے سے پہلے) فارسی شاعری کے ذریعے یہ تمثل یورپ میں جا پہنچی۔ جس کے نتیجے میں گوئٹے نے اپنی مشہور نظم SELIGE SCHNSUTCHT میں موت قبل از موت کا ذکر کیا ہے۔ نیز گوئٹے کی نظم STUB

Marfat.com

WERDE بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حدیث کا ترجمہ ہے۔ اور یہی حلاج اور دیگر صوفیاء کے تصوف کا سنگ بنیاد ہے"۔

دیکھیے، کس قدر پر مغز ریسرچ ہے۔ ان حقائق کو غور میں لایا جائے تو تمام اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ کتاب مذکور میں پروفیسر شمل نے لکھا ہے کہ حلاج کی موت کے بعد صوفیاء نے جو کتابیں لکھی ہیں انہوں نے اس بات کی پرزور حمایت کی ہے کہ تصوف و شریعت اسلامیہ کے مابین کوئی نزاع نہیں ہے۔ مثلاً ابونصر سراج کی کتاب اللمع۔ کلاباذی کی کتاب "تعرف"۔ ابو طالب مکی کی کتاب "قوت القلوب" سُلمی کی کتاب "طبقات الصوفیہ"، اصفہانی کی کتاب "حلیۃ الاولیاء"، امام ابو قاسم کا رسالہ، سید علی ہجویری کی کتاب "کشف المحجوب" اور امام غزالیؒ کی کتاب "احیاء العلوم" ان تمام کتابوں میں تصوف اور شریعت کی ہم آہنگی ثابت کی گئی ہے"۔

فاضل مصنفہ نے آگے چل کر لکھا ہے کہ تصوف کے تینوں اصول، شریعت، طریقت اور حقیقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں موجود ہیں: الشریعة اقوالی، والطریقة افعالی والحقیقة احوالی۔

اس کے بعد وہ تصوف کے تمام حقائق و مسائل کو قرآنی آیات سے ثابت کرتی ہیں انہوں نے توبہ، ورع، خلوص، زہد، توکل، فقر، فنا، صبر، شکر، خوف، رجا، ادب، قبض، بسط، محبت، معرفت، انس، ہیبت، قرب، شوق اور عشق وغیرہ کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا ہے۔

آگے چل کر وہ بعض لوگوں کے اس الزام کی نفی کرتی ہیں کہ فنا سے حلول واتحاد لازم آتا ہے فنا کی جو تعریف فاضل مصنفہ کرتی ہیں وہ صوفیاء کی تعریف کے عین مطابق ہے:

"فنا کیا ہے۔ سالک کا ذات حق میں گم ہو جانا اور اپنی نفی کرنا ہے"

ظاہر ہے کہ اس سے نہ حلول لازم ہے نہ اتحاد۔ حلول واتحاد کا عقیدہ یہ ہے کہ ذات حق رام اور کرشن میں اتر آئی۔ اور وہ خدا بن گئے۔ لیکن اسلام کے عقیدہ فنا میں یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں۔

روڈلف اوٹو کی نکتہ چینی:

ایک جرمن ماہر روحانیات روڈلف اوٹو (RUDOLF OTTO) نے اپنی کتاب میں

Marfat.com

ذات حق کی دو صفات جمال اور جلال کا تقابل کیا ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر شمل لکھتی ہیں کہ:

"اس سے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ پہلے مسلم صوفی ذوالنون مصریؒ نے حق تعالیٰ کی صفت جمال، صفت جلال کا بیان کر کے تیسری صفت کمال سے یکجا کر دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو چیز روڈلف اوٹو نے بیان کی ہے صوفیاء اسلام کو کئی صدیاں پہلے اس کا علم تھا"۔

تھامس آرنلڈ کا اعتراف:

ڈاکٹر اقبال کے استاد اور انگلستان کے مشہور سکالر تھامس آرنلڈ (THOMAS ARNOLD) کی کتاب دعوت اسلام (PREACHING OF ISLAM) کا موضوع بھی یہی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اپنی بے پناہ روحانی قوت اور صداقت کی بنا پر پھیلا ہے۔ انہوں نے دنیا کے ان تمام ممالک کا جائزہ لیا ہے جہاں مسلمانوں نے حکومت کی ہے یا تاجر اور مبلغ اسلام بن کر گئے اور نہایت تفصیل کے ساتھ صوفیاء کرام اور دیگر علماء وصلحاء کی تبلیغی مساعی اور کامیابیوں کو بیان کیا ہے۔ یہ کتاب کافی ضخیم ہے اور پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ سطور ذیل میں صرف برصغیر سے متعلق فاضل مصنف کے بیانات نقل کئے جاتے ہیں کیونکہ مستشرقین کو اکثر تصوف اور ہندو فلسفہ روحانیت کے درمیان مشابہت سے دھوکہ ہوا ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ:

"بنگال میں اسلامی اثرات کی واضح دلیل صوفیاء اور مشائخ کے مزارات ہیں۔ جن پر آج بھی لوگوں کے ہجوم رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ جلال الدین تبریزیؒ ہیں۔ جو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے اور جن کا 1244ء میں انتقال ہوا۔ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں وہ کئی ممالک کا دورہ کرتے ہوئے بنگال پہنچے جہاں ان کا مزار ہے۔ اور اوقاف کی جائیداد منسلک ہے۔ آپ کی بہت کرامات مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی نگاہ سے ایک ہندو گھوسی کو مسلمان بنا دیا"۔

اس کے بعد فاضل مصنف نے ہندوستان کے دوسرے حصوں میں صوفیاء کرام کی تبلیغی کوششوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک شیخ اسماعیل ہیں۔ جن کا شمار بخارا کے سادات میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ:

"شیخ اسماعیلؒ ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ تھے جو سب سے پہلے 1000ء میں لاہور آ کر تبلیغ

Marfat.com

اسلام میں مشغول ہوئے۔ ان کی مجالس پند ونصیحت میں ہزاروں لوگ شامل ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے اور نومسلموں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوا۔ ان کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جوان سے ملنے آتا مسلمان ہو کر جاتا۔ آگے جا کر تھامس آرنلڈ لکھتے ہیں کہ:

"مغربی پنجاب کی ہندو اقوام شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ اور بابا فرید گنج شکر کی تعلیمات سے مسلمان ہوئیں۔ جو تیرہویں اور چودہویں صدی عیسوی کے بزرگ ہیں۔ جواہر فریدی کے مصنف اصغر علی نے لکھا ہے کہ بابا فرید الدینؒ کی تبلیغی مساعی سے پنجاب کی سولہ بڑی قوموں نے اسلام قبول کیا"۔ آگے چل کر تھامس آرنلڈ لکھتے ہیں کہ:

"ہندوستان میں سب سے زیادہ مشہور اور اسلامی تبلیغ کی شاہراہ تعمیر کرنے والے بزرگ شیخ خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان کی راجدھانی اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ بحستان کے رہنے والے تھے جو فارس کے مشرق میں ہے۔ ہندوستان میں جا کر تبلیغ اسلام کرنے کا حکم آپ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوا جب آپ حج کے موقع پر مدینہ کی زیارت کو گئے۔ ان کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"خداوند عالم نے ہند کا ملک تجھے دیا ہے۔ وہاں جاؤ اور اجمیر میں مقیم ہو جاؤ۔ خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے اور تمہاری اور تمہارے مریدین کی برکت سے اسلام اس ملک میں پھیل کر رہے گا۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی اور ہندوستان کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب دہلی پہنچے تو وہاں سات سو ہندو آپ سے مل کر مسلمان ہوئے۔ آپ کی تبلیغ کی بدولت ہندو لوگ رفتہ رفتہ اسلام قبول کرنے لگے۔ آخر ان کے راجہ کا گرو مقابلہ کے لئے نکلا اور وہ بھی مسلمان ہو گیا"۔

آگے جا کر ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ:

"صوفیاء میں سے ایک بخارا سے آئے ہوئے سید تھے۔ جن کا نام سید جلال الدین بخاری تھا۔ آپ 1199ء میں پیدا ہوئے اور 1244ء میں ریاست بہاولپور کے قصبہ اوچ میں آ کر سکونت اختیار کی۔ آپ نے گردونواح کی ہندو اقوام کو مسلمان کیا۔ اور 1291ء میں رحلت کی۔ آپ کے خاندان میں بہت زیادہ اولیاء پیدا ہوئے۔ جو ہمیشہ تبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔ اور آج تک ان کی تبلیغ کے مراکز موجود ہیں۔ آپ کے خاندان میں سید جلال الدین ثانیؒ اور سید احمد کبیرؒ بھی بڑے مشائخ ہوئے۔ جنہوں

Marfat.com

نے پنجاب کی بہت قوموں کو مسلمان بنایا۔ اوچ سے ایک میل مشرق میں ایک اور بزرگ حسن کبیر الدینؒ کا مزار ہے جن کے والد کا نام سید صدر الدینؒ تھا۔ جو سید جلال الدینؒ کے ہم عصر تھے۔ باپ اور بیٹے دونوں نے کثیر تعداد میں کفار کو مسلمان بنایا۔ حسن کبیر الدینؒ کے اندر اس قدر روحانی قوت تھی کہ جس ہندو پر ان کی نظر پڑتی مسلمان ہو جاتا (بحوالہ پنجاب سٹیٹس گزٹ (PUNJAB STATE GAZZETTE بہاولپور)۔

آگے چل کر آرنلڈ لکھتے ہیں:

"اسی صدی میں ایرانی عراق سے ایک اور بزرگ ہندوستان آئے۔ جن کا نام بوعلی قلندرؒ تھا۔ انہوں نے ہندوستان آ کر پانی پت میں سکونت اختیار کی۔ جہاں ایک سو سال کی عمر میں انہوں نے 1324ء میں وفات پائی۔ وہاں کے راجہ امر سنگھ نے آپ کی روحانی تعلیمات کے ذریعے اسلام قبول کیا اور ان کی مسلم راجپوت اولاد شہر میں آباد ہے۔ آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔۔۔"

اس سے آگے آرنلڈ لکھتے ہیں:

"ایران سے ایک اور صوفی بزرگ چودہویں صدی میں آئے اور آسام کے شہر سلہٹ میں آباد ہوئے ان کا نام بھی شیخ جلال الدینؒ تھا۔ ان کو بھی تبلیغ اسلام میں نمایاں کامیابی ہوئی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے"۔

تھامس آرنلڈ کی مذکورہ بالا کتاب میں صوفیاء اور علماء اسلام کی تبلیغی مساعی اور شاندار کامیابیوں کو اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس محدود کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کثیر تعداد کی غیر مسلم مصنفین کی حقیقت آمیز اور حقیقت آموز ریسرچ کے بعد اب بھی اگر مخالفین تصوف کی مخالفت پر ڈٹے رہیں اور اس کو غیر اسلامی اور بیرونی اثرات کی پیداوار قرار دیں تو ظاہر ہے کہ یہ مخالفت برائے مخالفت ہوگی۔ جس کا عملی دنیا میں کوئی مقام نہیں۔ یہ اسلام کی خدمت نہ ہوگی۔ بلکہ اسلام کے شیرازہ کو بکھیرنے کی مذموم کوشش ہوگی لیکن عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ دشمنان اسلام کے چاروں طرف حملوں کے پیش نظر مسلمان اختلافات چھوڑ کر ایک ہو جائیں۔ یاد رہے کہ مسلمانوں کے مابین اختلافات کی خلیج غیر ملکی یورپین حکمرانوں کی پیدا کردہ ہے اب جبکہ وہ رخصت ہو گئے ہیں تو ان کے پیدا کردہ اختلافات کو بھی رخصت ہو جانا چاہیے اور مذہبی اختلافات کو روزی کا ذریعہ بنانے کی مذموم حرکت کو ختم کرنا چاہیے۔ روزی خداوند عالم کے ہاتھ میں ہے جو رب العالمین ہے۔

Marfat.com

عصرِ حاضر میں اہلِ یورپ اور اہلِ ہند پر تصوف کے اثرات

گذشتہ صفحات میں یورپین مصنفین کی اپنی ریسرچ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یورپ کے قدیم مایہ ناز روحانی پیشوا مثلاً ڈانٹے، گوئٹے، سینٹ اکوئی ناس، سینٹ ایکہارٹ، سینٹ جان آف دی کراس اور پھر سینٹ آگسٹائن کی موت کے بعد اس کے سلسلے کے لوگ تصوف اور صوفیاء اسلام کے کس قدر ممنون منت ہیں۔ اب ہم قارئین کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں کس طرح اہلِ مغرب کے بعض لوگوں نے اسلامی تصوف کے زبردست اثرات قبول کئے اور بعض نے اسلام قبول کر کے صوفی مسلک اختیار کیا اور بلند روحانی مراتب حاصل کئے۔

ادریس شاہ نے اپنی کتاب صوفیاء (THE SUFIS) میں یورپ کے جن لوگوں نے تصوف سے زبردست اثرات قبول کئے۔ ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اٹھارویں صدی کے آخر میں جب نپولین نے مصر پر حملہ کیا تو وہ اسلام اور خاص طور پر تصوف سے اس قدر متاثر ہوا کہ واپسی پر صوفیاء کی ایک جماعت اپنے ساتھ فرانس لے گیا تاکہ وہاں ادارہ تصوف قائم کیا جائے۔ اس جماعت کو صوفین (SUPHEEN) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنی ناکامی کا اقرار کیا اور یہ کہہ کر ادارہ بند کر دیا کہ تصوف بغیر شیخ کامل کے نہیں چل سکتا۔

رچرڈ برٹن:

ادریس شاہ نے کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ:

"اسلامی تصوف کی سب سے زیادہ دلچسپ پیداوار انگلینڈ کے رچرڈ برٹن (RICHARD BURTON) ہیں جنہوں نے ایک صدی قبل ایک قصیدہ لکھا جو ان کے حج بیت اللہ کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے قصیدے کے شروع میں اپنے آپ کو مترجم اور قصیدہ کے مصنف حاجی عبدل نیروی کو اپنا شیخ بتایا ہے۔ قصیدہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ضرور اپنے شیخ کے تحت روحانی کورس طے کیا تھا اور اب تصوف کو پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔

Marfat.com

فیرفیکس

اسی طرح فیرفیکس (FAIR FAX) نے اپنے شیخ حاجی ابراہیم سے تصوف سیکھا اور تصوف کے موضوع پر ایک نہایت اچھی نظم لکھی۔ جس کا نام بہارستان تصوف(SUFI ROSE GARDEN) ہے۔

کرنل ولبرفورس کلارک:

انگلینڈ کے ایک اور صوفی سکالر کرنل ولبرفورس کلارک (WILBERFORCE CLARK) ہیں۔ جنہوں نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی تعلیمات سے متاثر ہوکران کی کتاب عوارف المعارف کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ انہوں نے خواجہ حافظ کے دیوان اور نظامی کی کتاب سکندر نامہ کا بھی ترجمہ کیا۔ آپ مشہور صوفی منش سکالر ریمانڈلل کے مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ کرنل کلارک نے تصوف کے متعلق سب سے اہم بات یہ کہی ہے کہ جہاں دوسرے مذاہب میں غلبہ حال ECSTACY کو آخری منزل قرار دیا جاتا ہے۔ اسلامی تصوف کی رو سے یہ صرف ابتداء ہے اور انتہائی مقام قرب حق یا مقام عبدیت ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں نہیں ملتا بلکہ منشیات کے ذریعے مخموری اور غلبہ حال پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

"حال عارضی کیفیت کا نام ہے۔ جب یہ کیفیت پختہ ہو جاتی ہے تو مقام کہلاتی ہے، غلبہ حال (ECSTACY)منزل مقصود نہیں ہے بلکہ مقام تک پہنچانے کا ذریعہ ہے"۔

کرنل کلارک کی یہ بات اکابر صوفیاء کے مسلک کے عین مطابق ہے کیونکہ جہاں دیگر مذاہب میں غلبہ حال کو منزل مقصود قرار دیا جاتا ہے۔ اسلامی تصوف میں غلبہ حال (مغلوبیت) منزل مقصود نہیں بلکہ درمیانی منزل ہے اور ناقص سمجھی جاتی ہے۔

صوفی عبدالعزیز:

ڈاکٹر عبدالعزیز دراصل پشاور کے ایک ہندو خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جو انگلینڈ میں ڈاکٹری پاس کرنے گئے۔ عیسائی مذہب اختیار کرلیا اور وہیں کے ہو رہے۔ پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی روحانیت کے ذریعے مسلمان ہوئے اور مسلک تصوف اختیار کر کے بلند مراتب تک پہنچے۔ واقعہ

Marfat.com

یوں ہے کہ ایک دفعہ پشاور کا ایک ہندو گھرانہ اجمیر شریف کے نواح میں ایک مندر پشکر کی پوجا کے لئے اجمیر پہنچا اور رات وہاں بسر کی۔ ان کے ساتھ چھ سال کا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا جس کا نام مدن داس تھا۔ کھانا کھانے کے بعد جب رات کو مدن داس کے والدین خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے مزار کی زیارت کے لئے جانے لگے تو چھوٹا بچہ مچل گیا۔ اس نے کہا کہ میں بھی خواجہ صاحبؒ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ والدین اس خیال سے کہ بچہ ہے وہاں نیند آ جائے گی اور اٹھانا مشکل ہو جائے گا۔ اس کو روتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ بچے کو روتے ہوئے نیند آ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سفید ریش بزرگ آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ "تم مجھے ملنا چاہتے تھے لیکن تمہارے والدین نے نہ آنے دیا۔ اس لئے میں خود تمہیں ملنے آیا ہوں"۔ یہ بھی کہا کہ تم فکر نہ کرو میں تم کو بلا لوں گا"۔

پشکر کی زیارت کے بعد وہ لوگ پشاور چلے گئے۔ بچہ پڑھتا رہا۔ جوان ہوا تو بی۔ اے پاس کیا۔ اور چونکہ امیر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ پشاور چھاونی میں انگریز فوجی افسروں کے TENNIS ٹینس کلب کا ممبر ہو گیا اور وہاں روزانہ شام کو ٹینس کھیلنے جاتا تھا۔ وہاں کلب میں ایک فوجی میجر کی لڑکی بھی ٹینس کھیلنے آیا کرتی تھی۔ جس کے ساتھ اس کا محبت کا رابطہ ہو گیا اور لڑکی اس کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ اب چونکہ اس زمانے میں انگریز قوم دیسی لوگوں کو لڑکی دینا معیوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے پیچھا چھڑانے کی خاطر لڑکے کو ڈاکٹری سیکھنے کے لئے انگلستان بھجوا دیا۔ مدن داس ہونہار لڑکا تھا۔ اس نے ڈاکٹری پاس کی اور انگریزوں کی ایما پر وہیں پرائیویٹ پریکٹس میں مشغول ہو گیا اور عیسائی مذہب بھی قبول کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ انگریز میجر بھی پنشن پا کر انگلینڈ چلا گیا۔ جب لڑکی اور لڑکے کو ایک دوسرے کا علم ہوا تو عشق و محبت کا راستہ پھر سے کھل گیا۔ اب چونکہ لڑکا برٹش نیشنل بن چکا تھا اور عیسائی مذہب بھی قبول کر چکا تھا۔ لڑکی کے باپ نے تنگ آ کر اس سے شادی کر دی۔ بچے بھی پیدا ہوئے اور وہ پریکٹس کرتا رہا۔

ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ وہی بزرگ جن کے ساتھ خواب میں اجمیر شریف ملاقات ہوئی تھی، آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ لیکن اس نے اس خواب کی طرف توجہ نہ دی۔ دوسری رات پھر وہی خواب دیکھا۔ اور اس بزرگ نے زیادہ سختی سے کہا کہ ضرور آ جاؤ لیکن اس نے پھر بھی پرواہ نہ کی۔ تیسری دفعہ پھر وہی خواب دیکھا۔ اس مرتبہ بزرگ نے کہا کہ تم نہیں آتے تو ہم تمہیں زبردستی بلا لیں گے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اس کے بچے یکے بعد دیگرے بیمار ہوئے اور فوت ہو گئے۔ بیوی بیمار ہوئی

Marfat.com

اور فوت ہوگئی۔ اس کے بعد وہ خود بیمار ہوگیا۔ اور ڈاکٹروں نے جتنا زور لگایا اچھا نہ ہوا۔ آخر تنگ آ کر سب ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ تبدیلی آب و ہوا کے لئے اسے وطن جانا چاہیے۔ چنانچہ اسے اس بیماری کی حالت میں سوار کرایا گیا۔ اور بمبئی کی بندرگاہ پر آ کر اترا۔ چونکہ اب وہ عیسائی ہو چکا تھا اس نے ایک عیسائی گرجا میں سکونت اختیار کی اور چند یوم میں صحت یاب ہوگیا۔ گرجا کے لوگوں نے اسے مشنری سروس کے لئے ملازم رکھ لیا اور وہ گاہے گاہے دورے کر کے عیسائیت کی تبلیغ کرنے لگا۔ ایک دفعہ دورہ کرتے ہوئے جب وہ اجمیر پہنچا تو خیال آیا کہ روضہ پر جاؤں۔ جونہی اندر داخل ہوا تو اس قدر کشش محسوس ہوئی گویا بجلی کا کرنٹ جسم میں دوڑ گیا ہو۔ انہیں اتنا لطف آیا کہ درگاہ میں کمرہ لے کر ٹھہر گئے اور حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے روز بروز زیادہ سے زیادہ توجہ، محبت اور کشش ہونے لگی۔ بالآخر اسلام قبول کر کے حضرت خواجہ صاحب کا مسلک تصوف اختیار کیا۔ اور ڈاکٹر عبدالعزیز نام سے پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی تصوف کی تعلیمات بھی حاصل کرتے رہے اور بلند مقامات تک پہنچ گئے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد ذوقیؒ ان دنوں اجمیر شریف میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ اکثر ملاقاتیں ہوا کرتیں اور مجالس معرفت گرم رہتی تھیں۔

صوفی حبیب اللہ لوگرووو:

انگلستان کے ایک اور درویش جو مسلمان ہو کر تصوف کی تعلیم میں مشغول ہوئے، صوفی حبیب اللہ لوگرووو LOVEGROVE تھے۔ آپ مولانا جلال الدین رومیؒ کے روحانی فیض سے مسلمان ہوئے۔ پہلے آپ کو مولانا رومؒ نے خواب میں زیارتیں کرائیں اور اسلام کی طرف راغب کیا۔ جب اسلام لا چکے تو حالت بیداری میں بھی مولانا علیہ رحمتہ کی روحانیت کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اور گفتگو ہوتی تھی۔ جب ہمارے حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ کا انگریزی مضمون صوفی ازم لندن کے جریدہ اسلامک ریویو ISLAMIC REVIEW میں شائع ہوا تو حبیب اللہ لوگرووو نے حضرت شاہ صاحب علیہ رحمتہ کو کئی خطوط لکھے۔ اور خط و کتابت کے ذریعے تصوف کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ان کے پہلے خط کا اقتباس درج ذیل ہے:

میرے اسلامی بھائی سید محمد ذوقی:

السلام علیکم۔ میں نے آپ کا مضمون جو اسلامک ریویو میں چھپا بڑے شوق سے پڑھا۔ عرصہ ہوا

Marfat.com

میں نے غیبی اشاروں کے ذریعے اسلام قبول کیا۔ مجھے آپ سے روحانی امداد اور ہدایت حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میرے غیبی روحانی دوست نے سب سے پہلے مجھے تصوف سے روشناس کرایا اور پھر مسجد میں جا کر اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ سال 1916ء میں میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی وقت سے مجھے اسلام کی ہر چیز سے محبت ہوگئی ہے۔ میں نے "اسلام کیا ہے؟"(WHAT IS ISLAM) کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے جو بہت پسند کی گئی ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بہت کام لینا ہے اور میں علم کا پیاسا ہوں۔ میں روحانی طور پر سفر کر کے بیماروں کا علاج بھی کرتا ہوں۔ لوگوں نے مجھے بارہا ایک خاص صورت میں مریضوں کے سرہانے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے روحانی دوست کا فوٹو بھی اتارا ہے اور ہندوستان کے ایک دوست نے کہا ہے کہ یہ مولانا رومؒ ہیں۔ ہندوستان کے ایک بزرگ جن کا نام عثمان تھا۔ خاص طور پر اتنا طویل سفر کر کے مجھے یہ بات بتانے آئے تھے۔ میں اپنے روحانی مشاہدات میں دیکھتا ہوں کہ میں اسلام کے لئے بہت کام کر رہا ہوں"۔

اس خط کے جواب میں حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ کے خط کا مختصر اقتباس حسب ذیل ہے:

"مولانا جلال الدین رومیؒ کا آنا اور آپ کو ہدایت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ راہ راست پر ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے باطنی نظام ہدایت میں مولانا رومؒ کے سپرد اہل مغرب کی ہدایت ہے۔ وہ مناسب شاگرد چن کر ان کی ہدایت کرتے ہیں۔ اس لئے جو کچھ ان کی طرف سے آتا ہے بالکل صحیح ہے"

حبیب اللہ لوگر وو نے ایک اور خط میں لکھا:

"میرے روحانی دوست اس وقت میرے پاس بیٹھے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سید محمد ذوقی بہت اچھے دوست ہیں۔ ان کے ساتھ خط و کتابت جاری رکھو۔ انہوں نے مجھے کوئی غلط بات نہیں بتائی گذشتہ سوموار کے دن جب میں ایک میٹنگ میں گیا تو میرے دوست جلال الدین رومیؒ میرے ساتھ تھے۔ ان کو ایک یہودی عورت مسز کلینڈ جو میرے دفتر میں کام کرتی ہیں نے بھی دیکھا۔ اس کا خط شامل ہذا ہے۔ مہربانی کر کے جلدی جواب واپس فرمائیں"

ایک اور خط میں حبیب اللہ لوگر وو نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب میں ایک مجلس میں تقریر کر رہا تھا تو کئی لوگوں نے دیکھا کہ دو فرشتے اور مولانا رومؒ شاندار لباس میں میرے پیچھے کھڑے ہیں۔ مسز کلینڈ نے بھی دیکھا۔ حبیب اللہ لوگر وو کئی مذہبی سوسائٹیوں کے ممبر اور ایک دو سوسائٹیوں کے صدر تھے لیکن حضرت

Marfat.com

مولانا ذوقی نے ان کو مشورہ دیا کہ فی الحال یہ کام چھوڑ کر پورے انہماک کے ساتھ خداوند تعالیٰ سے پیوستہ ہو جائیں۔ کیونکہ اس سے ان کی روحانی ترقی میں رکاوٹ ہو رہی تھی۔

صوفی عبداللہ مالٹکے:

صوفی عبداللہ مالٹکے (MOLTKE) کا تعلق جرمنی کے ایک مشہور فوجی خاندان مالٹکے سے ہے۔ اس خاندان میں دو بڑے نامور جرنیل پیدا ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک پہلی جنگ عظیم میں جرمن فوج کا کمانڈر انچیف تھا۔ اسلام سے پہلے عبداللہ مالٹکے ایک بحری جہاز میں کپتان تھے۔ جو ہندوستان اور انگلستان کے درمیان چلتا تھا۔ جب حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ انگریزوں کے خلاف سال 1857ء کے جہاد میں ناکام ہو کر مکہ معظّمہ روانہ ہوئے تو کراچی سے اس جہاز میں سوار ہو گئے۔ لیکن آپ کے پاس ٹکٹ خریدنے کے لئے رقم بھی نہیں تھی جہاز کے عملے کے ساتھ کافی لے دے کے بعد جہاز کا کپتان آپ کے پاس آیا اور مطالبہ کیا کہ یا رقم نکالو یا جہاز سے اتر جاؤ۔ آپ نے اپنی جیب سے استنجا کے چند ڈھیلے نکال کر اس کے ہاتھ میں دیے۔ جب اس نے دیکھا تو وہ سونے کی ڈلیاں تھیں۔ یہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہوا اس نے کہا کہ میں سنتا تھا کہ مسلمان بزرگوں سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اس کے بعد وہ حضرت امداداللہؒ کو اپنے کیبن (CABIN) میں لے گیا اور خدمت کرتا رہا۔ جب جہاز جدہ پہنچا تو انہوں نے استعفیٰ لکھ کر اپنے نائب کے حوالے کیا اور خود اتر کر حضرت حاجی صاحب کے ساتھ مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اسلام قبول کیا اور تصوف کی تعلیم حاصل کر کے بلند روحانی مراتب حاصل کئے۔ ہمارے شیخ کے شیخ حضرت مولانا شاہ وارث حسن کوڑہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ جن کو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظّمہ میں شیخ عبداللہ مالٹکے کی زیارت کی تھی انہوں نے ایک مشک خریدی ہوئی تھی اور لوگوں کا پانی بھرتے تھے۔ جب دو آنے کی رقم جمع ہو جاتی تھی تو ایک ہفتہ گوشہ نشینی اختیار کر کے یاد خدا میں منہمک ہو جاتے۔

صوفی عبدالسلام:

مدن موہن ہندوستان کے ایک فلم ایکٹر تھے جو بہت اچھا گاتے تھے۔ ایک دفعہ جب اجمیر شریف جانا ہوا تو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ عالیہ میں چلے گئے۔ اندر جا کر دہلیز کو چوما تو پورے

Marfat.com

جسم میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی اور بے خود ہو کر رہ گئے۔ چند روز وہاں رہنے کے بعد ہمارے شیخ حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ (1) سے ملاقات کا سلسلہ جاری ہوا اور مسلمان ہو کر شرف بیعت حاصل کیا اور سلوک الی اللہ کی تعلیم و تربیت میں سرگرم ہو گئے۔ پاکستان بننے پر وہ حضرت اقدس کے ساتھ کراچی آئے اور کچھ عرصہ بعد انگلستان چلے گئے اور وہاں بہت سے لوگوں کو تصوف کی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد ہندوستان جا کر ہندوؤں میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کو حضرت اقدس سے خلافت بھی حاصل ہوئی تھی۔ آخر لکھنؤ میں بیمار ہو کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسٹر لیس ہوپ:

مسٹر لیس ہوپ (LESHOPE) ایک اور عیسائی ہیں جو تصوف سے متاثر ہو کر حضرت مولانا

---

1) حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ مؤلف کتاب کے پیر و مرشد ہیں۔ آپ کا تعلق سلسلہ عالیہ چشتیہ سے ہے جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے ہوتا ہوا حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ علامہ اقبالؒ، جسٹس شاہ دین، سر عبد القادر، اکبر الہ آبادی اور حکیم اجمل خاں کے رفیق تھے۔ مشہور انگریز نو مسلم حضرت شہید اللہ فریدی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ صاحب تصنیف ہیں۔ سر دلبران آپ کا شاہکار ہے یہ کتاب تصوف کا انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں اصطلاحات تصوف اور منازل سلوک، شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کی دیگر تصانیف میں بادہ و ساغر، برزخ، مضامین ذوقی، اردو مضامین ذوقی، انگلش، القا، الہام وحی، کتب سماوی پر ایک نظر اور آریہ قوم پر عقابی نظر شامل ہیں۔ اس آخری کتاب میں آپ نے تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ آریہ قوم یہودی الاصل ہے۔ حضرت مولانا ذوقی شاہ انگریزی زبان میں کامل مہارت رکھتے تھے اور آپ کے حلقہ ارادت میں کئی انگریز اور ہندو شامل ہیں۔ انگلستان کے نو مسلم حبیب اللہ لوگر و جن کو خواب میں حضرت مولانا رومؒ نے مسلمان کیا وہ حضرت مولانا ذوقی شاہ سے بذریعہ خط و کتابت مزید روحانی تعلیمات حاصل کرتے رہے۔ لیکن آپ کے خلیفہ اول و اعظم حضرت شاہ شہید اللہ فریدی ہیں جنہوں نے کشف المحجوب سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ تلاش شیخ میں ہندوستان میں آئے اور حضرت ذوقی شاہؒ کی مریدی میں سلوک تمام کیا اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شہید اللہ فریدی کے مرید پاکستان اور بیرون پاکستان بہت ہیں۔ سلسلہ ذوقیہ چشتیہ کی جانب سے دو ادارے کتب تصوف کی تالیف و تصنیف کا کام کر رہے ہیں۔ ایک کراچی میں جس کا نام محفل ذوقیہ ہے۔ اس کی طرف سے سر دلبراں کے مضامین ذوقی اردو، انگلش، برزخ، تربیت العشاق INNER ASPECTS OF FAITH مصنفہ حضرت شہید اللہ فریدیؒ وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔ دوسرا ادارہ مؤلف کتاب ہذا کی زیر نگرانی لاہور میں کام کر رہا ہے۔ جس کا نام اتحاد المسلمین ہے۔ اس کی طرف سے مندرجہ ذیل تصوف کی مشہور کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مرآۃ الابرار، اقتباس الانوار، شرح لوائح جامی، وحدت الوجود و وحدت الشہود، سر دلبراں خورد، مشاہدہ حق، روحانیت اسلام، پاکستان کی عظیم الشان دفاعی قوت، ذوقی اسلامک صوفی ازم، اقوام متحدہ، اسلامیہ وغیرہ۔ ایک رسالہ بھی شائع ہو رہا ہے۔ جس کا نام SUFI PATH ہے۔

Marfat.com

شاہ سید محمد ذوقی قدس سرہ کے زیر تربیت رہے۔ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ان کی خط و کتابت رہی۔ ایک خط میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:

"مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کی روحانی ترقی ہو رہی ہے اور عقائد بھی صحیح ہو رہے ہیں۔ روحانی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے۔ آدمی جتنی ترقی کرے۔ اس سے اوپر اور منازل نظر آتی ہیں۔ اس راستے میں سب سے زیادہ اہم بات استقلال اور ہمت ہے۔ اگر تھوڑا کام باقاعدگی سے کیا جائے تو اس بہت کام سے بہتر ہے۔ جو بے قاعدگی سے کیا جائے۔ تمہیں چاہیے کہ جس طرح جسمانی غذا کا بندوبست کرتے ہو، روح کو بھی اس کی غذا پہنچاتے رہو۔ میں یہ باتیں اس لئے کر رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اندر استعداد موجود ہے اور ترقی یقینی ہے۔ بشرطیکہ کام کرتے رہو۔ تمہارے مستقبل کا دارومدار تعلق باللہ پر ہے۔ تعلق باللہ جس قدر زیادہ ہوگا زیادہ ترقی حاصل ہوگی۔ جسم آلہ ہے روح کا اور روح آلہ ہے انا کا، جو انسان کے اندر ہے اور جو انائے حقیقی کی صدائے بازگشت (ECHO) ہے۔ انائے حقیقی نہ انسان کے اندر ہے نہ باہر۔ اس کا کوئی مقام نہیں اور ہر جگہ موجود ہے۔ وہی وجود حقیقی ہے جس کے سامنے کسی وجود کی حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ ہر چیز اس کے سائے کی طرح بلکہ سایہ بھی نہیں کہلائی جا سکتی۔ تمہارا کام اپنے آپ کو پہچاننا ہے۔ اس کے بعد یہ معلوم کرنا ہے کہ ذات حق کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہے۔ جب اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی تو تمہارا جسم، روح اور ہر چیز منور ہو جائے گی۔ تعلق باللہ کے بغیر کوئی چیز کام نہیں آتی۔ حتیٰ کہ ہوا میں اڑنا اور پانی پر چلنا بھی بے کار ہے"۔

مدن راؤ مادھو راؤ:

مدن راؤ مادھو راؤ ایک اور ہندو ہے جس نے تصوف سے متاثر ہو کر حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تربیت حاصل کی۔ ایک خط میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اپنے اندر جھانک کر معلوم کرو کہ تم کیا ہو اور تمہارے اندر کس چیز کی طلب ہے، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ بظاہر اگرچہ تم ایک سرکاری ملازم ہو، ایک خاوند ہو، ایک باپ ہو، لیکن درحقیقت تم ایک درویش، سادھو یا فقیر کا قلب رکھتے ہو۔ لہذا تمہیں اپنا نقطہ نگاہ بدلنا ہوگا۔ تمہارا مقصد زندگی خدا ہونا چاہیے۔ باقی ہر چیز کو اس کے نیچے ہونا چاہیے۔ اس کام میں جس چیز سے مدد ملے تمہارے لئے بہتر ہے"۔

Marfat.com

ڈاکٹر رولو:

ڈاکٹر رولو Dr-ROLO ایک اور عیسائی تھے جنہوں نے حضرت مولانا شاہ سید محمد ذوقی قدس سرہ سے روحانی تربیت حاصل کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے ایک خط میں انہیں تحریر فرماتے ہیں:

"حبس دم کے کئی طریقے ہیں۔ لیکن یہ سب موسم سرما میں یا سرد ممالک میں کیے جاتے ہیں اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر آنکھیں بند کرلو۔ اور مربع بیٹھ کر اس طرح کرو کہ جب سانس باہر آئے تو یہ خیال کرو کہ تمہارے تمام خیالات، تعلقات، خواہشات جو ماسوی اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں سب دل سے باہر جا رہے ہیں۔ اور جب سانس اندر جائے تو یہ خیال کرو کہ نہ صرف خیال کرو بلکہ پختہ یقین کرو کہ حق تعالیٰ کے انوار میرے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ سانس اندر جانے اور باہر آنے میں فی الحال وقفہ برابر رکھو اور رفتہ رفتہ بڑھاتے جاؤ"۔

شیخ احمد مراد:

تصوف سے متاثر ہونے والے ایک اور امریکن دانشور شیخ احمد مراد ہیں جو حضرت شیخ عنایت کے مرید ہیں۔ شیخ عنایت ہندوستان کے ایک بزرگ تھے۔ جنہوں نے یورپ جا کر وہاں کے لوگوں کو تصوف سے آگاہ کیا۔ ان کی تبلیغی مساعی کا مرکز زیادہ تر ہالینڈ رہا جہاں ان کے ہزاروں مرید پائے جاتے ہیں اور اب یہ سلسلہ یورپ کے باقی ممالک اور امریکہ میں پھیل گیا ہے۔

عطاء اللہ چشتی:

آپ بھی امریکہ کے نومسلم ہیں جو حضرت شیخ احمد مراد کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بیعت ہو کر تبلیغ اسلام میں مشغول رہے۔ آپ پاکستان بھی آئے اور لاہور کی معروف خاتون ڈاکٹر خاور چشتی ایم اے۔ پی ایچ ڈی سے شادی کی۔ لاہور کے ایک کالج کی پرنسپل ہیں۔ اپنے شیخ کے وصال کے بعد جناب عطاء اللہ چشتی نے صوفی برکت علی صاحب (سالار روالا) سے اخذ فیض کیا اور 1973ء میں واصل باللہ ہو کر سالار روالا میں ہی دفن ہوئے۔ آپ کا پہلا نام GEORGE ENDREW LEAR JUNIOR تھا۔ آپ کو شیخ احمد مراد صاحب سے خلافت بھی حاصل تھی۔

Marfat.com

متفرق نومسلمین:

مندرجہ بالا نومسلمین کے علاوہ یورپ اور امریکہ سے بے شمار نومسلم پاکستان آئے ہوئے ہیں جو تلاش شیخ اور روحانی تربیت کے شوق میں اکثر عرسوں اور مزارات پر دیکھے جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی حضرات مؤلف کے غریب خانہ پر آ کر رہتے ہیں۔ حقیقت اور معرفت کی باتیں ہوتی ہیں۔ بہت ہی مخلص، باہمت اور مستقل مزاج لوگ ہیں۔ گھربار، وطن، دولت، آرام و آسائش، سب ترک کر کے وطن سے دور جہاں پر ان کو جس قدر مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے سب بخوشی برداشت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ کئی دن کے فاقوں سے بھی نہیں گھبراتے۔ ایک دفعہ ہم نے بہاولپور میں اپنے مکان پر فرانسیسی نومسلم نوجوان اور سویٹزرلینڈ کی نومسلم لڑکی کی شادی رچائی تھی۔ اب وہ پاکستان سے چلے گئے ہیں۔ اسی طرح مراکش کے صوفی بزرگ حضرت شیخ محمد ابن حبیبؒ کے ہاتھ پر یورپ اور امریکہ کے بے شمار لوگوں نے حال میں اسلام قبول کیا ہے اور تصوف کی تعلیمات حاصل کی ہیں۔ شیخ عبدالقادر الصوفی جو برطانیہ کے باشندہ ہیں، ان کے مریدین میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ شیخ عبدالقادر الصوفی کے خلفاء کے نومسلم مریدین بھی اکثر راقم الحروف کے غریب خانہ پر آ کر حلقہ ہائے ذکر اور مجالس مذاکرہ میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک خاتون سبع سمٰوت نامی ہیں۔ جن کو روحانیت کا بے حد شوق ہے۔ اور اس ذوق شوق میں ہمارے غریب خانہ واقع اللہ آباد میں بھی آئی تھیں۔ اور ان کی خواہش کے مطابق ہم لوگ اپنے بیوی بچوں سمیت ان کو اوچ شریف کے مزارات پر لے گئے۔ جہاں ان کو بہت زیادہ روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے۔

ان نومسلمین میں سے ایک محمد نعیم حبیب اللہ ہیں۔ جو روحانی طور پر حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ سے بہت وابستہ ہیں اور اکثر پاکپتن شریف میں رہتے ہیں۔ غریب خانہ پر آیا کرتے ہیں۔ بہت باہمت اور صاحب ذوق انسان ہیں۔ ایک دفعہ وہ ایک سو میل ریگستان و بیابان میں سفر کر کے ایک بزرگ کے مزار پر پیدل گئے۔ راقم الحروف نے پوچھا کہ کتنا سفر تھا تو کہنے لگے صرف ایک سو میل۔ ایک دفعہ افغانستان اور فلسطین میں جنگ کی وجہ سے مجھے پریشان ہوتا دیکھ کر وہ کہنے لگے:

"آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں۔ خدا کی قدرت کو نہیں دیکھتے کہ جہاں اسلامی ممالک کی سرحدوں پر دشمنان اسلام نے توپیں نصب کر رکھی ہیں، ان کے اپنے گھروں میں ہم جیسے جاں نثار اسلامی سپاہی پیدا ہو رہے ہیں"۔

Marfat.com

احمد اکبر:

ان میں ایک صاحب احمد اکبر ہیں جو بہت جوشیلے ہیں اور جب سے انگلینڈ سے آئے ہیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے اس قدر گرویدہ ہیں کہ ہر وقت ان کے روضہ پر رہتے ہیں۔ کبھی کبھی حضرت بابا علیہ رحمتہ کے عرس پر پاکپتن شریف بھی آتے ہیں اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر بھی حاضری دیتے ہیں۔ لیکن ان کی رہائش وہی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ رحمتہ کا آستانہ عالیہ ہے۔ حضرت خواجہ کے باطنی اشارہ پر انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کی زیارت بھی کی ہے۔ جو سری لنکا میں ایک پہاڑ پر ہے۔ وہاں جاتے ہوئے انہوں نے حضرت خواجہ قطب علیہ رحمہ کے اشارہ کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے مزارات کی زیارت بھی کی جو جنوبی ہندوستان کے ایک شہر شاید! رامیشور میں واقع ہیں۔ بہت لمبی قبریں ہیں ہندو لوگ وہاں کے مجاور ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بزرگوں کی قبریں ہیں۔ وہ بھی سچ کہتے ہیں کیونکہ آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے سب کے باپ اور بزرگ ہیں۔

عبدالرحمٰن اطالوی:

نومسلم حضرات میں سے ایک صاحب عبدالرحمٰن ہیں جو اٹلی کے باشندہ ہیں۔ ایک دفعہ جب وہ غریب خانہ پر بہاولپور آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح مسلمان ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے فرانس کے مشہور مصنف ماسینون (MASSIGNON) کے ایک فلاں شاگرد (جن کا نام میرے ذہن سے اتر گیا ہے) نے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ چونکہ وہ بڑے عالم، فاضل اور دیندار آدمی تھے۔ میں نے ان کا کہنا مان لیا اور مسلمان ہو گیا۔ راقم الحروف نے پوچھا کہ کیا وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک عیسائی دوسرے عیسائی کو مسلمان ہونے کی تلقین کرے۔ انہوں نے کہا یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ میں نے کہا پھر تو ان کے استاد ماسینون کے متعلق یہ خبر صحیح معلوم ہوتی ہے کہ وہ تصوف پر ریسرچ کے بعد درپردہ اسلام قبول کر چکے تھے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وہ شاگرد جنہوں نے آپ کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی وہ بھی درپردہ مسلمان تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ یہی ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

مسز مریم کعکی:

آپ فرانس کی نومسلمہ ہیں جو اب ریاض میں مقیم ہیں اور اسلامی تعلیم وتربیت حاصل کر رہی ہیں۔ عرصہ دو سال سے احقر راقم الحروف سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہے۔ بڑی ذاکر وشاغل خاتون ہیں۔

غرضیکہ نومسلم حضرات کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ صوفیائے اسلام پر بیرونی اثرات کی رام کہانی جو دشمنان اسلام نے ایجاد کی تھی اس کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ خود مستشرقین کے ارباب عدل وانصاف نے یہ حقیقت تسلیم کر لی ہے کہ الٹا عیسائی روحانی پیشواؤں نے صوفیاء اسلام سے استفادہ کیا ہے۔

اب ہم قارئین کرام کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہندو ارباب عدل وانصاف نے بھی یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ صوفیائے اسلام ہندو ویدانت سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ ہندو روحانی پیشواؤں نے صوفیاء اسلام سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور فیوض وبرکات حاصل کیے ہیں۔

Marfat.com

ہندو روحانی پیشواؤں پر صوفیائے اسلام کے عظیم احسانات

مشہور ہندو مؤرخ پروفیسر ڈاکٹر تاراچند نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے (INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE) ڈاکٹر تاراچند کی یہ وہ قابل تحسین ریسرچ اور حق بیانی ہے کہ جس سے تصوف پر ہندو اثرات کے الزام لگانے والوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ جس طرح یورپ پر صوفیاء اسلام کے احسانات پر پردہ ڈالتے ہوئے مستشرقین یورپ نے قلابازیاں لگا کر الٹا صوفیاء کرام پر عیسائیت کے اثرات کا ڈھونگ رچایا تھا۔ اسی طرح صوفیاء اسلام کے جو اثرات اور احسانات ہندو ارباب روحانیت پر ہوئے ان کو بھی یورپ کے مستشرقین نے الٹا رنگ دے کر تصوف پر ہندو اثرات کی رام کہانی بنا کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی ڈاکٹر نکلسن کا وہی قول صادق آتا ہے کہ "یار لوگوں نے غلط بیانی کر کے باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ کا مقام دے دیا ہے"۔

ویسے تو اولیاء اور صوفیاء اسلام جنہوں نے ہندوستان میں آ کر ہزاروں لاکھوں کفار کے دلوں کو نور اسلام سے منور کیا ان کی سوانح حیات اور تاریخ اسلام میں کثرت سے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جہاں بھی ہندو جوگیوں کا مشائخ اسلام سے مقابلہ ہوا۔ جوگیوں نے منہ کی کھائی اور عاجز آ کر مشائخ کے قدموں میں گر کر اسلام اختیار کیا۔

ڈاکٹر تاراچند کے حیرت انگیز انکشافات و اعترافات:

جہاں تک غیر اسلامی شواہد کا تعلق ہے اس سلسلے میں نامور مؤرخ و محقق ڈاکٹر تاراچند کی کتاب انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر (INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE) پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ صوفیاء اسلام ہندو فلسفہ حیات کے ممنون نہیں بلکہ الٹا ہندو ارباب روحانیت، اسلامی تصوف اور صوفیاء کے ممنون ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اقوام مغرب کے نوآبادیاتی نظام (COLONINALISM) اور (IMPERIALISM) کے ایجنٹوں نے محکوم مسلم

Marfat.com

اقوام پر غیر ملکی حکومت برقرار رکھنے کی خاطر اسلام اور اکابر اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کے دلوں میں احساس کمتری پیدا کرنے کے لئے کتنے بڑے سفید جھوٹ ایجاد کئے کہ حقیقت کو الٹ دیا، ممنون کو محسن اور محسن کو ممنون بنا دیا اور باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ بنا دیا۔ حالانکہ ڈاکٹر تارا چند جیسے محقق اور منصف مزاج مؤرخ نے تاریخ سے ثابت کر دیا ہے کہ اکابر ہندو روحانی پیشوا مثلاً شنکر آچاریہ، رامانوجا، رامانند، بھگت کبیر اور ان کے تمام چیلے اور چیلوں کے چیلے صوفیاء کرام اور اولیاء اسلام سے تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کر کے بلند روحانی مراتب کو پہنچے۔ لیکن یار لوگوں نے یہ ڈھونگ رچا رکھا ہے کہ تصوف شنکرا چاریہ اور رامانوجا کی تعلیمات کا مرہون منت ہے۔

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ شمالی ہند میں مسلمانوں کی آمد، فتوحات اور حکومت سے بہت قبل جنوبی ہند میں عرب نو آبادیوں کے ذریعے ہندو ارباب روحانیت نے مسلمانوں سے تصوف کے میدان میں اثرات قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس تاریخی حقیقت سے اس بات کی بھی نفی ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے بزور شمشیر غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔ ڈاکٹر تارا چند کے الفاظ یہ ہیں:

شنکرا چاریہ:

جنوبی ہند میں شنکرا چاریہ اور ان کے شاگردوں کی روحانی تعلیمات اور اسلامی تصوف کی تعلیمات میں حیرت انگیز مشابہت ہے۔۔۔۔۔ شنکر کے پیدائش کے وقت تک اسلامی نظریہ توحید MONOTHEISM جنوبی ہندوستان میں جڑ پکڑ چکا تھا۔ اس لحاظ سے شنکرا چاریہ اپنے عہد کی پیداوار تھے اور ایک نئے مذہب یعنی مذہب توحید کے بانی تھے۔ جو برہمنوں کی بت پرستی کے برعکس تھا۔ شنکر کے اس نظریہ توحید کو اسلام کے سخت توحید پسند مذہب سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ شنکر اس وقت پیدا ہوئے جب مسلمانوں نے جنوبی ہند میں قدم جما کر وہاں کے ایک راجا کو مسلمان کر لیا تھا اور اپنی تبلیغی کوششوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ ان کی جائے پیدائش بھی وہ جگہ تھی جہاں عربستان اور ایران سے جہاز آ کر ٹھہرتے تھے۔ لہذا اگر شنکر کا نیا نظریہ توحید، اسلامی نظریہ توحید کی ایک گونج قرار دیا جائے تو کوئی نئی اور حیرت کی بات نہ ہوگی۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے اثرات ہندوازم میں پوری طرح داخل ہوئے اور اس پر اسلامی رنگ چڑھا دیا"۔

Marfat.com

رامانوجا:

رامانوجا کے وقت میں مسلمان کارومنڈل ساحل پر آباد ہو چکے تھے۔اس زمانے میں مسلم اولیاء مثل ناصرولی وغیرہ اسلام کی تبلیغ میں مصروف تھےاور ہندوؤں اوران کے حکمرانوں مثل راجا کنپوریا وغیرہ کو مسلمان بنارہے تھے۔اوران سے مساجد وغیرہ کے لئے زمینیں حاصل کررہے تھے۔ ہندو مذہب پراسلام کا اتنا اثر ہوا کہ شنکراچاریہ اور رامانوجا کے وقت میں قدیم ہندو ذات پات کی رسم اور عقیدہ تناسخ، بت پرستی وغیرہ کا خاتمہ ہوگیا۔رامانوجا کے فلسفہ کے مطابق خداوند عالم صفات حسنہ کا مالک سمجھا جانے لگا اورانہوں نے خدائے واحد کی عبادت میں ذوق عمل اور حسن عقیدت کو شامل کر دیا۔ انہوں نے مذہب کے وہ دروازے ان قوموں کے لئے بھی کھول دیئے جن کے لئے برہمنوں نے بند کررکھے تھے۔ عابد ومعبود کے باہمی تعلق میں عشق کو بڑا دخل حاصل ہوا۔ بلکہ ہرانسان کی محبت بھی جزوایمان بن گئی اور وشنو،سوامی،غبار کا اورمہادیو کے بحث مباحثے وہ شکل اختیار کر گئے جونظام،اشعری اورغزالی کے مابین ہوا کرتے تھے"۔

آگے چل کرڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

"ساتویں صدی کے جنوبی ہند کے دیگر عقائد پر بھی اسلام کی چھاپ نمایاں نظر آتی ہے۔مثلاً خدائے واحدہ لاشریک کی عبادت، عبادت الٰہی میں عشق ومحبت کا زور، تزکیہ نفس، گورو یا پیرو مرشد کا احترام،ذات پات کا ترک وغیرہ"۔

ڈاکٹر تاراچندان اصلاحات کواسلام اورصرف اسلام کی پیداوارقرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"چنانچہ رامانوجا نے شودروں کو مندروں میں داخل ہونے کی اجازت دے رکھی تھی۔ ان اصلاحات کوجین مت اور بدھ مت سے ہرگز منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ان مذاہب میں بھی ذات پات اور بت پرستی کی لعنت گھس چکی ہے۔ بھگتی یعنی محبت اور پاراپتی (اطاعت) کا عنصر خالص اسلامی اثرات کانتیجہ ہے"۔

ڈاکٹر تاراچند مزید لکھتے ہیں:

"مصنف بھمدارکار کا خیال ہے کہ ہندوازم پر یہ اثرات عیسائی مذہب کا نتیجہ ہیں لیکن زیادہ یقینی بات یہ ہے کہ یہ اثرات اسلامی ہیں کیونکہ محبت اور اطاعت دونوں اسلام کا جزواعظم ہیں لفظ اسلام کے

Marfat.com

معنی بھی فرمانبرداری یعنی اطاعت کے ہیں۔ایک مسلمان سچا "پاراپنا" (مطیع) ہوتا ہے۔خداوند تعالیٰ کی رضا کے آگے سر جھکا دینا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔تاریخ کی رو سے بھی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رامانو جانے یہ عقائد اسلام سے حاصل کئے۔امام (گرو) کے ذریعے حق تعالیٰ کی عبادت میں منہمک ہو جانا بھی اسلام کے اہم عقائد میں سے ہے۔احترام شیخ کا یہ اصول قرون وسطیٰ کے ہندوازم کے اندر صوفیاء اسلام کے ذریعے داخل ہوا۔شنکراچاریہ کا نظریہ انانداگیری یعنی شیوا میں فنا ہو جانا۔اور الورا اور اچاروکا وشنو میں فنا ہو جانا اور انا پاتھی کا گورو دادا میں۔یہ تمام نظریات صوفیانہ ہیں۔اور صوفیاء کے ذریعے سارے ہندوستان میں پھیل گئے۔چنانچہ عصر حاضر کا ایک ہندو سکالر لکھتا ہے کہ ہندو مذہب میں یہ جو استاد کو اتنا اونچا مقام دیا گیا ہے، میرے نزدیک یہ اسلام کا اثر ہے۔رامانوجا اور آرتھا پنچیکا کا عقیدہ اچاریہ بھیما بھی اسلام سے ماخوذ ہے نہ کہ عیسائیت سے۔یہ تمام اثرات جنوبی ہند میں ظاہر ہو رہے تھے نہ کہ شمالی ہند میں جہاں ابھی تک اسلام نہیں پہنچا تھا۔

ہندو فرقے لنگایت (جگناماس) اور سدھارا پر صوفی اثرات:

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

"جنوبی ہند کا ذکر چھیڑنے سے پہلے دو اور ہندو فرقوں کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت ہے کیونکہ ان فرقوں پر اسلامی اثرات سب مذکورہ بالا فرقوں سے زیادہ ہوئے ہیں۔ان فرقوں کے نام لنگایت جگنا ماس اور سدھارا ہیں"۔

"ہندومت کے ان دونوں فرقوں کی عادات، خصائل، عقائد و اعمال برہمنوں سے اس قدر مختلف اور اسلام سے اس قدر مشابہ ہیں کہ ہندو اور یورپین مورخ اسلامی اثرات کی ہرگز نفی نہیں کر سکتے"۔

ڈاکٹر تاراچند مزید وضاحت کرتے ہوئے اسلامی تصوف کے مندرجہ ذیل اثرات بیان کرتے ہیں:

"لنگایت فرقہ کے لوگ خدائے واحد لاشریک کی پرستش کرتے ہیں جسے وہ پاراشیوا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔وہ بلند ترین تجلیات اور کمالات کا مرکز، تمام خوشیوں کا منبع اور لازوال ہستی ہے جو ہر قسم کے مادی تغیرات سے پاک ہے، وہ ایک عالمگیر ہادی ہے جسے وہ لوگ علامہ پربھو کہہ کر پکارتے ہیں۔انسان کی

Marfat.com

انسان کی شکل میں جو ہادی آیا وہ اس ستار وغفار کا نائب ہے۔ جسے وہ اپنی زبان میں بساوا کہتے ہیں۔ ان نائب ہادیوں کے نام ان کی زبان پر یوں ہیں۔ ریوان، مارول، اکوراما اور پنڈت، پروفیسر براؤن کا خیال ہے کہ یہ مسلمانوں کے چار پیر ہیں جو روحانی تربیت پر مامور ہیں اور جن کی مرید بنانے کی رسومات اس قوم کے چار پیشوا بعینہ گمنام (چیلہ) بناتے وقت ادا کرتے ہیں۔ ان کے چیلہ بنانے کے قواعد بھی وہی ہیں جو مسلم صوفیاء کے ہیں"۔

آگے چل کر ڈاکٹر تاراچند ان کے رسوم ورواج اور معاشرتی اصول بیان کرتے ہیں جو خالص اسلامی ہیں ان کے ہاں شادی اختیاری چیز ہے اور دلہن کی رضامندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ بچپن کی شادی کو وہ غلط سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں طلاق جائز ہے۔ وہ لوگ بیواؤں کی عزت کرتے ہیں۔ اور ان کو دوبارہ شادی کی عام اجازت ہے۔ وہ لوگ مردوں کو جلاتے نہیں، دفن کرتے ہیں اور مردہ کو غسل دیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں برہمنوں کی طرح موت کی رسومات نہیں ہیں۔ وہ تناسخ (اواگون) کے قائل نہیں ہیں۔ وہ سب مل کر کھاتے ہیں، باہم شادی بیاہ کرتے ہیں اور اتفاق سے رہتے ہیں۔ وہ بہت مخلص، متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔ اور مجاہدانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ ٹیلیگو علاقے میں رہتے ہیں۔ جہاں بلگام، بیجاپور اور دھارواڑ کے ضلعوں میں ان کی 35 فی صد اور میسور اور کلہاپور میں دس فی صد آبادی ہے"۔

قارئین غور فرمائیں کہ یہ تمام اصول اور عقائد اسلامی ہیں اور ہندومت کے بالکل خلاف ہیں۔ آگے چل کر ڈاکٹر تاراچند یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ عقائد انہوں نے کہاں سے اپنائے ہیں اور پھر خود ہی پروفیسر براؤن کی تردید کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا اثر ہے۔ جن کی نوآبادیاں ساحل سمندر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر تاراچند کہتے ہیں کہ مصنف نائرن (NAIRN) کا بھی یہی خیال ہے۔ آگے چل کر پروفیسر تاراچند لکھتے ہیں:

"اس نظریہ کو رد کرنا مشکل ہے کہ لنگایت فرقہ اسلامی اثرات کی پیداوار ہے۔ اس کے سوا کوئی نظریہ قائم نہیں کیا جاسکتا جس سے ان کے عادات وعقائد میں اس قدر انقلاب واقع ہوسکے۔ کیونکہ تناسخ جیسے مضبوط ہندو عقیدہ، مردہ جلانے جیسی قدیم روایت، ذات پات جیسی رسم، شادی بیاہ جیسی اہم رسومات کا ترک اور ان لوگوں کی سخت مجاہدانہ اور دلیرانہ زندگی جو انہوں نے اپنے ہادی علامہ سے سیکھی ہے۔ صاف گواہی دے رہے ہیں کہ یہ اسلام کا فیض ہے"۔

Marfat.com

اس کے بعد ڈاکٹر تاراچند اس قوم کے اسلامی عقائد تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جن میں سے چند باتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں:

"ارے انسان اگر تو نے گناہ کا ارتکاب کرلیا ہے تو تو ایک دفعہ کہہ دے کہ میں ایمان لایا۔ پس تمام گناہ ختم ہو جائیں گے۔۔۔"

غیر اسلامی رسومات چھڑانے کے لئے ان کے رہنما یہ دعوت دیتے ہیں:

" گھوڑوں کی قربانی بند کرو۔ اجاپا منترا کی بیعت چھوڑ دو۔ آگ کی پوجا چھوڑ دو۔ گیاتری جادو کی رغبت ترک کرو۔ لوگوں پر جادومت کرو۔ خدا کی پرستش کرو۔ ذات پات کا چکر چھوڑ دو۔ کیونکہ سب سے اعلیٰ ذات اس کی ذات ہے جو خدا کا بندہ ہے"۔

یہ تمام اسلامی عقائد ہیں اور آخری عقیدہ تو قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہے: ان اکرمکم عنداللہ اتقکم (تم میں سے معزز ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے)۔

مندرجہ ذیل عبارت تو بعینہ صوفیاء کرام کے مقام فنافی اللہ کا بیان ہے:

"آہ! میں وہ لذت کیسے بیان کروں کہ جب میرا وجود برف کی طرح پگھل کر پانی کے ساتھ یکجان ہو جاتا ہے۔ جیسے آگ کے اندر لاکھ کی مورتی۔۔ آہ! میں کیسے کہوں کہ میں خداسنگنام ڈیرا کے ساتھ ایک ہو جاتا ہوں۔ جب آسمان، زمین سب کچھ گم ہو جاتا ہے۔ ساری کائنات خدا کے وجود کے اندر برف کے ٹکڑے کی طرح ہے۔ میں ایسے سمندر میں پہنچ چکا ہوں جہاں لذت ہی لذت ہے۔ اور دوئی کا نام نہیں۔۔۔۔"۔

اس قوم کے بزرگوں کی یہ عبارت قابل غور ہے:

"خدا وہ نور ہے جو نہ آسمانوں میں سما سکتا ہے نہ زمین میں۔ وہ میرا بادشاہ ہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔۔۔۔" یہ عبارت حدیث ذیل کا عین ترجمہ ہے:

"لایسعنی ارضی ولاسمائی و یسعنی قلب عبدی المومن"

قرآن مجید کے الفاظ: "احکم الحاکمین" کا ترجمہ انہوں نے بادشاہوں کا بادشاہ کیا ہے۔

صوفیاء کرام ذات حق کو وراء الوراء کہتے ہیں۔ یعنی پردوں کے پیچھے۔ فرقہ لنگایت کے الفاظ ذیل بھی بعینہ وہی ہیں:

Marfat.com

"خدا کی ذات منزہ ہے اور پردوں کے پیچھے دور دور ہے اور ہر چیز سے دور دور اور پھر ہمارے اندر بھی ہے"

جیسے قرآن کہتا ہے: نحن اقرب الیہ من حبل الورید

آگے چل کر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

"وہ ایک خدا یعنی ست گرو کو مانتے ہیں اور بار بار جنم لینے کے ہندو عقیدہ کی تردید کرتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ہندو مقدس کتابوں کو مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو لوگ چار ویدوں، چھ شاستروں اور ذات پات اور ایک سے زائد خداؤں میں یقین رکھتے ہیں وہ دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے ان کے عقائد خالصتاً اسلامی ہیں"۔

ذات پات اور چھوت چھات کی تردید میں وہ لوگ کہتے ہیں:

"ارے برہمن میری بات سنو اور بن پڑے تو جواب دو۔ کیا بارش اور ہوا بھی اونچی ذات کے لئے آتی ہے اور نیچی ذات کو چھوڑ دیتی ہے۔ کیا جب شودر لوگ زمین پر چلتے ہیں تو زمین ان کی نفرت سے پھٹ جاتی ہے یا کیا سورج کی کرنیں نیچی ذات پر نہیں چمکتیں۔ خدایا! کب یہ ذات پات ختم ہو گی۔ اور بنی نوع انسان ایک ہو جائے گی"

ان عقائد کے اسلامی ہونے کے متعلق ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

"ان تمام اقتباسات سے ظاہر ہے کہ سدھارا قوم کے لوگ خدائے واحد لاشریک میں اعتقاد رکھتے تھے۔ ویدوں اور شاستروں کو نہیں مانتے تھے۔ بت پرستی کے مخالف تھے۔ تناسخ میں یقین نہیں رکھتے تھے۔ ان کے گیتوں میں اسلامی عقائد کی پابندی جھلک رہی ہے۔ ان کا تصور ذات باری تعالیٰ اور ذات حق میں فنا کا نظریہ صوفیاء اسلام کا نظریہ ہے۔ کیونکہ دونوں ذات حق کو نور کہتے ہیں اور دونوں کے نزدیک عشق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ بلاشبہ مسلمانوں کے شاگرد ہیں۔"

آخر میں ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں۔

"مختصر یہ کہ جنوبی ہند کے مذہبی عقائد سے یہ بات واضح ہے کہ اسلامی عقائد ہندو مذہب کے اندر گھس گئے تھے۔ لہذا اگر ان کے حق میں کوئی فیصلہ دیا جا سکتا ہے تو یہ ہے کہ وارسیوا اور سدھارا قومیں اسلامی اثرات سے گہرے طور پر متاثر ہوئیں"۔

Marfat.com

رامانند اور بھگت کبیر:

اس کے بعد پروفیسر تاراچند شمالی ہند میں اسلامی اثرات بیان کرتے ہوئے رامانند اور بھگت کبیر جیسے نامور روحانی پیشواؤں کی مثال پیش کرتے ہیں جو تصوف سے بہت متاثر ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"رامانند جنوبی اور شمالی ہندوستان کے درمیان بھگتی تحریک کا پل (واسطہ) ہے۔ بھنڈ کار اور گریسن (GRIESON) جیسے سکالروں کا خیال ہے کہ رامانند، رامانوج سے چوتھی پشت پر ہے۔ میکن لیف MACAN LIFE کہتا ہے کہ وہ 1299ء میں پریاگ (الہ آباد) کے ایک گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک آزاد ذہنیت کے مالک تھے، اور اپنے علم کو بڑھانے کے لیئے انہوں نے پورے ملک کا سفر کیا۔ اس سفر کے دوران وہ مسلم علماء وصوفیاء سے ملتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اپنے پرانے مذہب کے خیالات ترک کر دیئے۔ رامانند کے بارہ چیلوں کے نام یہ ہیں۔ اننتا نندا۔ کبیر۔ پیپا۔ بھاوانندا۔ سوکا۔ سرسورا۔ پدماوتی۔ نرہاری۔ رائے داس۔ رھانا۔ سینا۔ سرسورا کی بیوی۔ کبیر 1398ء میں پیدا ہوئے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے بڑے حامی تھے۔ ان کو اپنے استاد رامانند کی زیادہ صحبت نہیں ملی تھی۔ وہ اکثر پھرتے رہتے تھے۔ اور نیک لوگوں سے ملتے تھے وہ زیادہ تر مسلم صوفیاء کی صحبت میں رہے جس کا ذکر وہ اپنی نظم رامائنی میں بھی کرتے ہیں۔ ان کی رہائش مانک پور میں تھی۔ جہاں وہ مدت تک شیخ تقی کی صحبت میں رہے۔ اسی طرح بھگت کبیر نے جام پور اور جھانسی میں مسلم پیروں سے تصوف کی تعلیم وتربیت حاصل کی۔ اس علاقے میں بیک وقت اکتیس پیر رہتے تھے جو مساجد میں خطبات بھی دیا کرتے تھے۔ بھگت کا ایک بیٹا تھا۔ اس کا نام باپ کی طرح اسلامی تھا۔ بیٹے کا نام کمال اور بیٹی کا نام کمالی تھا"۔

یاد رہے کہ رامانند اور کبیر ہندوؤں کے پیران پیر ہیں۔ جنہوں نے مسلم صوفیاء سے تصوف کی تعلیمات حاصل کیں۔ ان تینوں باپ بیٹے اور بیٹی کے اسلامی نام تھے۔ اور اس قدر اسلامی زندگی بسر کرتے تھے کہ جب کبیر کا انتقال ہوا تو مسلمان ان کو دفن کرنے اور ہندو جلانے کے لئے جنازہ پر پہنچ گئے۔ لیکن جب دیکھا تو پھولوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

بھگت کبیر کے اسلامی عقائد:

بھگت کبیر کے عقائد کے متعلق ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

Marfat.com

"کبیر کا مذہب کیا تھا۔ نابھاجی کہتے ہیں کہ کبیر ذات پات کے منکر تھے اور ہندومت کے چھ مکاتب فکر کو نہیں مانتے تھے۔ اور نہ برہمنوں کے بنائے ہوئے زندگی کے چار حصوں پر یقین رکھتے تھے۔ ان کا مذہب بھگتی (محبت) تھا جو صوفیاء سے اخذ کیا۔ کبیر کی تعلیمات وہی تھیں جو صوفیاء کی تھیں۔ ہندو دھرم میں ان کا کوئی پیشوا نہیں تھا۔ مسلم صوفیا ہی ان کے پیشوا تھے۔ ان کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شیخ فریدالدین عطار کا پند نامہ بھی پڑھا ہے اور جلال الدین رومی اور سعدی کے کلام سے بھی آگاہ تھے۔ مثلاً کبیر کہتے ہیں کہ جب تم دنیا میں آئے تو لوگ ہنستے تھے اور تم رو رہے تھے۔ تم دنیا میں اس طرح زندگی گذارو کہ تمہاری موت پر لوگ روئیں اور تم ہنسو"۔۔۔۔ یہ شیخ سعدی کی رباعی کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے۔

ڈاکٹر تاراچند کہتے ہیں کہ کبیر نے انسان اور خدا کے باہمی تعلق کو شیخ عبدالکریم جیلیؒ اور دوسرے صوفیاء کی طرح اس طرح بیان کیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ پر کبیر کہتے ہیں:

"یہ زندگی ایک بحر بے کنار میں ایک حباب کی مانند ہے۔ جس کا وجود سمندر سے علیحدہ نہیں"، "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن"۔ شیخ عبدالکریم جیلیؒ اور دوسرے صوفیاء کی طرح ذات حق کو سمندر اور انسان کو سمندر کی لہر کی مثال دیتے ہیں۔ اور اکثر بادہ وساغر، عاشق ومعشوق، محبّ و محبوب کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ نیز وہ گل اور بلبل اور حال و مقام جیسے صوفیانہ الفاظ بھی اکثر استعمال کرتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ صوفیاء کے احسان مند ہیں۔ احمد شاہ نے کبیر کے کلام کا ترجمہ کیا ہے جس میں دو سو سے زائد عربی اور فارسی کے الفاظ ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تصوف کا ان پر کتنا گہرا اثر تھا۔ کبیر پر صوفیاء کرام کے اثرات کا سب سے بڑا ثبوت ان کی تعلیمات ہیں۔ مثلاً وہ خدا کو ان ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اللہ۔ بے چون۔ خدا۔ سائیں۔ گوبندا وغیرہ۔ سب سے پیارا نام خدا کا ان کے نزدیک صاحب ہے۔ جو ہر وقت وہ استعمال کرتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ذات حق وراء الوراء ہے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کا وجود نور ہے اور یہ گہرا صوفی اثر ہے۔ کبیر کہتا ہے کہ ذات حق ایک نور ہے جو ساری کائنات کو سموئے ہوئے ہے۔ "سنو بھائی سادھو۔ حقیقی ہادی خالص نور ہے"۔ یہ شیخ عبدالکریم جیلیؒ اور بدرالدین کے الفاظ کی گونج ہے"۔

ڈاکٹر تاراچند آگے چل کر کبیر کی صوفیانہ کیفیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کبیر اپنی روحانی کیفیات کو حال کا نام دیتے ہیں۔ (صوفیاء کی طرح) کبیر غم کو دکھ کہتے ہیں۔

Marfat.com

امید کو آ شا کہتے ہیں۔ خوف کو ڈ را سا۔ خوبصورتی کو جمال۔ رعب کو جلال۔ مہربانی کو مہر۔ جدائی کو ورایا۔ حیرانگی کو حیرت۔ اتحاد کو میلان۔ غیر حاضری کو غیب اور موجودگی کو حضور کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ روحانی سفر کو منصور حلاج کی طرح اندر کا سفر اور ناسوت کو تاریکی۔ ملکوت کو فرشتہ پن، جبروت کو نور جلال اور لاھوت کو نور جمال اور ھاھوت کو ذات محض کا نام دیتے ہیں"۔

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ کبیر اپنے دس مقام ریختہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا سفر معراج بیان کرتے ہیں۔ کبیر اپنے ہندو بھائیوں کو یہ تلقین کرتے ہیں:

"برہمانہ رسومات ترک کر دو۔ بتوں پر قربانیاں چھوڑ دو۔ جادوگری چھوڑ دو۔ برہمن راج ختم کرو۔ ذات پات اور چھوت چھات بند کرو۔ اوتار کا عقیدہ غلط ہے۔ روح (جیارا) مہمان ہے جو دوسری بار نہیں آئے گا"۔

دوسرے الفاظ میں کبیر ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کو اپنا پیشوا ماننے والے ہندو صاحبان ان کی دعوت قبول کیوں نہیں کرتے"۔

گورونانک:

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ گورونانک جو سکھ مذہب کے بانی ہیں 1469ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی ہمیشرہ کے خاوند کا نام جے رام تھا جو نواب دولت خان لودھی کا ملازم تھا۔ نواب دولت خان سلطان بہلول لودھی کا رشتہ دار تھا۔ ہمیشرہ نے نانک کو بلا کر نواب دولت خان لودھی کے ہاں مال زکوٰۃ کا منشی تعینات کر دیا۔ تیس سال کی عمر میں انہوں نے ملازمت چھوڑ دی۔ اور گھربار چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ گورونانک نے ہندوستان، لنکا، ایران اور عرب کے چار سفر کیے۔ اور چالیس سال تک ان ملکوں کے مقدس مقامات کی زیارت میں مشغول رہے۔ علاوہ ازیں مشائخ ملتان کی صحبت میں بھی رہے اور بابا فریدؒ کے خاندان کے شیخ بہرام (ابراہیم) فرید چشتی سے بھی فیض حاصل کیا۔ نانک کا مشن ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک کرنا تھا۔ صوفیاءِ اسلام کی صحبت میں رہ کر انہوں نے ہندو عقائد مثل بت پرستی، اوتار وغیرہ عقائد ترک کر دیئے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ: "خدا ایک ہے اور اس کا خلیفہ نانک سچ بولتا ہے"۔

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

Marfat.com

"اس سے صاف ظاہر ہے کہ گورونانک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا راہبر سمجھتے تھے۔ اور ان کی تعلیمات پر بھی یہی رنگ ہے۔ پیغمبر اسلام کی طرح نانک بھی اپنے پیروکاروں سے خدائے واحد کی اطاعت کا مطالبہ کرتے تھے۔۔۔ صوفیوں کی طرح نانک بھی گورو (راہبر) کی اطاعت ضروری سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک روحانی سفر کے چار مراحل تھے: سرن کھنڈ، انان کھنڈ، کرم کھنڈ اور سچ کھنڈ۔ کتاب نانک پرکاش کے مصنف لکھتے ہیں کہ گورونانک کے یہ چار مراحل صوفیاء کے چار مقامات: شریعت۔ طریقت۔ معرفت اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ اسلام کا گورونانک پر کتنا گہرا اثر ہوا۔ یہ بات خود بخود ظاہر ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور ان کے اقوال اور افعال اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ صوفی رنگ میں پوری طرح رنگے جا چکے تھے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آیا انہوں نے ہندوازم سے بھی کوئی فائدہ حاصل کیا"۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ ابراہیم چشتیؒ جو حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ سے بارہویں پشت پر تھے، کی تعلیم وتربیت سے وہ مقام فنافی اللہ میں تو پہنچ گئے لیکن وہ پھر بقا پر لوٹنے کی بجائے دائمی استغراق میں رہنے لگے۔ جس کی وجہ سے آپ کو نہ حجامت بنوانے کا ہوش تھا اور نہ دنیا کے دوسرے کاموں کا۔ وہ بادہ توحید اور فنا میں مست ہو چکے تھے۔ نماز روزہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ سکھ حضرات مانتے ہیں کہ وہ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ بھی تشریف لے گئے۔ سنا ہے کہ امرتسر کے مندر میں آپ کے تبرکات میں سے آپ کا ایک کرتہ موجود ہے۔ جس پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم درج ہے۔

گورونانک کے کلام کے مجموعہ کا نام گرنتھ صاحب ہے جو حضرت شیخ ابراہیم فرید ثانی کی شاعری سے لبریز ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ کلام بابا فریدؒ کا ہے جس کے ہر شعر کے آخر میں فرید تخلص استعمال ہوا۔ چونکہ آپ کمال استغراق کی وجہ سے نماز روزہ کی پابندی نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی حجامت بنوا سکتے تھے۔ ان کے پیروکاروں نے ان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے نماز روزہ کی پابندی کو ضروری نہ سمجھا۔ اس لئے ایک نئے مذہب کی بنیاد پڑ گئی اور مغل بادشاہوں اور سکھوں کے درمیان سیاسی جنگوں کی وجہ سے دونوں مذاہب کے درمیان کی خلیج اور بھی وسیع ہوگئی۔

Marfat.com

سولھویں صدی کے ہندو فقیر:

اس کتاب کے اس باب میں ڈاکٹر تارا چند راما نند اور کبیر کے پیروکاروں کی فہرست تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ راما نند کے مندرجہ ذیل چیلے تھے:

1۔ دھنان: یہ جاٹ قوم سے تعلق رکھتے تھے اور راجپوتانہ کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے بنارس گئے اور راما نند کے شاگرد ہوئے۔ وہ بھی خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے تھے۔

2۔ پیپا: جو ریاست گراؤں گڑھ کے راجہ تھے۔ وہ بھی صوفیوں کی طرح ذات حق کو ہر چیز کی اصل سمجھتے اور گرو کے ذریعے خدا تک رسائی کے قائل تھے۔

3۔ سائیں: ایک حجام تھے جو راجا بھنڈار گڑھ کے دربار میں رہتے تھے اور اس جگہ کو آج کل ریوا کہتے ہیں۔ بعد میں وہ راجا کے روحانی پیشوا ہوئے۔

4۔ رائیداس: ان کا تعلق شودر قوم سے تھا۔ اور چمڑے کا کام کرتے تھے۔ ان کی جائے پیدائش بنارس ہے۔ ان کے اصول وہی ہیں جو کبیر کے تھے اور ان کی طرح وہ بھی ریختہ کلام کہتے تھے۔ بلکہ ان کے کلام میں اکثر فارسی اور صوفیانہ اصطلاحات پائی جاتی ہیں۔

کبیر کے چیلے:

کبیر کے بے شمار چیلے تھے جن کے ذریعے ان کی تعلیمات شمالی ہندوستان اور دکن میں پھیل گئیں۔ ان کے روحانی سلسلہ کی بارہ شاخیں تھیں۔ اور ہر شاخ کا علیحدہ سربراہ تھا۔ کبیر کے مندرجہ ذیل چیلے (خلفاء) تھے:

1۔ سرت گوپال داس جن کا مرکز بنارس تھا۔ 2۔ مگھر 3۔ جگن ناتھ 4۔ دوارکا 5۔ بھگوداس جنہوں نے کبیر کی نظم بیجک کو جمع کیا 6۔ دھرنا داس جن کی نظموں میں کبیر ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے 7۔ جیون داس جو ست نام فرقہ کے بانی ہیں۔ 8۔ کمال ابن کبیر جن کے مریدین زیادہ تر مغربی ہند میں رہتے تھے۔

9۔ دادو دیال جو کبیر کے خلفاء میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ وہ حلاج (روئی دھنا) کا کام کرتے تھے۔ ان کا وطن نریانہ (ماڑواڑ) ہے۔ ان کا کلام پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔۔۔۔ فارسی میں بھی شاعری کرتے تھے۔ ان کے چند فارسی اشعار یہ ہیں ۔

Marfat.com

بے مہر گمراہ غافل گشت خوردنی

بے دل بدکار عالم حیات مردنی

کل عالم یکے دیدم ارواح اخلاص

بدعمل بدکار دوئی پاک یاراں پاس

موجود خبر، معبود خبر، ارواح خبر

وجود مقام چہ چیز است دانی سجود

نوٹ: فارسی سے انگریزی اور انگریزی سے اردو ترجمہ میں اشعار کی حالت بگڑ گئی ہے اور مفہوم کم فہم ہو گیا ہے۔

دادو دیال کے مندرجہ ذیل اقوال بالکل صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہیں:

"جب نفس غالب آتا ہے تو تکبر، غصہ، خودی، دوئی، جھوٹ، حرص اور ضد ابھر آتے ہیں"۔ اور نیکی ختم ہو جاتی ہے۔ ارواح کا مقام یہ ہے کہ جب محبت، عبادت، اطاعت، وحدت، تزکیہ، رحم، مہر، حق اور نیکوخوئی جمع ہو جاتے ہیں تو آدمی راہ راست پر آ جاتا ہے"۔

یہ صوفیاء کرام کی اصطلاحات تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے سوا اور کیا ہے۔ ایک جگہ پر تو وہ صاف صوفیانہ انداز میں کہتے ہیں کہ:

"میں نے صاف بتا دیا کہ مجھے کیا مقام حاصل ہے "پیر" کے ذریعے "مرید" کو "محبوب" کا راستہ ملتا ہے"۔

ایک مقام پر وہ کہتے ہیں کہ:

"دوست کی طلب دادو کے قلب میں ہے۔ اور وضو کر کے وہ "اللہ پاک" کے سامنے نماز پڑھتا ہے۔ دادو کا جسم مسجد ہے۔ جہاں وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔ امام کے پیچھے وہ خدا (جس کی تعریف الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی) کے سامنے ہے۔ اور دادو رکوع و سجود کرتا ہے۔ دادو کا پورا جسم تسبیح ہے جس پر وہ کریم کریم پکارتا ہے۔ وہ اکیلا ہے اور اس کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔ کلمہ خود آپ ہے۔ دادو مکمل توجہ کی بدولت اللہ کی طرف پرواز کرتا ہے۔ جس کے لئے مکمل توجہ کی ضرورت ہے۔ پھر وہ عرش سے بھی اوپر چلا جاتا ہے۔ وہ عرش جہاں رحمٰن رہتا ہے۔ (یہ قرآن کی آیت الرحمن علی العرش

Marfat.com

استوی کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے) خط کشیدہ الفاظ دادو کے اپنے ہیں۔ نیز اس عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ وضو بھی کرتے تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے۔

آگے چل کر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

"اپنے بزرگوں کی نسبت دادو دیال کو تصوف کا زیادہ علم حاصل تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ کبیر کے فرزند کمال کے مرید تھے۔ جن کے تمام تر اقوال و افعال صوفیانہ تھے۔ کمال پر مغربی ہندوستان یعنی اجمیر احمد آباد کے صوفیاء کا گہرا اثر ہوا"۔

ایک نظم میں دادو دیال کہتے ہیں:

"یا الٰہی تم رحمٰن بھی ہو، رحیم بھی اور کریم بھی"۔ (خط کشیدہ الفاظ اس کے اپنے ہیں)

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

"دادو تناسخ کے خلاف تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ زندگی کا مکمل چکر ایک ہی جنم میں طے ہوتا ہے"

کلہا اور ملک داس:

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

دادو دیال کا چیلہ (خلیفہ) کلہا تھا اور کلہا کا خلیفہ ملک داس تھا۔ انہوں نے بھی دادو کا مسلک اختیار کیا۔ ایک مقام پر ملک داس لکھتے ہیں کہ:

"وہ شخص جو پانچ عناصر کی حد سے باہر نکل جاتا ہے۔ خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ جو شخص پیاسے کو پانی پلاتا ہے۔ اس کا یہ کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑی عبادت ہے"۔

سندر داس:

دادو دیال کے ایک نائب سندر داس ہیں۔ آپ سال 1596ء میں جے پور کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے فتح پور سیکری میں اقامت اختیار کی اور صوفی شاعر نواب الف خان اور ان کے بیٹے دولت خان اور صابر خان کے ساتھ ان کے بہت گہرے تعلقات تھے۔ ان کا انتقال 1689ء میں ہوا۔ وہ سنسکرت کے بڑے سکالر تھے۔ اور فارسی بھی جانتے تھے۔ ان کا مسلک بھی کبیر کا مسلک تھا۔

Marfat.com

ویر بھان:

دادو دیال کے ہمعصر ایک فقیر ویر بھان تھے جو سادھو اور ستنامی فرقے کے بانی ہیں۔ وہ رائے داس کے شاگرد تھے۔ وہ گورو (مرشد) کو بہت اہمیت دیتے تھے اور اس کو "مالک کا حکم" قرار دیتے تھے۔ ان کی تعلیمات کا مجموعہ ایک کتاب ہے جس کا نام "پوتھی" ہے جو روزانہ جملہ گار (جماعت کے ساتھ) پڑھی جاتی ہے۔ ان کی تعلیمات کا علاقہ دہلی، رہتک، آگرہ، فرخ آباد، مرزاپور اور جے پور تک پھیلا ہوا ہے۔ ڈاکٹر تاراچند نے اپنی کتاب میں ان کے دس حکموں کی تفصیل لکھی ہے۔ جو تصوف اور اسلام کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

لال داس اور بابا لال:

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ یہ دو فقیر سترہویں صدی عیسوی میں مشہور ہوئے۔ لال داس کا مرکز الور تھا۔ جو میو قوم کا علاقہ ہے۔ اس کی تعلیمات وہی تھیں جو کبیر کی ہیں۔ بابا لال جہانگیر کے عہد حکومت میں مالوہ کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے گورو چیتن داس کے ہمراہ لاہور گئے اور سرہند شریف کے قریب دھیان پور میں مقیم ہو گئے۔ داراشکوہ بابا لال کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کی صحبت سے متاثر ہو کر داراشکوہ نے ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام نادر النکات ہے۔ جب داراشکوہ نے بابا لال سے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے تو انہوں نے شیخ سعدی کا ایک شعر پڑھا۔ جس کا مطلب یہ ہے:

"تمام مذاہب کا مقصد ایک ہے۔ سب ایک ہی محبوب کے طالب ہیں۔ ساری دنیا عاشقوں سے بھرپور ہے کیا مسجد کیا مندر"۔

آگے چل کر ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ لال داس اور بابا لال کے علاوہ اور درویش بھی پیدا ہوئے جن کا مقصد ہندو مسلم اتحاد تھا۔ انہوں نے تمام ہندوانہ عقائد ترک کر دیئے تھے۔ اور دن میں پانچ وقت خدا کی عبادت کرتے تھے۔ خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کی زبان پر رہتا تھا۔ اور وہ اکثر جبرائیل، میکائیل، عزرائیل، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کا ورد رکھتے تھے۔ وہ مردوں کو جلانے کی بجائے دفن کرتے تھے اور اپنے آپ کو درویش کہتے تھے۔ وہ اکثر بھیک مانگتے تھے اور جو کچھ جمع کرتے غرباء اور مساکین میں تقسیم کرتے تھے۔

Marfat.com

دھرنا داس اور پران ناتھ:

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں کہ سترہویں صدی کے آخر میں دھرنا داس اور پران ناتھ آئے ان کے سلسلے کے لوگ آج تک سارے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کے چند اصول یہ ہیں:

"چراغ انسان کے جسم کے اندر ہے جو نہ بتی کا محتاج ہے نہ تیل کا"۔

یہ قرآنی آیت اللہ نورالسموت والارض کا ترجمہ ہے۔ جس میں آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ انسان کے اندر ایک طاق ہے۔ اس طاق کے اندر ایک شیشہ ہے۔ جس میں چراغ ہے۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ جس کو نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی۔ ڈاکٹر تاراچند نے اس فرقے کا ایک اور قول نقل کیا ہے:

"اے دھنی! جسم تخت ہے اور اس پر سلطان بیٹھا ہے"

یہ بھی مندرجہ ذیل حدیث کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے:

قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ۔ (مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے)

پران ناتھ:

ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

پران ناتھ دھرنی فرقہ کے بانی ہیں۔ ان کا مسلک بھی وہی تھا جو کبیر کا تھا۔ وہ علوم اسلامیہ سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام " قلزم سروپ" ہے اس کتاب میں وہ قرآنی آیات اور وید نقل کرتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے۔ بت پرستی بند کرو۔ ذات پات ختم کرو۔ برہمنوں کی پیروی چھوڑ دو۔ انہوں نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے " قیامت نامہ"۔ وہ کہتے ہیں:"امت کے پاس جا کر کہو قیامت قائم ہو چکی ہے میں یہ خبر قرآن کی دے رہا ہوں"۔

وہ کہتے ہیں:"پہلے عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام ہیں"۔

"دونوں جہانوں میں تہلکہ مچ گیا۔ اور کاسمہ کنڈہ اور شریعت کا قانون مسلط ہو گیا۔ جس میں حقیقت اور معرفت کا راستہ ظاہر ہوا"۔ (زیر خط الفاظ ان کے اپنے ہیں)

Marfat.com

اٹھارہویں صدی کے فقیر:

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مندرجہ ذیل فقیر ہو گزرے ہیں۔ جگ جیون۔ بلا صاحب۔ کیسارا۔ سندر داس۔ سہجو بائی۔ دیا بائی۔ غریب داس۔ شونرائن اور رام صاحبی۔ جگ جیون کا قول ہے:" فکر چھوڑ۔ ذکر میں مشغول ہو جا۔ (خط کشیدہ الفاظ ان کے اپنے ہیں) یہ ایک حدیث کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے۔

بلا صاحب: ان کا اصلی نام بلاقی رام ہے وہ یاری صاحب کے شاگرد ہیں۔ جو مسلمان ولی اللہ تھے۔

چندر داس: چندر داس میوات میں 1703ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیمات وہی ہیں جو کبیر کی ہیں۔

غریب داس: غریب داس 1717ء میں پیدا ہوئے اور 1877ء میں وفات پائی۔ وہ رہتک کے رہنے والے تھے۔ اور کبیر کے مسلک پر تھے۔ اور قوم کے جاٹ تھے۔ غریب داس کا ایک قول یہ ہے:

"اے صاحب! میری دعا کو عرش پر سنو۔ آپ میرے پدر ہیں اور میری مادر ہیں۔ آپ کریم ہیں۔ مجھے اپنا دیدار کرائیو"۔ (خط کشیدہ الفاظ ان کے اپنے ہیں)

رام چرن: رام چرن ایک فرقے کے بانی ہیں۔ جس کا نام رام سانچی ہے۔ آپ جے پور کے قریب 1718ء میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی عبادت کے طریقے مسلمانوں کی طرح تھے اور دن میں پانچ بار نماز ادا کرتے تھے۔

انیسویں صدی کے فقیر:

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ انیسویں صدی میں یہ فقیر آئے:

سوہا جانند۔ دولنداس۔ گلال۔ بھیکا اور پالتو داس۔ یہ سب کبیر کے مسلک پر تھے۔

آگے چل کر ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

"اس سے ظاہر ہے کہ ہندوازم نے کس قدر اسلامی اثرات قبول کیے۔ اور کس طرح اسلام کے اثر سے ہندو دھرم میں بت پرستی، ذات پات وغیرہ کا خاتمہ ہوا۔ اور عبادت میں خلوص پیدا ہوا۔ استاد (مرشد) کو اہمیت حاصل ہوئی۔ مشکلات کا ازالہ ہوا۔ یہاں تک کہ تلسی داس اور سور داس جو راما نند کے پیروکار تھے کی تعلیمات میں اسلامی اثر سب سے زیادہ نظر آتا ہے۔ ایک ہندو فقیر تکارام کا قول ہے:

Marfat.com

"اے دوست، اللہ کا ذکر کرو۔ سب سے بڑا اللہ کا نام ہے۔ اسے مت بھولنا۔ (خط کشیدہ الفاظ اس کے اپنے ہیں) ایک جگہ تکارام کہتے ہیں "اللہ ایک ہے نبی ایک ہے بھول نہ جانا" (خط کشیدہ الفاظ اس کے اپنے ہیں)۔

Marfat.com

مختلف مذاہب کی روحانی تعلیمات کا اسلام سے مقابلہ

(اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کون پسند کرتا ہے)

اب ہم مختلف مذاہب کی روحانی تعلیمات کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں تا کہ قارئین پر اسلامی تعلیمات کی فوقیت اظہر من الشمس ہو جائے۔ یاد رہے کہ تصوف کے خلاف ان چار مذاہب کی خوشہ چینی کے الزام عائد کئے گئے ہیں۔ عیسائیت۔ ہندو دھرم۔ بدھ مت اور نو افلاطونیت۔

اب ہم علیحدہ علیحدہ اسلامی روحانی تعلیمات (تصوف) اور ان مذاہب کی روحانی تعلیمات (MYSTICISM) کا مقابلہ کریں گے۔

تصوف اور عیسائی مسٹی سزم:

اس مضمون کی تفصیل بہت طویل ہے۔ جس سے عام قاری حضرات کو زیادہ دلچسپی نہ ہوگی۔ اس لئے مختلف مذاہب کی موٹی موٹی باتوں کو زیر غور لایا جائے گا۔ یاد رہے کہ جہاں عیسائی مسٹی سزم میں فنا فی اللہ آخری مقام سمجھا جاتا ہے اور عیسائی لوگ دنیا سے کنارہ کشی کر کے ہمیشہ کے لئے خلق خدا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ اسلام میں فنا فی اللہ آخری مقام نہیں ہے بلکہ فنا الفناء اور بقا باللہ آخری مقام ہے۔ جس کا دوسرا نام نزول اور عبدیت ہے۔ عیسائی دنیا میں ارباب روحانیت کو اس لئے ملامت کی جاتی ہے کہ وہ دنیا سے کنارہ کشی کر کے خلق خدا کے دکھ درد میں شریک نہیں ہوتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عیسائی لوگوں کی فنا بھی مکمل نہیں ہوتی۔ فنا کے بے شمار مدارج اور منازل ہیں۔ چونکہ ذات حق کی کوئی انتہا نہیں۔ فنا کے مراتب کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ مثلاً سمندر کے اندر فنا ہونے والا سطح آب سے ایک گز نیچے بھی فانی فی البحر کہلائے گا اور ایک میل۔ دو میل۔ دس میل کی گہرائی تک آنے والا بھی فانی فی البحر کہلائے گا۔ اب دیگر مذاہب میں فنا کی جو ذرا سی بو آتی ہے تو گویا وہ ایک آدھ انچ پانی میں جاتے ہیں اور بہت خوش ہو جاتے ہیں اور شور مچا دیتے ہیں۔ کہ فنا حاصل ہوگئی ہے بلکہ اکثر و بیشتر فنا سے پہلے معمولی قسم کے کشف و کرامات یا سچے خواب دیکھ کر پھولے نہیں سماتے۔ کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ لیکن منزل مقصود تو کیا اس کی ہوا تک بھی ان کو ابھی نہیں لگی ہوتی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فنا سے پہلے کی فضا دیکھ کر یا فنا کی ابتدائی منزل دیکھ کر مطمئن ہو

Marfat.com

جاتے ہیں۔اس کے برعکس صوفیاء کرام سالہا سال تک بحر فنا میں غوطے لگا لگا کر اس قدر گہرائی میں جاتے ہیں کہ ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی وہ مقامات قرب نہیں آ سکتے۔لیکن وہ اس پر بھی اکتفا نہیں کرتے اور ھل من مزید کے نعرے لگاتے ہوئے منازل پر منازل طے کرتے جاتے ہیں۔ان کا نصب العین یہ ہوتا ہے۔

صوفی آنکہ فوق الوصل جوید (صوفی وہ ہے جو وصل سے بھی اوپر کے مقام کا طلبگار ہوتا ہے) لیکن جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ دیگر مذاہب میں جہاں روحانی سفر صرف ایک مرحلے پر مشتمل ہے اسلام میں اس کے دو مراحل ہیں۔ایک فنا فی اللہ۔دوسرا بقا باللہ۔فنا کے بلند ترین مدارج سے نکل کر وہ پھر مقام دوئی پر آتا ہے یعنی وہ حالت تلوین، محویت اور استغراق سے نکل کر ہوشیاری میں آتا ہے اور چونکہ فنا کے انتہائی مدارج پر وہ حدیث "بی یسمع و بی یبصر" کے بمصداق حق تعالیٰ کی ذات وصفات سے متصف ہو جاتا ہے۔اس کے سر پر خلافت و نیابت الہیہ کا تاج رکھا جاتا ہے اور اس کو دنیا کے تکوینی امور نیز رشد و ہدایت کے منصب پر فائز کیا جاتا ہے۔یہ چیز نہ عیسائی مسٹی ازم میں پائی جاتی ہے اور نہ ہندو میں نہ بدھ مت میں نہ یونان کی نو افلاطونیت میں۔چونکہ جہاں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر دیگر انبیاء علیھم السلام کے مذاہب منسوخ ہو گئے۔ان مذاہب کے ارباب روحانیت کو خلافت الہیہ کا ملنا بھی بند ہو گیا اور صرف نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ارباب حقیقت کے لئے خلافت باقی رہ گئی۔یہی وجہ ہے کہ جہاں دیگر مذاہب کے ارباب روحانیت ہمیشہ کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر کے خلق خدا اور دنیاوی امور سے منقطع ہو جاتے ہیں۔اولیاء اسلام کو حکماً دنیاوی امور میں حصہ لینا اور اصلاح خلق کا فریضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔اسی وجہ سے اولیاء اسلام کی زبردست اکثریت بقا باللہ کے منصب جلیلہ پر فائز ہو کر دنیاوی امور میں بھرپور حصہ لیتی رہی ہے۔اس ساری امت میں صرف چند گنتی کے لوگوں نے قلندرانہ روش اختیار کر کے جذب و مستی میں زندگی بسر کی ہے جو قابل تقلید نہیں۔

اسلام اور نو افلاطونیت:

یونانی مسٹی سزم یعنی نو افلاطونیت کا بھی یہی حال ہے۔نو افلاطونیت حکیم PLOTINUS کے نام سے منسوب ہے۔آپ، تیسری صدی عیسوی میں سکندریہ میں رہتے تھے اور بڑے عارف باللہ تھے۔

Marfat.com

آپ کی کتاب انیڈس ENNEDS آپ کی روحانی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیمات میں آخری مقام فنا ہے۔ یہاں آپ کی کتاب کا مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو ان کی تعلیمات کا لب لباب ہے:

آپ لکھتے ہیں کہ: "RETURN SUMS UP THE ENTIRE DUTY OF MAN" (ذات حق کی طرف واپس لوٹنا یعنی مقام فنا انسان کی زندگی کا ماحصل ہے)۔

اس سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک آخری منزل فنا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ فنا کی لاتعداد منازل میں سے کس منزل تک آپ کو رسائی حاصل ہوئی۔ خواہ کچھ ہو بقا باللہ اور عبدیت کا آپ کی تعلیمات میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

پلاٹائنس کی تعلیمات ہی عیسائی مسٹی سزم کی بنیاد ہیں۔ کیونکہ عیسائیت کے سب سے بڑے روحانی پیشوا سینٹ آگسٹائن کے قول سے جو پہلے اس کتاب میں نقل ہو چکا ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سب کچھ نو افلاطونیت سے حاصل کیا۔ اور سینٹ آگسٹائن ہی عیسائی مسٹی سزم کے باپ یا پاپائے اعظم ہیں۔

اسلام اور ہندو مسٹی سزم:

ہندو مسٹی سزم میں بھی وہی ایک مرحلے والا SINGLE PHASED روحانی سفر ہے۔ بقا باللہ کا نام تک نظر نہیں آتا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اگرچہ ہندو مذہب کے سب سے بڑے روحانی پیشوا شنکر اچاریہ، رامانوجا، رامانندا، کبیر، دادو دیال، رائے داس، بابا لال وغیرہ سب کے سب نے صوفیاء کرام سے روحانی تعلیمات حاصل کیں۔ تاہم ان کی کتابوں میں صرف فنا ہی فنا کا ذکر ہے۔ بقا باللہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ دارا شکوہ نے اپنی تصانیف میں اسلامی روحانیت اور ہندو مسٹی سزم میں مشابہت ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن انہوں نے بھی ہندو ارباب روحانیت کی زندگیوں میں بقا باللہ کی کہیں نشاندہی نہیں کی۔

اسلام اور یہودی قبالہ سسٹم:

یہودی قبالہ سسٹم میں آخری مقام فنا بتایا گیا ہے۔ یہودی مذہب میں آج کل ایک اور روحانی

Marfat.com

سسٹم پر زور دیا جا رہا ہے جو (HESIDISM) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی آخری حد بھی وحدت الوجود اور فنا بتائی جاتی ہے۔ بقا باللہ کا نام ونشان نہیں ہے۔

اسلام کی جامعیت:

یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس میں مقام فنا فی اللہ اور اس کے بھی بلند ترین مقامات سے سالکین کو نزول کر کے اپنے نقطہ آغاز پر واپس آنا ہوتا ہے۔ جہاں وہ فنا کے سکر اور استغراق سے نکل کر عالم صحو اور ہوشیاری میں آتے ہیں۔ خلافت ارضی کا ان کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے اور ہدایت خلق اور دنیا کے تکوینی امور ان کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ اس مقام بقا باللہ یا عبدیت کو جامعیت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جامعیت اس لئے کہ اس مقام پر سالکین بیک وقت فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتے ہیں اور بیک وقت محبوب حقیقی کے حسن و جمال اور قرب و وصال کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں اور درد ہجر و فراق کی لذت بھی حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ وصال سے مہجوری کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کے حضور میں ان کو عجز و نیاز اور بندہ و عبد بن کر رہنا زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے من لذت درد تو بہ درماں نفروشم۔ اور وصل اور مہجوری کی حالت میں وہ ہر وقت قرب کی بلند سے بلند منازل طے کرتے جاتے ہیں۔ ان کی آتش عشق ہے کہ کسی مقام وصل پر مطمئن نہیں ہونے دیتی اور ہر وقت ھل من مزید کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ ان کا مطمع نظر یہ ہوتا ہے

ہمہ عمر باتو قدح زدیم ونرفت رنج خمار ما
چہ قیامتے کہ نمی رسی زکنار ما بہ کنار ما

اور یہ آہ و فغاں اور درد و داغ اور نالہ و فریاد دائمی ہوتا ہے۔ اور ساری زندگی اسی پرواز الی اللہ میں بسر کرتے ہیں اور مرنے کے بعد عالم ارواح میں بھی اسی پرواز میں رہتے ہیں۔ بہشت میں بھی ان کی یہی ترقی اور یہی سیر الی اللہ جاری رہے گی۔ کیونکہ ذات حق اور قرب و وصال حق کی کوئی انتہا نہیں۔

تقابلی مطالعہ کا نتیجہ:

اس تقابلی مطالعہ سے ظاہر ہے کہ اسلامی روحانی تعلیمات کے مقابلہ میں باقی مذاہب کی روحانی تعلیمات کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہ جو ہم نے اوپر دیگر مذاہب میں فنا کے مقامات کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی

Marfat.com

عہد ماضی کی بات ہے۔اب تو وہ چیز بھی نہیں رہی۔اب وہ لوگ روحانی علم حاصل کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔لیکن کچھ حاصل نہیں ہوتا۔اس لئے تو وہ اسلامی روحانیت کی طرف راغب ہورہے ہیں۔اور امام غزالیؒ اور ابن عربیؒ جیسے اکابر صوفیاء کی تصانیف کی چھان بین میں لگے ہوئے ہیں اور کافی لوگ اسلام بھی قبول کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ان مذاہب کی روحانی تعلیمات میں دوسری کمی رہبر کی ہے۔ جو اسلامی دنیا میں کثرت سے مشائخ و اولیاء اور پیرو مرشد کی صورت میں موجود ہے۔ نیز جہاں دوسرے مذاہب میں روحانی نصاب کا فقدان ہے۔اسلام میں مشائخ عظام نے علم روحانیت کو بطور ایک مستقل فن SCIENCE کے مرتب کرلیا ہے۔جس سے طریقت اب ایک عظیم شاہراہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جس پر مختلف منازل و مقامات کے سنگ ہائے میل، علامات اور نشانات سب موجود ہیں۔ علاوہ ازیں جہاں اسلام میں متعلقہ پیرو مرشد کے علاوہ سلسلے کے تمام مشائخ حتیٰ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سالک پر توجہ، نظر و عنایت اور فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دیگر مذاہب کے ارباب روحانیت اس فیض سے محروم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب میں ہر شخص اپنا آپ استاد بھی ہے اور اپنا آپ شاگرد بھی۔ اس کے لئے نہ کوئی راستہ مقرر ہے۔ نہ منازل متعین ہیں۔ نہ ان کو پیر کامل کی راہبری حاصل ہے۔ نہ ان کے لئے کوئی نصاب یا لائحہ عمل موجود ہے جو مسلم طالبین کے لئے عبادات۔اذکار۔مشاغل۔اوراد۔وظائف۔ تلاوت قرآن اور نوافل کی صورت میں حاصل ہے۔ان مذاہب میں ہر طالب اپنا راستہ آپ بناتا ہے۔ جس سے نہ اسے شیطان سے امان ملتی ہے اور نہ اپنے نفس کی خباثت سے۔ وہ سنگلاخ وادیوں اور خاردار جنگلوں میں منازل طے کرتا ہے۔ جہاں نہ اسے نشیب و فراز راہ کا علم ہوتا ہے اور نہ راہزن اور ڈاکو کا۔

نیز مغربی طالب روحانیت (MYSTIC) کے لئے نہ کوئی عقائد کی کتاب سامنے ہے۔ نہ وہ عقائد کی روشنی میں سفر کرنے کو سمجھ سکتا ہے۔اس کے مفسد عقائد۔شکوک۔کفر شرک سے الٹا راستہ بند ہوتا ہے نہ کہ کھلتا ہے۔عبادات کی بجائے وہ زیادہ تر گیان۔دھیان اور مراقبات (MEDITATIONS) پر بھروسہ کرتا ہے۔اور جب قوت تخیل (WILL POWER) میں ذرا سی ترقی ہوتی ہے۔اسے دنیاوی مقاصد کے حصول میں صرف کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔اور اعلیٰ کو ادنیٰ پر قربان کرنے پر ذرا بھی غم محسوس نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں شیطان کی حرکت سے بسا اوقات وہ ذہنی امراض کا شکار ہوتا ہے اور MENTAL CASE بن کر سائیک آرٹرسٹ PSYCHARTRIST کی طرف رجوع کرتا

Marfat.com

ہے۔ مردوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں اسے خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ لیکن مردوں کی روحوں اور شیاطین کے فتنوں میں وہ فرق نہیں کرسکتا۔ اس لئے گمراہ ہو جاتا ہے لیکن صوفی اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ سب سے پہلے صوفی اسلامی عقائد اور حلال وحرام کفر اور شرک سے آگاہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں تلاوت قرآن۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اوراد و وظائف۔ اذکار اور شب بیداری سے اسے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کو اپنے شیخ کامل کی ہدایت نصیب ہوتی ہے جو اس راستہ سے گذر چکے ہوتے ہیں۔ اور نشیب وفراز راہ اور نفس اور شیطان کے شر سے بخوبی آگاہ ہوتے ہوئے مریدین کی حفاظت کرتے ہیں۔ مزید برآں مشائخ گذشتہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات بھی ان کے شامل حال ہوتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ کیساتھ صحیح عقائد اور صحیح عبادت کیوجہ سے اس کو انشراح قلب نصیب ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کے لئے اپنے قرب ووصال کے راستے کھول دیتا ہے۔ یہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے جیسا کہ فرمایا: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (جو لوگ ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کو راہ دکھاتے ہیں)۔

غرضیکہ اسلامی تصوف اور دیگر مذاہب کی روحانی تعلیمات کا کوئی مقابلہ ہی نہیں اور جو لوگ روحانی تعلیمات کی باریکیوں اور حقائق سے آگاہ نہیں وہ اس بات کا خیال بھی نہیں کرسکتے کہ صوفیاء اسلام کو کبھی دیگر مذاہب کی ادنیٰ تعلیمات کی طرف ذرہ بھر بھی رجوع کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ ان کی کافرانہ اور مشرکانہ تعلیمات کو صحیح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ یہ ڈھونگ اقوام مغرب نے صرف عیسائیت کی برتری ثابت کرنے اور اسلامی ممالک پر اپنا سیاسی اقتدار برقرار رکھنے کے لئے رچایا ہے اور بس۔

تصوف اور سائنس:

تصوف کی اسلامی نوعیت، اسکی وجہ تسمیہ، تصوف کی حقیقت اور اس پر اعتراضات اور ان کے جوابات دینے کے بعد اب ہم تصوف کے متعلق نہایت ہی اہم اور تازہ ترین تحقیقات (SCIENTIFIC RESEARCH) سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس کے متعلق چھوٹے موٹے تعصبات اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔

Marfat.com

روس اور چین جیسے دہریہ ملک میں تصوف کے حقائق کے متعلق ریسرچ اور حیرت انگیز انکشافات:

اگر چہ روس اور چین دونوں دہریہ ملک ہیں۔ اور خداوند عالم کی ہستی کے قائل نہیں۔ لیکن سائنس کی نئی ریسرچ اور تازہ ترین انکشافات سے وہ لوگ انسان کے اندر روح کی موجودگی اور اس کی عظیم الشان قوت یعنی کشف و کرامات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور حقائق تصوف اب ایک نا قابل تردید حقیقت بن گئے ہیں۔

اب ہم امریکہ سے شائع شدہ کتاب "آہنی دیوار کے پیچھے روحانی انکشافات "
(PSYCHIC DISCOVERIES BEHIND THE IRON CURTAIN)
کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں تا کہ معترضین کو معلوم ہو جائے کہ قرآن مجید اور حدیث میں جن معجزات اور کشف و کرامات کا ذکر آیا ہے۔ وہ محض خوش فہمی۔ خوش اعتقادی یا توہم پرستی (SUPERSTITION) نہیں بلکہ سائنٹفک حقیقت ہے جسے کوئی عقل سلیم رد نہیں کر سکتی۔

1968ء میں روس کے سائنسدانوں نے سائنس کے اعلیٰ آلات اور طاقتور کیمروں کے ذریعے ثابت کیا کہ ہر انسان، جانور اور پودے کے اندر اس مادی وجود کے علاوہ ایک لطیف قسم کا وجود موجود ہے جس کو بائیا جیکل پلازمہ باڈی (BIOLOGICAL PLASMA BODY) کا نام دیا گیا ہے۔ موت کے وقت ظاہری، مادی جسم مر جاتا ہے۔ لیکن وہ لطیف جسم زندہ رہتا ہے اور کسی اور جگہ چلا جاتا ہے"۔

سائنس کے یہ انکشافات قرآن و حدیث کے عین مطابق ہیں، جن کی رو سے ہم مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح عالم برزخ یا عالم ارواح میں چلی جاتی ہے۔

موت کے بعد زندگی:

آگے چل کر اس کتاب میں روسی سائنسدان لکھتے ہیں کہ:

"موت کے بعد ہم گوشت پوست کے پردوں سے نکل کر ایک روحانی زندگی اختیار کر لیتے ہیں"۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد انسان ختم نہیں ہو جاتا بلکہ مکان تبدیل کرتا ہے جیسا کہ صوفیاء کرام کا کہنا ہے۔ اس سے صوفیاء کرام کے اس قول کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ انسان کی روح ابدی نہیں

Marfat.com

لیکن ازلی ضرور ہے۔ کیونکہ موت کے بعد عالم برزخ میں اور قیامت کے بعد بہشت یا دوزخ میں رہے گی۔ اس لئے احادیث میں کثرت سے یہ روایات ملتی ہیں کہ مردوں پر سلام کرو تو اس کا وہ جواب دیتے ہیں۔ اور جب تم ان کے لئے دعا کرتے ہو وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روسی سائنسدانوں کو انسانوں، جانوروں اور پودوں کے اندر لطیف جسم یعنی روح کی موجودگی کا کیسے علم ہوا۔ اور یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ موت کے وقت روح کیسے باقی رہ جاتی ہے۔ کتاب مذکور میں کثرت سے انسانوں، جانوروں اور پودوں کے فوٹو دیئے گئے ہیں جن میں ظاہری جسم کے علاوہ ایک چمکدار روحانی جسم نظر آتا ہے۔ نیز جب انہوں نے ایسے انسانوں کی روح کے فوٹو لئے ہیں جن کا ایک بازو کٹ چکا تھا۔ لیکن اس فوٹو میں اس کے دونوں بازو سلامت نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادی جسم چھری سے کٹ سکتا ہے۔ لیکن روحانی جسم بدستور قائم رہتا ہے۔ اسی طرح جب انہوں نے درخت کے پتے کا روحانی فوٹو لیا تو پورے پتے کا فوٹو آ گیا۔ لیکن جب اس پتے کا ایک تہائی حصہ کاٹ ڈالا اور پھر فوٹو لیا تو روحانی فوٹو میں کٹا ہوا حصہ بھی آ گیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مادی جسم چھری سے کٹ سکتا ہے۔ روحانی جسم نہیں کٹ سکتا۔

کشف و کرامات:

انسانی روح کی حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد روسی سائنسدانوں نے روح کی مختلف صفات یا طاقتوں کا بھی پتہ لگایا ہے۔ جن کے ذریعے اب ایسے مافوق العادات امور انجام دے رہے ہیں جن کو اسلامی دنیا میں کشف و کرامات کہا جاتا ہے۔ مثلاً روحانی قوت سے اب وہ آلات سائنس کے بغیر ٹیلی پیتھی کے ذریعے پیام رسانی کے قابل ہو گئے ہیں۔ دور کی چیز کو بغیر دوربین کے دیکھ سکتے ہیں۔ اور دور کی آوازوں کو سن سکتے ہیں۔ نیز وہ روحانی قوت (MENTAL CONCENTRATION) سے وزنی چیزوں کو حرکت بھی دے سکتے ہیں۔ حالانکہ صوفیاء اسلام کے نزدیک یہ امور بازیچۂ اطفال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

تصوف اور جدید فزکس:

نیز یورپ اور امریکہ میں سائنسدانوں کا ایک ایسا طبقہ وجود میں آ گیا ہے۔ جن کا نظریہ یہ ہے کہ

Marfat.com

کائنات جس طرح نظر آ رہی ہے ویسی نہیں ہے۔اس کی حقیقت کچھ اور ہے، اب سائنسدان کائنات کو ان آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں جن سے روحانی پیشواؤں نے اسے دیکھا اور حقیقت کو پہنچے۔انہوں نے اپنے اس علم کو جدید علم طبیعات (NEW PHYSICS) کا نام دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اب سائنس اس مرحلہ پر پہنچ گئی ہے جہاں اس کے لئے آگے بڑھنا مشکل ہو گیا ہے۔چنانچہ مشہور سائنسدان ہیسن برگ (HAISEN BURGE) نے ایک نظریہ قائم کیا ہے جس کا نام نظریۂ بے یقینی (THEORY OF UNCERTAINTY) ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اب "ہم کو جس بات کا پورا یقین ہے وہ ہماری بے یقینی ہے" اور اب وہ اس تلاش میں ہیں کہ جن طریقوں سے روحانی پیشواؤں نے کائنات کو دیکھا۔اور اس کی حقیقت معلوم کی، اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہمیں بھی وہی طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔

نیز مشہور سائنسدان بوہر (BOHR) کا نظریہ کوانٹم (QUANTUM THEORY) بھی روحانی پیشواؤں کے انکشافات سے قریب تر ہے۔اسی طرح آئن سٹائن (EINSTIEN) کا نظریہ اضافیات (RELATIVITY) بھی تصوف کے بہت قریب آ گیا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ فضا (SPACE) اور مادہ (MATTER) ایک ہی چیز ہے وہ کہتے ہیں کہ مادہ انجماد فضا، اور فضا انجرات مادہ کا نام ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اس سائنسدان نے کائنات میں وحدت الوجود کی ایک ہلکی جھلک دیکھی ہے۔حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے بھی مقابیس المجالس میں فرمایا ہے کہ فضا ہو یا اشیائے کائنات ہر جگہ ذات حق موجود ہے۔

اس طرح یورپ، امریکہ، روس اور چین نے بے شمار ایسی معلومات اور انکشافات کئے ہیں جو حقائق تصوف سے بالکل قریب ہیں۔اور اب اگر سائنسدانوں نے ظاہری مادی آنکھوں کے ساتھ باطنی آنکھوں سے بھی کائنات کو دیکھا تو صوفیائے اسلام کی طرح حقیقت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

اب ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ ہم لوگ ان کو روحانی آنکھیں استعمال کرنے کے وہ طریقے بتائیں جن سے قرآن و حدیث لبریز ہے۔اب لوہا گرم ہے، اس کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کی ضرورت ہے۔تاریخ کے اس اہم موڑ پر جبکہ دنیا مادیت اور لادینیت سے تنگ آ کر روحانیت اسلام کی طرف مائل ہے اگر ہم مسلمانوں نے غفلت سے کام لیا تو ہندو اور بدھ ارباب روحانیت وہاں پہنچ کر اپنی فرسودہ،

Marfat.com

زائد المیعاد اور بگڑی ہوئی روحانی تعلیمات سے الجھی ہوئی دنیا کو اور زیادہ الجھا دیں گے۔ اس سلسلے میں مؤلف نے روحانیت اسلام پر انگریزی زبان میں چند کتابیں لکھی ہیں اور ایک سلسلہ کتب بھی جاری کیا ہے جس کا نام ہے صوفی پاتھ (SUFI PATH) تاکہ مغربی دنیا کو حقائق اسلام سے آگاہ کیا جائے اور ان کو مادیت اور لادینیت کو ترک کر کے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا جائے نیز مختلف ممالک کے شائقین روحانیت کی خط و کتابت کے ذریعے تعلیم و تربیت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ رسالہ صوفی پاتھ اب ملائیشیا میں بھی شائع ہو رہا ہے نیز ملائیشیا میں ہماری دیگر روحانی کتابیں بھی چھپ رہی ہیں۔ نیز امریکہ کے شہر شکاگو میں بھی صوفی پاتھ کی اشاعت کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ رسالہ مذکور دیگر ممالک مثلاً انگلینڈ، کینیڈا، آسٹریلیا، فلپائن، جنوبی افریقہ وغیرہ میں بھی جا رہا ہے۔ امریکہ میں بھی متعدد ادارہ جات تصوف پر کام کر رہے ہیں اور اولیاء کرام کی تصانیف کے تراجم ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ صاحبؒ کا مسلک بیعت

تصوف کے مسائل میں بیعت ایک اہم مسئلہ ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اولیاء کرام کا مسلک رہا ہے اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا بھی یہی مسلک تھا۔ اس لئے ہم اس مسئلہ پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کرتے ہیں۔ تاکہ اس کے متعلق شکوک وشبہات کی گنجائش نہ رہے۔ بیعت کے لفظی معنی ہیں فروخت کرنا۔ چنانچہ جب کوئی شخص نبی یا ولی کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ارادے اور اختیار کو نبی یا ولی کے سپرد کر دیا۔ بمصداق

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

بیعت کی ابتداء قرآن حکیم کی اس آیہ مبارکہ سے ہوئی ہے:

ان الذین یبایعونك انمایبایعون الله ط یدالله فوق ایدیهم فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسه و من اوفی بما عهد علیه الله فسیؤتیه اجرا عظیماo (سورۃ الفتح)

(بلا شبہ جو لوگ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے ان کے ہاتھوں کے۔ پس جس نے عہد توڑا۔ اس نے اپنا نقصان کیا۔ اور جس نے عہد پورا کیا اللہ کے ساتھ۔ پس جلد دے گا اللہ ان کو اجر عظیم)

اس آیہ مبارکہ سے ظاہر ہے کہ بیعت ایک عہد ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ لیکن کس کے ہاتھ پر۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند تعالیٰ کے خلیفہ کے ہاتھ پر عہد کر کے اس بات کا پابند ہو جاتا ہے کہ جو حکم ہو گا بجا لائے گا۔ اب چونکہ اسلام پوری بنی نوع انسان کے لئے خدا کا پیغام ہے اور قیامت تک کے لئے ہے اس لئے بیعت کی ضرورت بھی ساری دنیا کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ تاکہ پاس عہد کی خاطر لوگوں کے عمل میں مستعدی ہمیشہ جاری رہے۔ نیز بیعت کے قرآنی اصول سے ایک اور بات کا پتہ بھی چلتا ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح ہر علم اور ہر فن سیکھنے کے لئے ایک ماہر فن استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ سب سے پہلے استاد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے ہاتھ پر بیعت کا حکم مندرجہ بالا آیت کے علاوہ دیگر آیات میں بھی ہوا ہے۔ مثلاً سورہ توبہ میں حق تعالیٰ نے

Marfat.com

فرمایا ہے:"ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ"(التوبہ)
(تحقیق مول لے لیں اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جسکا بدلہ جنت ہے)

مول لینا اور بیعت لینا ایک ہی بات ہے۔ پہلی آیت میں حق تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو اپنی جان و مال اللہ کے ہاں بیچ دیتے ہیں اور اس آیت میں ان کی تعریف آئی جن سے اللہ تعالیٰ ان کی جان و مال خرید لیتا ہے۔ بات ایک ہی ہے۔

نیز مندرجہ ذیل آیت میں بھی قرب حق کے حصول پر زور دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ حصول کے ذریعہ یعنی ہادی کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ہے۔

"یایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون"۔۔۔(المائدہ)

(اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ اور مجاہدہ کرو اس کی راہ میں تاکہ فلاح پاؤ)

بعض سطح بین حضرات اس آیت میں لفظ وسیلہ سے حصول مقام قرب مراد لیتے ہیں۔ حصول قرب کا ذریعہ یعنی ہادی اور شیخ کامل مراد نہیں لیتے۔ لیکن لفظ الیہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد اس کی طرف جانے کا ذریعہ ہے۔ اس بات کی تصریح کہ وسیلہ سے مراد ذریعہ یا استاد ہے مندرجہ ذیل آیت میں فرما دی گئی:

"اولئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب۔۔۔۔(بنی اسرائیل)

اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کسی مقرب بارگاہ کا وسیلہ اختیار کریں۔ چنانچہ جو حضرات وسیلہ سے راہنما، رہبر، شیخ یا مرشد کی بجائے مقام قرب مراد لیتے ہیں ان کے امام حضرت شاہ اسماعیل شہید اپنی کتاب "منصب امامت" مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ 55 پر اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت و اقرب الی اللہ باعتبار منزلت اول رسول است۔ بعد ازاں امام کہ نائب اوست"۔

(ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو حق تعالیٰ کا مقرب ہو مرتبہ میں اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ مقرب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انکے بعد امام جو ان کا خلیفہ یا نائب ہوتا ہے)

Marfat.com

اگر علماء ظواہر کے قول کے مطابق لفظ وسیلہ سے مراد مقام قرب حق لیا جائے تب بھی اس مقام کے حصول کے لئے کسی ماہر فن استاد یا معلم کی ضرورت ہے۔ جسے اصطلاح تصوف میں شیخ۔ پیر اور مرشد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر استاد یا رہبر کامل کی ضرورت نہ ہوتی تو صرف قرآن کافی ہوتا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہ ہوتی۔ جنہوں نے قرآن کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کی روحانی تربیت کا فریضہ انجام دیا اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء یہ فریضہ انجام دیتے آئے ہیں۔

اگر بقول علماء ظواہر وسیلہ سے مراد مقام قرب ہے۔ لیکن حصول قرب الٰہی کے لئے کسی استاد، راہنما، شیخ یا مرشد کی ضرورت نہیں تو ہم سوال کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے لئے جن کے سامنے قرآن کریم نازل ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے مطالب ان کو سمجھائے اور خدا کا راستہ ان کو دکھایا۔ ان کے لئے رہنما کی ضرورت تھی لیکن سینکڑوں ہزاروں سال بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے کیا کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ عدم تقلید کا بھی ایک مقام ہے۔ محقق کے لئے کسی کی تقلید ضروری نہیں ہوتی بلکہ وہ خود اس قدر قابل، خدا رسیدہ اور عالم و فاضل ہوتا ہے کہ اس کو کسی دیگر کی تقلید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن ہر شخص تو محقق نہیں ہوسکتا۔ غیر محقق عوام کے لئے محققین کی تقلید بیعت اور راہنمائی کے بغیر چارہ نہیں۔ اگر علم طب سکھانے کے لئے ماہر فن حکیم کی ضرورت نہ ہوتی اور دیگر علوم و فنون سکھانے کے لئے کسی معلم کی ضرورت نہیں تو یہ تمام مدارس، سکول، کالج، یونیورسٹیاں بنانے اور اساتذہ کو کروڑوں روپے تنخواہ دے کر بچوں کیلئے ملازم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ بچوں کے سامنے کتابوں کے ڈھیر لگا کر رکھ دیئے جاتے۔ اور ان سے کہا جاتا کہ شاباش خوب علم حاصل کرو۔ اگر ظاہری علوم کے حصول کے لئے یہ بات مضحکہ خیز ہے تو باطنی علوم کے لئے اور بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ علم طب سکھانے کی خاطر جہاں مادی ادویات اور مادی جسم کی امراض کا تعلق ہے جن کو آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور جہاں علم نباتات میں نباتات ہمارے سامنے ہوتی ہیں، قرب حق کے حصول کے لئے نہ تو ہم حق تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اور نہ شیطان کو دیکھ سکتے ہیں جو ہمارے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالتا رہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حصول قرب حق کے لئے ایسے ہادی اور راہنما کی ضرورت ہے جو یہ راستہ طے کر چکا ہے۔ اور اس کے نشیب و فراز سے آگاہ ہے۔ جو منازل قرب سے آگاہ ہے اور قدم قدم پر طالبین کی راہنمائی

Marfat.com

کر سکتا ہے۔ جو حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر چکا ہے اور جانتا ہے کہ قرب کیا چیز ہے کیونکہ نفس اور شیطان انسان کو قرب کی بجائے اور چیزیں دکھا کر دھوکا دیتا ہے کہ یہی قرب حق ہے۔ لہذا نفس و شیطان کے شر سے بچنے کے لئے ایسے ولی کامل کی ضرورت ہے جو خدا رسیدہ ہے، مقرب بارگاہ ہے، شریعت کے احکام سے آگاہ ہے۔ راستے کے نشیب و فراز سے واقف ہے۔ نفس و شیطان کے مکر و فریب کو جانتا ہے۔ اگر کاملین کی تقلید اور بیعت ترک کر کے ہر شخص اپنا راستہ آپ تلاش کر سکتا تو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیھم السلام کی ضرورت نہ ہوتی۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں راہنما کی ضرورت:

قرآن حکیم کے ارشادات کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار احادیث میں اتباع کاملین کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا:

"آگاہ رہو اے لوگو کہ تحقیق میں نے چھوڑ دیں تم لوگوں کے لئے دو چیزیں کہ تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ ہے کتاب اللہ اور میرے اہل بیت"۔۔۔۔ (صحیح ترمذی)

عذر لنگ:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ اہل اللہ سے زمانہ خالی نہیں رہا اور یہ کہ ان کی بیعت کر کے راہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ لیکن آج کل مکاروں کی کثرت ہے۔ ہم کیسے کامل کو ناقص سے پہچانیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ نفس اور شیطان کا بنایا ہوا ایک بہانہ اور عذر لنگ ہے۔ آج کل تو نہ خالص آٹا ملتا ہے، نہ خالص دودھ، نہ خالص گھی جو ہمارے جسم کی حیات و بقا کے لئے ضروری ہیں لیکن ہماری روح کی حیات و بقا اس سے زیادہ ضروری ہے۔ جب ہم جسم کی حیات و بقا کے لئے کوشش کر کے صحیح آٹا، گھی اور دودھ تلاش کر لیتے ہیں تو کیا روح کی حیات و بقا کے لئے ہمیں کوئی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور کاملین کی تلاش کو ترک کر کے بیٹھ جانا چاہیے۔

اوصاف شیخ:

حصول قرب حق کے لئے شیخ کامل کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ بتانا ضروری

Marfat.com

ہے کہ شیخ کامل کے اندر کن صفات کا ہونا ضروری ہے۔

قرآن حکیم میں شیخ کامل کی مندرجہ ذیل آیات میں نشاندہی فرمائی گئی ہے۔ ان آیات سے بھی ظاہر ہے کہ راہنما کی اشد ضرورت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

واتبع سبیل من اناب الی (لقمان)

ایسے شخص کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔

نیز فرمایا: لا تطع منھم آثماً او کفوراً (الدھر) مت اتباع کرو اس کا جو گنہگار یا کافر ہے

نیز فرمایا:

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ و کان امرہ فرطا

اور مت کہا مان اس کا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور حد سے تجاوز کر گیا۔

نیز فرمایا:

قل ھذہ سبیلی ادعو الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی و سبحان اللہ و ما انا من المشرکین

کہہ دو (اے محمد ﷺ) کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور پر بصیرت کے میں اور میرا اتباع کرنے والے اور میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

اس آیت میں لفظ علیٰ بصیرۃ سے ظاہر ہے کہ راہنما کے لئے بصیرت یعنی باطنی بینائی اور راہ حق کی پہچان اور اس کے نشیب و فراز جاننے اور قرب حق کی حقیقت اور ماہیت سے آگاہ ہونے (جس کو عرف عام میں معرفت اور عرفان کہا جاتا ہے) کی ضرورت ہے۔ نہ کہ عام راہنما و بمصداق

آنکہ خود گمراہ است کرا راہبری کند

(جو خود بھی گمراہ ہو۔ اوروں کی رہبری کیسے کرے گا)

ان آیات سے ظاہر ہے کہ حصول قرب حق کے لئے کاملین کی ضرورت ہے۔ جو احکام شریعت کے پابند ہوں اور عارف باللہ ہوں۔ تاکہ نفس اور شیطان کے مکر سے لوگوں کو بچا سکیں ایک اور آیت میں حق تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا ہے:

Marfat.com

"وداعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراO (اور اللہ کی طرف بلاتا ہے اللہ کے اذن سے اور روشن چراغ) اس آیت میں دو خصوصیات آئی ہیں۔ یعنی اذن اور سراج منیر۔ اذن سے مراد ہے حق تعالیٰ کی اجازت سے ہدایت کا حصول اور سراج منیر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو لازمی نہیں متعدی ہے۔ یعنی جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلایا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء، در خلفاء بھی قیامت تک یکے بعد دیگرے ایک دوسرے سے اخذ فیض کر کے ہدایت خلق کا منصب ادا کرتے رہیں گے۔ یاد رہے کہ بعض بزرگوں کی نسبت یعنی روحانیت لازمی ہوتی ہے بعض کی متعدی۔ اول الذکر حضرات اپنے لئے بزرگ ہوتے ہیں۔ دوسروں کی ہدایت نہیں کر سکتے دوسری قسم کے اولیاء کرام خود بھی کامل ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے حوالے سے ایک کامل ولی اور مرشد و ہادی کے لئے ان صفات کا ہونا لازمی ہے:

1۔ متبع شریعت ہوں۔

2۔ شیخ کامل سے روحانی تربیت حاصل کر کے سلوک الی اللہ تمام کر چکے ہوں۔ اور بصیرت یعنی باطنی آنکھیں روشن ہونے کی وجہ سے عارف باللہ ہوں۔ یعنی حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا نہ صرف علم رکھتے ہوں۔ بلکہ قرب حق کی تمام منازل مثلاً فنافی اللہ اور بقا باللہ طے کر چکے ہوں۔ لفظ فنافی اللہ سے مراد غایت قرب ہے اور بقا باللہ کا مطلب ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو کر خلافت الہیہ کے قابل بنتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی (بخاری) میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جب میرا بندہ کثرت عبادت سے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں کہ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور مجھ سے جو کچھ بھی طلب کرتا ہے دیتا ہوں"

ایک روحانی پیشوا کے لئے ان صفات کا ہونا ضروری ہے یعنی حدیث تخلقوا باخلاق اللہ کے مطابق حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونا چاہیے۔ تا کہ صاحب بصیرت ہو کر صحیح معنوں میں ہدایت خلق کا فریضہ انجام دے سکے۔ علم تصوف کی اصطلاح میں اس درجہ قرب کو فنافی صفات اللہ کے نام سے

Marfat.com

موسوم کیا جاتا ہے جہاں پہنچ کر انسان پر کشف و کرامات کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور حقائق و معارف ذات و صفات سے آگاہی ہوتی ہے۔ آیہ مذکورہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو یہ فرمایا گیا ہے کہ خلق خدا کی ہدایت علیٰ بصیرت فرماتے ہیں۔ اس بصیرت سے مراد وہ روحانی بصیرت ہے جو حدیث بالا میں بیان فرمائی گئی ہے۔ یعنی اللہ کی بصارت سے دیکھنا۔ اللہ کی سماعت سے سننا۔ اور اللہ کی قدرت سے ہر کام کرنا۔ یہ وہ صفات ہیں جو صرف کاملین کا حصہ ہیں۔ عام علماء، ہادی اور مبلغین جب تک باطنی بصیرت اور عرفان کی نعمت سے آراستہ نہ ہوں گے صاحب بیعت نہیں ہو سکتے۔ خواہ کتنی بلند مسندوں پر جلوہ افروز ہوں۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ ان تمام صفات کمال کے جامع تھے۔ جیسا کہ آپ کی تصانیف، کلام اور روحانی استعداد سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ صاحب کا مسلک زیارت قبور اور عرس منانا

متعدد احادیث میں زیارت قبور کی تاکید آئی ہے۔ سب سے پہلے تو وہ احادیث ہیں جن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنی قبر مبارک کی زیارت کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ جس نے حج کے وقت میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس پر واجب ہو جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی میرے ساتھ بدسلوکی کی۔ بعض احادیث میں قبر کا لفظ نہیں آیا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جس نے میری زیارت کی تو اس پر میری شفاعت واجب ہوگی۔ جن احادیث میں قبر کا لفظ نہیں اور میری زیارت کا لفظ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی وہاں جاتا ہے اگر آنکھیں رکھتا ہے تو زیارت سے بھی مشرف ہوتا ہے۔ اگر وہ باطنی بصیرت سے محروم ہے تو پھر نابینا اصحاب کرام کی مانند ہے کہ نبوت کے فیض سے متمتع ہوتا ہے لیکن دیکھ نہیں سکتا۔ روضۂ اقدس میں حیات النبی ﷺ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر کسی فرقے کو اختلاف نہیں ہے۔ اس بات پر تمام فرقوں کا اتفاق ہے کہ روضہ اقدس پر جو کوئی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کہے آپ سنتے ہیں اور اگر دور دراز ملکوں سے درود و سلام کہے تو فرشتے یہ سلام آنحضرت ﷺ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص روضہ اقدس پر جا کر حاضر ہو کر درود و سلام پیش کرتا ہے تو باطنی طور پر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہو جاتا ہے۔

ان احادیث کے علاوہ بے شمار ایسی احادیث موجود ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر جمعہ کے دن قبرستان جانے اور زیارت قبور کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس کے ساتھ آداب زیارت بھی بیان فرمائے ہیں جو یہ ہیں۔ قبروں پر جا کر السلام علیکم یا اھل القبور کہے۔ جس کا جواب اہل قبور دیتے ہیں۔ لیکن حدیث میں آیا ہے کہ یہ جواب سوائے جن اور انسان کے ہر چیز سن سکتی ہے۔

حضرت امام ابن تیمیہؒ کے معروف شاگرد حضرت حافظ ابن قیم نے "کتاب الروح" میں زیارت قبور اور اہل قبور کے جوابات پر متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ اس میں احادیث کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ جب کسی شخص کی حالت خراب ہو جاتی ہے تو اس کے والدین کو قبر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ اور وہ

Marfat.com

اس سے غمزدہ ہوتے ہیں۔ اور جب کسی کی حالت اچھی ہوتی ہے تو والدین خوش ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ عام اصحاب قبور زندہ ہیں۔ اگر مردہ ہوتے تو سلام و جواب کیسے ہوتا۔ اور ان کو اچھی یا بری حالت کا علم کیسے ہوتا۔

کتاب مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مردہ والدین یا عزیز و اقارب کے لئے دعا کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبور کی زیارت کے لئے صحابہ کرامؓ سمیت تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور اسی دن تشریف لے جاتے تھے جس دن غزوہ احد واقع ہوا۔ اس سے وصال کے دن مزارات پر جانے کا ثبوت بھی ملتا ہے جس کو عرس کہا جاتا ہے۔ لفظ عرس ماخوذ ہے حدیث "نم کنومة العروس" سے (یعنی سو جاؤ دلہن کی نیند) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کا دوست وصال پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اب دلہن کی نیند سو جاؤ۔ عروس سے لفظ عرس نکلا ہے۔ جو حضرات زیارت قبور کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لاتشد الرحال الی ثلثة المساجد (تین مساجد کے سوا کسی سفر کے لئے اونٹ پر کجاوے مت کسو) حالانکہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ سوائے تین مساجد یعنی کعبۃ اللہ، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ کے سوا کوئی سفر ہی اختیار نہ کرو۔ اگر یہی معنی ہیں تو ہر سفر حرام ہوتا۔ خواہ تحصیل علم کا سفر ہو۔ تجارت کا سفر ہو۔ والدین کو ملنے جانا ہو۔ بزرگوں کو ملنے کا سفر ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس حدیث کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ صرف ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کا باقی مساجد سے زیادہ ثواب ملتا ہے یعنی کعبہ شریف میں ایک رکعت پڑھنے سے ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ مسجد نبوی ﷺ میں ایک رکعت کے عوض پچاس ہزار رکعت اور مسجد اقصیٰ میں پچاس یا پچیس ہزار رکعت کا ثواب ملتا ہے۔ دنیا کی باقی کسی مسجد میں یہ خصوصیت نہیں۔

زیارت قبور کے مخالف حضرات چند قرآنی آیات سے بھی زیارت قبور کی ممانعت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً ایک آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: "انک لا تسمع الموتیٰ و لا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین" (بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو اپنی پکار جب وہ بھاگے جا رہے پیٹھ پھیرے ہوئے اول تو اس آیت میں زیارت قبور ممنوع نہیں

Marfat.com

ہوئی۔ بلکہ سماع موتی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ مخالفین حضرات کہتے ہیں کہ قبروں والے مردے ہماری آواز نہیں سن سکتے۔ حالانکہ بے شمار احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب تم اہل قبور پر سلام کرتے ہو تو وہ سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔ اگر پوری آیت مذکورہ پڑھی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ "اے نبی ﷺ! آپ مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے ہیں کیونکہ جب آپ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ لہذا اگر لفظ لا تسمع الموتیٰ سے فی الواقع اہل قبور مراد ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے قبرستان میں جا کر مردوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اور یہ سن کر مردے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے تھے کس قدر بھولی بات ہے۔ اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ: "اے نبی ﷺ! جب آپ ﷺ کفار کو جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور جو مردوں کی مانند ہو چکے ہیں۔۔ دعوت اسلام دیتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو مخاطب کرتے تھے تو وہ پیٹھ پھیر کر چلے جاتے تھے۔ اسی طرح کفار کو ایک آیت میں اندھا بہرہ اور گونگا کہا گیا ہے۔ حالانکہ ان کی آنکھیں بھی تھیں کان بھی تھے۔ زبان بھی رکھتے تھے۔ اور اچھی طرح دیکھ سکتے تھے۔ سن سکتے تھے اور بول سکتے تھے ان کو اندھا اور بہرہ اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کے دل اندھے ہو چکے تھے۔ اگر آیہ انک لا تسمع الموتیٰ کے صحیح معنی کئے جائیں تو اس کا ہرگز ان احادیث صحیحہ سے ٹکراؤ نہیں ہوتا جن میں مردوں کو زندہ کہا گیا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جب تم ان پر سلام بھیجتے ہو تو وہ بھی تم پر سلام بھیجتے ہیں۔ اور جب تم ان کے لئے دعا کرتے ہو تو وہ بھی تمہارے لئے دعا کرتے ہیں۔

اس آیت کا احادیث سے اس وقت ٹکراؤ ہوتا ہے جب اس کے غلط معنی کئے جاتے ہیں۔

احادیث ممانعت:

اس میں شک نہیں کہ چند ایک احادیث میں زیارت قبور کی ممانعت آئی ہے لیکن یہ احادیث بہت اوائل زمانہ کی ہیں جب مسلمان اپنے کافر آباؤ اجداد کی قبروں پر جایا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ کافروں کی قبروں پر ہمیشہ خدا کی لعنت اور پھٹکار برستی ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو وہاں جانے سے منع کر دیا۔ لیکن بعد میں مسلمان رحلت کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ان کے عزیز و اقارب کو ان کی قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی۔ کیونکہ مسلمانوں خاص کر حضور ﷺ کے اصحابؓ کی قبروں

Marfat.com

پرتو رحمت اور برکت کی بارش ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ خود بھی بارہا شہداء احد کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے، جنت البقیع جاتے تھے اور مسلمانوں کو بھی جانے کی تاکید فرماتے تھے۔ زیارت قبور وہ اکیلا مسئلہ نہیں ہے جس کی پہلے ممانعت ہوئی اور بعد میں اجازت دی گئی۔ بلکہ دیگر کئی چیزیں ایسی ہیں مثلاً شراب نوشی پہلے جاری تھی بعد میں ممنوع ہوگئی۔ لہٰذا اصحابہ کرامؓ کے تذکروں میں ممانعت شراب سے پہلے کے حالات میں اگر کوئی سوانح نگار تحقیق کر کے یہ لکھ دے کہ فلاں صحابیؓ کے گھر میں شراب کے مٹکے موجود تھے تو کیا اس سے کوئی بے وقوف یہ الزام لگا سکتا ہے کہ فلاں صحابیؓ شرابی تھے۔ ہرگز نہیں! نعوذ باللہ من ذلک

زیارت قبور کے فضائل و برکات:

یہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہے اس لئے زیارت قبور کے فضائل و برکات ہم اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی بنا پر نہیں بلکہ ان بلند پایہ اور مستند علماء کرام اور اکابردین کے شواہد کے ساتھ پیش کریں گے جن کے متعلق کسی فرقے یا جماعت کے لوگوں کو کوئی اختلاف نہیں اور سب ان کی بزرگی اور حق بیانی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان حضرات میں سب سے پہلے ہم برصغیر کے بزرگ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شواہد پیش کرتے ہیں۔ جو برصغیر کے تمام فرقوں کے نزدیک غیر اختلافی اور مانی ہوئی شخصیت ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ماہر فن حدیث ہیں۔ برصغیر میں علم حدیث کی تدریس سب سے پہلے باقاعدہ طور پر حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کی بدولت ہوئی۔ آپ جس طرح علوم ظاہری یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، لغت، صرف ونحو، معانی، بیان وغیرہ سے آراستہ ہیں۔ اسی طرح آپ علوم روحانیت، حقیقت ومعرفت سے بھی مزین ہیں۔

سب سے پہلے ہم آپ کی کتاب فیوض الحرمین کے اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس یعنی روحانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر فیوض و برکات حاصل ہوئے کیونکہ آپ کا زمانہ ماضی قریب کا زمانہ ہے۔ جس میں کسی دھندلکے اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اب چونکہ حدیث پاک "العلماء ورثة الانبیاء" (کہ علماء وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے) کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری علوم اور باطنی حقائق ومعارف ومنازل ومقامات میں سے آپ ﷺ کے خلفاء اور ورثاء کو کچھ نہ

Marfat.com

کچھ حسب استعداد حصہ ملنا ضروری ہے۔ اس وجہ سے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی پردہ پوشی کے بعد قیامت تک آپ ﷺ کا منصب آپ کے خلفاء و ورثاء کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے دنیا میں جتنے اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے مزارات ہیں ان سے بھی طالبان حق کو بقدر استعداد فیوض و برکات حاصل ہوتے آئے ہیں۔ جن کی تفصیل ہم ان کی اپنی جگہ پر پیش کریں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "فیوض الحرمین" کے شروع میں لکھتے ہیں:

"عبد ضعیف ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلوی کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے حج بیت اللہ اور زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی 1143ھ میں توفیق عطا فرمائی۔ اور اس سے اعلیٰ نعمت یہ حاصل ہوئی کہ میرا حج مشاہدہ اور معرفت الٰہی کے ساتھ ہوا۔ کوئی حجاب اور کسی قسم کی رکاوٹ پیش نہیں آئی اور اسی طرح زیارت رسول ﷺ بھی زیارت مبصرہ ہوئی۔ اندھوں والی زیارت نہ ہوئی۔ سو یہ زیارت شریفہ مجھ پر تمام نعمتوں سے فائق ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان تمام مشاہدات کے جو اسرار جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے القاء فرمائے ہیں لکھ لوں۔ اسی طرح جیسا کہ مجھے روحانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فوائد حاصل ہوئے بیان کروں۔ تاکہ یہ چیز میرے لئے باعث تذکیر اور میرے بھائیوں کے لئے بصیرت کے فرائض انجام دے۔ امید ہے کہ اس تالیف سے کچھ شکر ادا ہو جائے گا"

انبیاء کرام علیھم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں:

کتاب کے صفحہ 81 میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"جس وقت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک و مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً "وعیاناً" دیکھا نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں کے قریب تو میں سمجھ گیا کہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کی اعانت فرماتے ہیں وغیرہ یہ سب اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔۔ لہذا تو ان مشہورات عوام کی تحقیق نہ کر مگر اس کے اسرار کو سمجھ۔ اس کے بعد روضہ عالیہ مقدسہ کی طرف چند بار متوجہ ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لطافت در لطافت ظہور فرما ہوئے۔ تو کبھی بصورت عظمت اور ہیبت جلوہ افروز ہوئے اور کبھی جذب و محبت وانس و انشراح کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ اور کبھی سریان کی شکل میں۔ حتی کہ میں نے خیال کیا کہ تمام

Marfat.com

فضا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے لبریز ہے اور روح اقدس اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے۔حتی کہ دیکھنے والے کو یہ موجیں دیدار اقدس کی طرف نظر کرنے سے روک رہی تھیں اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اصلی صورت کریمہ میں بار بار دیکھا۔ باوجودیکہ میری تمنا تھی کہ روحانیت میں دیکھوں نہ کہ جسمانیت میں۔۔۔حتی کہ یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا۔ اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپ ﷺ نے اپنی حدیث میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ انبیاء علیھم السلام کو موت نہیں آیا کرتی اور وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھا کرتے ہیں اور حج کیا کرتے ہیں اور وہ زندہ ہوا کرتے ہیں۔ اور جس وقت بھی میں نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظہور فرمایا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں"

شفاعت کا ثبوت:

کتاب مذکور (مطبوعہ سعید اینڈ سنز) ص 85 پر زیر عنوان "شفاعت کا ثبوت" حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"جب تیسرا روز ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ ﷺ کے اصحاب یعنی ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ پر سلام بھیجا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں بھی ان علوم میں سے کچھ عنایت ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے میری طرف کمال التفات فرمایا۔ حتی کہ آپ ﷺ کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا اور گھیر لیا۔ پھر مجھے خوب گھیر لیا۔ اور مجھ پر اسرار و معارف کا اظہار فرمایا اور بذات خود ان چیزوں کی معرفت کرائی اور میری ایک بہت بڑی مدد فرمائی اور مجھے بتلا دیا کہ کس طرح اپنی حاجتوں میں آپ ﷺ سے مدد کی درخواست کروں۔ اور کس طرح آپ ﷺ ان لوگوں کا جواب دیتے ہیں جو آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اور جو شخص آپ ﷺ کی مدح اور تعریف کی کوشش کرے اس سے آپ ﷺ کس طرح خوش ہوتے ہیں۔۔۔"

اور میں نے سوچا کہ آنحضرت ﷺ فقہ کے چار مذاہب میں سے کس مذہب کی طرف مائل ہیں۔ تاکہ میں وہی مسلک اختیار کروں تو معلوم ہوا کہ سب مذاہب فقہ آپ ﷺ کے نزدیک برابر ہیں۔۔۔ لہذا اگر کوئی شخص ایک مذہب کا متبع نہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض نہیں ہوتے۔ مگر جب دین میں

Marfat.com

اختلاف اور جنگ و جدال اور فتنہ وفساد پیدا کر دیں تو آپ ﷺ سخت ناراض اور خفا ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں نے دیکھا کہ تمام صوفیاء کے طریقے آپ ﷺ کے نزدیک برابر ہیں"

ایک حدیث کے معنی آنحضرت ﷺ سے پوچھنا اور آپ ﷺ کا جواب:

کتاب مذکور کے صفحہ 98 پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا کہ آدم علیہ السلام ابھی آب و گل میں تھے اور میں نبی ہو چکا تھا" اس کے بعد جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ کے پوری قوت کے ساتھ قریب ہوا تو آپ ﷺ نے عالم مثال اور انبیاء علیھم السلام کی کیفیات اور شکلیں دکھائیں اور ان کے علوم اور معارف سے آگاہ کیا۔ جس سے میرے سوال کا جواب مل گیا"

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ان مشاہدات کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو حقیقت کے طلب گار کتاب مذکور میں دیکھ سکتے ہیں۔

کتاب مذکور کے صفحہ 114 پر لکھتے ہیں:

"بالجملہ جب بھی روضہ اطہر کی طرف متوجہ ہوا تو آپ ﷺ کو حاضر دیکھا یا میری روح کی آنکھ کھل گئی تو جیسا کہ آپ ﷺ ہیں اسی طرح دیکھا اور میرا وجود اس سے بہت متاثر ہوا"

حقیقت محمدیہ ﷺ:

کتاب مذکور کے صفحہ 124 پر حقیقت محمدیہ ﷺ کے عنوان سے آپ تحریر فرماتے ہیں:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور آپ ﷺ کو سلام کیا اور کمال عاجزی سے آپ ﷺ کے حضور ہاتھ پھیلائے۔ اور اپنی روح کو آپ ﷺ کی جانب متوجہ کیا۔ آپ ﷺ کی روح مبارک سے انوار چمکے تو میری روح نے ایک لمحہ میں اس سے ملاقات کی۔۔۔ یہ انوار اس حبل ممدود کی تجلی ہیں جس سے تمام عالم بندھا ہوا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ یہ تجلی آپ کے جوہر روح مبارک میں داخل ہے۔ اور اس حبل ممدود کی تدبیر واحد ہے کہ جس کی تفصیل تمام عالم ہے اور حبل ممدود کی فروعات وہ تدبیرات تفصیلیہ ہیں جن سے تمام عالم قائم ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حبل ممدود، حقیقت محمدیہ ﷺ کی

Marfat.com

حقیقت ہے اور اسی سے ہر قطب اور نبی کو حصہ ملا ہے"

شاہ صاحبؒ کا اویسی ہونا:

کتاب کے صفحہ 126 پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:

"مجھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلوک سکھایا اور خود میری تربیت فرمائی لہذا میں کسی واسطے کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد ہوں اور اویسی ہوں اور یہ بات اس بنا پر ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی روح مبارک مجھے دکھائی اور اس سے مجھے عارف بنایا"

مذہب حنفی بہترین طریقہ ہے:

کتاب کے صفحہ 136 پر حضرت شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے اس طریقۂ مسنونہ کے جو بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانے میں مدون کیا گیا"

فضیلت صحابہؓ کے بیان میں:

کتاب کے صفحہ 144 پر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"تمہیں معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت علیؓ پر کیوں فضیلت حاصل ہوئی۔ باوجودیکہ حضرت علیؓ اس امت میں سب سے پہلے صوفی، مجذوب اور اول عارف ہیں۔ مگر صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کمی وقلت کے ساتھ موجود ہیں۔ غرضیکہ یہ مسئلہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا تو مجھے بتایا گیا کہ فضل کلی نبی اکرم ﷺ کے نزدیک وہ ہے جس میں تمام امور نبوت شامل ہوں۔ جیسا کہ اشاعت علم، اور دین کے لئے لوگوں کی تسخیر اور جو چیزیں اس کے مناسب ہوں اور رہا وہ فضل جو ولایت سے متعلق ہے جیسا کہ جذب اور فناء تو یہ ایک فضل جزئی ہے اور اس میں ایک وجہ سے ضعف ہے اور شیخین (حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ) اول قسم کے ساتھ مخصوص تھے۔ حتیٰ کہ میں انہیں فوارہ کے طریقہ پر دیکھتا ہوں کہ اس میں سے پانی پھوٹ رہا ہے تو جو عنایات اللہ تعالیٰ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئیں وہی بعینہ حضرات شیخین پر ظاہر ہوئیں۔ تو آپ دونوں حضرات کمالات کے

Marfat.com

اعتبار سے ایسے عرض (مقام) کے مرتبہ میں ہیں جو سر کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس کی تحقیق کو پورا کرنے والا ہے۔ لہذا حضرت علیؓ اگرچہ آپ ﷺ کے بہت قریب ہیں نسب، حیات اور فطرت محبوبہ میں بہ نسبت شیخین کے۔ اور جذب میں بہت قوی اور معرفت میں بہت بڑے ہیں۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار کمال نبوت حضرات شیخین کی طرف بہت زیادہ مائل ہیں۔ اسی بناء پر جو علماء معارف نبوت سے باخبر ہیں۔ شیخین کو فضیلت دیتے ہیں اور جو علماء معارف ولایت سے آگاہ ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتے ہیں اور اسی بنا پر شیخین کا مدفن بعینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن ہے۔ اور اکثر امور عادیہ کا مبداء معنوی ہوا کرتا ہے۔ اور یہی راز ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا کہ:

"اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد من دونك"

(یا اللہ میری قبر کو بت نہ بنا جس کی لوگ پرستش کریں)

ائمہ اہل بیت اور صوفیاء کا طریقہ ایک ہے:

کتاب کے صفحہ 183 پر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"میں ائمہ اہل بیت کی قبروں کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے ان کے طریقے میں ایک خاص چیز دیکھی جو اولیاء کرام کے طریقہ کی اصل ہے"

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب "انفاس العارفین" کے صفحہ 99 پر لکھتے ہیں:

"ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں میں نے چاہا کہ دائمی روزہ اختیار کروں۔ حضرت رسول خدا ﷺ کی بارگاہ میں متوجہ ہوا تو بچشم حقیقت دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے روٹی عطا فرمائی"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زردہ ملا:

کتاب مذکور (مطبوعہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور) صفحہ 100 پر لکھتے ہیں:

"والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ رمضان المبارک میں ایک دفعہ میری نکسیر پھوٹ پڑی تو مجھ پر ضعف طاری ہوگیا اور قریب تھا کہ کمزوری کی وجہ سے روزہ افطار کرلوں۔ ماہ صوم میں روزہ چھوڑنے کا غم لاحق ہوا اور اس غم میں غنودگی طاری ہوگئی۔ اس حالت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھے مزیدار

Marfat.com

اور خوشبودار زردہ مرحمت فرمایا۔ پھر انتہائی خوشگوار اور ٹھنڈا پانی بھی عطا فرمایا۔ جو میں نے سیر ہو کر پیا۔ اس عالم غنودگی سے نکلا تو بھوک اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی۔ اور میرے ہاتھوں میں اب تک زردہ کے زعفران کی خوشبو موجود تھی۔۔۔ عقیدت مندوں نے احتیاطاً میرے ہاتھ دھو کر پانی محفوظ کر لیا اور تبرکاً اس سے روزہ افطار کیا"

زیارت رسول ﷺ:

والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز میں دیکھا کہ آپ ﷺ یاقوت سرخ کی ایک مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ جس کا ظاہر و باطن حسن و خوبی کا مظہر ہے۔ آپ ﷺ بشکل مراقبہ تشریف فرما ہیں۔ اور صحابہ کرامؓ اور اولیائے کاملین بھی مراقبے کی صورت میں صف باندھے ہوئے آپ ﷺ کے گرد بیٹھے ہیں۔ جب میں مسجد کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ یاقوت کے رنگ کا پردہ لٹکا ہوا ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ اور حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبندؒ اندر سے اٹھ کر میرے پاس آئے اور میرے بارے میں آپس میں مناظرہ کرنے لگے۔ حضرت غوث الاعظمؒ فرمانے لگے کہ اس شخص کے آباؤ اجداد میرے خلفاء سے توسل رکھتے تھے اس لئے میں اس سے زیادہ قریب ہوں اور حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ اس شخص نے میرے خلفاء سے روحانی تربیت حاصل کی ہے اس لئے مجھے اس پر زیادہ حق ہے۔۔۔ اس گفتگو نے طول پکڑا۔۔۔ بالآخر حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ جب آپ کے اور ہمارے طریقے میں کوئی فرق نہیں تو پھر اس قدر مناظرے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ اگر کچھ فرق نہیں تو یہ سعادت میں کیوں نہ حاصل کروں۔۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ ہی اسے اندر لے جائیں۔۔۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس مسجد میں داخل کیا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہل صف سے ذرا آگے لا بٹھایا اور میرے ساتھ صف میں برابر بیٹھ گئے۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ اس صورت میں اس کے سوا کیا حکمت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مراقبہ سے سر اٹھائیں تو سب سے پہلے آپ ﷺ کی نگاہ کرم مجھ پر پڑے۔ اور جب حضور اکرم ﷺ پوچھیں کہ تجھے کون لایا ہے تو خواجہ نقشبندؒ عرض کریں کہ اسے میں نے حاضر کیا ہے۔ خواجہ اس خیال سے مطلع ہوئے اور فرمایا واقعی اس انداز میں بٹھانے کا سبب یہی ہے۔

اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مراقبے سے سر اٹھایا اور بے پایاں لطف و کرم سے مشرف فرمایا"

Marfat.com

ایک حدیث کی تشریح خود آنحضرت ﷺ کی زبانی:

حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب انفاس العارفین کے صفحہ 102 پر لکھتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ مجھے حدیث "انا املح و اخی یوسف اصبح" (میں ملیح ہوں اور میرا بھائی یوسف صبیح ہے) کے بارے میں یہ حیرت لاحق تھی کہ حسن ملیح تو عاشقوں کے لئے زیادہ بے قراری کا موجب ہوا کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام لباس فاخرہ پہن کر جلوہ افروز ہوتے تھے تو جمال یوسفی کی تاب نہ لا کر بہت سے لوگ جاں بحق ہو جاتے تھے۔ لیکن حضرت سید الرسل ﷺ کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں حالانکہ معاملہ برعکس ہونا چاہیے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے چشم حقیقت سے دیکھا اور اس نکتہ کے بارے میں سوال کیا تو فرمانے لگے کہ خدائے غیور نے میرے جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مستور کر رکھا ہے۔ اگر میرا حسن ظاہر ہوتا تو ہر شخص وہی کرتا جو یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والے کرتے تھے۔ (یعنی تاب نہ لا کر جاں بحق ہو جانا)"

ولایت اور نبوت کے مراتب میں فرق:

کتاب کے صفحہ 106 پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"والد ماجد نے فرمایا کہ حضرت سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میں نے صورت واقعی میں دیکھا۔ آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے تو محض توجہ گرامی سے مقامات اولیاء کو میں عبور کر گیا اور وہ تمام مقامات مجھ پر منکشف ہو گئے حتیٰ کہ میں اس مقام پر جا پہنچا جہاں کوئی ولی اس سے آگے جا ہی نہیں سکتا۔ میں نے عرض کی کہ اس فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس ناممکن کی طرف توجہ کریں وہ ممکن کی صورت اختیار کر لیتا ہے کچھ مشکل نہیں کہ استعداد کے نہ ہونے کے باوجود بھی یہ مقصد مجھے مل جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری روح کو اپنی روح کے سائے میں لے کر مقام صدیقیت سے بھی عبور فرما گئے۔ جو روحانیت کا آخری مقام ہے۔ وہاں برزخ گویا ہمارے سامنے آگ کا دریا ہے۔ جسے کوئی ولی پار نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد ولایت کے مقامات سابقہ کی مثل ہم پر کچھ مقامات منکشف ہوئے۔ مقام صبر اور مقام توکل سابق مقامات کی طرح ہمیں مشاہدہ کرائے گئے۔ بجز اس فرق کے اب یہ مقامات بطور حقیقت دکھلائے گئے۔ جبکہ سابق مقامات محض مجازی تھے۔ گویا اس مرتبہ یہ مقامات اصول کی حیثیت رکھتے تھے۔

Marfat.com

پہلی مرتبہ اشباہ اور تماثیل کی صورت میں دکھائے گئے۔ کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) نے اپنے والد ماجد کی روح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے سائے (ضمن) میں لینے کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا میرا وجود آنحضرت ﷺ کے وجود میں مل کر ایک ہو گیا ہے اور خارج میں میرے وجود کی کوئی الگ حیثیت نہ تھی۔

زیارت رسول ﷺ اور موئے مبارک کا عطا کرنا:

کتاب کے صفحہ 104 پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"والد ماجد نے فرمایا کہ مجھے ایک بار بخار نے آ لیا اور بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ زندگی سے ناامید ہو گیا۔ اس دوران میں مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو میں نے دیکھا کہ شیخ عبدالعزیزؒ سامنے موجود ہیں اور فرما رہے ہیں کہ بیٹے! پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تیری بیمار پرسی کو تشریف لا رہے ہیں اور شاید تیری پائنتی کی طرف سے تشریف لائیں۔ اس لئے چارپائی کو اسی طرح رکھنا چاہیے کہ حضور کی طرف تمہارے پاؤں نہ ہوں۔ یہ سن کر مجھے افاقہ ہوا۔ قوت گویائی نہیں تھی۔ حاضرین نے میرے اشارہ پر چارپائی کا رخ پھیر دیا۔ اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا" كيف حالك يا بني؟" (بیٹے تیرا کیا حال ہے) اس کلام کی لذت اس قدر غالب ہوئی کہ مجھ پر آہ و بکا اور وجد و اضطراب کی عجیب و غریب کیفیت طاری ہو گئی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس انداز سے اپنی بغل میں لیا کہ آپ کی داڑھی مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کا جبہ مبارک میری آنکھوں سے تر ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ وجد اور اضطراب کی کیفیت حالت سکون میں بدل گئی۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ مدت سے موئے مبارک کے حصول کی آرزو رکھتا ہوں کیا ہی کرم ہو کہ اس وقت تبرک عنایت فرمائیں۔ میرے اس خیال سے آپ ﷺ مطلع ہوئے اور داڑھی مبارک میں ہاتھ پھیر کر دو مقدس بال میرے ہاتھ میں تھما دیئے۔ جب بیدار ہوا تو وہ دو بال ہاتھ میں نہ تھے۔ میں غمگین ہو کر بارگاہ عالی کی طرف متوجہ ہوا تو ندائے غیب واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے بیٹے عقل و ہوش سے کام لو۔ وہ دونوں بال احتیاطاً تمہارے سرہانے کے نیچے رکھ دیئے تھے۔ وہاں سے لے لو۔ افاقہ ہوتے ہی میں نے وہ مقدس بال وہاں سے اٹھائے۔ اس کے بعد بخار ٹوٹ گیا۔ اور صحت کامل ہو گئی"

Marfat.com

اس کے بعد بال مبارک کی تاثیر، منکروں کا انکار اور اثرات دیکھنے کے بعد منکرین کی توبہ کے واقعات کتاب مذکور میں تفصیل سے درج ہیں جو وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔

سجدہ غیر اللہ کی ممانعت:

کتاب مذکور کے صفحہ 106 پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"والد ماجد نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم حقیقت دیکھا جب اس مظہر اتم میں صفات الٰہیہ کا کمال ظہور مشاہدہ کیا تو سجدے میں گر گیا۔ آنحضرت ﷺ نے کمال تعجب کے طور پر انگلی منہ میں دبائی اور اس شکل سے منع فرمایا"

قرابت رسول ﷺ کا مقام:

کتاب مذکور کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

"والد ماجد نے فرمایا ایک آدمی کے سید یا غیر سید ہونے میں مجھے تردد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ گویا آپ ایک پلنگ پر دراز سو رہے تھے۔ آپ ﷺ عنایت سے پیش آئے اور فرمایا پلنگ کے نیچے دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص نیچے سو رہا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اگر سید ہونے کی قرابت نہ رکھتا تو یہاں کیسے پہنچ جاتا"

ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ وہ بصیرت عطا فرماتے ہیں جس کی بدولت انبیاء علیھم السلام، اولیاء کرام اور اصحابِ قبور کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اور سلسلہ گفتگو بھی قائم ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ کا پسندیدہ درود شریف:

کتاب مذکور میں اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ ایک دفعہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا حاضرین میں سے ہر شخص اپنے فہم و فراست کے مطابق آپ ﷺ کی بارگاہ میں درود پیش کر رہا ہے۔ میں نے بھی یہ درود شریف عرض کیا:

"اللھم صلی علیٰ محمد النبی الامی وآلہ واصحابہ و بارك وسلم" جب آپ ﷺ نے سنا تو چہرہ مبارک پر بشاشت اور تازگی نمودار ہوئی۔

Marfat.com

نذر و نیاز کی پسندیدگی:

کتاب مذکور میں آگے چل کر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے:

"فرمایا کہ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس کے دنوں میں ایک مرتبہ خزانہ غیب سے کچھ میسر نہ آ سکا کہ کچھ طعام پکوا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کی نیاز دلوا سکتا۔ تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور گڑ پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ ﷺ کی نیاز دلوا دی۔ اسی رات بچشم حقیقت میں نے دیکھا کہ انواع واقسام کے طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ اسی دوران وہ چنے اور گڑ بھی پیش کئے گئے اور آپ ﷺ نے انتہائی خوشی اور مسرت سے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا۔ اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم کر دیا"

اس مشاہدہ سے کئی باتوں کا ثبوت ملتا ہے:

i۔ اول یہ کہ حضرت شاہ ولی اللہ جیسے محدث، مفسر، فقیہ، عالم دین اور ولی اللہ کے نزدیک نذر و نیاز جائز ہے۔ بلکہ اس پر آپ کا آپ کے آباؤ اجداد اور آل اولاد کا عمل تھا۔

ii۔ دوم یہ کہ جو کچھ اصحاب قبور کی نذر کیا جاتا ہے ان کو مل جاتا ہے۔

iii۔ سوم یہ کہ اصحاب قبور کی زیارت ہو سکتی ہے اور ان کے ساتھ سلسلہ گفتگو بھی ہوتا ہے۔

iv۔ چہارم یہ کہ نہ صرف مزارات کی حاضری پر اصحاب مزار کی زیارت و تکلم ہو سکتا ہے بلکہ دوسرے مقامات پر بھی یہ واقعات ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

گذشتہ اولیاء اللہ سے ملاقات

کتاب مذکور کے صفحہ 107 پر لکھا ہے:

"والد ماجد نے فرمایا کہ ابتدائے احوال میں مختلف طریق سلوک کے اصحاب طریقت کو میں نے دیکھا اور ان سے امر واقعی میں اجازت حاصل کی۔ منجملہ ان اصحاب طریقت کے حضرت خواجہ نقشبندؒ کو بھی میں نے بچشم حقیقت دیکھا کہ لکڑی کے پیالے میں انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے سیر ہو کر پیا۔ پھر انہوں نے مختلف طرق وسلاسل کی باتیں بیان کیں اور تلقین طریقہ کی اجازت بھی مرحمت فرمائی"

حضرت خواجہ اجمیریؒ سے خلافت:

کتاب کے صفحہ 108 پر لکھتے ہیں:

"فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کو میں نے دیکھا کہ گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک چراغ روشن ہے۔ لیکن اس چراغ کی بتی حرکت کی محتاج تھی تاکہ تازہ ہو کر روشنی پھیلا سکے۔ مجھے انہوں نے اس خدمت پر مامور فرمایا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اپنی خاص نسبت مجھے عنایت فرمائی۔ اس واقعہ کی تعبیر بھی اجازت طریقہ ہے" (یعنی لوگوں کو بیعت کرنا اور ہدایت دینا)

مختلف سلاسل کی سیر روحانی:

کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے:

"ایک دفعہ اولیاء اللہ کے سلاسل مجھے اس طرح مشاہدہ کرائے گئے کہ ایک وسیع بازار ہے جس میں خوبصورت دوکانیں ہیں اور ہر دوکان میں ہر صاحب سلسلہ بزرگ اپنے خلفاء اور معتقدین کے ساتھ فروکش ہیں"

یہ ایک طویل ملفوظ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ پہلے آپ کی ملاقات حضرت غوث الاعظمؒ سے ہوئی۔ اور ایک روحانی نکتہ پر گفتگو ہوئی۔ جس میں شاہ عبدالرحیمؒ کی تشریح حضرت غوث الاعظمؒ کو پسند آئی۔

Marfat.com

اور آپ نے خلافت بھی عطا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نقشبندؒ سے ملاقات ہوئی اور بے شمار عجائب وغرائب کا مشاہدہ ہوا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ سے ملاقات:

کتاب کے صفحہ 109 پر لکھا ہے:

"فرمایا! ایک دفعہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ یکا یک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میری گنہگار ہستی اور وجود اس قابل نہیں کہ اس مقدس بارگاہ میں حاضری دوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں متصل چبوترہ پر رک گیا۔ اس دوران آپ کی روحانیت جلوہ گر ہوئی اور مجھے حکم ہوا کہ آگے آؤ۔ میں دو تین قدم آگے بڑھا۔ اسی اثنا میں میں نے دیکھا کہ آسمان سے چار فرشتے ایک تخت اٹھائے ہوئے آپکی قبر مبارک کے پاس اترے۔ معلوم ہوا کہ اس تخت پر حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ ہیں۔ چنانچہ قران السعدین ہوا۔ دونوں شیوخ نے خلوت میں راز و نیاز کی باتیں کیں۔ اس کے بعد فرشتے تخت اٹھا کر روانہ ہو گئے۔ اور خواجہ قطب الدینؒ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ نزدیک آؤ۔ میں دو تین قدم آگے بڑھا۔ آپ بار بار نزدیک آنے کے متعلق فرماتے رہے۔ اور میں آہستہ آہستہ قریب ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت کے بے حد قریب ہو گیا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ "شعر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے"

میں نے کہا "كلام حسنه حسن و قبيحه قبيح" (کلام ہے جس کا حسن اچھا لگتا ہے اور قبیح برا لگتا ہے)۔

اس پر آپ نے فرمایا "بارك الله" اس کے بعد دریافت فرمایا "خوبصورت آواز کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے"۔

میں نے عرض کیا کہ "ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء" (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو عطا ہو) آپ نے فرمایا "بارك الله"۔ پھر فرمایا "جب دونوں باتیں جمع ہو جائیں (حسن کلام اور حسن صوت) تو پھر؟"۔

Marfat.com

میں نے کہا"نور علیٰ نور۔ یهدی الله بنوره من یشاء"۔
آپ نے فرمایا"بارك الله"۔تم بھی کبھی کبھار ایک دوبیت سن لیا کرو"۔

اس ملفوظ میں اشارہ ہے جواز سماع کی طرف۔یاد رہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ سماع سنتے تھے۔اور سماع ہی میں آپ کا اس شعر پر چاردن رات رقص کرتے ہوئے وصال ہوا

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

(احمد جامؒ)

اس ملفوظ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کی زمانہ گذشتہ کی ارواح سے رابطہ قائم ہوسکتا ہےاور زیارت اور گفتگو تک نوبت آ سکتی ہے۔یاد رہے کہ بیان کرنے والا محدث یعنی ماہر فن حدیث بھی ہے۔عالم وفاضل بھی ہےاور ولی اللہ بھی جن کے کلام کو کوئی معترض چیلنج نہیں کرسکتا۔

مزار پر حاضری اور بشارت فرزند:

"فرمایا ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار مبارک پر حاضری کے لئے گیا۔ آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا"

چنانچہ شاہ ولی اللہ کا اصل نام قطب الدین احمد ہےاور ولی اللہ لقب ہے۔

مجالس ارواح:

فرمایا ایک دفعہ میں نے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ وضو فرما رہے ہیں اور نماز کی تیاری ہورہی ہے۔میں نے عرض کیا کہ عالم آخرت میں وضو اور نماز کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ چونکہ دنیا میں اکثر وقت ان امور کی انجام دہی میں گذرا ہےاس لئے ان میں لذت محسوس ہوتی ہے۔یہاں ان کی ادائیگی فریضہ کے طور پر نہیں بلکہ لذت اور لطف کی خاطر ہے۔اس کے بعد ارواح اولیاء جمع ہوئے اور مجلس گرم ہوگئی۔جس میں کئی نکات پر گفتگو ہوتی رہی۔

Marfat.com

شیخ سعدیؒ سے ملاقات:

کتاب مذکور کے صفحہ 111 پر لکھا ہے کہ:

"ایک دفعہ میں درس سے واپسی پر ایک کوچہ میں خوب ذوق کی حالت میں سعدی شیرازی کے یہ اشعار گنگنا رہا تھا:

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہر چہ نجوانی بطالت است
سعدی بشوی لوح دل از غیر حق
علیکہ رہ حق ننماید جہالت است

اتفاق سے چوتھا مصرعہ میرے ذہن سے اتر گیا۔ ہر چند دماغ پر زور دیا لیکن یاد نہ آیا۔ اس تار کے ٹوٹنے سے میرے دل میں سخت اضطراب اور بے ذوقی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اچانک ایک فقیر منش، ملیح چہرہ، دراز زلف، پیر مرد نمودار ہوا۔ اور لقمہ دیا

علمیکہ رہ حق نماید جہالت است

میں نے کہا جزاک اللہ خیر الجزاء۔ آپ نے مجھے کتنی پریشانی سے نجات دلائی۔ میں نے آپ کی خدمت میں پان پیش کیے تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کیا یہ بھولا ہوا مصرعہ یاد دلانے کی مزدوری ہے؟ میں نے کہا نہیں یہ تو بطور ہدیہ اور شکریہ پیش کر رہا ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں پان استعمال نہیں کیا کرتا۔۔۔۔ یہ کہہ کر انہوں نے قدم بڑھایا اور کوچہ کے آخر میں رکھا۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی اہل اللہ کی روح انسانی شکل میں جلوہ گر ہے۔ میں نے آواز دی کہ اپنے نام سے تو اطلاع دیتے جایئے تاکہ فاتحہ پڑھ لیا کروں۔ فرمایا۔ اس فقیر کو سعدی کہتے ہیں"۔ اس سے بھی تصرف اولیاء رفتہ ثابت ہوتا ہے۔

نذرونیاز کا طعام کھانے کا جواز:

کتاب مذکور کے صفحہ 112 پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"ایک بار والد ماجد مخدوم اللہ دیہؒ کی زیارت کے لئے قصبہ ڈسنہ میں گئے۔ رات کا وقت تھا۔ آپ نے احباب سے فرمایا کہ آج مخدوم اللہ دیہؒ نے ہماری دعوت کی ہے اور تناول کر کے جائیں گے۔ آپ نے

Marfat.com

دعوت کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ رات گئے لوگوں کی آمدورفت ختم ہوگئی۔ اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لئے آئی اور کہا کہ میں نے منت مانی ہے کہ جس وقت میرا شوہر گھر آئے گا۔ اس وقت طعام پکا کر مخدوم اللہ دیہؒ کی درگاہ میں مقیم فقراء میں تقسیم کروں گی۔ اب میرا شوہر واپس آ گیا ہے۔ اور میں یہ طعام لائی ہوں"

اس ملفوظ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث جیسے عالم وفاضل سے منت ماننے اور نیاز کا طعام کھانے کا جواز بھی مل جاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تلاوت قرآن سے اہل قبور خوش ہوتے ہیں:

فرمایا ایک دفعہ میں ایک مزار کے نزدیک درخت کے نیچے تلاوت قرآن میں مشغول تھا۔ چند سورتیں پڑھ کر رک گیا تو مزار سے آواز آئی:

"قرآن مجید کے زندگی بخش نغمات سننے کے لئے مدت سے ترس رہا ہوں اگر کچھ وقت اور تلاوت کریں تو احسان مند ہوں گا۔ میں کچھ اور تلاوت کر کے خاموش ہوا تو صاحب مزار نے پھر فرمائش کی۔ اسی طرح تین بار خاموش ہوا اور صاحب مزار نے تین بار فرمائش کی۔ انہوں نے آخر میں کہا جزاك الله خیر الجزاء۔ اس کے بعد میں نے ان سے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی عذاب قبر نہیں ہوا اور آرام سے ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیا عمل کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ دنیاوی بکھیڑوں سے آزاد رہ کر یاد حق میں سب وقت بسر کروں۔ یہ کام پورا تو نہ کر سکا۔ البتہ کچھ نہ کچھ کرتا رہا۔ اس کی بدولت حق تعالیٰ نے مجھے یہ صلہ عطا فرمایا ہے" اس سے بھی ظاہر ہے کہ اہل اللہ کو اصحاب قبور کی زیارت ہوتی ہے اور حالات پر گفتگو بھی ہوتی ہے۔

اصحاب قبور ذکر اللہ بھی کرتے ہیں جس کو اہل اللہ سن سکتے ہیں:

کتاب کے صفحہ 114 پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"والد ماجد نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی درگاہ کے قریب سیر کر رہا تھا کہ ایک قبر پر نظر پڑی۔ ان کے ذکر کی وجہ سے تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک ہر چیز ذاکر تھی۔ اور میں نے اپنے ساتھی شیخ محمد سے درخواست کی کہ آپ بھی قبر پر مراقبہ کر کے حال دریافت کریں۔ مراقبے کے بعد قریب

Marfat.com

انہوں نے بھی یہی کیفیت بیان کی جو میں مشاہدہ کر چکا تھا"

شہید بھی انسانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں:

کتاب کے صفحہ 110 پر لکھا ہے:

"میرے والد ماجد نے فرمایا کہ میرے والد شہادت کے بعد ایک مرتبہ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہماری ہمشیرہ کریمہ بی بی جو بیمار تھیں ان سے ملاقات کی اور فرمایا کہ کل صبح تمہیں مکمل آرام میسر آ جائے گا۔ دوسری صبح ان کا انتقال ہو گیا اور دائمی آرام حاصل ہوا۔

اصحاب مزار کا قوالی میں مسرور ہونا:

اس کتاب کے صفحہ 116 پر لکھا ہے کہ:

"حضرت والد ماجد ایک دفعہ قصبہ پھلت میں تھے عرس کے روز ایک بزرگ آئے اور قوالوں نے نغمہ چھیڑا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ شیخ ابوالفتح (جن کا عرس پھلت میں ہو رہا تھا) کی روح محفل سماع میں آ کر مسرور ہو رہی ہے اور معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب ان کے جذب کے اثرات اہل محفل پر طاری ہو جائیں گے۔ یہی ہوا تھوڑی دیر بعد محفل کا رنگ بدل گیا۔ اور ھاھو کے مستانہ وار نعروں سے محفل گونج اٹھی"

اس ملفوظ سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں:

1۔ اولیاء اصحاب قبور کا محفل سماع میں شریک ہونا اور مسرور ہونا۔

2۔ ان کی کیفیات کا اہل مجلس پر اثر ہونا۔

3۔ حضرات نقشبندیہ (شاہ عبدالرحیم نقشبندیؒ) کا سماع سننا۔

4۔ اہل بصیرت کے سامنے مزارات کے باطنی امور کا ظاہر ہونا۔

زیارت قبور اور فیوض و برکات:

انفاس العارفین صفحہ 116 پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"فرمایا جب کبھی میرے والد ماجد مخدومی شیخ محمدؒ کے مزار کے پاس بیٹھتے تھے تو فرماتے تھے کہ ان کی روح نماز میں میری اقتدا کرتی ہے اور مجھ سے کسب فیض کرتی ہے۔ شیخ محمدؒ ایک دفعہ اس فقیر (شاہ عبدالرحیم) کی

Marfat.com

طرف متوجہ ہوئے اور بعض فیوض اور معارف عطا فرمائے اور مجھے حکم دیا کہ فلاں (ولی اللہ کو) کچھ معارف کی تعلیم دو اور وہ تمام میں نے تمہارے سامنے بیان کر دیئے ہیں"

اولیائے زمانہ سلف سے اخذ فیض اور نوعیت فیض:

حضرت شاہ ولی اللہ اپنی اس کتاب کے صفحہ 171 پر لکھتے ہیں:

"واضح ہو کہ آپ (والد ماجد) کی زبان سے بارہا خلوت میں سنا گیا کہ مجھے جو نسبت حضرت غوث اعظمؒ سے ملی ہے وہ بہت ہی صاف اور حد درجہ نازک ہے اور جو نسبت مجھے خواجہ نقشبندؒ سے ملی ہے وہ غالب تر اور حد درجہ موثر ہے۔ جمعیت قلب اور قبول عام اس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور جو نسبت خواجہ معین الدینؒ سے پائی ہے وہ عشق کے قریب اور تاثیر اسماء اور صفائے دل کی مظہر ہے"

اصحاب قبور سے مدد مانگنا:

اس بارے میں حضرت شاہ ولی محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب مذکور کے صفحہ 288 پر ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے:

"اذا تحیروا فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور"

(جب تم دنیاوی امور میں پریشان ہو تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرو)

یہ صحیح حدیث ہے اگر اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہوتی تو حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسے محدث اور فن حدیث میں کامل اور ماہر فن ہرگز اس کو بیان نہ فرماتے۔ نیز گذشتہ صفحات پر حضرت شاہ صاحب نے تفصیل سے ایسے واقعات بیان فرما دیئے ہیں کہ جن سے اہل قبور اولیاء اللہ سے اخذ فیض اور دیگر امور میں استعانت طلب کی گئی ہے۔

ذکر نفی اثبات کی تعلیم سرور کائنات ﷺ کی طرف سے:

کتاب مذکور کے صفحہ 40 پر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

"اسم ذات کا شغل جو میں نے حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل کیا تھا مجھ پر غالب رہتا تھا اور میں اس سے بہت کیف و سرور حاصل کرتا تھا۔ اس کے مقابلے میں شغل نفی و اثبات میں نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کبھی کرتا تو

Marfat.com

اس سے ذرا بھی لذت محسوس نہ ہوتی۔ اس پر قادر نہ ہوسکنے کی بنا پر میں ہمیشہ شرمندہ رہتا تھا۔ حضرت سید عبداللہ سے اس کا علاج دریافت کیا تو انہوں نے بارہا توجہ فرمائی لیکن عقدہ حل نہ ہوا۔ آخر فرمانے لگے کہ جو چیز انبیاء علیہم السلام کے انفاس طیبہ کی توجہ سے استحکام حاصل کرے ہم اس میں تبدیلی نہیں لا سکتے۔ حضرت ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیجئے۔ اس نقص کا علاج ان کی بارگاہ سے ہوگا۔ چنانچہ میں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں التجا کی۔ جس کے نتیجے میں شغل نفی و اثبات مجھ پر غالب آ گیا۔ اور بہت ہی آسان ہوگیا۔ اس انداز پر کہ کم سنی کے باوجود ایک ہی سانس میں دو سو مرتبہ ذکر کرسکتا تھا"۔

اس ملفوظ میں شغل اسم ذات سے مراد ذکر اسم مبارک اللہ اللہ ہے جس کی ضربیں قلب اور دیگر لطائف پر لگائی جاتی ہیں۔ جس سے قلب اور دیگر لطائف زندہ ہو کر ذاکر ہو جاتے ہیں اور شغل نفی اثبات سے مراد لاالہ الا اللہ ہے۔ جس کی ضربیں بھی لطائف ستہ پر لگانے سے ان کے اندر دائمی ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ اور چلتے پھرتے سوتے جاگتے ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ جب یہ اذکار لطیفہ خفی اور اخفی پر اثر انداز ہوتے ہیں اور یہ زندہ ہو جاتے ہیں تو یہ مقام فنافی اللہ کا آغاز ہے۔ اس کے بعد مراقبات ذات لاتعین کے ذریعے مقام فنا کے مزید درجات میسر آتے ہیں۔ اور قرب کی زیادہ سے زیادہ منازل طے ہوسکتی ہیں۔

ان ملفوظات سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ جو بعض علمائے ظواہر صوفیائے کرام کے اذکار و اشغال کو بدعت قرار دیتے ہیں اس سے کس طرح انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی نفی کرتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا اصحاب قبور سے اخذ فیض:

برصغیر میں تمام مسالک کی انتہائی قابل احترام شخصیت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا اہل قبور سے اخذ فیض کے متعلق وہ ملفوظ پیش کرتے ہیں جو انکے مرید و خلیفہ مولانا اشرف علی تھانوی نے خود اپنی کتاب امداد المشتاق میں نقل کیا ہے۔ کتاب کے صفحہ 118 پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ:

"حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد کے رشتہ دار حج کو تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ اگر اجازت ہو تو حضرت شیخ کی قبر مبارک از سر نو درست کر دی جائے۔ میں نے کہا کیا

Marfat.com

مضائقہ ہے۔۔۔۔میں کیسے منع کرسکتا ہوں جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو۔میرے لئے اس کی درستی اور اصلاح تو فرض ہے"

کتاب مذکور کے صفحہ 40 پر لکھا ہے:

"اثنائے درس احیاء العلوم زبان فیض ترجمان سے حضرت حاجی صاحبؒ فوائد عجیبہ بیان فرمارہے تھے۔ مولانا تھانوی (جو دیر سے پہنچے) نے عذر کیا کہ آج بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا۔اس وجہ سے حاضری میں دیر ہوگئی۔ارشاد فرمایا" جائے بزرگان بجائے بزرگان" زیارت آثار بزرگان میں برکت ہوتی ہے"

اس سے ظاہر ہے۔علمائے دیوبند کے نزدیک بھی زیارت قبور سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند اپنے رسالہ "عالم برزخ کے احوال و مقامات" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ وفات سے تقریباً دو سال قبل دانت درست کرانے لاہور تشریف لے گئے۔واپسی سے ایک دن قبل لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کے لئے بھی نکلے۔سلاطین کی قبروں پر بھی گئے اور مشائخ کی قبریں بھی دیکھیں۔فاتحہ پڑھی۔ایصال ثواب کیا۔اس سلسلہ میں سید علی ہجویریؒ معروف بہ داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے، وصل صاحب مرحوم بلگرامی ساتھ تھے۔انہوں نے یہ واقعہ مجھ سے تھانہ بھون میں بیان فرمایا تھا کہ داتا گنج بخشؒ کے مزار سے لوٹتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ یہ تو بہت بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔میں نے ہزار ہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا اور یہ بھی فرمایا کہ سلاطین کے مزاروں پر پہنچا تو انہیں مساکین کی صورت میں دیکھا۔جیسے ان کا کوئی پرسان حال نہ ہو اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا۔

کتاب امداد المشتاق صفحہ 55 پر مؤلف مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

"حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں۔تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔جب صورت جواز کی موجود ہے تو پھر کیوں تشدد کرتے ہیں۔اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔البتہ وقت قیام اعتقاد تولد نہ کرنا چاہیے۔اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو کوئی

Marfat.com

مضائقہ نہیں۔ کیونکہ عالم خلق مقید بہ زمان و مکان ہے۔ لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔۔۔ اور قیام میں مجھے ایک خاص کیفیت حاصل ہوتی ہے"

اس ملفوظ سے واضح ہوا کہ مجالس میلاد اوران میں قیام بھی جائز ہے۔

اولیائے زمانہ ماضی سے ملاقات:

کتاب مذکور کے صفحہ 61 پر مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"فرمایا (حاجی صاحبؒ نے) کہ جو کچھ مثنوی میں ہے اس کی تعلیم روحانی طور پر مجھ کو حضرت مولانا رومؒ نے فرمائی ہے"

اس ملفوظ سے ظاہر ہے کہ اخذ فیض صرف اولیاء کرام کے مزار پر حاضر ہونے سے نہیں بلکہ بغیر حاضری کے بھی ہوسکتا ہے۔

دیگر امور:

کتاب مذکور کے صفحہ 87 پر حضرت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے:

"جب مثنوی شریف ختم ہوگئی تو بعد ختم حضرت حاجی امداد اللہؒ نے حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا رومؒ کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی۔ اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا نیاز کے دو معنی ہیں۔ ایک عجز و بندگی جو خدا کے سوا دوسرے کے واسطے نہیں ہے۔ اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا۔ یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس میں کیا خرابی ہے۔ اگر کسی عمل میں عوارض غیر شرعی لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔ جیسے قیام میلاد شریف۔ اگر بوجہ نام آنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے۔ جب کوئی بڑا شخص آتا ہے تو لوگ تعظیماً کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اگر سردار دو عالمیان روحی فداہ، ! کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا"

ان ملفوظات سے کئی مسائل حل ہوگئے:

1۔ اولیائے سلف کے لئے نیاز دینا جائز ہے۔

Marfat.com

2۔ نیاز میں تلاوت کلام پاک کے ساتھ طعام یا شربت وغیرہ شامل کرنا بھی جائز ہے۔

3۔ میلاد شریف میں کھڑے ہونا بھی جائز ہے۔ بلکہ اس سے فیضان بھی حاصل ہوتا ہے۔

4۔ ان رسومات میں غیر شرعی عمل کو ترک کیا جائے نہ کہ اصل رسم کو۔

خواجہ اجمیریؒ کا فیض:

کتاب مذکور صفحہ 91 پر لکھا ہے:

"میں جب مکہ معظّمہ آیا تو نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔۔۔ بعدہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں لاکھوں روپیہ کا خرچ تمہارے ہاتھوں میں مقرر ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ اس مہم کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہنس کر فرمایا کہ تمہاری حاجت پوری ہوگی۔۔۔ اس وقت سے ماہانہ خرچ کہ اقل مرتبہ سو روپیہ ہے۔ خدا اپنے خزانہ رحمت سے پہنچا دیتا ہے"

اس ملفوظ سے کئی امور ثابت ہیں:

i۔ اولیائے متقدمین کا تشریف لانا۔ ii۔ اولیائے کرام کے تصرف سے مشکلات کا حل ہو جانا

امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں بھی نذر و نیاز جائز ہے:

اہل عرب اور خاص کر سعودی حکومت کے ارباب حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مکتب فقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام موصوف کے پیروکار بھی زمانہ قدیم سے نذر و نیاز اور تصوف کے قائل ہیں۔ معلوم نہیں آج کل کیوں فرق آ گیا ہے۔ اس کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ملفوظ جو مولانا تھانویؒ نے کتاب امداد المشتاق میں نقل کیا ہے درج ذیل ہے:

"فرمایا حنبلیہ کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء العلوم تبرکاً ختم ہوئی۔ جب ختم ہوئی دودھ لایا گیا۔ اور بعد دعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کئے گئے۔ طریق نذر و نیاز زمانہ قدیم سے جاری ہے۔ اس زمانے میں لوگ انکار کرتے ہیں"

آنحضرت ﷺ کا تشریف لانا اور امام غزالی کو خطاب حجۃ الاسلام عطا فرمانا:

کتاب امداد المشتاق صفحہ 94 پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

Marfat.com

"ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جا رہی ہے جس کو حضور کمال توجہ سے سن رہے ہیں۔ کسی نے دریافت کیا کہ کون سی کتاب ہے۔ ارشاد ہوا کہ احیاء العلوم حجتہ الاسلام امام غزالی کی ہے۔ فرمایا: یہ لقب عطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے"

اس ملفوظ میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مجالس درس وتدریس میں تشریف لانا اور توجہ فرمانا کثرت سے ثابت ہے۔

حالت بیداری میں زیارت رسول ﷺ:

کتاب مذکور کے صفحہ 100 پر مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں:

"فرمایا مولوی قلندر صاحب کو ہر روز زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی تھی۔ ایک دن کسی حمال کے لڑکے کو جو سید تھا۔ تھپڑ مارا۔ اس دن سے زیارت منقطع ہوگئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا۔ انہوں نے ایک مجذوب عورت کا پتہ بتایا۔ جب وہ عورت مسجد نبوی ﷺ میں آئی۔ مولانا نے عرض کیا۔ تو سنتے ہی مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

"شف هذا رسول الله ﷺ۔ (دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) (لفظ شف لغت کا نہیں بول چال کا لفظ ہے)۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مولانا رشید احمد گنگوہی بھی شریعت کی پابندی میں سخت گیر ہیں۔

آپ نے اپنی کتاب امداد السلوک کے صفحہ 124 پر لکھا ہے:

"مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مقید نہیں بلکہ جس جگہ پر مرید ہوگا۔ قریب ہو یا بعید، لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں۔ جب اس بات کو راسخ کرلے اور شیخ (پیر) کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا۔ اور ہر آن میں فائدہ حاصل کرے گا۔ تب مرید ہر وقت عقدہ کشائی میں شیخ کا محتاج ہوگا۔ اور شیخ کو دل میں حاضر کرکے جب زبان حال سے پوچھے گا تو یقیناً شیخ کی روح اللہ کے حکم سے اسے بتلائے گی۔ لیکن اس میں ربط تام (مکمل) شرط ہے"

اس ملفوظ سے ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی ہستی ہیں۔ شیخ کامل بھی ہر جگہ

Marfat.com

موجود ہوسکتا ہے یعنی شیخ کامل کی روحانیت۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور بشر ہونے کے مسئلہ پر بھی آج کل بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔لیکن کتاب مذکور کے صفحہ 156 پر حضرت مولانا گنگوہی کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کریں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک کو ایسا پاکیزہ کیا کہ خالص نور ہوگئے اور حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمادیا اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نہیں رکھتے تھے اور یہ واضح ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔اسی طرح آپ نے اپنے پیروکاروں کا ایسا تصفیہ فرمایا کہ وہ بھی نور ہوگئے۔جیسا کہ انکی حکایات اور خرق عادات سے کتابیں بھری پڑی ہیں"

مولانا گنگوہی کی اس عبارت سے بھی نہ صرف یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے بلکہ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کی تربیت سے صحابہ کرام بھی نور بن چکے تھے۔اور کشف و کرامات کا ان سے صدور ہوتا تھا"

اس کے بعد مولانا گنگوہیؒ صفحہ 157 پر لکھتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مومنوں کو میرے نور سے نیز ارشاد فرمایا کہ اے اللہ میرے سمع، بصر، قلب میں نور کردے بلکہ فرمایا کہ مجھے سراپا نور کردے۔پس اگر ان کا نفس مصفّٰی ہونا محال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز یہ دعا نہ کرتے۔اس لئے کہ محال چیزوں کے لئے دعا کرنا بالاتفاق ممنوع ہے۔حضرت ابوالحسن نوری کو نوری اس لئے کہتے ہیں کہ آپ سے کئی بار نور دیکھا گیا۔اور بہت سے عوام اور خواص نے صلحاء کی قبروں سے نور بلند ہوتے دیکھا ہے۔یہ نور ان کے تزکیہ نفس کا ہے۔جب نفس کا کام بلند ہوجاتا ہے تو اس کا نور بدن میں سرایت کر جاتا ہے۔اور وہ ہوتے ہوتے بدن کی طبیعت اور مزاج ہی بن جاتا ہے۔اس کے بعد اگر روح بدن سے جدا بھی ہوجائے (یعنی فوت ہوجانے کے بعد) پھر بھی وہ جسم انوار کا منبع اور مصدر بن جاتا ہے۔جس طرح زندگی کی حالت میں تھا"

اس عبارت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:

i) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ii) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے صحابہ کرامؓ بھی نور بن گئے۔iii) تزکیہ نفس سے ہر انسان نور بن سکتا ہے۔iv) انتقال کے بعد بھی اولیاء کرام منبع اور

Marfat.com

مصدر فیض ہوتے ہیں۔ اور اولیاء کی قبور سے اخذ فیض ہوسکتا ہے۔

علمائے اہلسنت کے بھی کم وبیش یہی عقائد ہیں پھر معلوم نہیں جھگڑا کس بات پر ہے۔ کاش اہل سنت والجماعت کے دونوں فرقے ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں تو تمام اختلافات فوراً مٹ سکتے ہیں۔ لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ اختلاف برائے اختلاف ہے۔

کتاب مذکور کے صفحہ 58-157 پر مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

"الغرض بندہ کو لازم ہے کہ اپنی ذات کو عبودیت اور اس کی نگہداشت اور مراقبہ اور حضور قلب کی مکمل اعانت رکھے۔ اور ایک لمحہ بھی کوتاہی نہ کرے۔ اس لئے کہ کوشش بندہ کے اختیار میں ہے اور سیر کی توفیق حق تعالیٰ کا فضل اور عطا ہے۔۔۔ اور مجاہدہ اور ریاضت اس لئے کی جاتی ہے کہ حق تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین تک پہنچائے اور ملائکہ اور انبیاء کے ساتھ ان کا الحاق ہوجائے"

مولانا گنگوہی صفحہ 152 پر لکھتے ہیں کہ:

"الغرض ولایت خاصہ اس امت میں قیامت تک رہے گی۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہت سے پراگندہ بالوں والے، پھٹے ہوئے کپڑوں والے، جن کی ظاہری حالت کی وجہ سے کوئی ان کی پروانہیں کرتا۔ لیکن اگر وہ حق تعالیٰ پر قسم کھا کر کہیں کہ فلاں کام ایسا ہوگا۔ تو حق تعالیٰ یقیناً اس قسم کو پورا فرما کر اس کام کو اس طرح کر دیں گے۔ بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جہان میں ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔ اگرچہ نبوت کی چادر لپیٹ لی گئی ہے۔ لیکن ولایت کی چادر اسی طرح پھیلی ہوئی ہے۔۔۔ قطب وہ غوث ہے کہ اس شخص سے حق تعالیٰ کا مقام نظر شروع ہوتا ہے۔ اور وہ تمام جہان میں ہر زمانے میں ایک ہوتا ہے۔

اصحاب قبور و دیگر اولیاء کی کرامات کا ثبوت:

مولانا اشرف علی تھانوی نے شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی کی کتاب "جامع کرامات اولیاء" کا اردو ترجمہ کر کے شائع کرایا ہے جس کا نام انہوں نے "جمال الاولیاء" رکھا ہے۔ کتاب کے صفحہ 7 پر لکھا ہے کہ:

"اولیاء کرام کی کراماتوں کا اور اس امر کے اثبات میں کہ جو فعل نبی کا معجزہ ہوا ہے، جائز ہے کہ کسی ولی کی

Marfat.com

کرامت بھی ہو جائے"

کتاب مذکور کے صفحہ 29 پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

"امام فخر الدین رازیؒ نے سورہ کہف کی تفسیر میں صحابہ کرامؓ کی کرامتیں ذکر کی ہیں اور فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب آپؓ کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا دی گئی کہ السلام علیك یا رسول الله یہ ابوبکرؓ دروازہ پر حاضر ہیں تو خود بخود دروازہ کھل گیا۔ اور غیب سے قبر شریف کے اندر سے آواز آئی کہ ایک دوست کو دوست کے پاس داخل کر دو"

حضرت ثابت بن قیسؓ کی بعد وفات کرامت:

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

"بیہقی نے عبداللہ بن عبیداللہ انصاری سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے ثابتؓ بن قیس کو دفن کیا اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے اور ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ تو جب ہم نے ان کو دفن کیا تو ان کو یہ کہتے سنا کہ محمد ﷺ رسول اللہ ہیں ابوبکرؓ اور عمر شہیدؓ ہیں۔ عثمانؓ نیک اور رحیم ہیں۔ (یاد رہے کہ حضرت عثمانؓ اس وقت تک شہید نہیں ہوئے تھے)"

حضرت امیر حمزہؓ کی کرامت:

کتاب کے صفحہ 36 پر لکھا ہے:

"فاطمہ خزانیہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت کی تو عرض کیا: "السلام علیك یا عم رسول الله صلی الله علیه وسلم" انہوں نے جواب دیا کہ "وعلیکم السلام ورحمة الله۔۔۔ "نیز عارف باللہ شیخ محمود کردی مقیم مدینۃ المنورہ کی کتاب "الباقیات الصالحات" میں لکھا ہے کہ انہوں نے سیدنا حمزہؓ کی قبر کی زیارت کی تو السلام علیکم کہا اور قبر سے جواب سنا۔ اور یہ بھی کہا کہ اپنے لڑکے کا نام حمزہ رکھنا۔ چنانچہ جب لڑکا پیدا ہوا تو ان کا نام حمزہ رکھا"

اس سے تین امور ثابت ہوئے:

i) زیارت قبور جائز ہے۔ ii) سماع موتی حقیقت ہے۔ اہل قبور سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ iii) خواتین صحابیات بھی قبروں پر جایا کرتی تھیں اور سلام کرتی تھیں اور جواب سنتی تھیں۔ اصحاب قبور سے

Marfat.com

ہمکلامی بھی ہوسکتی ہے۔

حضرت زید بن خارجہ انصاریؓ کی کرامت:

کتاب مذکور کے صفحہ 38 پر مولانا تھانوی نے لکھا ہے:

"بیہقی نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت زیدؓ بن خارجہ انصاری نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں وفات پائی۔ جب کفن دیا گیا تو لوگوں نے ان کے سینہ سے یہ آواز سنی کہ: احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلی کتاب میں بیان ہے اور وہ سچے ہیں۔ ابوبکر صدیق جو خود ضعیف اور اللہ کے حکم سے قوی ہیں، کا پہلی کتاب میں بیان ہے، سچے ہیں۔ عمر ابن الخطاب قوی اور امین ہے۔ یہ پہلی کتاب میں بیان ہے۔ سچے ہیں۔ اور عثمان ابن عفان جو انہی کے طریقہ پر ہیں چار سال گذر گئے اور دو باقی رہ گئے۔ فتنے آگئے، قوی نے ضعیف کو کھالیا اور قیامت قائم ہوگئی"

حضرت سعد بن عبادہؓ کی کرامت:

کتاب مذکور کے صفحہ 44 پر لکھا ہے کہ جلال الدین بصری دمشقی نے اپنی کتاب "تحفة الانام فی فضائل الشام" میں بیان کیا ہے:

"حضرت سعدؓ بن عبادہ کی قبر دمشق کے شہر غوطہ میں ہے۔ حضرت شیخ عارف متقدی ابواسحاق نے کئی مرتبہ قبر مبارک کی زیارت کی۔ ایک دفعہ ان کے دل میں خیال آیا کہ آیا واقعی یہ قبر حضرت سعدؓ بن عبادہ کی ہے۔ تو فرماتے ہیں مجھے اونگھ آ گئی۔ دیکھا کہ قبر پھٹ گئی ہے اور ایک لمبے قد کا بدوی شخص نقاب پوش قبر کے اوپر کی جانب سے نکلا اور کہا کہ میں سعد ہوں۔ حضرت سعد بن عبادہ کی وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں 14ھ میں ہوئی اور بلاد شام میں دفن ہوئے"

حضرت عثمانؓ کی کرامت:

کتاب مذکور کے صفحہ 60 پر لکھا ہے:

"حضرت عبداللہؓ بن سلام فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو میں آپ کے سلام کے لئے آیا۔ انہوں نے فرمایا: مرحبا بھائی! یہ بھی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گلی میں دیکھا۔ فرماتے ہیں: عثمانؓ! لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے۔ میں نے عرض کی جی ہاں! حضور ﷺ نے

Marfat.com

میرے لئے ایک ڈول لٹکا دیا جس میں پانی تھا۔ میں نے پانی پیا اور سیراب ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری امداد کروں اور اگر چاہو تو ہمارے پاس روزہ افطار کرنا۔ میں نے اسی کو اختیار کیا۔ دوسرے روز آپؓ شہید ہو گئے"

"علامہ جلال الدین سیوطیؒ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہے۔ اور کتب حدیث میں سند کے ساتھ روایت ہے۔ اور اکابر نے (حضرت عثمانؓ کے اس مشاہدہ کو) حالت بیداری میں دیکھنا قرار دیا ہے"

حضرت علیؓ کی کرامت:

کتاب مذکور کے صفحہ 65 پر لکھا ہے:

"بیہقی نے حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے تو آپ نے بلند آواز کے ساتھ فرمایا: "اے قبر والو السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ یا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ یا ہم تم کو بتائیں" حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے قبروں سے یہ آواز سنی: : یا امیر المومنین وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہ! آپؓ ہم کو بتائیں کہ ہمارے بعد کیا ہوا"۔ آپؓ نے فرمایا کہ "تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے تمہارے مال تقسیم ہو گئے۔ تمہاری اولادیں یتیموں میں شمار ہونے لگیں۔۔۔ یہ تو ہمارے پاس کی خبریں ہیں۔ تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟" ایک مردے نے جواب دیا۔ "ہمارے کفن پھٹ چکے ہیں۔ بال بکھر گئے ہیں۔ کھالیں پراگندہ ہو گئی ہیں۔ آنکھیں رخساروں پر بہہ پڑی ہیں۔۔۔۔ جو کچھ کیا تھا وہ پا لیا ہے اور جو کچھ چھوڑ دیا تھا اس کا خسارہ اٹھایا"

حضرت عمرؓ کی کرامت:

کتاب مذکور کے صفحہ 68-69 پر لکھا ہے:

"ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں حضرت عمر ابن الخطابؓ سے روایت کی ہے کہ آپؓ جنت البقیع تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم یا اهل القبور۔ جو خبریں ہمارے پاس ہیں یہ ہیں کہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے ہیں تمہارے مکانوں میں سکونت ہو رہی ہے۔ تمہارے اموال تقسیم ہو گئے ہیں" ایک غیب سے آواز دینے والے نے کہا: "اے عمرؓ ابن الخطاب ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں: جو کچھ ہم نے کیا پا لیا۔ جو خرچ کیا تھا اس کا نفع اٹھا لیا اور جو کچھ چھوڑ دیا اس کا خسارہ اٹھا لیا۔۔۔ ابن عساکر نے روایت

Marfat.com

کی کہ میں نے سنا کہ عمر ابن الخطابؓ ایک نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے فلاں ابن فلاں۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔۔ (جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو بہشت ہیں) نوجوان نے قبر کے اندر سے آواز دی کہ اے عمرؓ! میرے پروردگار نے مجھے وہ دونوں عطا فرمائی ہیں"

نذر و نیاز کا جواز:

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید نے اپنی کتاب صراط مستقیم صفحہ 106 پر اولیاء اللہ کی نذر نیاز کو اس حد تک ناجائز قرار دیا جس میں شرک خفی شامل ہو جائے بصورت دیگر آپ نے اس کو عمدہ اور حکم شرع کے مطابق قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"اولیاء اللہ کی نیاز اس طور پر ادا کرنا کہ شرک خفی اور اسراف اور کئی طرح کی بدعتیں اس میں پیدا ہو جائیں بدعات میں شامل ہے۔۔۔اس کا بیان یہ ہے کہ اس امر کی اصل اگرچہ عمدہ اور حکم شرع کے موافق ہے لیکن عوام نے اپنے ظنوں اور وہموں کو اس میں داخل کر دیا ہے۔ جس سے پسندیدہ اصل تو پوشیدہ ہو گیا اور ناپاک فروع جو لوگوں کی تراش خراش سے پیدا ہو گئی تھیں ظاہر اور رائج ہو گئیں"

آگے چل کر صفحہ 107 تا 110 پر آپ نے اصحاب قبور کو صحیح اور شریعت کے مطابق عبادات، نوافل اور طعام وغیرہ کے ذریعے ثواب پہنچانے کے طریقے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد صفحہ 110 پر لکھتے ہیں:

"پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں، عرسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔۔۔۔ بلکہ اکثر اوقات میں تو مطلقاً عبادات کی نیت بھی نہیں ہوتی۔ صرف دنیاوی نام و نامود یا لوگوں کی طعن و تشنیع کے رفع کرنے کے لئے یا خفت یا عار کے ڈر سے یہ کام کیا جاتا ہے"

ظاہر ہے کہ شاہ صاحب کے اس استدلال سے کس کو اختلاف ہو سکتا ہے کہ اصحاب قبور کو ایصال ثواب کے لئے نہیں بلکہ نام و نمود کے لئے طعام، تلاوت اور نوافل وغیرہ ادا کئے جائیں تو ناجائز ہے۔

ارواح انبیاء اور اولیاء کرام اور ملائکہ سے ملاقات:

صراط مستقیم صفحہ 211 پر شاہ اسمٰعیل شہید لکھتے ہیں:

"منجملہ ان آثار کے ذاکر کی روح کو نورانیت ہے اور ارواح انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور ملائکہ

Marfat.com

عظام کے ساتھ ملاقات کرنا اور جنت اور دوزخ اور آسمانی مقامات کی سیر کرنا۔ جیسے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور وغیرہ۔ لوح محفوظ کی سیر کرنا اور وہاں کے واقعات کا منکشف ہونا۔ اور ان ہی امور کی خاطر روح کو آسمان پر ٹھہرا کر وہاں دورہ اور سیر کرنا اور وہاں کے عجائبات کا دیکھنا مختلف طور پر واقع ہوتا ہے اور ارواح اور ملائکہ کی ملاقات کے وقت ان کے ساتھ ہم کلامی کا بھی موقع ملتا ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ سالکین راہ طریقت کو جب اذکار و مشاغل سے لطافت اور نورانیت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ نہ صرف اولیاء اہل قبور سے ملاقات اور ہم کلامی کا شرف حاصل کرتے ہیں بلکہ ملائکہ سے بھی ملاقات ہوتی ہے اور لوح محفوظ کے نوشتہ سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے اور جو دوسروں کے لئے علم غیب کا درجہ رکھتا ہے اس کے لئے علم حاضر ہو جاتا ہے یہ فرمودات اور عقائد حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ہیں جو امت کے جید علماء میں سے ہیں۔

قرب حق:

آگے چل کر شاہ اسمٰعیل شہید کتاب کے صفحہ 211-212 پر لکھتے ہیں:

"بعد ازاں شغل نفی کو شروع کرے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ آیہ مبارکہ الله نور السموات والارض کے مطابق انوار الٰہی ہر جگہ موجود ہیں۔ جس طرح وجود ہستی ہر جگہ ثابت ہے۔ جس کا مراقبہ وحدانیت میں وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ پس جس طرح وجود کا احاطہ معلوم ہو چکا ہے۔ اسی طرح اس کے انوار کا احاطہ سمجھنا چاہیے۔ اور ذات بحت (ذات منزہ) تک واصل ہونے کے لئے حجابات کا طے کرنا ضروری ہے۔۔ اور بلند فطرت والوں کو بدوں انکشاف انوار کے ذات بحت میں واصل ہونا میسر آ جاتا ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ شاہ اسماعیل شہید وحدت الوجود کے بھی قائل ہیں۔ نیز ان کی کتاب "عبقات وحدت الوجود" کے ثبوت سے لبریز ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں:

"شغل نفی کی تکمیل و اتمام کے بعد دو صورتیں پیش آتی ہیں۔ کبھی تو توحید صفاتی منکشف ہو جاتی ہے۔۔۔ اور وہ تمام جہاں کو اپنے اندر دیکھتا ہے۔ افلاک، عناصر، جبال، اشجار، حیوان اور انسان سب کو اپنے جسم کے اعضاء اور اجزاء خیال کرتا ہے اور دور دراز مقامات کی سیر اس کو بطور کشف حاصل ہوتی ہے اور اس کا یہ کشف مطابق واقعہ ہوتا ہے۔"

Marfat.com

فنافی اللہ یا سیر فی اللہ کی حقیقت:

بعض ظاہر بین حضرات قرب حق، مقام فنافی اللہ اور سیر فی اللہ کو نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ انکو تسلیم کرتے ہیں۔ان مقامات کی حقیقت شاہ اسماعیل شہیدؒ جن کو اہل ظاہر اپنا امام اور مقتدا سمجھتے ہیں کتاب صراط مستقیم کے صفحہ 220 پر یوں بیان کرتے ہیں:

"جس شخص کو عنایت خداوندی اور جذبہ غیبی کی امداد سے سب حجابات طے ہو جائیں وہ ذات بحت کی معرفت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اس جگہ عمدہ حالات اور رنگا رنگ اطوار پیش آتے ہیں۔اس مقام کا نام سیر فی اللہ ہے۔۔ سیر فی اللہ لمبی چوڑی تفصیل رکھتا ہے جو ان اوراق میں دشوار ہے"

علم روحانیت یا علم تصوف کی اصطلاح میں اس مقام کو فنافی اللہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔یعنی ذات حق میں سفر کرتے ہوئے مقامات قرب طے کرنا۔چونکہ ذات حق کی کوئی انتہا نہیں۔یہ سفر کبھی طے نہیں ہوتا۔اور عشاق ازل کی پیاس ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔

اصحاب قبور کے تصرف اور فیضان کی ایک اور مثال:

کتاب مذکور کے صفحہ 317-318 پر شاہ اسمٰعیل شہید اصحاب قبور کے فیوض کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت سید صاحب (سید احمد شہید: جو شاہ اسمٰعیل شہید کے پیر ہیں) کو تینوں طریقوں یعنی قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ کی نسبت مبادی سے پہلے حاصل ہوگئی تھی۔نسبت قادریہ کا بیان اس طرح ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی بیعت کی برکت سے اور آنجناب کی توجہات کے یمن سے حضرت جناب غوث الثقلین (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی) اور جناب خواجہ بہاوالدین نقشبندؒ کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو ارواح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا۔کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گذرنے اور شرکت پر صلح کرنے کا واقعہ ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پر زور اثر ڈالتے رہے۔پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب

Marfat.com

ہوئی۔ سوائے نسبت چشتیہ کے۔ چشتیہ نسبت کے حصول کا بیان یہ ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور مزار مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اس اثنا میں ان کی روح پر فتوح سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی۔ اس توجہ کے سبب سے ابتداءِ حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا۔

بعد ازں آپ نے طریقہ چشتیہ کی تلقین اور تعلیم میں بازوئے ہمت کھولا اور اشغال کی تجدید فرمائی جو اس کتاب میں درج ہیں"

شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مندرجہ ذیل بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ کمالات نبوت میں اولیائے امت کو بھی حصہ ملتا ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ 319 پر لکھتے ہیں کہ:

"پس جاننا چاہیے کہ کمالات راہ نبوت ارباب کمال کی بصیرتوں کو سرمہ قدس سے منور کر دیتے ہیں اور سرمہ قدسی کے سبب ان کی بصیرت کا نور حدت اور تیزی قبول کرتا ہے اور ان کی قدسی آنکھ کھل جاتی ہے تا کہ وہ جس چیز کی طرف التفات کرتے ہیں اس چیز کے حقائق و دقائق کو اپنی استعداد کے مطابق کما حقہ دریافت کر لیتے ہیں۔ گویا راہ ولایت کی تمام نسبتیں سالک راہ نبوت کے کمال میں مجملاً مندرج ہوتی ہیں۔ صرف ادنیٰ سی توجہ متحقق ہوئی تو اس چیز کی حقیقت اپنی تمام شرح و بسط کے ساتھ ان کی بصیرت کے سامنے حاضر ہو جاتی ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ اشغال، اذکار، مجاہدات اور مراقبات کا مقرر کرنا فی الحقیقت شریعت کا ظل ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ یہ جو بعض ظاہر بین حضرات اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے مقرر کردہ اشغال اور مراقبات پر غیر شرعی اور بدعت ہونے کا الزام لگاتے ہیں حضرت شاہ اسماعیل جیسے سخت گیر متبع شریعت کے نزدیک یہ بھی شریعت اسلامیہ سے باہر نہیں بلکہ شریعت کے عین مطابق ہیں۔ اور ان اذکار و مشاغل اور مراقبات سے جو باطنی بصیرت حاصل ہوتی ہے وہ شاہ صاحب نے اوپر بیان کر دی ہے۔ نیز اس بصیرت سے جو غیب کی چیزوں کا علم ہوتا ہے وہ بھی شاہ صاحب نے بیان کر دیا ہے۔

اصحاب قبور اور حضرت غوث الاعظمؒ:

اب ہم حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے شواہدات زیارت قبور اور فیوض و برکات قبور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ کتاب "زھرۃ الابرار" کے صفحہ 56 پر لکھا ہے کہ:

Marfat.com

"شیخ ابوالحسن بن ہیتی زیرانیؒ (جوحضرت غوث الاعظم کے اصحاب میں سے تھے) نے بغداد میں 563ھ میں کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ساتھ معروف کرخیؒ کی قبر کی زیارت کی۔ پس کہا السلام علیکم یا شیخ معروف تم ہم سے دو درجہ اوپر گذر گئے ہو۔ پھر دوبارہ ان کی زیارت کی اور کہا "السلام علیکم یا شیخ معروف ہم تم سے دو درجہ آگے بڑھ گئے۔ پس شیخ معروف کرخیؒ نے قبر سے جواب دیا۔ وعلیکم السلام اے اپنے زمانہ کے سردار"

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا قبر سے نکل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملنا:

کتاب مذکور کے صفحہ 246 پر لکھا ہے کہ:

"شیخ علی بن ہیتی لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادرؒ اور شیخ بقا بن بطوؒ کے ساتھ امام احمد بن حنبلؒ کے مزار مبارک کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ امام موصوف قبر سے نکلے اور شیخ عبدالقادرؒ کو سینے سے لگایا اور ان کو خلعت پہنائی اور فرمایا اے شیخ عبدالقادر بے شک تمہارے علم شریعت اور علم حقیقت، علم حال اور فعل حال کا میں محتاج ہوں"

دیگر علماء و مشائخ کے شواہدات اور مشاہدات:

اب ہم چند اور علماء اور مشائخ کے شواہد و بیانات نقل کرتے ہیں جن کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں۔ یا وہ جن کو غلط فہمی کی بنا پر تصوف کا مخالف سمجھا جاتا ہے تا کہ بقول عارف رومیؒ

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

تا کہ غیر جانبدار حضرات کے لئے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اور تصرف انبیاء و اولیاء:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے کمالات ظاہری و باطنی سے دنیا واقف ہے۔ تعارف کی ضرورت نہیں۔ آپ مؤطا امام مالک کی شرح موسومہ "تنویر الحوالک" میں لکھتے ہیں:

"حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور آپ ﷺ جہاں چاہیں

Marfat.com

زمین وآسمان میں سیر کرتے ہیں اور تصرف (کرامات ومعجزات) فرماتے ہیں۔آپ ﷺ تبدیلی کے بغیر اس صورت میں ہیں جس صورت میں وصال سے پہلے تھے۔آپ ﷺ فرشتوں کی طرح لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر مہربانی فرماتا ہے تو اس سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور اسے حقیقتاً زیارت بابرکت نصیب ہوتی ہے۔تمام انبیاء علیھم السلام کی یہی کیفیت ہے کہ قبروں سے نکل کر زمین وآسمان میں تصرف کرتے ہیں"

حافظ ابن قیم جوزی کی شہادت:

حافظ ابن قیم جو حضرات اہل حدیث کے امام اور حضرت امام ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں" کتاب الروح" روحانیت میں فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ سرور انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے جہاں دوسرے انبیاء علیھم السلام کی ارواح مقدسہ ہیں۔پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے ہوئے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے اور روح وبدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور ہر سوال کرنے والے کے سوال کا جواب دیتے ہیں۔۔۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ انبیاء علیھم السلام زندہ ہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بیداری میں بحالت سفر حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیھم السلام کو وادی ارزق اور ہرشی میں "لبیک" پڑھتے ہوئے خاص ہیئت اور لباس میں دیکھا تھا کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ میں نے وادی عسقان میں حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت ابراہیم علیھم السلام کو دیکھا۔وہ سرخ اونٹوں پر سوار تھے۔یہ واقعات لیلۃ المعراج کے نہیں۔دوسرے مواقع کے ہیں"

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب صفحہ 184 (مطبوعہ دیو بند) میں لکھتے ہیں:

"مجموعہ روایات کے علاوہ فضیلت واکرام ملائکہ کے برزخ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مشاغل ثابت ہیں۔(i) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا (ii) نمازیں پڑھنا (iii) مناسب غذا اس عالم کی نوش فرمانا (iv) سلام کو سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ (v) سلام کا جواب دینا۔ یہ تو دائماً ثابت ہیں۔ اور احیاناً بعض خواص امت سے آپ کا سلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار واخبار میں مذکور ہے اور حالت رؤیا

Marfat.com

میں تو ایسے واقعات شمار سے باہر ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں"

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شہادت:

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

"حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام بعد از وصال وہی ہے جو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں تھا۔ آپ ﷺ بعد وصال بھی اسی طرح رسول ہیں جس طرح اپنی مقدس زندگی میں تھے۔ مسجد نبوی ﷺ میں آہستہ بات کرنی چاہیے اور دوسرے آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے"

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شہادت:

مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب "آب حیات" میں لکھتے ہیں:

"عام لوگوں کی موت اور انبیاء علیہم السلام کی موت میں زمین آسمان کا فرق ہے عام لوگوں کی روح موت کے وقت جسم سے الگ ہو جاتی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی روح جسم سے الگ نہیں ہوتی صرف ایک پردہ پڑ جاتا ہے"

حضرت سعید ابن میبؒ تابعی کی شہادت:

حضرت سعید ابن المسیب جلیل القدر تابعی ہیں یزید کے مدینہ منورہ پر حملے کے وقت آپ مسجد نبوی ﷺ میں چھپ گئے تھے۔ علامہ ابن جوزی جو "تلبیس ابلیس" جیسی کتاب کے مصنف ہیں، جو صوفیاء کرام کے شروع میں مخالف اور بعد میں موافق ہو گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعید ابن المسیب فرماتے ہیں: "جب نماز کا وقت آتا تو میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر سے اذان کی آواز سنتا تھا۔ اس کے بعد اقامت ہوتی تھی اور میں اس اقامت سے مسجد نبوی میں نماز پڑھتا تھا۔ میں نے پندرہ نمازیں اسی صورت میں ادا کیں"

ملا علی قاریؒ کی شہادت:

حضرت ملا علی قاریؒ اپنی کتاب "جمع الوسائل" میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کسی حال میں بھی باطل اور غلط نہیں ہو سکتی خواہ کسی صورت میں نظر آ ویں کیونکہ شکل بھی منجانب اللہ تعالیٰ بنائی جاتی ہے"۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من رانی فقد رای الحق فان الشیطن لا یتمثل بی۔ (جس نے مجھے خواب یا بیداری میں دیکھا اس نے مجھے سچ مچ دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا) تمام علمائے دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اس کو گویا زندگی میں زیارت ہوئی۔ قاضی عیاضؒ، امام نوویؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، امام غزالیؒ، امام عبدالوہاب شعرانیؒ، تمام علماء اس بات پر متفق ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے خواب میں میری زیارت کی وہ بیداری میں بھی میری زیارت کرے گا۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی شہادت:

حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ کے متعلق شرح بخاری موسومہ "فیض الباری" میں لکھا ہے کہ انہوں نے مع اپنے آٹھوں ساتھیوں کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخاری شریف اور وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو صحیح بخاری کے ختم پر آپ ﷺ نے پڑھی۔

حضرت شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی شہادت:

حضرت شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مجھے بائیس بار عالم بیداری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور چند احادیث کے بارے میں دریافت کیا اور ان کی تصحیح فرمائی گئی۔

امام غزالیؒ کی شہادت:

حضرت امام غزالیؒ اپنی کتاب "المنقذ من الضلال" میں فرماتے ہیں:
"نفوس قدسیہ (نیک لوگوں) کو حالت بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا دیکھنا نصیب ہوتا ہے اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں"

Marfat.com

حضرت شیخ صدرالدین قونویؒ کی شہادت:

حضرت شیخ صدرالدین قونوی اپنے شیخ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے حوالہ سے اپنی کتاب "شرح اربعین" میں لکھتے ہیں کہ:

"جس آدمی کو حضرات انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کاملین کی ارواح کے درمیان مناسبت پیدا ہو جائے۔ تو وہ ان کے ساتھ نیند اور بیداری کی حالت میں بھی جب چاہے اکٹھا ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ سیدی محی الدین ابن عربیؒ کو دیکھا کہ آپ انبیاء علیھم السلام اور اولیاء عظام اور گذرے ہوئے تمام لوگوں میں سے جس کی روح سے ملنا چاہتے۔ مل لیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ ملاقات تین طرح کی ہوا کرتی تھی: (i) اگر چاہتے تو اپنی روحانیت کو عالم روحانیت میں اتار لیتے تھے۔

(ii) اگر چاہتے تو اپنے جسم سے علیحدہ ہو جاتے اور جس روح سے ملاقات کرنے کا ارادہ ہوتا اس کے ساتھ عالم علوی میں ملاقات کر لیتے۔

(iii) اگر چاہتے تو نیند ہی میں ملاقات کر لیتے۔"

Marfat.com

خواجہ صاحب کا ذوق سماع

پاس ادب بہ بیں کہ بہ کویت شہید عشق
بائیتے تپید کہ خاک از زمین نہ خاست

حضرت اقدس کے ذوق سخن کی طرح آپ کے ذوق سماع کے متعلق بھی عقل دنگ اور زبان گنگ ہے۔ایک ایسے ولی اللہ اور عارف باللہ کے متعلق کوئی کہے تو کیا کہے۔ جو خود ایک والہانہ انداز کا شاعر بھی ہے۔شدید نسبت عشقیہ کے ساتھ فانی فی اللہ، اور باقی باللہ بھی ہے۔ جو فنا و بقاء اور قرب و بعد یکساں ہونے کی وجہ سے ہر لحظہ

قلندر آنکہ فوق الوصل جوید کے مصداق بلند سے بلند تر منازل قرب کے لئے تڑپ بھی رہا ہے۔ ھل من مزید کے نعرے بھی لگا رہا ہے اور

ہمہ عمر باتو قدح زدیم ونرفت رنج خمار ما
چہ قیامتے کہ نمی رسی زکنار ما بکنار ما

پکار پکار کر وجد تمام اور رقص دوام میں بھی مشغول ہے۔ایسے مجنوں صفت لیکن باوقار اور صاحب حال ولی اللہ، ایسے مجذوب لیکن ہوشیار اور صاحب تمکین وصاحب ضبط، عارف کامل کے ذوق سماع کے مشاہدہ کے لئے ہم قارئین کو "مقابیس المجالس" میں درج شدہ آپ کی مجالس سماع کی طرف توجہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔تاکہ ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ عشق کیا ہوتا ہے۔لیکن سماع کے وجد وحال کا مشاہدہ کرنے سے پہلے مسئلہ سماع کا علمی، ادبی، کیفی اور شرعی جائزہ بھی لیتے جائیں تاکہ اس بارے میں معترضین نے جو مشائخ چشت پر بالعموم اور خواجہ غلام فریدؒ پر بالخصوص الزامات لگائے ہیں، ان کا ازالہ ہو جائے اور حقیقت سماع، جواز سماع، آداب سماع، شرائط سماع، اثرات سماع اور مشائخ عظام کی مقرر کردہ ترتیب سماع سے واقفیت بھی ہو جائے۔

Marfat.com

حقیقت سماع:

یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر انسان فطرت حق پر پیدا ہوتا ہے اور ہر شخص کے قلب میں حق تعالیٰ کا عشق موجزن ہوتا ہے البتہ مختلف قلوب کے اندر جذبہ عشق کم و بیش ضرور ہے۔ جو شخص سب سے بڑا مومن ہے وہ سب سے بڑا عاشق ہوتا ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے: والذین آمنوا اشد حباللّٰہ۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله۔ (اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو۔ اللہ کے تم محبوب بن جاؤ گے) ان آیات کریمہ میں اللہ اور بندہ کے درمیان شدید محبت کا ثبوت ملتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کنت کنزاً مخفیاًفاحببت ان اعرف فخلقت الخلق

میں حسن و جمال کا مخفی خزانہ تھا۔ مجھے عشق ہوا کہ میرا کوئی مشاہدہ کرے۔ اسی لئے میں نے خلقت کو پیدا کیا۔

نیز حدیث شریف (صحیح بخاری) میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جب میرا بندہ نوافل یعنی زائد عبادت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں۔ کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے کان بن جاتا ہوں، جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اور وہ مجھ سے جو کچھ طلب کرتا ہے دیتا ہوں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایمان محبت ہے اور جس کے دل میں محبت نہیں، ایمان بھی نہیں، لا ایمان لمن لا محبۃ لہ۔ یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ دہرائے۔ اسی طرح بے شمار ایسی احادیث موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بندہ اور اللہ کا تعلق، عشق و محبت کا تعلق ہے اور دنیا میں باقی جس قدر محبتیں ہیں وہ ضمنی ہیں یعنی اللہ کی محبت کے ضمن میں آتی ہیں۔ ان تمام محبتوں کی اصلی وجہ اللہ کی محبت ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کے نور سے وجود میں آئی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آقا کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی پیدا کردہ ہر چیز سے محبت کی جائے۔ یہ قدرتی امر ہے۔ اللہ کی عبادت بھی اس لئے فرض ہے کہ عبادت محبت کا نتیجہ ہے۔

محبت نہ ہو تو کیوں کوئی کسی کے آگے رکوع و سجود کرے اور فرمانبرداری میں سرگرم رہے۔ جب

Marfat.com

اللہ اور بندے کے درمیان حقیقی تعلق عشق و محبت کا تعلق ہے اور جب اسلام اس تعلق کو قوی سے قوی تر کرنے آیا ہے۔ گھٹانے کے لئے نہیں آیا۔ تو پھر ہر انسان کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرنا فرض عین ہے۔ جن سے عشق الٰہی میں اضافہ ہو۔ ان ذرائع میں عبادت و ریاضت ضروری ہیں۔ جن سے نفس امارہ کا زور کم ہوتا ہے۔ ان میں ایثار، ہمدردی، عجز و انکسار، غرضیکہ تمام اخلاق حسنہ شامل ہیں جن سے نفسانیت کا اثر کم ہوتا ہے۔ ان ذرائع میں شعر و سخن ضروری ہے۔ تاکہ آتش عشق میں اضافہ ہو اور قرب حق حاصل ہو۔ ذوق سخن یا اشعار سننے کا دوسرا نام سماع ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بلبلے برگ گل خوش رنگ در منقار داشت
واں دراں برگ نوا و نالہائے زار داشت
گفتش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت مارا جلوہ معشوق در ایں کار داشت

اس سے ظاہر ہے کہ نالہ و فریاد گریہ و زاری صرف ہجر کے لوازمات نہیں ہیں بلکہ وصل حبیب میں بھی حسن جہاں سوز کے جلوے دیکھ کر عشاق گریہ و زاری آہ و فغاں اور جوش و خروش میں سرگرم رہتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص محض دیوار بن کر اس دنیا میں آیا ہے تو اس کے لئے آواز خوش و ناخوش برابر ہے۔ ہمارا روئے سخن اس کی طرف نہیں ہے۔

حلت سماع کے متعلق حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی اپنی صراحت:

اشارات فریدیؒ (1) کی پانچویں جلد میں مرقوم ہے کہ حضرت اقدس سے جب سماع کے جواز کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ:

"سماع حلال است چہ بر حرمت بالاصالتہ آن ہیچ دلیل قطعی یا ظنی قائم نشدہ است۔ آنچہ در بعض احادیث حکم حرمت سماع وارد شدہ است بالعرض است بدیں طور کہ اہل عرب در زمانہ جاہلیت مجالس تنعم (عیش و عشرت) قائم مے داشتند دراں بشرب خمر وغیرہ منکرات ولہو و لعب نیز مباشرت میشدند۔ چوں حکم حرمت خمر بالاصالت وارد شد سبب استعمال آں در مجالس سماع بحرمت سماع نیز بالعرض وارد گشت۔ اگر اکنوں

---

1) مقابیس المجالس

Marfat.com

بدیں وضع مجلس سماع قائم کردہ شود کہ شراب وخمر ولہو ولعب ہم دراں مستعمل باشد بے شک بدیں حالت سماع حرام است نہ بالاصالت بلکہ بالعرض ۔ وچوں مجلس از حرام بالاصل خالی نباشد۔ چنانکہ مجلس سماع صوفیہ کرام مے باشد بریں قسم سماع ہیچ حرمت وارد نیست نہ بالاصل نہ بالعرض۔ وآنکہ بعض مشائخ سماع نشنیدہ اند چوں حضرت بہاؤالدین نقشبند وغیرھم۔ وجہ آنست کہ مدار علیہ مشائخ نقشبندیہ در باب فقر مشغولی ومراقبہ است ازیں جہت سماع رانے شنوند نہ آنکہ سماع را حرام میدارند۔ چنانچہ در حدیث شریف آمدہ است کہ روزے حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابن عمر بن الخطابؓ را فرمودند کہ تو سماع (آواز نے) بشنو۔ ومن در گوش خود انگشت نہادم مے نشنیم ۔۔۔ پس معنی ایں حدیث انیست کہ سماع حلال بود۔ مگر آنحضرت ﷺ بسبب مشغولی انگشت در گوش مبارک دادہ نشنیدند وحضرت ابن عمر ابن خطابؓ شنیدند۔۔۔ چنانچہ خواجہ نقشبند مشغولی ومراقبہ را مستحسن دانستہ سماع نشنیدند نہ کہ انکار کردند وحرام دانستند ۔۔۔۔ حضرت مولانا جامی اگرچہ نقشبندی اند مگر چوں مجتہد وقت بودند سماع را مستحسن دیدہ سماع شنیدہ اند۔ وسخت مولع سماع بودند۔۔۔ مرزا مظہر جان جاناں نقشبندی دہلوی کہ اہل کمال بودند سخت مولع و محبّ سماع بودند۔ ایشاں مے فرمودند کہ خلقت ووضع واکتساب ہر شے خالی از حکمت نیست پس مرا کہ مسلک سلسلہ نقشبندیہ حاصل شدہ است حکمت دریں انیست کہ ابقاوجود من بود واگر نسبت من در سلسلہ چشتیہ بودے دراندک مدت سوختہ شدہ فانی شدے۔ تادیر و مدت دراز نہ زیستے ۔ ایں برکت نسبت نقشبندیہ کہ باوجود سخت محبت سماع تاب آوردہ ام"

ترجمہ: سماع حلال ہے کیونکہ نفس سماع کے حرام ہونے پر کوئی دلیل قطعی نہ ظنی قائم ہوئی ہے۔ نیز یہ جو سماع کی حرمت بعض احادیث میں آئی ہے۔ یہ دوسرے عوارض کے شامل ہونے کی وجہ سے ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اکثر عیش وعشرت کی مجالس قائم کیا کرتے تھے جن میں شراب، لہو ولعب، نیز مباشرت کا رواج تھا۔ جب قرآن مجید میں شراب کو حرام قرار دے دیا گیا تو سماع کی بھی ان حرام چیزوں کی وجہ سے ممانعت ہوگئی۔ اگر اب بھی اس قسم کی مجالس قائم ہوں جن میں شراب، لہو ولعب شامل ہوتو بے شک اس حالت میں سماع حرام ہوگا۔ اس وجہ سے نہیں کہ سماع درحقیقت حرام ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے ساتھ حرام عوارض شامل ہوتے ہیں۔ لیکن اگر سماع ان چیزوں سے خالی ہو جیسے کہ صوفیاء کرام کی مجالس سماع تو اس قسم کے سماع پر کوئی حرمت کی دلیل قائم نہیں ہوسکتی اور یہ جو بعض مشائخ مثل حضرت خواجہ

Marfat.com

بہاؤالدین نقشبند اور دیگر مشائخ نقشبندیہ نے سماع نہیں سنا اور بعض مثل مشائخ چشتیہ نے سماع سنا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مشائخ نقشبندیہ کے فقر کا دارومدار مشغولی و مراقبہ پر ہے اور وہ اس (نسبت خاموشی) کی وجہ سے سماع سے پرہیز کرتے ہیں۔ نہ اس وجہ سے کہ سماع کو حرام سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا کہ سماع سنتے رہو۔ اور میں کانوں میں انگلیاں دیئے رکھتا ہوں۔ جب ختم ہو جائے تو مجھے بتانا۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سماع حلال ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشغولی کی وجہ سے کانوں میں انگلیاں دے رکھی تھیں اور حضرت ابن عمرؓ کو حکم دیا تھا کہ سنتے رہو۔ حضرت مولانا جامی اگرچہ نقشبندی ہیں مگر چونکہ آپ اپنے وقت کے مجتہد تھے۔ سماع کو مستحسن خیال کر کے سنتے تھے۔ آپ کو سماع سے شدید محبت تھی۔ اسی طرح مرزا مظہر جان جاناں دہلوی بھی نقشبندی تھے۔ مگر اہل کمال ہونے کی وجہ سے سماع سے بہت محبت رکھتے تھے۔ مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ نے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی حکمت رکھی ہے۔ پس میرے سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی یہ حکمت تھی کہ اس کی بدولت اب تک زندہ ہوں۔ اگر میں سلسلہ چشتیہ میں ہوتا تو کبھی کا جل کر راکھ ہو گیا ہوتا۔ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکتا۔ یہ نسبت نقشبندیہ کی برکت ہے کہ سماع سے شدید محبت کے باوجود اب تک زندہ ہوں"

حضرت خواجہ صاحبؒ کی ایک مجلس سماع: (1)

12۔ ربیع الاول 1314ھ کو حضرت خواجہ صاحبؒ نے سرور کائنات، فخر موجودات، سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس منایا۔ قوالوں نے مولانا جامی کی یہ غزل شروع کی:

کل ما فی الکون وہم او خیال
او عکوس فی المرایا او ظلال
لاح فی ظل السو الشمس الھدی
لاتکن حیران فی تلیہ الظلال
کیست آدم عکس نور لم یزل
چیست عالم موج بحر لا یزال

1) مقابیس المجالس

عکس را باشد از نور انقطاع
موج را چوں باشد از بحر انفعال
عین نور و بحرواں ایں عکس و موج
چوں دوئی اینجا محال آمد محال
کلیینی یا حمیرہ کردہ ورد
بالب میگوں آں شیریں مقال
وزملال زلف پر آشوب او
گفت باخاش ارحنی بابلال
گفتگو تا چند جامی لب بہ بند
حال مے باید چہ سود از قیل و قال

اس غزل پر حضرت اقدس پر گریہ طاری ہوا اور طبعیت مبارک میں بہت جوش تھا۔

قارئین کرام غور فرماویں کہ اس وقت کی مجالس سماع میں کس قدر ارفع و اعلیٰ کلام پڑھا جاتا تھا۔

اس غزل میں مولانا جامی نے مسئلہ وحدت الوجود بیان فرمایا ہے۔ یہ توحید کا کلام ہے اور اصحاب سماع اس قسم کا کلام سنتے ہی مراقبہ ذات (فنائیت) میں چلے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس نے اس غزل پر نہ وجد فرمایا۔ نہ اٹھ کر رقص کیا بلکہ بیٹھے بیٹھے بحر ذات بے پایاں اور بے کنار میں غرق ہوگئے۔ قدرے جوش و گریہ کا اظہار اس وجہ سے تھا کہ آپ کی نسبت زبردست عشقیہ ہے۔ اہل سماع کے نزدیک یہ کلام متوسطین کا ہے۔ اصحاب بقاباللہ یعنی منتہیوں کا کلام، بھرپور عجز وانکسار، تسلیم و رضا اور شدید گریہ وزاری کا مظہر ہوتا ہے۔

اس کے بعد قوالوں نے یہ غزل گائی:

آں کان حسن بود و نبود از جہاں نشان
آلآن ان عرفت علی ماعلیہ کان
اعداد کون و کثرت صورت نمائی است
فالکل واحد یتجل بکل شان

Marfat.com

نوریست محض کردہ باوصاف خودظہور
نام تنوعات ظہورش بود جہان
جامی کشیدہ دار زبان را کہ سرعشق
رمزیست کس مگو و حدیثے است کس مدان

حضرت اقدس نے اس غزل پر بھی گریہ فرمایا اور سر مبارک دائیں بائیں ہلایا۔ یہ غزل بھی توحید کے مضمون پر ہے اور مقام فنائیت کی طرف لے جاتی ہے۔ بہت ہی بلند کلام ہے۔ اس سے ان حضرات کے ذوق سماع کا پتہ چلتا ہے۔

اس کے بعد قوالوں نے یہ کافی گائی:

ہیں توں شہنشاہ وے چاک مجھیندا
میں تاں تیڈی توڑ سنجانی وے میاں
میں تاں تیڈی بردی رہساں
جے تیں سینے ساہ
وے چاک مجھیندا

اس کلام پر حضرت اقدس کو گریہ ہوا اور ساری محفل میں آہ و فغاں اور جوش و خروش برپا رہا۔ مجلس کے خاتمہ پر حسب دستور حضرت اوحدی (حضرت مولانا غلام فخر الدین یعنی حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے بڑے بھائی اور پیر) کا یہ نعتیہ کلام قوالوں نے پیش کیا۔

اے مہ خوش لقا سلام علیک
آفتاب ہدیٰ سلام علیک
ہر دم از حق ترا رسد پیغام
اے نبی خدا سلام علیک
ے خرامی و مہر و ماہ گویند
سرور انبیاء سلام علیک
دو جہاں ازطفیل او پیدا
اے شہہ دوسرا سلام علیک

Marfat.com

دیدہ اوحدی بخاک درت

گوید اے تو تیا سلام علیک

اس نعت پر حضرت خواجہ محمد بخش قدس سرہ پر وجد طاری ہوا اور کافی دیر تک گریہ کرتے رہے۔

آخر میں ختم پڑھا گیا اور دعا کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔

Marfat.com

خواجہ صاحب کا مسلک وحدت الوجود

توحید متاعیست کہ بردار فروشند
گل نیست کہ در کوچہ و بازار فروشند

اب ہم حضرت خواجہ صاحبؒ کے مسلک وحدت الوجود پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ وحدت الوجود ایک ایسا مسئلہ ہے، جس کے متعلق امت میں بلکہ امت سے باہر دیگر ارباب ملل ونحل یعنی ارباب مذاہب اور معقولات کے مابین بھی کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ نہایت ہی ادق اور مشکل ہے۔ مشکل اس لئے کہ اس کا تعلق ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے جس کی کنہہ کو آج تک نہ کوئی پہنچا ہے نہ پہنچ سکتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ غیر محدود اور انسانی عقل محدود ہے اور محدود (FINITE) کے لئے غیر محدود (INFINITE) کا سمجھنا محال ہے۔

عقلی ثبوت:

انسانی دماغ یا عقل میں صرف اتنی قابلیت ہے کہ جزوی طور پر ذات وصفات حق تعالیٰ کا اسے کچھ نہ کچھ علم ہوسکتا ہے۔ اس علم کی بنا پر ارباب عقل ودانش نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی مختلف جھلکیاں دیکھی ہیں اور اس کے متعلق مختلف نظریات قائم کیئے ہیں جو اکثر وبیشتر آپس میں متصادم ہیں۔ اس وجہ سے کہ ہر شخص کی عقلی استعداد مختلف ہے۔ لیکن قرآن عظیم نے عقلی ثبوت کے علاوہ معرفت حق کے دو طریقے اور بتائے ہیں۔ ایک قانون شہادت، دوسرا وجدان۔

قانون شہادت:

قانون شہادت کا مطلب یہ ہے کہ:

چونکہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کا سمجھنا انسانی عقل کی حد سے باہر ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام جن کو ان کی بلند روحانی استعداد کے مطابق معرفت حق حاصل ہوتی ہے کی شہادت کے ذریعے لوگوں کو یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی برحق ہے اور اس کی ذات وصفات کی ماہیت کیا ہے۔

Marfat.com

قانون شہادت کی اہمیت عقلی ثبوت سے اس لئے بڑھ کر ہے کہ محدود عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا جو تصور دل میں قائم ہوسکتا ہے۔ اس کی حیثیت ایک بت کی ہوگی۔ جو اس کی عقل کی اختراع ہے، لیکن وہ خدا ہی کیا جو عقل میں آسکے۔ اس کے مقابلے میں انبیاء علیھم السلام کا مبعوث ہوکر آنا اور ذات وصفات باری تعالیٰ کی کیفیت بیان کرنا زیادہ صحیح ہے اور زیادہ قابل اعتبار ہونا چاہیے۔ کیونکہ ان کو ذات حق سے زیادہ قرب اور زیادہ معرفت حاصل ہے۔ اب ساری دنیا کے کاروبار کی بنیاد ان دو قسم کے ثبوتوں پر ہے۔ یعنی عقلی دلائل اور قانون شہادت۔ یہ قانون شہادت دراصل ایمان بالغیب ہے۔ آپ ڈاکٹر کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ میرے سر میں درد ہے۔ دوائی دیجئے۔ اب اگر ڈاکٹر آپ سے سر کے درد کا ثبوت طلب کرے تو آپ کیا جواب دیں گے۔ لیکن ڈاکٹر ثبوت نہیں طلب کرتا بلکہ آپ کی شہادت کے ذریعے غیب پر ایمان لاتا ہے۔ اس طرح عدالتوں کے تمام کاروبار قانون استدلال اور قانون شہادت پر مبنی ہیں۔ اگر ان دو اصولوں کو غیر معتبر قرار دیا جائے تو ہم ایک انچ آگے نہیں جا سکتے۔ اور ایک لمحہ زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے قرآن عظیم نے بھی ذات وصفات حق تعالیٰ کے متعلق لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے یہ دو طریقے استعمال کئے ہیں۔

طریق وجدان:

بلکہ اس سے بڑھ کر ایک اور طریقہ اختیار کیا ہے جسے وجدان کہا جاسکتا ہے۔ عقل جسمانی چیز ہے اور وجدان کا تعلق روح سے ہے۔ ہر شخص کی روح مسلمان ہونے کے علاوہ عارف بھی ہے۔ وجدانی طور پر ہر شخص حق تعالیٰ کی ہستی کا قائل ہے۔ اور اسے حسب حیثیت معرفت حق بھی حاصل ہے۔ لیکن چونکہ دماغ محدود ہے اس لئے وہ وجدان کو علم کی صورت میں لا کر ظاہر نہیں کرسکتا۔ بلکہ اکثر اوقات واجد یا صاحب وجدان کو یہ شعور بھی نہیں ہوتا کہ اسے معرفت یا مشاہدہ حق حاصل ہے۔ حق تعالیٰ کی مثال تو آفتاب عالم تاب بلکہ خالق آفتاب کی ہے۔ وہ ہرگز چھپ نہیں سکتا۔ وہ خدا ہی کیا جو پردوں کے پیچھے چھپ سکے۔ اس لئے عرفاء کا کہنا ہے کہ حق تعالیٰ شدت قرب اور شدت ظہور کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ ورنہ وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔

ھوالاول والآخر والظاھر والباطن۔ اول بھی وہی ہے۔ آخر بھی وہی ہے۔ ظاہر بھی وہی ہے۔

Marfat.com

باطن بھی وہی ہے۔ چنانچہ وجدانی یا روحانی بصیرت سے ہر شخص کو اس کی اپنی اپنی روحانی استعداد کے مطابق معرفت حق حاصل ہے لیکن سوائے خاص لوگوں کے اس کا احساس وشعور نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کو کچھ احساسات بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے پاس ان احساسات کے بیان کے لئے زبان نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے اقبال نے نٹشے کے متعلق فرمایا ہے: قلب او مومن دماغش کافر است "(اس کا قلب مومن اور دماغ کافر ہے) بلکہ ہر شخص کا قلب مومن ہے۔ اگر قلب کے ساتھ کسی شخص کا دماغ بھی مومن ہو جائے تو وہ سونے پر سہاگہ ہے۔ ورنہ بھٹکا پھرتا ہے چونکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے دل و دماغ دونوں مومن اور عارف ہوتے ہیں۔ ان کو معرفت حق بدرجہ اتم حاصل ہوتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کو پیدائشی اور وہبی طور پر معرفت حق حاصل ہوتی ہے اور اولیاء کو کسبی طور پر یعنی کوشش سے حاصل کرنی پڑتی ہے۔

اس کوشش کا دوسرا نام مجاہدہ نفس، سلوک الی اللہ یا طریقت وتصوف رکھا گیا ہے۔ سلوک الی اللہ کیا ہے، مجاہدات و ریاضات اور عشق کے ذریعے نفسانی خواہشات کو کمزور اور روحانی قوی کو قوی بنایا جاتا ہے جس سے بمصداق "کل شی یرجع الی اصلہ" ہر چیز اپنی اصل کی طرف جاتی ہے۔ روح انسانی و نفسانی آلائش سے پاک ہو کر حق تعالیٰ کے قرب ومعرفت کے قابل ہو جاتی ہے اور ذات حق کا صحیح تصور قائم کیا جا سکتا ہے۔

حقیقت وحدت الوجود:

اس مختصری تمہید کے بعد ہم قارئین کو وحدت الوجود کی حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں آج تک جن لوگوں نے بیان دیئے ہیں وہ سب کے سب عارف تھے یا غیر عارف۔ ممکن ہے فلاسفروں کو بھی حق تعالیٰ نے دماغی قابلیت کے علاوہ وجدانی قابلیت سے بھی نوازا ہو اور انہوں نے قلب اور دماغ دونوں کے انکشافات کی بنا پر بیان دیئے ہوں، بہر حال ذات حق کے متعلق دنیا میں مختلف نظریات اور مختلف تصورات گشت کر رہے ہیں۔

نظریہ تنزیہہ:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حق تعالیٰ اس کائنات سے ماوریٰ ہے۔ اس نظریہ کو یورپ میں

Marfat.com

ٹرانسینڈنس (TRANSCENDENCE) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

نظریہ تشبیہ:

بعض کے نزدیک خالق کائنات اسی کائنات کے اندر موجود ہے۔ اس سے باہر نہیں ہے۔ یورپ میں اس نظریہ کا نام امیننس کے (IMMANANCE) ہے۔

نظریہ ہمہ اوست یا وحدت الوجود:

بعض کا خیال ہے کہ حق تعالیٰ کائنات میں بھی ہے اور کائنات سے باہر بھی ہے۔ اور کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے۔ اس کو وحدت الوجود یا ہمہ اوست کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، یورپ میں اسے پینتھی ازم (PANTHEISM) کہتے ہیں۔ بعض لوگ PANENTHEISM کے قائل ہیں۔ اول الذکر PANTHEISM کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا وجود خدا کا وجود ہے جبکہ موخر الذکر PANENTHEISM سے یہ مراد ہے کہ ہر چیز خدا کے وجود میں ہے۔

لیکن اسلامی عقیدہ وحدت الوجود اور عیسائی اور ہندو نظریہ PANTHEISM میں یہ فرق ہے کہ جہاں دوسرے لوگ کائنات کی ہر چیز کو خدا سمجھتے ہیں اور بت پرستی یا انسان پرستی کو جائز سمجھتے ہیں۔ اسلام میں ہر چیز خدا نہیں ہے۔ لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کائنات کی کوئی چیز وجود حق سے باہر نہیں تاہم ہر چیز خدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی لامحدود صفات کمال، سمع، بصر، علم، ارادہ، قوت، ایک چھوٹی سی پتھر کی مورتی میں نہیں سما سکتیں۔ بالفاظ دیگر جو لوگ بت پرستی کرتے ہیں وہ جز کو کل کا درجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ کل کل ہے اور جز جز۔ نہ کل جز ہوسکتا ہے۔ نہ جز کل ہوسکتا ہے۔

نظریہ استوٰی علی العرش:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حق تعالیٰ کائنات سے ماوریٰ آسمانوں سے بھی اوپر عرش پر مقیم ہے۔ یہ امام ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے کہ جو ٹرانسینڈنس سے قریب تر ہے ان کے عقیدے کی بنیاد آیہ: الرحمن علی العرش استوی ہے۔ اس سے متکلمین حضرات نے امام موصوف پر تجسیم اور محدودیت کے الزام لگائے ہیں۔ بالفاظ ذیل اس عقیدہ سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور وہ

Marfat.com

محدود ہے۔ کیونکہ جب یہ تصور قائم کرلیا جائے کہ حق تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر بیٹھے ہیں تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ وہ کسی صورت اور جسم میں موجود ہیں۔ اور یہ کہ صرف عرش پر بیٹھے ہیں۔ باقی کسی جگہ موجود نہیں۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کی ذات، وجود یا ہستی محدود ہے۔ کیونکہ جو ہستی ایک جگہ پر ہو اور باقی تمام جگہ اس سے خالی ہو تو وہ لازماً محدود ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے امام موصوف کے خلاف شدید مخالفت کے بادل چھا گئے۔ لیکن وہ اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بقول ان کے اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو پھر حلول واتحاد لازم آتا ہے جو کفر ہے۔

حقیقت حلول واتحاد:

حلول کا مطلب یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ تمام موجودات میں حلول کئے ہوئے ہے۔ جیسے پانی میں نمک یا شکر۔ عیسائی اور ہندو مذاہب میں یہ عقیدہ عام ہے۔ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کی شکل میں ظاہر ہوئے اور ہندو کہتے ہیں کہ کرشن اور رام اللہ تعالیٰ کے اوتار تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان میں اتر آئے تھے۔ یورپ میں اس نظریہ کا نام انکارنیشن (INCARNATION) ہے۔ اتحاد کا مطلب ہے دو چیزوں کا یکجا جمع ہونا۔ شریعت اسلامیہ میں حلول واتحاد دونوں حرام ہیں۔ اس وجہ سے کہ ذات باری تعالیٰ قدیم ہے اور مخلوق حادث ہے۔ نہ قدیم حادث ہوسکتا ہے نہ حادث قدیم۔

وحدت الوجود سے حلول لازم نہیں آتا:

وحدت الوجود کے قائل علمائے اسلام نے ابن تیمیہؒ سے مناظرے کئے اور بتایا کہ وحدت الوجود سے حلول واتحاد لازم نہیں آتا۔ کیونکہ حلول واتحاد کے لئے تعدد وجود لازمی ہے۔ لیکن یہاں سرے سے غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ جو وجود ہے وہ وجود حق ہے باقی موجودات کا وجود اضافی (RELATIVE)، وہمی (IMAGINARY) اور اعتباری یا ظلی اور عکسی ہے۔ جیسے آئینے میں زید کا عکس یا کسی چیز کا سایہ۔

امام ابن تیمیہ کے عرش کے محدود معنی:

ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن تیمیہ نے عرش و کرسی کے محدود معنی لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وسع کرسیہ السموٰت و الارض" (عرش و کرسی میں تمام کائنات شامل ہے) لہذا

Marfat.com

آیۂ: الرحمن علی العرش استویٰ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ضرور ہے لیکن اس عرش میں ساری کائنات شامل ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ صرف اوپر کی سمت میں آسمانوں کے اوپر عرش پر مقیم نہیں ہے بلکہ اوپر نیچے، دائیں، بائیں، آگے پیچھے ہر جگہ موجود ہے۔

امام ابن تیمیہ کا عقیدہ استویٰ علی العرش عام علم جغرافیہ کی رو سے بھی صحیح نہیں:

امام موصوف نے اس آیت کے جو معنی لئے ہیں وہ سائنس اور علم جغرافیہ کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور پرائمری کے بچے بھی جانتے ہیں کہ زمین گول ہے اور فضا میں معلق ہے بلکہ محرک ہے اور دو قسم کے چکر لگا رہی ہے۔ایک چکر وہ اپنے محور کے گرد لگاتی ہے۔جس سے دن اور رات اور اوقات پیدا ہوتے ہیں۔دوسرا چکر سورج کے گرد لگا رہی ہے جس سے ماہ و سال اور موسم پیدا ہو رہے ہیں۔ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ براعظم ایشیاء کرہ ارض کی جس سمت پر واقع ہے، براعظم امریکہ اس کی مخالف سمت پر واقع ہے۔ اس لئے جب ہمارا دن ہوتا ہے۔امریکہ میں رات ہوتی ہے اور جب ہماری رات ہوتی ہے، امریکہ میں دن ہوتا ہے۔ اور یہ کہ جو ہماری اوپر کی سمت ہے، وہ امریکہ کی نیچے کی سمت ہے اور جو ہماری نیچے کی سمت ہے وہ امریکہ کے لئے اوپر کی سمت ہے۔لہذا اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اوپر کی جانب عرش پر مقیم ہے تو امریکہ والوں کے لئے وہ نیچے کی سمت ہوگی، جو ہمارے پاؤں کی جانب ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ سمت اور مکان و زماں سب اعتباری اور اضافی ہیں۔حقیقت میں ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔سورج اور زمین کے وجود میں آنے سے مکان و زمان وجود میں آئے۔اس سے پہلے نہ مکان تھا نہ زمان۔اللہ ہی اللہ تھا۔ کان اللہ و لم یکن معہ شئی (اللہ تھا اور اس کے سوا اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ الحدیث) نیز یہ کہا گیا ہے کہ (الآن کما کان)(1) یعنی اب بھی اللہ اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھا) یعنی اب بھی اس کے سوا کسی اور چیز کا وجود نہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ عقیدہ استوی علی العرش سائنس اور جغرافیہ کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

---

1) الان کما کان حدیث نہیں ہے بلکہ قول جنیدؒ ہے۔جب ان کے سامنے حدیث کان اللہ ولم یکن معہ شیئا بیان کی گئی یا انہوں نے کتاب میں پڑھی تو فرمایا الان کما کان (یعنی اب بھی اسی طرح ہے جیسے پہلے تھا)

Marfat.com

تمام عقائد میں سے عقیدہ وحدت الوجود شریعت کے مطابق ہے:

اب چونکہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو لامحدود اور لا انتہا کہا گیا ہے اور چونکہ وحدت الوجود کے سوا تمام مذکورہ بالا عقائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات محدود ہو جاتی ہیں اس لئے لازماً ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عقیدہ وحدت الوجود برحق ہے۔

خالق ومخلوق کا تعلق:

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ اپنی کتاب لوائح جامی میں فرماتے ہیں کہ خالق کا مخلوق سے جو تعلق ہے وہ نہ ایسا تعلق ہے جو جز کا کل سے ہے۔ نہ وہ تعلق ہے جو ظرف کا مظروف سے ہے بلکہ یہ تعلق صفت و موصوف کا تعلق ہے اور لازم وملزوم کا تعلق ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"مراد باندراج کثرت شیون در وحدت ذات نہ اندراج جزو است در کل یا اندراج مظروف در ظرف اندراج اوصاف و لوازم است در موصوف و ملزوم"

نیز لائحہ نمبر 15 میں فرماتے ہیں:

"صفات غیر ذات اند من حیث ما یفهم العقول وعین ذات اند من حیث التحقق والحصول" (یعنی صفات حق تعالیٰ کا غیر ہیں فہم وعقل کے اعتبار سے اور عین ہیں حقیقت ووصول (فنا کے اعتبار سے)

اب چونکہ کائنات حق تعالیٰ کی صفت تخلیق کا ظہور ہے۔ اس لئے ایک اعتبار سے عین حق ہے اور ایک اعتبار سے غیر حق ہے۔ اگر صفت کو موصوف کا عین سمجھا جائے تو کائنات عین حق ہے۔ اگر غیر سمجھا جائے تو غیر حق ہے۔ بس نقطہ نگاہ کا فرق ہے۔ ایک لحاظ سے عین ہے۔ ایک لحاظ سے غیر ہے جس طرح ایک کتاب اپنے مصنف کی صفت علم کا مظہر ہے۔ اگر صفت علم کو مصنف کا عین کہا جائے تو کتاب مصنف کی عین ہے۔ اگر غیر کہا جائے تو غیر ہے۔ صرف نقطہ نگاہ کا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عارفین حضرات نے فرمایا ہے کہ:

"صفات الله لاعينه ولا غيره" زید کے ہاتھ کی طرح نہ حق تعالیٰ کا عین ہے نہ غیر۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب کی مجلس میں کسی نے دریافت کیا کہ جب وحدت الوجود حق ہے تو

Marfat.com

پھر کیا اللہ تعالیٰ ہر چیز میں اپنی جمیع صفات کمال کے ساتھ موجود ہیں؟۔آپ نے جواب دیا کہ ذات حق جمیع صفات کے ساتھ ہر چیز میں موجود نہیں۔اس وجہ سے کہ ادنیٰ اشیاء میں یہ استعداد نہیں ہے کہ جمیع صفات کمال کی متحمل ہوسکیں۔اس لئے تعین پرستی یعنی بت پرستی حرام ہے۔آپ نے یہ بھی فرمایا کہ چونکہ انسان کا قلب عام اشیاء سے زیادہ استعداد کا مالک ہے اس لئے حق تعالیٰ کی صفات کمال کا کسی حد تک متحمل ہوسکتا ہے لیکن جملہ صفات کمال کا کلی طور پر ہرگز متحمل نہیں ہوسکتا۔یہ اسی استعداد کی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت یعنی خلافت ارضی کو آسمان (یعنی آسمان والے فرشتے) اور زمین پہاڑ وغیرہ پر پیش کیا تو سب نے انکار کر دیا اور متحمل ہونے سے اقرار عجز کیا "و حملها الانسان انه کان ظلوما جهولا (اور انسان نے قبول کرلی، اس وجہ سے کہ وہ ظلومی اور جہولی تھا) فرشتے اس لئے منصب خلافت قبول نہ کرسکے کہ وہ سراپا نور تھے۔زمین اور پہاڑ اس لئے قبول نہ کرسکے کہ وہ سراپا ظلمت تھے لیکن چونکہ حضرت انسان روح اور جسم کا مجموعہ تھا۔اس کا ایک پہلو نورانی تھا اور ایک ظلمانی اس لئے وہ ذات وصفات کا عکس قبول کرنے کے لئے مکمل آئینہ کی صلاحیت رکھتا تھا۔انه کان ظلوما جهولا سے یہ مراد نہیں کہ وہ ظالم اور جاہل تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی ایک طرف نورانی تھی اور ایک طرف تاریک۔اس لئے وہ آئینہ حق نما بن سکتا تھا۔یا بن چکا تھا جس میں بمصداق حدیث: کنت کنزا مخفیاً۔۔۔۔(میں حسن و جمال وکمال کا مخفی خزانہ تھا مجھے خواہش ہوئی یا عشق ہوا کہ پہچانا جاؤں یعنی محبت کیا جاؤں۔اس لئے میں نے خلقت کو پیدا کیا) حق نمائی کی صلاحیت تھی۔آیت مذکور کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے تو کلمات ظلوما جهولا ستائشی ہیں نہ کہ الزامی۔(۱)

کیا غنا وجوب ذاتی میں کاملین شریک ہوسکتے ہیں:

ایک دفعہ مولانا رکن الدینؒ جامع ملفوظات (2) نے عرض کیا کہ قبلہ! کیا حق تعالیٰ کی صفت وجوب ذاتی میں کاملین شریک ہوسکتے ہیں۔حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا کہ جب تک انسان اپنی ہستی پر قائم ہے اسے غنا اور وجوب ذاتی میسر نہیں آتا جب وہ محو ہوگیا تو اس کی صفات صفات حق ہوجاتی ہیں۔نہ

---

1) سردلبراں مصنفہ عارف باللہ مولانا سید محمد ذوقی شاہ۔یہ کتاب اصطلاحات تصوف اور منازل سلوک کا انسائیکلو پیڈیا ہے جو ابجد کی ترتیب سے لکھی گئی ہے اور اس مضمون پر جامع ترین تصنیف ہے۔ 2۔مقابیس المجالس

Marfat.com

وہ رہتا ہے، نہ اس کی صفات اور وجوب غنائے ذاتی حق تعالیٰ کی صفات رہ جاتی ہیں جس طرح پہلے تھیں نہ کہ انسان کی نیز آپ نے فرمایا کہ انسان ممکن ہے اور حق تعالیٰ واجب۔ واجب کا وجود غیر کا محتاج نہیں ممکن (انسان) واجب (حق) نہیں ہوسکتا۔ خواہ وہ اپنے علم میں اپنے آپ کو واجب میں فانی سمجھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کائنات ایک کھیل ہے اور تماشا ہے۔ جو حق تعالیٰ نے اپنا حسن و جمال دیکھنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اس کھیل کی بنیاد کو اثنیت (دوئی یا کثرت) پر موقوف کیا ہے اور اثنیت کیا ہے۔ امکانیت (ممکن ہونا) ہے جب تک یہ کھیل باقی ہے امکانیت اور دوئی بھی لازم ہے اگر چہ اثنین اپنے علم میں جانتا ہے کہ میں واحد ہوں (یعنی مقام فنافی اللہ میں) اس وجہ سے کہ اثنین کا وجود واحد سے ظاہر ہوا اور حقیقت اثنین عین حقیقت واحد ہے۔ پھر بھی اثنین کا تعین باقی رہتا ہے (ماخوذ از مقابیس المجالس یعنی ملفوظات خواجہ غلام فریدؒ)

مولانا جامیؒ کی تصریح:

اس مضمون کے متعلق مولانا جامیؒ لائحہ نمبر 23 میں فرماتے ہیں: "حقیقت وجود اگر چہ بر جمیع موجودات ذہنی و خارجی مقول محمول مے شود۔ اما او را مراتب متضاد است۔ بعضھا فوق بعض۔ و در ہر مرتبہ اسلامی وصفات (اسماء وصفات) ونصب و اعتبارات مخصوصہ است کہ در سائر مراتب نیست۔ چوں در رتبہ الوہیت و ربوبیت مثلاً اللہ و رحمٰن بر مراتب کونیہ عین کفر و محض زندقہ باشد۔ وہمچنیں اطلاق اسامی مخصوصہ کونیہ بر مرتبہ الٰہیہ غایت ضلالت ونہایت خذلان باشد

اے گماں بردہ کہ صاحب تحقیقی
واندر صفت صدق و یقین صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

مولانا جامیؒ کے قول کی شرح خواجہ صاحبؒ کی زبانی:

لائحہ مذکور کی شرح حضرت خواجہ صاحبؒ نے اشارات فریدی کی جلد چہارم مقبوس نمبر 33 میں یوں فرمائی ہے:

Marfat.com

"اگر ہم یہ کہیں کہ زید حضرت وجود ہے تو جائز ہے۔ اگر یہ کہیں کہ گھوڑا وجود ہے تو جائز ہے۔ یا درخت وجود ہے یا پہاڑ وجود ہے تو جائز ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ زید حیوان ہے۔ گھوڑا حیوان ہے۔ گائے بکری حیوان ہے۔ مگر مختلف حیوانات کو ایک دوسرے پر محمول کرنا صحیح نہیں۔ یعنی یہ کہنا کہ زید گھوڑا ہے۔ یا گھوڑا گائے ہے۔ ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح اسمائے مرتبہ حضرت وجود کو افراد پر محمول کرنا بھی جائز نہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز خدا ہے اللہ ہے یا رحمٰن ہے عین کفر اور بے دینی ہے۔

صوم صلوٰتوں پھردا عاری:

بعض ظاہر بینوں کو حضرت اقدس کے توحید کے کلام مثلاً"

صوم صلوٰتوں پھردا عاری

رندی مشرب ہے مشہور

سے یہ مغالطہ ہوا ہے کہ چونکہ حضرت اقدس کا مسلک توحید وجودی تھا اس لئے آپ نے بھی صوم وصلوٰۃ ترک کر دیا تھا۔ لیکن اشارات فریدی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فرائض تو درکنار آپ سنن اور نوافل بلکہ مرشد کے بتائے ہوئے اذکار، مشاغل، اوراد، وظائف اور مراقبات کے بھی سختی سے پابند تھے۔ آپ پنجگانہ نماز باجماعت ادا فرماتے تھے اور مریدین کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ پس "صوم صلوٰتوں پھردا عاری" کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر اس درجہ کا قرب ووصال غالب تھا جس کی وجہ سے آپ دیگر عابدوں اور زاہدوں کی طرح کثرت سے نوافل ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اور صرف فرائض اور موکدات پر عامل ہونے کی وجہ سے اس عبادت کو قلیل اور کالمعدوم سمجھتے تھے۔ چنانچہ سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ساری رات نوافل میں گذارنے کے باوجود بارگاہ رب العزت میں اقرار عجز کرتے تھے اور اکثر یہ مناجات کرتے تھے:

سبحانك ما عبدناك حق عبادتك، ما ذكرناك حق ذكرك ما عرفناك حق معرفتك ما شكرناك حق شكرك

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت ہے تو کس کی مجال ہے کہ کثرت عبادت پر نازاں ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عارفین، کاملین اور واصلین صوم وصلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے یہاں تک کہ

Marfat.com

حضرت شیخ حسین ابن منصور الحلاجؒ بھی کمال استغراق اور محویت کے باوجود ہر شب چار سو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ۔ وحدت الوجود میں غلو کے باوجود اس قدر پابند شریعت تھے کہ آپ کا شمار فرقہ ظاہریہ میں ہونے لگا۔ لہٰذا "صوم صلوٰتوں پھر داعاری" کا یہ مطلب نہیں کہ وحدت الوجود سے ترک صلوٰۃ لازم آتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ استغراق ذات کی وجہ سے آپ عابدوں اور زاہدوں کی طرح صوم وصلوٰۃ سے مغرور نہیں تھے۔ یہ ملامتیہ کلمات ہیں، نہ کہ شطحیہ۔

خلاصۂ بحث:

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ وحدت الوجود حق ہے لیکن وحدت الوجود کا یہ مطلب نہیں کہ ہر چیز خدا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ ہر چیز خدا ہے، نہ خدا سے جدا ہے۔ نہ بندہ خدا بن سکتا ہے، نہ خدا بندہ بن سکتا ہے۔ شیخ اکبر کا قول برحق ہے:

العبد عبد و ان تعرّج

والرب رب وان تنزل

عبد عبد ہے خواہ وہ کتنا عروج کرے۔ رب رب ہے خواہ وہ کتنا نزول فرمائے یعنی اس کا جتنا موجودات میں ظہور ہو)

عقیدہ وحدت الوجود سے نہ حلول لازم آتا ہے نہ ترک صلوٰۃ۔ نہ کائنات کو آپ عین حق کہہ سکتے ہیں نہ غیر حق۔ یہ آپ کی مرضی ہے کہ صفات کو حق کا عین سمجھیں یا غیر۔ عین سمجھیں تو وحدت الوجود ہے۔ غیر سمجھیں تو کثرت الوجود۔ حقیقت میں وحدت الوجود ہے اور مجاز میں کثرت الوجود ہے(1) اور ہم نے حقیقت اور مجاز دونوں کھیل کھیلنے ہیں کیونکہ انسان مجموعہ ہے روح اور جسم کا۔ روحانی اعتبار سے وحدت الوجود ہے جسمانی اعتبار سے کثرت وجود ہے۔ یعنی عروج میں وحدت ہے اور نزول میں کثرت ہے انسان نے دونوں حیثیتوں سے اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔ روحانی حیثیت سے قرب ووصال حق حاصل کرنا ہے اور جسمانی حیثیت سے بندہ بن کر احکام شریعت کی پابندی لازمی ہے۔ صرف ایک لحاظ کا خیال رکھے گا تو ناقص کہلائے گا۔ کامل نہ ہوگا۔

---

1) مقابیس المجالس

Marfat.com

وحدت الوجود اور وحدت الشہود:

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ وحدت الوجود شیخ اکبر کا مسلک ہے اور وحدت الشہود حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ نظریہ وحدت الوجود خلاف شرع ہے اور وحدت الشہود مطابق شریعت ہے۔ اس وجہ سے کہ وحدت الوجود میں حادث اور قدیم مخلوط ہو جاتے ہیں اور وحدت الشہود میں اختلاط لازم نہیں آتا۔ لیکن ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ وحدت الوجود سے نہ حادث قدیم ہوتا ہے نہ قدیم حادث ابن عربیؒ کا قول واضح ہے:

العبد عبد وان تعرج۔ والرب رب وان تنزل

اس میں شک نہیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعض مکتوبات میں وحدت الوجود کی مخالفت آئی ہے۔ لیکن بعض مکتوبات سے تائید بھی ثابت ہے۔ یہ تضاد بیانی نہیں بلکہ مختلف اوقات اور مختلف منازل سلوک پر مختلف تجلیات کا ظہور ہے۔ جس سے یہ اختلاف محض نزاع لفظی بن کر رہ جاتا ہے۔ مختلف منازل سلوک پر مختلف انکشافات اور تجلیات کو احقر راقم الحروف کے شیخ حضرت مولانا سید محمد ذوقی قدس سرہ نے اپنی کتاب سر دلبراں میں یوں فرمایا ہے:

لفظ "وجود" کا اطلاق صوفیاء کرام کی اصطلاح میں واجب تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ اور اس سے ان کی یہ مراد ہوتی ہے کہ صرف ذات حق تعالیٰ ہی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے۔ برعکس دیگر اشیاء کے۔ جو ہستی مطلق سے قائم ہیں۔

ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

یہاں "توئی" سے مراد ذات ہے۔ "بوئے تو" سے مراد صفات اور "خوئے تو" سے مراد افعال باری تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ وحدت الوجود سے مراد ہے کہ:

مجموعہ کونین بقانون سبق
کردیم تفحص ورقا بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درد
خبر ذات حق وشیون ذاتیہ حق
(جامیؒ)

Marfat.com

اس حقیقت تک از روئے کشف و مجاہدہ پہنچنے سے قبل ایک درمیانی منزل آتی ہے۔ جس میں سالک بوجہ غلبہ انوارِ حق موجودات کو اپنی نظر سے غائب پاتا ہے۔ اور غیرِ حق سے یہاں تک روگردانی کر لیتا ہے کہ بسا اوقات حفظ مراتب سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور غلبہ حال میں "سبحانی ما اعظم شانی" یا "انا الحق" اسی نوع کے نعرے بلند کرنے لگتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دن میں جب آفتاب کی روشنی کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو آسمان میں ستارہ ایک بھی نظر نہیں آتا اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ستارہ نہیں ہے۔ حالانکہ ستارے موجود ہوتے ہیں مگر آفتاب کی چمک نے ان کو ڈھانپ رکھا ہوتا ہے۔ لیکن یہ حالت ان کے وسط سلوک کی ہے۔ ابتدائے سلوک میں سالک کی حالت رات کو ستارے دیکھنے والے کی سی ہوتی ہے کہ ستارے کو تو دیکھتا ہے۔ آفتاب کو نہیں دیکھتا۔ انتہائے سلوک میں رات دن کی کیفیات سے تجاوز کر کے حقیقت کے میدان میں اپنا خیمہ نصب کرتا ہے۔ جہاں سے وہ آفتاب کو بھی دیکھتا ہے اور تاروں کو بھی اور صریحی طور پر معلوم کر لیتا ہے کہ یہ سب ستارے آفتاب کی روشنی سے چمکتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر وہ حفظ مراتب کا بھی خیال رکھ سکتا ہے اور اس مقام پر یہ عقدہ اس کے لئے حل ہو جاتا ہے:

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

وسط سلوک میں جو حالت طاری ہوتی ہے وہ وحدت الشہود ہے اور انتہائے سلوک کی حالت وحدت الوجود ہے۔ جمہور صوفیہ کا مسئلہ توحید وجودی پر اتفاق ہے۔ اظہار حقیقت کے لئے البتہ مختلف پیرایوں اور مختلف اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے۔ مگر حقیقت میں سب آپس میں متفق ہیں۔ عوام و اغیار کو جو اختلافات نظر آتے ہیں وہ سطحی اور لفظی ہیں نہ کہ معنوی"۔۔۔۔ ختم ہوا اقتباس سر دلبراں۔

مکتوبات امام ربانی میں وحدت الوجود کا ثبوت:

سلوک الی اللہ کے مختلف مراتب یعنی ابتدائے سلوک اور انتہائے سلوک کے مختلف مکاشفات اور مشاہدات کا اندازہ حضرت مجدد الف ثانی کے مختلف ادوار کے مکتوبات سے ہو سکتا ہے۔ آپ مکتوب 13 دفتر اول میں فرماتے ہیں:

"اگر فقیر نے وحدت الوجود کو قبول کیا تھا تو وہ کشف سے تھا۔ نہ از روئے تقلید کے اور اب اگر انکار ہے تو الہام کے سبب ہے اور الہام میں انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر الہام غیر پر حجت نہیں ہے"۔

Marfat.com

مکتوب نمبر 5 دفتر سوم بنام میر نعمان جو آپ نے قید خانہ سے لکھا تحریر فرماتے ہیں:

"پوشیدہ نہ رہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس کی عنایت نے حق تعالیٰ کے جلال وغضب کی صورت تجلی نہ فرمائی اور قید خانہ کے قفس میں بند نہ ہوا تب تلک شہود (وحدت الشہود) کے تنگ کوچہ سے کلی طور پر نہ نکلا"۔۔۔۔۔یہاں آپ نے وحدت الشہود کو تنگ کوچہ قرار دیا ہے۔

مکتوب نمبر 89: دفتر سوم بنام قاضی اسماعیل فرید آبادی میں تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ محی الدین ابن عربی نے کمال معرفت سے وحدت الوجود کو شرح کیا۔ اور بابوں اور فصلوں میں تقسیم کیا۔۔۔اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ اکبر حق پر ہیں۔ اور ان پر طعن کرنے والے دور از ثواب ہیں۔۔۔صوفیہ جو کلام "ہمہ اوست" کے قائل ہیں عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول اور سریان ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ ظہور اور ظلیت کے اعتبار سے عمل کرتے ہیں نہ کہ وجود اور تحقیق کے اعتبار سے۔۔۔"

مکتوب 246: دفتر اول بنام میر نعمان میں آپ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی رباعیات کی شرح میں اپنے رسالہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس رسالے میں توحید آمیز مضمون ان رباعیات کے مناسب درج ہوئے ہیں اور علماء اور وحدت الوجود کے قائل صوفیاء کے درمیان تطبیق کر دی گئی ہے۔ اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کے درمیان نزاع لفظی ہے۔۔۔"

مکتوب 44: دفتر دوم بنام محمد صادق ولد حاجی مومن میں تحریر فرماتے ہیں:

"بس صوفیا جو وحدت الوجود کے قائل ہیں حق پر ہیں اور علماء بھی جو کثرت وجود کا حکم دیتے ہیں حق پر ہیں۔ وجود کا معاملہ حقیقت کی طرح ہے اور کثرت کا معاملہ مجاز کی طرح ہے۔"(1)

حضرت مجدد الف ثانی کے مندرجہ بالا ارشادات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ آپ آخر عمر میں وحدت الوجود کے قائل ہو گئے تھے اور ایک اعتبار سے کائنات کو عین حق اور ایک اعتبار سے غیر حق جانتے تھے۔ مثال کے طور پر آئینہ میں زید کا عکس زید کا عین بھی ہے اور غیر بھی۔

حضرت ابن عربی کا مسلک بھی یہی ہے۔ زید کے عکس کو زید کا عین بھی سمجھتے ہیں اور غیر بھی۔

---

1) مقابیس المجالس میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے بعینہ یہی کہا ہے۔

Marfat.com

وحدت الوجود کے بارے میں یہی نکتہ سمجھ لینے کے بعد نہ کوئی جھگڑا باقی رہتا ہے اور نہ فساد۔ اس سے نہ دیوبندی حضرات ناراض ہوتے ہیں نہ بریلوی۔ اس سے نہ پردہ دری ہوتی ہے نہ افشائے راز ہوتا ہے۔ جھگڑا اس وقت ہوتا ہے جب دو نقطہ ہائے نظر کو بیک وقت صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک نقطہ نگاہ سے زید باپ ہے ایک لحاظ سے وہ کسی کا بیٹا ہے۔ ایک اعتبار سے وہ کسی کا خاوند ہے۔ ایک اعتبار سے وہ کسی بہن کا بھائی ہے۔ لہذا مسئلہ وحدت الوجود بھی حقیقت کے اعتبار سے حق ہے اور مجاز کے اعتبار سے باطل ہے۔ یہ دنیا مجاز کی دنیا ہے اور ہمارا تعین یا تشخص بھی مجاز سے تعلق رکھتا ہے۔ جب تک دنیا کا یہ کھیل باقی ہے ہمارا تعین بھی باقی رہے گا۔ البتہ عروج یعنی فنا فی اللہ میں عارضی طور پر یہ تعین مٹ جاتا ہے۔ لیکن مقام دوئی اور مجاز میں واپس آنے پر یہی تعین بحال ہو جاتا ہے۔ اب چونکہ قبر میں بھی بلکہ قیامت کے دن اور قیامت کے بعد بہشت اور دوزخ میں ہر شخص کا تعین باقی رہے گا۔ ورنہ عذاب وثواب بے معنی ہے۔ لہذا یہ کھیل کچھ دائمی نظر آتا ہے۔ چونکہ ذات حق کی کوئی انتہا نہیں اس لئے ہر شخص کی روح ہمیشہ قرب و وصال کی منازل طے کرتی رہے گی۔ لیکن انتہا کو نہیں پہنچ سکے گی۔ کیونکہ ذات حق کی کوئی انتہا ہی نہیں۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں تطبیق شاہ ولی اللہ کی تحریرات میں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے رسالہ مکتوب مدنی میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں تطبیق ثابت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"آپ نے پوچھا ہے کہ کیا شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور حضرت مجدد الف ثانی کے نظریات میں تطبیق ممکن ہے۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ یہ کہنا کہ حقائق ممکنات دراصل عکوس وظلال ہیں جو اعدام متقابلہ میں ارتسام پذیر ہوتے ہیں کسی طرح بھی ابن عربی کی تصریحات کے خلاف نہیں۔۔۔ نیز حقائق ممکنات کو ان معنوں میں اسماء وصفات کے عین مترادف قرار دینا کہ وجود خارجی میں بہرحال ان کے عکوس وظلال پائے جاتے ہیں جنہیں اعیان ممکنات کہا جاتا ہے۔ کسی انداز سے بھی شیخ مجدد کی تصریحات کے منافی نہیں"۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ اور تطبیق:

شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مرید وخلیفہ حضرت سید احمد

Marfat.com

شہیدؒ کے مرید وخلیفہ ہیں، نے بھی اپنی کتاب "عبقات" میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں تطبیق ثابت کی ہے۔ عبقہ نمبر 12 میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اختلاف کی واقعی نوعیت کیا ہے۔ یہ صرف نزاع لفظی یا تعبیری اختلاف ہے یا حقیقت اور واقعہ کا اختلاف ہے۔ اس کے جواب میں متاخرین کا وہ گروہ جس نے زبردستی اپنے آپ کو صوفیوں کی جماعت میں داخل کرلیا ہے اور اصطلاحاً جس کو متصوفہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اختلاف کو حقیقی اختلاف قرار دیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نتیجہ اور مآل کے لحاظ سے بھی ان دونوں فرقوں میں اختلاف ہے۔ اس کو دیکھ کر ایک عامی باور کرنے لگتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا اختلاف واقعی حقیقی اختلاف ہے بلکہ بات یہ ہے کہ دونوں فریقوں میں ہر ایک نے اس مقام پر کسی ایک پہلو کے متعلق اجمال سے کام لیا ہے اور اپنے زمانے کے اقتضا کے لحاظ سے جس پہلو کی تفصیل ان کے نزدیک اہمیت رکھتی تھی اس میں مشغول ہوئے۔ ورنہ سچ یہ ہے کہ شیخ اکبر جن کی طرف نظریہ وحدت الوجود منسوب کیا جاتا ہے اور باور کرایا جاتا ہے کہ وہ خالق اور مخلوق کے درمیان اتحادی رشتے کے قائل تھے۔ انہی کی عبارتوں کا ایک ذخیرہ پیش کیا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے خالق اور مخلوق کی مغائرت کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جن کو وحدت الشہود کے نظریہ کا علمبردار سمجھا جاتا ہے، ان کے کلام میں بکثرت ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن میں مخلوق اور خالق کے اتحاد کی تصریح کی گئی ہے"

آگے چل کر شاہ اسماعیل شہیدؒ مختلف بزرگوں کے اقوال نقل کرتے ہیں اور آخر میں اپنی طرف سے یہ تبصرہ کرتے ہیں:

"بہر حال عارف جامیؒ اور شیخ صدر الدین قونویؒ کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ یہ حضرات شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے حامی ہیں۔ لیکن اس وحدت الوجود کا واقعی مطلب جو ان حضرات نے خود بیان کیا ہے اس میں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جو کچھ فرماتے ہیں، اس میں انصاف سے بتاؤ کیا اختلاف ہے۔ دونوں کے مسلکوں میں کیا فرق ہے۔۔۔ بہر کیف خالق و مخلوق میں قیومیت کے تعلق کو مان لینے کے بعد دونوں دعوے درست ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ کہ خالق اور مخلوق کے درمیان اتحاد بھی

Marfat.com

ہے اور یہ بھی کہ موطن و محل و مقام نیز ماہیت کے لحاظ سے دونوں میں مغائرت بھی پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کا غیر بھی ہے۔ واقعہ یہ ہے جس کے پہلو دو ہیں اور ہر ایک فریق ان دو پہلوؤں میں کسی ایک پہلو کی طرف جھک گیا ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ نظریہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے متعلق عرفاء کے مابین جو اختلاف نظر آ رہا ہے۔ وہ نزاع لفظی ہے، نزاع حقیقی نہیں ہے۔ حقیقت میں سب متفق ہیں کہ ایک لحاظ سے کائنات عین حق ہے اور ایک لحاظ سے غیر۔ اگر صفات کو موصوف کا عین کہا جائے تو کائنات عین حق ہے۔ اگر صفات کو موصوف کا غیر کہا جائے تو کائنات غیر حق ہے۔ یہ ہر شخص کی سمجھ اور منشا پر منحصر ہے کہ صفت کو موصوف کا عین قرار دے یا غیر۔ اس میں کوئی مجبوری یا اکراہ نہیں۔ حقیقت میں عینیت ثابت ہے۔ اور مجاز میں غیریت۔ عروج میں عینیت اور نزول (کثرت) میں غیریت۔ جب تک مقام عروج (فنافی اللہ) تک رسائی نہیں ہوتی یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اصحاب حال کی باتیں اصحاب قال نہیں سمجھ سکتے۔ عارف رومی نے سچ فرمایا ہے:

قال را بگذار و مرد حال شو

پیش مرد کاملے پامال شو

حضرت مجدد الف ثانی کی طرف سے وحدت الوجود کا واضح ترین ثبوت:

مکتوبات شریف کے دفتر اول حصہ پنجم مکتوب 291 بنام مولانا عبدالحیؒ میں تو حضرت مجدد نے واضح ترین اعتراف فرما کر معاملہ بالکل صاف کر دیا ہے۔ یہ بہت طویل خط ہے جو سات صفحات پر مشتمل ہے۔ یہاں صرف اس کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ اصحاب وحدت الوجود کی تین اقسام بیان کر کے آپ آخری قسم سے متفق ہوتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اور توحید کی یہ آخری قسم اقسام توحید میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔۔۔ اس آخری قسم توحید کا منشا (مطلب) اس حقیر کو کشف و ذوق کے طریقہ سے معلوم نہ تھا۔ اور صرف پہلی دو قسموں کو جانتا تھا۔۔۔ اس لئے اس حقیر نے خطوط اور رسالوں میں ان دو بلکہ دوسری قسم کو لکھا ہے اور توحید وجودی کو اس پر منحصر کیا ہے۔ (یعنی اس کو توحید وجودی سمجھا ہے) لیکن ارشاد پناہی، قبلہ گاہی (حضرت خواجہ باقی باللہؒ) کی رحلت کے بعد آپ

Marfat.com

کے مزار شریف کی زیارت کے لئے دہلی آنے کا اتفاق ہوا۔ اور مزار مبارک کی طرف توجہ (مراقبہ) کے دوران آپ کی روحانیت کی پوری توجہ اس فقیر کی جانب مبذول ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کی طرف منسوب تھی، عطا فرمائی۔ فقیر نے جب اس نسبت کو اپنے اندر پالیا اور معلوم ہوا کہ اس میں توحید وجودی کا منشا انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں ہے بلکہ اس معرفت سے اس غلبے کو ہلکا کرنا ہے۔ ایک مدت تک میں اس معنی کا اظہار مناسب نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب بعض رسائل میں صرف پہلی دو قسموں کا ذکر ہوا تو کم فہم لوگ اس وہم میں پڑ گئے کہ اس بیان سے ان دو بزرگوں یعنی خواجہ احرارؒ اور خواجہ باقی باللہؒ کی تنقیص (نقص نکالنا) لازم آتی ہے۔ کیونکہ ان کا طریقہ ارباب توحید (وجودی) کا طریقہ ہے۔ تو لوگوں نے اس فقیر کے حق میں فتنہ انگیزی کی زبان دراز کی۔ یہاں تک کہ اس حقیر کے بعض کم عقیدت مریدوں کے احوال میں سستی کا باعث بن گئی تو ضرورتاً توحید کی اس قسم کے اظہار میں مصلحت دیکھی اور اس واقعہ (زیارت قبر پیر و مرشد) کو بطور دلیل ذکر کرنا مناسب جانتے ہوئے تحریر میں لایا" حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ اور شیخ الشیوخ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہما کا مسلک وحدت الوجود تھا۔ جس کا ذاتی علم اور عرفان حضرت مجددؒ کو اپنے شیخ کے مزار پر حاضری کے دوران ہوا اور چونکہ قبل ازیں آپ نے اس عرفان کو ظاہر نہیں فرمایا تھا۔ لہذا آپ کے بعض مریدین نے یہ سمجھا کہ حضرت مجدد کا مسلک اپنے مشائخ یعنی حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت خواجہ احرارؒ کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ کے خلاف فتنہ کی زبان دراز ہوئی۔ تو پھر آپ نے ظاہر فرما دیا کہ آپ کا مسلک بھی وہی ہے جو کہ ان کے مشائخ کا تھا۔ یہ مکتوب اس قدر اہم ہے کہ اب حضرت مجددؒ نے اسے اپنے رسالہ شرح رباعیات میں ضمیمہ کے طور پر درج کر دیا ہے۔ رسالہ شرح رباعیات۔ اور رسالہ مکاشفات عینیہ میں حضرت مجددؒ نے پورا زور اس بات پر لگایا ہے کہ اصحاب وحدت الوجود حق پر تھے۔ اور ان کی مذمت نہ کی جائے۔ ان دو رسالہ جات کے اقتباسات ہماری کتاب وحدت الوجود و وحدت الشہود میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

مزید اعتراف:

مکتوب 290 دفتر اول حصہ پنجم میں آپ فرماتے ہیں کہ "اگر توحید وجودی کے علوم بیان کروں

Marfat.com

تو وہ جماعت جس نے تمام عمر توحید وجودی حاصل کرنے میں گذاری ہے یوں معلوم کریں کہ انہوں نے بے نہایت کے دریا سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔ تعجب کی بات ہے کہ یہی جماعت اس درویش کو توحید وجودی والوں میں شمار نہیں کرتی بلکہ توحید وجودی کے منکر علماء میں شمار کرتی ہے"

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مجددؒ اپنے آپ کو اصحاب توحید وجودی یعنی وحدت الوجود میں شمار کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ کس ثبوت کی ضرورت ہے۔ اگر اس مکتوب کے بعد کے مکتوبات کا مطالعہ کیا جائے تو وحدت الشہود کی بحث کم یا بالکل نظر نہیں آتی۔ اور حضرت مجدد قدس سرہ نے بقیہ مکتوبات میں وحدت الوجود کی حمایت پر زور دیا ہے اور علماء اور صوفیاء وحدت الوجود کے اختلاف کو نزاع لفظی ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ (اور ہمہ اوست اور ہمہ از اوست کو ہم معنی قرار دیا ہے) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب وحدت الوجود و وحدت الشہود)۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ایک خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از فقیر حقیر امداد اللہ فاروقی چشتی صابری عفا اللہ تعالیٰ عنہ بعد حمد وصلوٰۃ وافیات وبتقدیم سلام وتحیت مؤدت ثبات مکرم ومعظم درویشان قدوہ ایشان حقائق آگاہی، معارف دستگاہی جناب مولوی محمد عبدالعزیز صاحب چشتی صابری زاد اللہ تعالیٰ مجدہ کی خدمت شریف میں مبرھن ومکشوف ہو۔ محبت نامہ سامی بمضمون عجیب واشارات غریب موصول ہوا۔ ممنون یادآوری فرمایا۔ بلحاظ ہم مشربی و ہم طریقی دربارۂ مسئلہ وحدۃ الوجود ما یتعلق بہا آپ نے دریافت کیا ہے اور اس کے جواب کے واسطے بے حد مبالغہ کیا ہے۔ مخدوما: فقیر یہ لیاقت کہاں رکھتا ہے کہ اپنے کو زمرہ عارفین حقائق شناس میں کب شمار کرتا ہے۔ کہ ایسے امر خطیر کو لکھ سکے۔ لیکن چونکہ جناب نے کمال جوشش وکوشش جواب طلب فرمایا ہے اور متواتر پیغام بھیجے ہیں۔ مجبوراً امتثالاً للامر قلم اٹھانا پڑا اور جو کچھ امر حق اپنی سمجھ میں رطب ویابس لکھ دیا۔ واللہ ہوالموفق والمعین امید ہے کہ اگر کوئی سہو وغلطی پائی جائے دامن عفو میں چھپا کر اس کی اصلاح میں کوشش فرمائیے۔ احسان ہوگا۔ کیونکہ فقیر ہیچمداں کو منصب ترجمانی اور کچھ نہیں ہے۔

سوال: اول مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم معتقدان وحدۃ الوجود و وحدۃ الموجود کو ملحد اور زندیق کہتے ہیں اور ان کے مرید وشاگرد مولوی احمد حسن صاحب کا بھی یہی مقولہ ہے اور اقوال ضیاء القلوب کو محتاج تاویل۔

Marfat.com

جانتے ہیں اور ان تاویلوں کا واقف اپنے سوا دوسرے کو نہیں مانتے۔ مولوی رشید احمد و مولوی محمد یعقوب صاحب اس مسلک پر ہیں۔ باوجود اس کے کہ آپ سے اجازت بیعت حاصل کی ہے اور مشرب اہل چشت کا رکھتے ہیں خلاف مشائخ چشت گفتگو کرتے ہیں۔

جواب۔ نکتہ شناسا مسئلہ وحدت الوجود صحیح و حق ہے۔ اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ فقیر و مشائخ فقیر اور جن لوگوں نے فقیر سے بیعت کی ہے سب کا اعتقاد یہی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب، مولوی احمد حسن صاحب وغیرھم فقیر کے عزیز ہیں۔ اور فقیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ کبھی خلاف اعتقادات فقیر و خلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلک اختیار نہ کریں گے۔ مکر ماً اعتقاد ایک کیفیت قلبی ہے کہ بندہ کو کمال علم و یقین صدق سے کوئی بات دل پر مستحکم ہو جائے۔ اور اس کو عرف شرع میں تصدیق کہتے ہیں۔ اور اقرار باللسان واسطے اجرائے احکام مسلمانی ضروری ہے۔ وگرنہ بنا بر ثبوت اسلام عنداللہ اقرار کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تصدیق قلبی کافی ہے۔ یہ مسئلہ وحدت الوجود ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تصدیق قلبی و تیقن و زبان رو کے رہنا واجب ہے۔ کیونکہ اسلام شرعی خدا و خلق سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اسلام حقیقی محض خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں تصدیق مع اقرار ضروری ہے۔ اور اس میں فقط تصدیق چاہیے۔ سوائے اس کے اس مسئلہ کو چھپانے میں یہ فائدہ ہے کہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے بہت نازک اور نہایت دقیق ہیں۔ فہم عوام بلکہ فہم علمائے ظاہر کہ اصطلاح عرفا سے عاری ہیں اس کے ادراک کی قوت نہیں رکھتا اور علماء کا کیا ذکر ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ابھی ناتمام ہے اور مقام نفس سے گذر کر مرتبہ قلب تک نہیں پہنچے۔ اس مسئلہ سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اور مکر نفس اور تزلزل ولغزش سے چاہ ضلالت میں سرنگوں ہو کر گرتے ہیں۔ بلکہ اکثر گروہ کے گروہ گر گئے ہیں۔ کماشھدناھم نعوذ باللہ من ذالک۔ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ خاصیت عجیب رکھتا ہے۔

بعض را ہادی بعض را مضل

ہر چند نعمت خوشگوار ہو۔ صحیح و تندرست کو اس سے لذت و حلاوت حاصل ہوتی ہے اور مریضوں کو تلخ اور ناگوار لگتی ہے۔ بلکہ ان کے لئے زہر قاتل ہے۔ اسی واسطے فرمایا ہے "من صرح باسرار الربوبیة فقد کفر" چھپانا اس کا لازم ہے اور افشا اس کا ناجائز ہے۔ اول جس شخص نے اس مسئلہ میں خوض فرمایا شیخ محی الدین ابن عربی ہیں، قدس سرہ ان کا اجتہاد اس مسئلہ میں اور اثبات مسئلہ کا براھین واضح

Marfat.com

سے جمیع موحدان کی گردن پر روز قیامت موجب احسان ہے۔لطف تو یہ ہے کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس اللہ سرہ ہم عصر و ہم وطن ان کے تھے۔لوگوں نے حال شیخ اکبر کا ان سے پوچھا۔فرمایا فهو زندیق۔آدمی ان کی صحبت سے احتراز کرتے تھے۔ جب انہوں نے وفات پائی لوگوں نے شیخ الشیوخ سے ان کی آخرت کا حال دریافت کیا۔ارشاد ہوا: مات قطب الوقت من کان ولی اللہ تمام لوگ متعجب ہوئے۔عرض کیا کیوں ان کو زندیق کہہ کر ہم کو استفادے سے محروم رکھا۔فرمایا کہ وہ ولی واصل بحق تھے لیکن جذبہ قوی رکھتے تھے۔ ہر چند مقرب بارگاہ مگر قابل اتباع نہ تھے آخیر زمانے میں مجذوب ہو گئے تھے اور زبان ان کے افشائے اسرار میں بے اختیار ہو گئی تھی۔ اگر تم ان کی صحبت میں رہتے تو گمراہ ہو جاتے۔ کیونکہ غلبہ حال سے ایسی باتیں کرتے تھے کہ جو تمہاری سمجھ میں آنے کے قابل نہ تھیں۔ اور عوام کے لئے نقصان رساں تھیں۔ اگر خیال کرو تو میں نے تمہارے اوپر بڑا احسان کیا۔پس اس جگہ غور فرمانا چاہیے کہ ہم لوگوں کا کیا منصب ہے کہ ہر کس و ناکس بازاریوں سے مسئلہ وحدۃ الوجود و وحدۃ الموجود کا ذکر کریں اور عوام کو کہ تھوڑا بہت ایمان تقلیدی رکھتے ہیں، اس ایمان سے بھی بے نصیب کریں۔اس معاملہ میں گفتگو فضول ہے۔ بلکہ اپنا وقت اور عوام کا اعتقاد ضائع کرنا ہے۔ معارف آگاہا، اسی احتیاط کی وجہ سے احباب فقیر مثل فقیر اس قیل و قال سے زبان کو روکے ہیں اور بیان سے پرہیز رکھتے ہیں۔اور پوچھنے والوں کو تاویلات کا حوالہ دیتے ہیں تا کہ انکار اس مسئلہ کا نہ ہو جاوے۔ بہت سے جاہلوں نے اس مسئلہ کو مسلک بنا کر اپنی شیخی کی گرم بازاری کر رکھی ہے۔اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے گروہ کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔جیسا کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے پس اس قیل و قال سے کیا فائدہ۔ اگر توفیق ہو تو آدمیوں کو طلب حق اور ترک تعلق دنیا و کثرت فکر و ذکر کی تحریص دلائے اور اس میں کوشش کرے۔جب اس محنت سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل ہو جائے گا۔خود ضرورت اس مراقبہ کی جو ضیاء القلوب میں لکھا ہے پیش آئے گی اور اللہ خود راہبری فرمانے والا ہے۔والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا۔غرض ہدایت کرنے سبیل معرفت سے تجلی ذاتی ہے قلب سالک پر تا کہ حقیقت مسئلہ وحدۃ الوجود کی منکشف ہو۔ یہ راہ چلنے کی ہے اور بتانے کی نہیں ہے۔ کہنے سے جاننے تک اور جاننے سے دیکھنے اور ہونے تک بڑا فرق ہے۔خدا تعالیٰ مجھ کو اور میرے احباب کو اور آپ کے احباب کو اس راہ میں لغزش سے محفوظ رکھے۔ پیر و شیخ اکبر کے حضرت جامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

از ساحت دل غبار کثرت رفتن
خوشتر کہ بہر زہ در وحدت شفتن
مغرور سخن مشو کہ توحید خدائے
واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

اگر انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا جائے اور نظر تعمق سے اس مسئلہ کی حقیقت دریافت کریں۔ سوائے حیرت در حیرت بدوں فنا در فنا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پھر بھلا خاک بیان کریں کہ ایسا ہے یا ویسا ہے۔ ع

آں سوختہ را جان شد و آواز نیامد

زبان اسرار وجدانی کی تشریح میں لال ہے۔ مثل اندھے مادرزاد کے کہ خواب میں رنگ ہائے عجیب دیکھتا ہے۔ وہ آدمیوں سے کیا بیان کرے۔ ایسا تھا یا ایسا کیونکہ کوئی چیز محسوسات میں سے اس نے نہیں دیکھی۔ جس سے مشابہت بیان کرے۔ اور سمجھاوے اگر احیاناً کچھ کہے اور سمجھائے تو کبھی امر واقعی نہ کہے گا۔ واللہ اعلم۔

سوال دوم: حالانکہ ضیاء القلوب میں ورزش لا موجود الا اللہ اور مراقبہ ہمہ اوست کی بہ تصریح تاکید ہے۔ و نیز مراقبہ ہمہ اوست میں ملاحظہ معنی کو لازم کہا ہے۔ پس یہ مراقبہ بلا لحاظ عینیت و اتحاد نہیں ہوسکتا ہے۔ اور دوسری جگہ ضیاء القلوب ہی میں ہے تاوقتیکہ ظاہر اور مظہر میں فرق پیش نظر سالک ہے بوئے شرک باقی ہے۔ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔

جواب: کوئی شک نہیں ہے۔ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے۔ اگر کہیں جو کچھ کہا نہیں جاتا کیوں لکھا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اکابر دین اپنے مکشوفات کو تمثیلات محسوسات سے تعبیر کرتے ہیں تاکہ طالب صادق کو سمجھاویں نہ یہ کہ کانہ ھو کہہ دیتے ہیں کہ اگر نابینا خواب میں سانپ دیکھے تو اس کے بیان سے عاجز ہو کر یہی کہے گا کہ میری کلائی کی طرح تھا اور اسی حالت میں اس کو رسی دکھا کر پوچھا جائے کہ کیا ایسا تھا۔ وہ کہہ دے گا کہ ہاں اس کو تمثیلات کے ذریعے سمجھانا کہتے ہیں۔ اسی طرح پہلے لوگوں کی تحریرات ہیں۔ پیچھے آنے والوں کی آگاہی کے لئے تاکہ فیض برقرار رہے۔ اور وقت حاجت شکوک رفع ہوں۔ جو اسرار کہ سینہ بسینہ چلے آتے ہیں لکھنا مناسب جانا اور راہ حقیقت فراخ کی۔ اور کہا کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ نااہل کو ہماری کتاب دیکھنا حرام ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ فقیر نے بھی انہی کی تقلید پر ان کے قول کا ذکر

Marfat.com

کیا ہے۔لیکن باوجود اس کے آنجناب استفسار فرماتے ہیں اور انکشاف اصلیت کا چاہتے ہیں۔ لا علاجا لامتثال الامر۔تھوڑی تشریح کرنا ضروری ہوئی تاکہ خاطر نشینی آپ کی ہو اور اطمینان حاصل ہو۔اور تردد نہ رہے۔مختصر یہ کہ بیان سلف صالحین سے یہ معلوم ہوا کہ اصل میں تو یہ مسئلہ حق و بالیقین ہے۔ لیکن صدق اس کا اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ طالب محنت اور مشقت اور استغراق اور ترک خطرات ماسوا کے ذریعے اپنی خودی سے دور ہو اور جب خیال خود سے گذرا۔گویا سب سے گذر گیا۔کوئی چیز اس کو نظر و خیال میں باقی نہیں رہتی۔ بلکہ ہستی حق کا معائنہ کرتا ہے اور جس وقت نظر سالک تقیدات اور ہستی ماسوا سے اٹھ گئی سوا خدا کے اور کچھ نظر نہیں آتا، بے خبر ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس معنی کا شعور بھی جاتا رہتا ہے۔سب خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔"ہو ہو" کہنے کا کیا ذکر "انا انا" کہنے لگتا ہے۔اس کو مرتبہ فنا در فنا کہتے ہیں۔ان اقوال کو نے کا کہا ہوا نہ خیال کرنا چاہیے بلکہ نے نواز کا سمجھنا چاہیے۔مولانا فرماتے ہیں

نے کہ ہر دم نغمہ آرائی کند
فی الحقیقت از دم نائی کند
بے فنائے خویش و بے جذبے قوی
کے حریم وصل را محرم شوی

ایضاً ایک عارف کا مقولہ ہے:

تو مباش اصلاً کمال این است و بس
تو دراں کم شو وصال این است و بس

سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حالت کی خبر دی ہے:لی مع اللہ وقت لا یسعنی ملک مقرب ولا نبی المرسل۔اور آپ کی خاص امت میں بایزید بسطامی قدس سرہ نے کہا ہے کہ سبحانی ما اعظم شانی اور منصور حلاج نے انا الحق کہا۔یہ سب اسی باب میں ہے لیکن اس کے باوجود غیریت اعتباری کہ اصطلاحی ہے۔درمیان عبد و رب مرتفع نہیں ہوتی۔ ہر چند کہ حالت فنا میں شعور نظر سالک میں باقی نہ رہا ہو۔کیونکہ جب بے شعوری سے پھر طرف شعور کے آیا جانا کہ میں اپنے سے بے خبر ہو گیا تھا۔مثل اس لوہے کے ٹکڑے کے کہ آگ میں سرخ ہو کر پکار اٹھا کہ میں آگ ہوں اس کے اس قول کا انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن فی الواقعی آگ نہیں ہوا بلکہ یہ ایک حالت ہے کہ اس

Marfat.com

لوہے پر عارض ہوگئی ہے۔ ورنہ لوہا لوہا ہے اور آگ آگ۔ یہ ایک کرشمہ حقیقت وحدت وجود کا ہے۔ اس جگہ تھوڑی کیفیت عینیت اور غیریت کی جاننا واجب ہے کیونکہ جب تک اس سے واقفیت نہ ہوگی کیفیت وحدۃ وجود کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اور ورزش مراقبہ ہمہ اوست و ملاحظہ عینیت ممکن نہیں ہے۔ جو لوگ بجز دخوض مسئلہ وحدت الوجود کے زندیقیت میں پڑ گئے وہ بسبب نہ جاننے مسئلہ عینیت و غیریت کے ہوا۔ اور جس شخص نے اولاً یہ دوامر تحقیق کر لئے تمام مسائل جاننا اس پر آسان ہوا۔ اگرچہ یہ مسئلہ عینیت اور غیریت سے متعلق ہے تنزلات ستہ کے جاننے سے لیکن فقیر اس طوالت میں مشغول نہیں ہوتا۔ مختصراً لکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عبد و رب میں عینیت و غیریت دونوں متحقق ہیں۔ وہ ایک وجہ سے اور یہ ایک وجہ سے۔ اگر بادی النظر میں اجتماع ضدین ایک شخص میں محال معلوم ہوتا ہے۔ الضدان لا یجتمعان قول صحیح ہے مگر اس میں دو ضد لغوی مراد ہیں اور ضدا اصطلاحی جمع ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے محققین کو جامع الاضداد کہتے ہیں۔ کیونکہ صوفیوں کی اصطلاحیں دوسری ہوتی ہیں مثلاً نور و ظلمت ضد لغوی ہے۔ یہ ضد ایک جگہ ایک وقت جمع نہیں ہوتیں کیونکہ معنی ان اشیاء کے اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ اگر اپنی وضع پر قائم نہ رہیں اجتماع اس کا جائز ہے۔ مثلاً سائے کو اگر ظلمت کہیں مجازاً از روئے استعارہ ہوسکتا ہے۔ اور یہ سایہ کہ جس کا ظلمت نام رکھ لیا ہے نور کے ساتھ ایک جگہ اور ایک وقت جمع ہو جاتا ہے جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ ایک وقت ایک جگہ تابش آفتاب سے نور اور سایہ دیوار جمع ہوتا ہے کیونکہ سائے سے مراد ظلمت اصطلاحی ہے۔ پس اس تمہید سے معلوم ہوا کہ عبد و رب میں عینیت حقیقی لغوی نہیں ہے۔ اجتماع ان دو ضدوں کا شے واحد میں محال ہے۔ پس ضد کہ علم معقولات میں ممنوع واقع ہوا وہ بمعنی لغوی ہے۔ نہ اصطلاحی یہ قوم محققین اسی وجہ سے جامع الاضداد ہیں کہ دو ضدوں کو جمع کرتے ہیں۔ وہ دو ضد بمعنی لغوی نہیں ہے۔ کیونکہ اجتماع ضدین لغوی ان کے نزدیک بھی محال و ناجائز ہے۔ اور دوسری مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اردگرد کئی آئینے آئینے میں ذات و صفات اس کی بعینہ نمودار ہو۔ نموداری صفت وہ ہے کہ ہر حرکت و سکو غمگینی و ہنسی و گریہ شخص عکس میں ظاہر ہوتا ہے اسی سبب سے شخص عین عکس ہے۔ عینیہ اگر لغوی ہوتی جو کیفیت کہ عکس پر گذرتی شخص پر گذرنا بھی واجب ہوتی۔ کیونکہ عکہ ہے۔ اس کثرت سے وحدت شخص پر فرق نہیں پڑتا۔ اگر آئینہ و عکس پر پتھر مار شخص اس سے متضرر و متجس نہیں ہوتا ہے بلکہ اپنے حال پر اور ان نقصانات سے

Marfat.com

سے غیریت حقیقی اصطلاح ثابت ہوتی ہے۔ پس شخص وعکس میں عینیت وغیریت دونوں متحقق ہوئیں۔ جاننا چاہیے کہ عبد ورب میں عینیت حقیقی لغوی کا جو اعتقاد رکھے اور غیریت کا بجمیع وجوہ انکار کرے ملحد وزندیق ہے۔ کیونکہ اس عقیدہ سے عابد ومعبود، ساجد ومسجود کا کچھ فرق نہیں رہتا۔ اور یہ غیر واقع ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک ۔ اگر محض غیریت حقیقی لغوی خالق ومخلوق میں اعتبار کریں اور کوئی نسبت وتعلق عینیت عبد ورب میں سوائے نسبت خالقی ومخلوقی ثابت نہ کریں مثل نسبت کمہار کے برتنوں کے ساتھ۔ اگر کمہار مر جائے اس کے بنائے ہوئے برتن اپنی جگہ پر رہتے ہیں۔ یہ بسبب غیریت لغوی کے ہے برتنوں اور کمہار میں۔ یہ قسم غیریت کی عبد و رب میں واقع نہیں ہے۔ جو لوگ اس غیریت کے قائل ہیں۔ علمائے ظاہر و متکلمین ہیں۔ موحدین کی اصطلاح سے غافل ہیں۔ اور ڈرتے ہیں کہ عبد ورب ایک ہوتا ہے یہ نہیں جانتے کہ بموجب اصطلاح محققین کہ عکس وشخص میں باوجود ثبوت دونوں جہت کے کبھی "یہ"، "وہ"، نہ ہوا اور "وہ" "یہ نہ ہوا۔ عکس عکس ہے اور شخص قدیم وباقی و کامل، پس یہی اصل و حقیقت اس معاملہ کی ہے:

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

اور بمصداق مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لا یبغین۔ یہی دو خبر حادث وقدیم ہیں۔ نیز اس جگہ ایک تمثیل لطیف یاد آئی۔ اعنی بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا۔ اور خدا ظاہر بندہ۔ کنت کنزا مخفیاً۔ الخ اس پر دلیل ہے۔ حقائق کونیہ کہ نتائج علم الٰہی میں ذات مطلق میں مخفی تھے اور صرف اپنی ذات پر ظاہر تھے۔ جب ذات نے چاہا کہ ظہور خود دوسری نہج پر ہو اعیان کو ان کے لباس قابلیات میں اپنی تجلی کے جلوے سے ظاہر فرمایا۔ اور خود شدت ظہور خود سے ان کی نگاہ سے مخفی ہوگیا۔ مثل تخم کے درخت مع تمام شاخوں اور پتوں و پھول وپھل کے اس میں چھپا تھا۔ گویا کہ تخم بالفعل تھا۔ اور شجر بالقوہ ہو، جب تخم نے اپنے باطن کو ظاہر کیا، خود چھپ گیا۔ جو کوئی دیکھتا ہے درخت کو دیکھتا ہے، تخم دکھائی نہیں دیتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو تخم بصورت درخت ظاہر ہوا۔ تخم بالقوہ ہوا اور درخت بالفعل۔ ہر چند کہ ایک وجہ سے کہ تخم و درخت ایک ہے۔ جدائی نہیں ہے۔ عینیت پائی جاتی ہے۔ لیکن دلائل غیریت و جدائی کے بھی اس میں موجود ہیں۔ اور واقعی ہیں۔ حفظ مراتب اس میں ضرور ہے۔ کیونکہ صورت وشکل وتاثیر وخواص تخم کے اور ہیں اور اجزا درخت کے اور۔ وجوہات غیریت بھی بہت ہیں۔ مرد صاحب عقل اس سے انکار نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

اگر چہ از روئے عینیت تخم و درخت ایک ہے۔ لیکن یہ وحدت اعتباری اصطلاحی ہے۔ نہ باعتبار حلول کے نہ اتحاد کے یعنی بالقوہ اور بالفعل شراکت رکھتا ہے۔ پس جو کہ بالفعل تھا بالقوہ ہوا۔ اور جو کہ بالقوہ تھا، بالفعل ہوا۔ فھم من فھم جل حکمته عظمة شانه۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ترا از دو دوست بگویم حکایتے بے پوست

ہمہ از ہمہ از اوست اگر نیک بنگری ہمہ اوست

فائدہ: جب دو جہت سے نسبت عبد و رب ثابت و متحقق ہوئی، لازم آیا کہ واسطے مروج کرنے کے مرتبہ پست ترین نزول سے اور حصول قرب و وصال اور پہنچنے درجہ عبدیت حقیقی کے سبب سے کار ضروری میں اور وہ مجاہدہ و مراقبہ ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون عبادت کرنا یعنی عبد ہونا۔ دشوار ہے۔ جب تک کہ کوئی وہم الوہیت خود سے تماما و کمالاً نہ گذرے۔ اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ بنا براں مجاہدات و ریاضات، ترک تعلق دنیا و حظ نفس و ترک توھم ماسوا واجب ہوا۔ تاکہ ذکر و فکر درستی و راستی سے ظاہر ہو۔ جب پہلے صیقل ذکر سے نفس مطیع و قلب صاف ہو جائے اور ذوق و شوق میں ترقی ہو۔ دل خطرات سے رک جائے۔ اب وقت مراقبہ لا موجود الا اللہ کا آیا۔ جب اس مراقبہ میں ہمہ از وست سے اغماض نظر کر کے ہمہ اوست کو پیش نظر رکھے۔ اس استغراق میں جذبہ باطنی اور جذبہ غیبی مدد فرماتا ہے۔ جو کچھ کہ اس کے سوا ہے۔ اس سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس بے خبری کی تمیز بھی نہیں ہوتی۔ دیکھتا ہے جو کچھ دیکھتا ہے۔ اور جانتا ہے جو کچھ جانتا ہے۔ کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے۔ بہر صورت معذور ہے۔ یہ ہے وحدت الوجود اور وحدت الموجود۔ جیسے لوہا، کہ آگ میں رنگ آگ کا پا کر نعرہ النار کر اٹھا۔ نہ یہ کہ انقلاب حقیقت سے آگ ہو گیا۔ یہ حال سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ قال سے۔ مقام غور ہے یعنی جس حالت میں لوہے نے اپنے کو آگ کے حوالے کر دیا اپنے لوہا ہونے کے خیال سے گذر کر اس انتظار میں ہے کہ آتش مستولی ہو اور اپنا رنگ عطا کرے۔ اس تصور میں اگر دوسرا خیال گزرے۔ اس کے لئے شرک ہے۔ کہ مانع مقصود و قاطع الطریق اس کا ہے۔ یہ مطلب ہے اس کا جو ضیاء القلوب میں ملاحظہ سامی ہوا۔ کہ مراقبہ ہمہ اوست میں جب تک کہ فرق ظاہر و مظہر پیش نظر سالک ہے۔ بوئے شرک باقی ہے۔ واللہ اعلم۔ لا علم لنا الا ما علمتنا۔

گرامی قدر! فقیر نے بے محابا طول لسانی کیا۔ کیونکہ بدوں اس کے بات تمام نہیں ہو سکتی تھی۔

Marfat.com

ہر چند اس تحریر سے میں خود نادم ہوتا ہوں۔ لیکن خوش ہوں کہ بہر تقدیر جواب خطوط متعددہ جناب ادا ہوا۔ اگر پسند خاطر و منظور والا ہو بندہ کو دعائے خیر خاتمہ سے یاد فرمائیے ورنہ اب پھر فقیر کو تکلیف نہ دیں۔

وما علینا الا البلغ المبین

دریں مشہد	بگویائی	مزن	دم
سخن	راختم	کن	واللہ اعلم

محررہ 2 ذی الحج 1299ھ در مقام خیر البلاد مکہ معظّمہ
زاد اللہ شرفہا و تعظیمہا

Marfat.com

پانچواں باب

تعلیمات

ماخوذ از مقابیس المجالس (مجموعہ ملفوظات خواجہ غلام فریدؒ)

روحانی تعلیم و تربیت:

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی تعلیمات کے سلسلہ میں یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کی سب سے زیادہ اہم اور مؤثر تعلیمات وہ ہیں جن کے ذریعے آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کا روحانی مشن چلایا اور ہزاروں لاکھوں مریدوں کی روحانی تربیت کر کے سچا مسلمان بنایا اور بہتوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر خدارسیدہ کیا۔

ہدایت کا یہ منصب اس طریقہ تعلیم سے مختلف ہے جو عام علماء کرام اختیار کرتے ہیں۔ عام علماء کرام جہاں پند و نصیحت کے ذریعے عوام کو دینی مسائل سے آگاہ کرتے ہیں، اولیاء کرام براہ راست روحانی توجہ، عبادات و ریاضات اوراذکار و مشاغل و مراقبات کے ذریعے مریدین کا تزکیہ نفس کرتے ہیں جس سے روحانی ترقی کی رفتار کئی گنا زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی باطنی تربیت کا کام ان حضرات کو اپنے مشائخ سلسلہ کے ذریعے نسل در نسل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ عظام کی طرف سے سپرد کیا جاتا ہے۔

عام علماء ظواہر اور اولیاء کرام کی تعلیم و تربیت میں یہ فرق ہوتا ہے کہ جہاں علماء ظواہر پانی کی خوبیوں پر پیاسے کے سامنے تقریر کرتے ہیں۔ اولیاء کرام کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ وہ پیاسے کو سامنے بٹھا کر براہ راست ذکر اللہ کرا کے اس کے حلق میں پانی ڈالتے ہیں۔ اب کہاں پیاسے کو پانی پر لیکچر پلانا اور کہاں اس کو پانی سے سیراب کرنا۔ رسول اکرم ﷺ کا طریقہ تعلیم بھی پیاسے کو پانی پلانا تھا۔ جس کی وجہ سے قلوب فوراً زندہ ہو جاتے تھے اور کشف و کرامات کی دولت میسر آتی تھی۔

اولیاء کرام کی تعلیمات میں دوسرا فرق یہ ہوتا ہے کہ جہاں علمائے ظواہر مرض کی تشخیص کے بغیر مریض کو دوائی کھلاتے ہیں۔ اولیاء کرام مریض کے قلب پر باطنی نگاہ ڈال کر پہلے اس کی بیماری کی تشخیص

Marfat.com

کرتے ہیں، پھر اس کے لئے مناسب دوائی تجویز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اسلام نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر شہر اور گاؤں نہیں ملک کے ملک مسلمان بنا دیئے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ اور ان کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کا طریق تعلیم و تربیت یہی تھا۔ جس کی بدولت ہزاروں، لاکھوں کفار دولت اسلام سے سرفراز ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی اس روحانی تعلیم و تربیت کا اثر دیکھنا ہو تو آپ کے ملفوظات "اشارات فریدی" جو "مقابیس المجالس" کے نام سے موسوم ہین کا مطالعہ کیا جائے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آ کر شرف بیعت حاصل کرتے ہیں اور قلیل عرصہ میں مومن کامل بن کر نکلتے ہیں۔ یہ تو عام تربیت یافتہ مسلمانوں کا حال ہے۔ لیکن جن خوش قسمت لوگوں کو آپ کی تربیت کی بدولت بلند روحانی مراتب حاصل ہوئے اور خلافت کے عہدہ جلیلہ سے نوازے گئے ان کی تعداد تیس تھی۔ جو روحانیت کے میدان میں بہت بڑی کامیابی سمجھی جاتی ہے۔ اور پھر ان تیس خلفاء نے اپنے اپنے علاقے میں جا کر روحانی تربیت کے مراکز قائم کیے۔ اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کو سچا مسلمان بنایا۔ یہ سلسلہ بہت دراز ہے اور آج تک ان خلفاء کے خلفاء اور پھر ان کے خلفاء خلق خدا کی تربیت میں مصروف ہیں اور یہ سلسلہ ہدایت بفضلہ تعالیٰ قیام قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ ہے اولیاء اسلام کا طریق تربیت جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور خلفاء در خلفاء کے ذریعے آج تک جاری و ساری ہے اور ساری دنیا میں نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔

Marfat.com

اذکار و مشاغل و مراقبات

اب ہم مختصر طور پر ان اذکار، مشاغل و مراقبات کا ذکر کرتے ہیں جن کے ذریعے حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے دیگر اولیاء کرام کی طرح مریدین کا تزکیہ نفس کیا اور قرب حق کے بلند روحانی منازل و مقامات تک پہنچایا۔ یاد رہے کہ اگرچہ صوم وصلوٰۃ، حج وزکوٰۃ کے ذریعے بھی تزکیہ نفس ہوتا ہے اور انسان کو کسی قدر روحانی ترقی ہوتی ہے۔ لیکن جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور روحانی توجہ اور گفتگو سے صحابہ کرامؓ کے فوراً مراتب بلند ہو جاتے تھے اور یہی چیز فیض صحبت کی اصل ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے حیرت انگیز اثرات کا اندازہ اس حکایت سے ہو سکتا ہے۔

حکایت:

ایک دفعہ ایک تبع تابعی نے ایک تابعی سے کہا کہ آپ نے تو صحابہ کرام کا زمانہ دیکھا ہے، وہ کیسے تھے۔؟ انہوں نے جواب دیا کہ "صحابہ کرام ایسے تھے کہ اگر تم ان کو دیکھتے تو کہتے کہ وہ مجنون ہیں اور وہ تم کو دیکھتے تو کہتے کہ تم کافر ہو"

چنانچہ آپ قیاس فرما سکتے ہیں کہ جب چند سالوں میں اتنی تبدیلی واقع ہوگئی تھی تو آج چودہ سو سال بعد ہماری کیا حالت ہوگی۔ ہماری جو حالت ہے آپ کے سامنے ہے۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ سو سال بعد اور صحبت سے محرومی کی وجہ سے جو کمی واقع ہوئی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے مشائخ طریقت نے زائد عبادات و ریاضات اور زائد ذکر و اذکار تجویز کیے ہیں۔ جن کی وجہ سے مسلمانوں کے قلوب پر جو زنگ اور گرد و غبار جمع ہو چکا ہے، دھل کر آئینہ دل مصفیٰ ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی حدیث قدسی (بخاری) بی یبصر و بی یسمع میں زائد عبادات کی ترغیب آئی ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ لیکن کمال ہے ان مٹھی بھر تصوف کے مخالفین کا کہ صوفیاء کرام کی زائد عبادات اور ریاضت پر بھی نقطہ چینی کرتے ہیں۔

Marfat.com

اذکار:

اب ہم مختصر طور پر چند اذکار بیان کریں گے جن پر عمل کر کے تزکیہ نفس کا عمل تیز سے تیز تر کیا جاتا ہے اور قرب حق کی منازل جلدی طے ہوتی ہیں۔

ذکراللہ کی اہمیت قرآن کی رو سے:

قرآن مجید اور حدیث پاک میں ذکراللہ کی بہت فضیلت آئی ہے اور جا بجا کثرت ذکر کی تاکید وارد ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اٹھتے بیٹھتے، ہوتے، جاگتے ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والوں کی حق تعالیٰ نے ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔

یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً و علیٰ جنوبھم (اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور سوتے ہوئے) اس سے زیادہ ذکراللہ کی کیا تاکید ہوسکتی ہے۔ ہر حالت میں ذکر جاری ہے۔ خواہ انسان کھڑا ہے، بیٹھا ہوا ہے یا لیٹا ہے۔ اس ذکر سے نماز مراد نہیں ہے کیونکہ ان آیات کے شروع میں نماز کی علیحدہ تاکید وارد ہوئی ہے۔

اس سے ایک قدم اور آگے ذکراللہ کی تاکید ملاحظہ ہو۔ فرمان ہوتا ہے:

وھم علی صلاتھم دائمون (ایسے مردان خدا بھی ہیں جو ہر لحظہ اور ہر لحہ نماز میں مشغول رہتے ہیں) اس سے بھی مراد نماز نہیں۔ کیونکہ نماز زندگی کے ہر لحہ میں ادا نہیں ہوسکتی۔ اس صلوٰۃ دائمی سے مراد ذکراللہ ہے۔ کیونکہ ایک اور آیت میں حق تعالیٰ نے نماز کی غرض و غایت ذکر الٰہی ٹھہرایا۔ فرمایا:

اقم الصلوۃ لذکری (نماز قائم کرو میرے ذکر کی خاطر)

اس سے ظاہر ہے کہ نماز مقصود بالذات نہیں۔ ذکر مقصود ہے اور نماز اس کا ذریعہ ہے۔ دراصل ذکر بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے یعنی خود حق تعالیٰ) مقصود بالذات ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الی ربک منتھھا (تیری آخری منزل خود حق تعالیٰ ہے)

جو علم روحانیت میں فنا فی اللہ کے نام سے موسوم ہے۔

Marfat.com

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ذکر کو اس قدر کیوں اہمیت دی ہے کہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھے، سوتے جاگتے ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس بہت شریر ہے اور وہ بہت مشکل سے مسخر ہوتا ہے۔ اور جب تک نفس کا زور نہ توڑا جائے سرکش گھوڑے کی طرح سوار کو تباہ و برباد کر ڈالتا ہے۔ کیونکہ انسان مرکب ہے روح اور جسم کا۔ روح بمنزلہ سوار ہے اور نفس بمنزلہ سواری ہے یعنی گھوڑا وغیرہ۔ اگر گھوڑا سرزور ہو تو سوار کی خیر نہیں۔ لیکن اسلام میں گھوڑے کی بھی خیر منائی گئی ہے۔ کیونکہ گھوڑے کے بغیر سفر آخرت طے نہیں ہوتا۔

جہاں دوسرے مذاہب میں ارباب روحانیت کے لئے نفس کو کچل کر رہبانیت کی زندگی بسر کرنا اور ہمیشہ کے لئے غاروں اور جنگلوں میں رہنا ضروری تھا، اسلام نے روح کی پرورش کے ساتھ جسم کی پرورش اور نفسانیت کو حد اعتدال پر رکھنے کی تعلیم بھی دی ہے۔ آیۃ: الیوم اکملت لکم دینکم ـــــ سے یہی تکمیل انسانیت اور تکمیل منزل مراد ہے اور کثرت ذکر، کثرت صوم وصلوٰۃ، کثرت شب بیداری کے بغیر نہ نفس کا زور ٹوٹتا ہے، نہ اس کے اندر اعتدال واقع ہوتا ہے۔ بعض حضرات یہ اعتراض فرماتے ہیں کہ اسلام میں عبادات کا پروگرام تو بہت مختصر تھا۔ صوفی لوگوں نے خواہ مخواہ اسے مشکل بنا کر اپنے نفس پر مظالم ڈھائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کی ان آیات کو نہیں پڑھا یا پڑھ کر نظرانداز کر دیا ہے۔ تتجا فی جنوبھم عن المضاجع (ایسے مردان خدا بھی ہیں جن کے جسم رات میں بستروں سے الگ رہتے ہیں) نیز فرمایا:

"یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلاً نصفه او انقص منه قلیلاً" (اے نبی ﷺ رات کو جاگو نصف شب کے قریب یا اس سے کم وبیش)

"ان ناشئة اللیل ھی اشد و طأو اقوم قیلا" (بے شک رات کا جاگنا نفس کا زور کم کرتا ہے اور قول کو مضبوط کرتا ہے (یعنی اس سے انسان مستجاب الدعوات بن جاتا ہے اور جو دعا کرتا ہے پوری ہوتی ہے)

نیز فرمایا:

یبیتون لربھم سجداً و قیاماً (ساری رات اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں)

Marfat.com

یاد رہے کہ نفس کشی کے بغیر اسلام کے احکام پر عمل ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم کا علم خواہ کتنا ہی وسیع ہو، نفس کے پھندے میں پھنس کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی مثالی زندگیوں پر پورا اترنا مشکل ہے۔ یہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کا وجود ہے کہ نفس کشی، شب بیداری اور کثرت ذکر، قلت طعام، قلت منام وغیرہ کی انہوں نے دنیا میں مثالیں قائم کردی ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی مجاہدانہ زندگیوں کے مطابق زندگیاں بسر فرمائیں۔

اقسام ذکر: (1)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ انسانی جسم میں چھ روحانی مراکز ہیں۔ جن کا احادیث نبوی ﷺ میں بھی اشارہ ملتا ہے۔ ان کو لطائف ستہ کہا جاتا ہے اور جب ذکر اللہ کے ذریعے ان لطائف کو زندہ کیا جاتا ہے تو یہ تمام ذاکر ہو جاتے ہیں۔ اور سارے جسم کے اندر ذکر اللہ جاری ہو جاتا ہے۔ خواہ آدمی جاگتا ہے یا سوتا ہے۔ قرآن مجید کی صلوٰۃ دائمی اور ذکر قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم سے مراد یہی لطائف ستہ کا ذکر ہے۔ جو ہر آن، ہر لمحہ اور ہر لحظہ جاری رہتا ہے۔ اور انسان کے مراتب قرب بلند سے بلند تر ہوتے رہتے ہیں۔ لطائف ستہ یہ ہیں:

لطیفۂ نفس۔ لطیفۂ قلب۔ لطیفۂ روح۔ لطیفۂ سر۔ لطیفۂ خفی اور لطیفۂ اخفی۔ اس لحاظ سے ذکر کی مندرجہ ذیل اقسام بنتی ہیں۔ جو اجازت شیخ کے بغیر ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ اجازت بے حد ضروری ہے۔ ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ جیسے کوئی مریض حکیم یا ڈاکٹر کی بجائے خود دوائی خانہ میں جا کر دوائیاں کھانا شروع کر دے۔

ذکر لسانی: وہ ذکر ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے۔

ذکر قلبی: وہ ذکر ہے جو لطیفہ قلب میں کیا جاتا ہے۔ جس کا مرکز دل ہے جو بائیں چھاتی میں ہے۔

ذکر روحی: وہ ذکر ہے جو لطیفہ روح میں کیا جاتا ہے جس کا مرکز دائیں چھاتی ہے۔

ذکر سری: وہ ذکر ہے جو لطیفہ سر میں کیا جاتا ہے جس کا مرکز لطیفہ قلب اور روح کے درمیان ہے۔

ذکر خفی: وہ ذکر ہے جو لطیفہ خفی میں کیا جاتا ہے جس کا مرکز پیشانی ہے۔

ذکر اخفی: وہ ذکر ہے جو لطیفہ اخفی میں کیا جاتا ہے جس کا مرکز ام الدماغ یعنی سر کی چوٹی ہے۔

---

1) ماخوذ از ضیاء القلوب، مصنفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، قول الجمیل مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

Marfat.com

ذکر اسم ذات:

ذکر اسم ذات سے مراد اسم مبارک اللہ اللہ کا ورد ہے۔ جس کی ضربیں کثرت سے لطائف ستہ پر لگائی جاتی ہیں۔ اس کی برکت سے نفس کا زور ٹوٹتا ہے۔ تزکیہ نفس ہوتا ہے اور لطائف کے اندر ذکر اللہ جاری ہوتا ہے اور انوار الٰہی چمکتے ہیں۔

ذکر نفی اثبات:

ذکر نفی اثبات میں لا الہ الا اللّٰہ کا ورد کیا جاتا ہے۔ اور الا اللّٰہ کی ضربیں مختلف لطائف پر لگائی جاتی ہیں۔ چشتیہ اور قادریہ سلسلہ میں یہ ذکر بارہ سو بار روزانہ کیا جاتا ہے اس لئے اسے ذکر بارہ تسبیح کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

ذکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چارزانوں بیٹھ کر کمر سیدھی اور سر اونچا رکھے۔ لا الہ الا اللّٰہ کا ورد دو سو مرتبہ اس طرح کیا جائے کہ لفظ لا کو ناف سے اسطرح کھینچا جائے جیسے کوئی پھاوڑے سے مٹی ہٹاتا ہے۔ اور لفظ الہ کہتے ہوئے سر کو دائیں جانب حرکت دے کر غیر اللہ کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دے۔ پھر سر کو بائیں طرف جھٹکا دے کر الا اللّٰہ کی ضرب لطیفہ قلب پر لگائے اور ہر سو پر پہنچ کر کے کلمہ طیبہ پورا کرے یعنی محمد رسول اللّٰہ کہے۔

مراقبات:

جب اوراد، وظائف اور اذکار کے ذریعے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب ہو جائے تو مراقبات شروع کرائے جاتے ہیں۔ مراقبات کی کئی قسمیں ہیں جن کی تفصیل کتب تصوف میں موجود ہے۔

Marfat.com

"متفرق تعلیمات"

مندرجہ بالا روحانی طریقہ تعلیم و تربیت کے علاوہ جن مسائل پر حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے روشنی ڈالی اور عوام کے شکوک وشبہات کو رفع کیا وہ یہ ہیں:

رواداری اور صبر وتحمل کی تعلیم:

ایک دن مریدین کے مجمع میں آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونیؒ کا ایک ملازم تھا۔ جو ساری عمر آپ کی غیبت اور شکایت کرتا رہا۔ آپ اس کی بدکلامی کے متعلق جتنی باتیں سنتے تھے کچھ نہیں فرماتے تھے اور نہایت تحمل اور بردباری سے برداشت کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔ جب وہ آدمی فوت ہوا تو آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نفل پڑھ کر سر سجدہ میں رکھا اور حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یاالٰہی اس نے جو کچھ میرے حق میں کہا ہے میں نے معاف کیا۔ تو بھی اپنی رحمت کے صدقے اسے معاف کر دے۔ اگر اس کے ذمے میرے حقوق ہیں تو میری اس سفید داڑھی کے صدقے جسے میں خاک عجز و نیاز میں رگڑ رہا ہوں تو اسے معاف کر دے۔ نیز فرمایا کہ:

ایک دفعہ بھری مجلس میں ایک نوجوان حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہ کے پاس آیا اور زر کثیر کا مطالبہ کیا۔ اس کے ساتھ اس نے بیہودہ بکواس بھی کی جس سے حاضرین مجلس کے چہروں پر غم وغصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ لیکن حضرت اقدس خاموشی سے سنتے رہے۔ آخر آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا مجھے بیس دینار کی ضرورت ہے۔ آپ نے اسے چالیس دینار دے دیئے اور وہ چلا گیا۔ اس کے بعد حاضرین مجلس نے عرض کیا حضور اس نے بیہودہ بکواس کی اور آپ نے چالیس دینار عطا کر دیئے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا چونکہ اس شخص نے مجھے میرے عیوب نفس سے آگاہ کیا ہے اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ انعام کا مستحق ہے۔ اور جو کچھ میں نے دیا ہے وہ اس کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

Marfat.com

غیر شرعی رسومات کی مذمت:

ایک دفعہ مجلس میں غیر شرع رسومات کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شہر اور ہر علاقے میں ایسی بری اور غیر شرعی رسومات کا رواج ہو گیا ہے کہ ان کو بند کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ عورتیں چھوٹی آستین کے کرتے پہنتی ہیں۔ بازو ننگے رکھتی ہیں۔ چہرہ اور بدن کو بھی نہیں ڈھانپتیں۔ اگرچہ عورتیں سر پر دوپٹہ رکھ لیتی ہیں لیکن چہرہ، سر اور بال اور منہ چھپانے کی کوشش نہیں کرتیں۔ بلکہ بے باکانہ اور بے حجابانہ گلی کوچوں میں پھرتی ہیں۔ غیر مردوں کے سامنے جلوہ نمائی کرتی ہیں اور اس پر فخر کرتی ہیں۔ شادی بیاہ میں بہت مذموم اور ناشائستہ رسوم جاری ہو گئی ہیں۔ چنانچہ مرد اور عورتیں مل کر ناچتے ہیں اور پاؤں زمین پر مارتے ہیں۔ اور مل کر باجے کی چوٹ پر تالیاں بجاتے ہیں۔ یہ تمام رسوم اور شگون کافروں اور اہل ہند کے ہیں جو مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں۔

ایک انگریز کپتان جہاز کا مسلمان ہونا:

فرمایا ایک دفعہ میرے بڑے بھائی اور پیر و مرشد حضرت خواجہ فخر الدینؒ نے دریائے سندھ کے ذریعے کراچی جانے کا ارادہ فرمایا۔ جہاز کے تمام ملازم آپ کے مرید اور جان نثار تھے۔ چنانچہ ہر شخص نے آپ کی غلامی میں کمر باندھ لی اور کام میں مصروف ہو گئے۔ جہاز کے افسر نے جو انگریز تھا جب دیکھا کہ اس کا تمام ماتحت عملہ حضرت خواجہ کی خدمت میں اس قدر عجز و انکسار سے پیش آ رہا ہے۔ نیز جب اس نے حضرت خواجہ کی نورانی صورت کا مشاہدہ کیا اور ولایت کے آثار دیکھے تو اس کے دل میں عقیدت پیدا ہوئی اور آپ کی خدمت میں عرض کر دیا کہ میں لاولد ہوں۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ اگر تو اسلام قبول کر لے تو تمہارے بیٹے کا پیدا ہونا میرے ذمہ ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں پانچ سو روپے ماہانہ تنخواہ لے رہا ہوں۔ اسلام قبول کرنے پر وہ مجھے برطرف کر دیں گے اور میں تنخواہ سے محروم ہو جاؤں گا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگر تم برطرف ہو گئے تو میرے ہاں مقیم ہو جانا اور جو تنخواہ یہاں سے لے رہے ہو یہ فقیر ہر ماہ ادا کر دیا کرے گا۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے لیکن اس معاملہ میں اپنی بیوی سے مشورہ کر لوں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ بزرگ کراچی تشریف لے گئے اور اسے وہاں چھوڑ دیا۔ واپسی پر آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ آپ نے افسوس کیا اور اس کی

Marfat.com

موت کا واقعہ دریافت فرمایا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ اس بات پر اصرار کرتا تھا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن اس کی بیوی منع کر رہی تھی اور اسے ملامت کرتی تھی کہ یہ کام مت کرو۔ جب اس نے دیکھا کہ اس نے اسلام سے مشرف ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اس نے اسے زہر دے دی اور وہ فوت ہو گیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضور اس کی عاقبت کس طرح ہوگی۔ کفر پر یا ایمان پر۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس کی عاقبت محمود ہے کیونکہ وہ ایمان پر مرا ہے۔

قانون قرأت کے بغیر نماز میں قرآن پڑھنا:

حاضرین مجلس میں سے ایک نے سوال کیا کہ یا حضرت فلاں عالم کہتا ہے کہ جو شخص نماز میں قرآن مجید کی آیات قانون قرأت سے نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ جبکہ لوگ الحمد للہ کو ہائے ھوز سے پڑھتے ہیں علی ہذا القیاس آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کر دیا تھا جب آپ نے فرمایا کہ "سین البلال شین" (حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سین شین کے برابر ہے) (1) نیز فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس سرہ جو حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اعظم تھے، امامت کر رہے تھے لیکن قرآن علم قرأت کے مطابق نہ پڑھا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ شیخ نے قرآن صحیح نہیں پڑھا۔ حضرت خواجہ حبیب عجمی نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ظاہر قرآن کو آراستہ کیا ہوا ہے اور میں نے باطن قرآن کو۔ (2)

اس کے بعد فرمایا حضرت قبلہ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ (3) کے زمانے میں بڑے بڑے عالم و

---

1) سین البلال: یاد رہے کہ حضرت بلالؓ جب اذان دیتے تھے تو اشہد ان لا الہ الا اللہ کی بجائے اسھد ان لا الہ الا اللہ کہتے تھے۔ کیونکہ شین آپ کی زبان مبارک سے ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی گئی تو آپ نے ان کو معذور قرار دے کر جائز فرمایا۔

2) ایک دفعہ حضرت حبیب عجمی امامت کر رہے تھے اور قرآن قرأت سے نہیں پڑھ رہے تھے۔ ایک عرب بزرگ نے جماعت میں شامل ہونا چاہا۔ لیکن چونکہ قرأت صحیح نہیں تھی۔ جماعت میں شامل نہ ہوئے۔ ان کو رات خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ آپ تک رسائی کس طرح ہوگی جناب باری تعالیٰ سے فرمان ہوا کہ حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنے سے۔ یہ سن کر انہوں نے توبہ کی اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔)

3) ان سے مراد حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے والد ماجد حضرت خواجہ خدا بخشؒ ہیں۔

Marfat.com

فاضل رہتے تھے لیکن کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا۔ حضرت خواجہ عالم تبحر تھے اور علمائے عصر میں سے کوئی شخص ان کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن آپ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے جو قانون قرأت نہیں جانتے تھے۔ پھر بھی آپ نے کسی پر اعتراض نہ فرمایا۔ اور یہ نہ کہا کہ تم کس طرح قرأت کرتے ہو۔

حکیم سنائی کی توبہ کا واقعہ:

ایک دفعہ حضرت اقدس چارپائی پر بیٹھ کر وضو کر رہے تھے اور تمام حاضرین مجلس حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ آپ نے سردار و فقیر سے کہا کہ تم رات سحری کے وقت حکیم سنائی (1) کے مناجات پڑھ رہے تھے۔ اب بھی وہی پڑھو۔ یہ سنتے ہی اس نے یہ مناجات پڑھنا شروع کیئے:

مناجات حکیم سنائی

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نہ روم من بجزاں راہ کہ تو آں راہ نمائی
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ درکار تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی
تو خداوند یمینی تو خداوند یساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی
تو زن و جفت نہ جوئی تو خورو خفت نخواہی
احدا بے زن و جفتی ملکا کام روائی
نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی
تو کریمی تو رحیمی، تو سمیعی تو بصیری
تو مغزی تو مذلی، ملک العرش بجائی
ہمہ را عیب تو پوشی، ہمہ را غیب تو دانی

1) حکیم سنائی کا مزار شہر غزنی ملک افغانستان میں ہے۔ آپ بڑے بزرگ تھے۔

Marfat.com

همہ را رزق رسانی کہ تو باجود و عطائی
نہ بدے خلق تو بودی نبود خلق تو باشی
نہ توخیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی
نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقائق
نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بیائی
بری از چون وچرائی بری از عجز و نیازی
بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی
بری از خوردن و خفتن بری از تہمت مردن
بری از بیم و امیدی بری از رنج و بلائی
تو علیمی تو حکیمی توخبیری تو بصیری
تو نمائندہ فضلی تو سزاوار ثنائی
نتواں وصف تو گفتن کہ تو در وصف نگنجی
نتواں شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی
احدا لیس کمثلی صمدا لیس بضدی
لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی
لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند
مگر از آتش دوزخ بودش زود رھائی

1) اے میرے مالک! میں تیرا ذکر کرتا ہوں۔ کیونکہ تو پاک پروردگار ہے۔ جو راستہ کہ تو مجھے دکھاتا ہے۔ اس کے سوا کوئی راستہ اختیار نہیں کروں گا۔

2) میں ہر وقت تیری درگاہ کا متلاشی ہوں۔ اور تیرے ہی راستے پر گامزن ہوں۔ میں ہر وقت تیری توحید بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ تو توحید کے لائق ہے۔

3) تو دائیں طرف کا خدا ہے۔ تو بائیں طرف کا بھی خدا ہے۔ تو زمینوں کا خدا ہے۔ تو آسمانوں کا خدا ہے۔

Marfat.com

4) تجھے نہ شادی بیاہ کی ضرورت ہے۔ نہ کھانے پینے کی۔ تو احد ہے اور بے زن و جفت مالک، ارض و سموات ہے۔

5) نہ تجھے باپ کی ضرورت ہے۔ نہ تجھے فرزند کی حاجت ہے۔ تو عالم جبروت کا بادشاہ ہے اور احکم الحاکمین ہے۔

6) تو کریم ہے، تو رحیم ہے۔ تو سمیع ہے (سننے والا) تو بصیر ہے (دیکھنے والا) جس کو چاہے تو عزت دے دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ تو بجا طور پر مالک عرش و کرسی ہے۔ یعنی کائنات کا مالک ہے۔

7) تو سب کے عیب جانتا ہے اور سب کے عیب چھپاتا ہے۔ تو سب کو رزق پہنچاتا ہے کیونکہ تیری ذات کریم ہے۔

8) جب کچھ نہ تھا تو موجود تھا۔ جب کچھ نہ ہوگا تو موجود ہوگا۔ تو کھڑا ہونے اور بیٹھنے سے پاک ہے۔ نہ تو کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔

9) نہ تو آسمانوں کا باسی ہے۔ نہ کواکب کا نہ بروج کا۔ نہ تیرا کوئی مکان ہے نہ منزل۔ نہ تو کھڑا ہے نہ بیٹھا ہے۔ یعنی ان حالتوں سے تو پاک ہے۔

10) نہ تجھے کسی چیز سے تشبیہ دی جا سکتی ہے نہ تجھے کسی کی ضرورت ہے۔ تو شکل وصورت اور عیب و خطا سے پاک ہے۔

11) تو کھانے پینے سے پاک ہے اور مرنے سے برتر ہے۔ نہ تجھے کسی کا خوف ہے نہ کسی سے طمع ہے نہ تجھے کوئی غم ہے نہ ڈر۔

12) تو علیم ہے تو حکیم ہے تو خبیر ہے تو بصیر ہے۔ تو فضل و کرم کا مالک اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔

13) نہ تیرا کوئی وصف بیان کر سکتا ہے۔ نہ تو وصف میں آ سکتا ہے۔ نہ کوئی تیری کنہہ تک پہنچ سکتا ہے نہ تیری کوئی کنہہ ہے۔

14) اے میرے احد، کوئی چیز تیری مثل نہیں ہے میرے صمد تیرا ہمسر کوئی نہیں ہے، تو سارے جہانوں کا مالک مطلق ہے اور سارے جہانوں کی خدائی کے لائق ہے۔

15) سنائی کے لب و دندان سے تیری ہی حمد و ثنا نکلتی ہے۔ ممکن ہے اس وجہ سے آتش دوزخ سے نجات ہو سکے۔

Marfat.com

جب اس شخص نے یہ مناجات ختم کیں تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ حکیم سنائی بڑے بزرگ تھے شروع میں وہ امیر کبیر تھے۔ فن شعر وسخن میں کمال حاصل تھا اور فصاحت اور بلاغت میں یگانہ روزگار تھے۔ اس وجہ سے آپ کو بادشاہوں کا قرب حاصل تھا اور ان کے قصائد پڑھا کرتے تھے۔اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا ۔

عطار روح بود وسنائی دو چشم او
ما ازپئے سنائی وعطار آمدیم

الشیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ روح تھے اور سنائی اس کی دو آنکھیں۔ ہم یعنی یہ شعر کہنے والے (غالبا سعدی شیرازی)، سنائی اور عطار کی پیروی کرنے والے ہیں)

اس کے بعد فرمایا کہ حکیم سنائی کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک رات قصیدہ لکھ کر بادشاہ کے پاس جا رہے تھے۔ رات اندھیری تھی اور چاروں طرف بادل چھائے ہوئے تھے۔راستے میں ان کا گذر ایک مجذوب کے حجرہ کے قریب سے ہوا۔اس وقت وہ مجذوب شراب پی رہا تھا۔ جونہی حکیم سنائی قریب پہنچے تو اس نے کہا ایک پیالہ اور لاؤ تا کہ حکیم سنائی کے سر کو کھا جاؤں۔ کیونکہ اس قدر علم ودانش اور بلندی طبع کے باوجود راہ حق سے دور بھاگ رہا ہے۔ جب انہوں نے مجذوب کی یہ بات سنی تو اس قدر متاثر ہوئے کہ بادشاہ کے پاس جانا ترک کر دیا۔اور وہیں سے واپس ہو کر گھر گئے اور تائب ہوئے۔اس کے بعد فرمایا کہ کتاب "نام حق" میں حکیم سنائی کے یہ اشعار مشہور ہیں۔

خود سنائی چہ بس نکو گفتہ است
در معنی نگر کہ چو سفر است
غم دیں خور کہ غم غم دین است
ہمہ غم ہا فرو تر ازیں است
غم دنیا مخور کہ بے ہودہ است
ہیچ کس در جہاں نیاسودہ است

1) سنائی نے کیا خوب بات کہی ہے اور حکمت کے کیسے موتی پروئے ہیں۔

2) حکمت کی بات یہ ہے کہ دین کا فکر کرو کیونکہ حقیقی فکر اور حقیقی کام یہی ہے۔ دنیا کے سارے کام اس ایک

Marfat.com

ام سے کم درجہ ہیں۔
) دنیا کی فکر نہ کرو۔ کیونکہ یہ بے ہودہ بات ہے۔ دنیا ایسی چیز ہے کہ اس سے کوئی شخص آسودہ نہیں ہے۔

حترام اولیاء اللہ:

اولیاء کرام سے انکار کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ یوسف رازی کے پاس نہ جانا۔ آپ کے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یوسف سین رازی قدس سرہ کا مسلک ملامتیہ تھا۔ بعض لوگ ان کے معتقد تھے اور بعض منکر۔ اس لیے حضرت شیخ کا خیال تھا کہ ممکن ہے وہ مرید وہاں جا کر ان کا منکر ہو جائے۔ لیکن وہ مرید اصحاب طریقت میں سے تھا۔ حضرت یوسف حسین رازیؒ کی خدمت میں چلا گیا۔ جب واپس آیا تو حضرت شیخ جنید قدس سرہ نے پوچھا کیا تم یوسف رازی کے ہاں گئے تھے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ انکار کے ساتھ واپس آئے ہو یا اعتقاد کے ساتھ۔ اس نے جواب دیا اعتقاد کے ساتھ۔ حضرت شیخ نے فرمایا لحمد اللہ اگر اعتقاد کے ساتھ واپس آئے ہو تو تمہارا ایمان درست ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب اولیاء اللہ سے بدظنی کرنے کی وجہ سے ایمان کو نقصان پہنچتا ہے تو جو لوگ ان کو برا کہتے ہیں اور گالی دیتے ہیں ان کے ایمان کا کیا حال ہوگا۔ ایک حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔ دیکھیئے، اولیاء اللہ کے ساتھ مخالفت کس قدر بدبختی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کی رواداری اور فراخدلی:

حضرت خواجہ غلام فریدؒ فرقہ وارانہ تعصب سے بالاتر تھے۔ چنانچہ آپ نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے بارے میں جو کہ اکثر علماء دیو بند کے پیر و مرشد ہیں کے متعلق فرمایا:

"عربستان میں سلسلہ چشتیہ زیادہ تر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی بدولت پھیلا ہے۔ جو چشتی صابری ہیں۔ آپ کا اصلی وطن ہندوستان میں مقام پانی پت ہے۔ لیکن انگریزوں کی مخالفت کی وجہ سے آپ ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ ان کے ساتھ مولوی رحمت اللہ بھی تھے۔ جو بہت بڑے عالم تھے۔ اور اب فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن حاجی امداد اللہ صاحب جو بہت کامل بزرگ ہیں زندہ ہیں۔ اس کے

Marfat.com

بعد فرمایا کہ دیو بند، دہلی، سہارنپور اور گنگوہ کے اکثر جید علماء حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم:

فرمایا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں۔ جیسے مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرھم۔

ایک غیر مقلد عالم کے پیچھے نماز پڑھنا:

نواب صادق محمد رابع والی بہاولپور حضرت خواجہ صاحب کے مرید خاص تھے۔ جن کا مسکن ڈیرہ نواب تھا۔ ڈیرہ نواب میں ایک عالم رہتے تھے جو مسلک کے لحاظ سے غیر مقلد تھے۔ اس وجہ سے نواب صاحب نے ان کو ڈیرہ نواب سے نکال دیا تھا۔ وہاں سے نکالے جانے کے بعد انہوں نے حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے شہر چاچڑاں شریف جا کر سکونت اختیار کر لی۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے ہاں آنا جانا شروع کیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ بہت فراخدل ہیں۔ ایک دفعہ خواجہ صاحبؒ کی زیارت کے لیے نواب صادق محمد خان چاچڑاں شریف گئے ہوئے تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو خواجہ صاحبؒ نے ان مولوی صاحب سے فرمایا کہ مولانا نماز پڑھایئے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر امامت کرائی اور خواجہ صاحبؒ اور نواب صاحب نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ یہ ہے ان حضرات کی وسعت قلبی اور فراخدلی جو حقیقی معنوں میں ولی اللہ ہوتے ہیں۔

سلطان ناصر الدین محمود کا تقوی:

حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے مقابیس المجالس میں فرمایا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش بڑے نیک سیرت بادشاہ تھے۔ (ان کے فرزند) سلطان ناصر الدین محمود غازی بھی بہت نیک اور صالح تھے۔ یہاں تک کہ نہ اپنے لئے کوئی خادم رکھتے تھے نہ اپنی ملکہ کے لئے۔ ملکہ خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی تھی۔ نیز بادشاہ قرآن مجید لکھ کر اپنا اور ملکہ کا گزارہ کرتے تھے۔ جب ملکہ ضعیف ہوگئی تو اس نے عرض کیا کہ اب مجھ سے نہ کھانا پکایا جاتا ہے نہ گھر کا کام ہوتا ہے۔ بیت المال سے اجرت دے کر کوئی ملازمہ رکھنی چاہیے تاکہ یہ سب کام کرے۔ سلطان نے جواب دیا کہ بیت المال میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔ اور جو کچھ قرآن

Marfat.com

لکھنے اور فروخت کرنے سے حاصل ہوتا ہے اس سے ملازمہ نہیں رکھی جا سکتی۔ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے گذر جائے گی۔ یہ چند یوم بھی اسی طرح بسر کرلو۔ ایک دن بادشاہ نے قرآن شریف لکھ کر ایک آدمی کو دیا کہ فروخت کر کے اجرت میرے پاس لے آؤ۔ کسی شخص نے دگنی اجرت پیش کی۔ دگنی اجرت اس لیے پیش کی کہ بادشاہ کا لکھا ہوا قرآن مجید ہے۔ جب وہ آدمی اجرت لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے نصف رقم لے لی اور نصف واپس کردی۔ اس خیال سے کہ یہ میرا حق نہیں ہے۔ میری تحریر کی اجرت یہی ہے جو میں نے لے لی ہے۔ اس سے زیادہ ناجائز ہے۔

سماع کسی سلسلہ میں حرام نہیں:

حضرت خواجہ صاحب نے ایک مجلس میں فرمایا کہ فقراء میں سے کسی فقیر اور صوفیاء میں سے کسی صوفی نے خواہ وہ سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتا ہو یا سہروردیہ سے سماع کا انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ سماع بعض حضرات کے مشرب میں غالب ہے مثل حضرات چشتیہ۔ اور بعض کے مشرب میں غالب نہیں ہے۔ لیکن کسی اہل سنت نے حقیقت سماع سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ "السماع من حسنات الصوفیه" (سماع صوفیاء کی نیک باتوں میں شامل ہے)۔ پس جس نے انکار کیا ہے، لاعلمی اور بے خبری سے کیا ہے۔

قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور سماع:

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری سہروردیؒ اس قدر سماع سنتے تھے کہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر قاضی حمید الدینؒ سماع کا سکہ نہ جما دیتے تو ہمیں کوئی سماع نہ سننے دیتا۔ نیز حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ قاضی حمید الدینؒ پیشوائے عاشقان ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشی بختیار کاکی قدس سرہ کی صحبت سے کبھی جدا نہیں ہوتے تھے۔ ان کی آپس میں اس قدر محبت تھی کہ آپ نے اپنی قبر مبارک بھی حضرت قطب الاقطاب کی پائنتی میں تجویز فرمائی۔ قاضی صاحب حضرت قطب الاقطاب کے ندیم خاص اور جلیس ہمہ وقت تھے۔ حتیٰ کہ حضرت قطب الاقطاب کے آخری وقت میں آپ کے دہن مبارک پر ہاتھ حضرت قاضی صاحب نے رکھا۔

Marfat.com

خسف اور مسخ:

آپ کی ایک مجلس میں امت محمد ﷺ کے خسف (زمین میں دھنس جانا) اور مسخ (صورت بدل جانا) کا ذکر ہونے لگا۔ حضرت اقدس نے شریک مجلس چند علماء سے دریافت فرمایا کہ اس امت میں بھی خسف اور مسخ ہے یا نہیں ہے۔ ایک عالم نے جواب دیا کہ فرقہ قدریہ وجبریہ کے خسف کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سنی بھی قدریہ ہیں۔ سبیّوں میں خسف اور مسخ بہت واقع ہوا ہے۔ تاریخ میں جن جن لوگوں کے خسف کے واقعات بیان کئے گئے سب سبی تھے۔ چنانچہ اب اسی زمانے میں 11۔ رجب 1314ھ شہر کشیلم میں جو خلیج فارس پر بندر عباس کے دہانہ پر واقع ہے ایک ایسا زلزلہ آیا کہ دو ہزار آدمی زمین کے اندر دھنس گئے اور یہ واقعہ بھی سبیّوں کے ساتھ ہوا۔

اس کے بعد فرمایا کہ کتاب شواہد النبوت میں بعض سبیوں کے خسف کا حال لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کتاب شواہد النبوت کھول کر یہ عبارت پڑھی:

"امام مستغفری رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ ایک معتبر راوی لکھتے ہیں ہم تینوں آدمی یمن کی طرف سفر پر روانہ ہو گئے۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو کوفہ کا رہنے والا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق ناروا الفاظ استعمال کرتا تھا۔ ہم اسے جس قدر نصیحت کرتے تھے باز نہیں آتا تھا۔ جب ہم یمن کے قریب پہنچے تو ہم نے ایک منزل گاہ میں قیام کیا اور سو گئے جب ہم منزل سے کوچ کرنے والے تھے تو ہم نے وضو کیا اور اس کوفی کو بیدار کیا۔ اس نے کہا افسوس میں اس منزل پر آپ لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اے فاسق خدا تعالیٰ تجھے خوار کرنے والا ہے۔ تو اسی منزل پر مسخ ہو جائے گا۔ ہم نے کہا کہ یہ تیری بدبختی ہے۔ پس وہ بیٹھا ہی تھا کہ اس کے پاؤں کی صورت بگڑنے لگی اس کے دونوں پاؤں بندر کی طرح ہو گئے۔ اس کے بعد اسکے گھٹنے، پیٹ اور سینہ وغیرہ تبدیل ہوئے اور وہ پورا بندر بن گیا۔ ہم نے اس کو پکڑ کر اونٹ پر باندھ لیا اور روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہم ایک ویرانے میں پہنچے۔ وہاں چند بندر جمع ہو گئے۔ جب اس نے بندروں کو دیکھا تو بیتاب ہو گیا اور رسی توڑ کر ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے خیال کیا کہ جب وہ ہمارے ساتھ تھا تو ہمیں ایذا پہنچاتا تھا اور اب معلوم نہیں دوسرے بندروں کے ساتھ مل

Marfat.com

کر ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ وہ ہمارے نزدیک آ کر اپنی دم پر بیٹھ گیا۔ اور ہماری طرف دیکھ کر آنسو بہانے لگا۔ کچھ دیر کے بعد جب دوسرے بندر جانے لگے تو وہ بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرد صالح نے فرمایا ہے کہ کوفہ میں ایک شخص رہتا تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتا تھا۔ وہ ایک سفر میں ہمارے ساتھ تھا۔ ہم اسے جس قدر نصیحت کرتے تھے کچھ نہیں سنتا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس سے کہا ہم سے جدا ہو جاؤ۔ واپسی کے وقت ہم نے اس کے نوکر کو کہا کہ اپنے آقا کو کہو کہ ہمارے ساتھ وطن واپس چلے۔ اس نے کہا ہمارے آقا کو عجب واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ سور کے پاؤں جیسے ہو گئے ہیں۔ اسی حالت میں وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک جگہ پر چند سور تھے۔ سوروں کو دیکھ کر اس نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا اور مکمل سور کی شکل بن کر سوروں میں شامل ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب اسے دوسرے سوروں سے تمیز کرنا بھی مشکل ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے کتاب جذب القلوب کھولی۔ اس میں سے یہ عبارت آپ نے پڑھی:

"دو نصرانی (عیسائی) ملک مغرب سے حجاج میں شامل ہو کر مدینہ منورہ آئے اور ایک مکان میں اقامت پذیر ہو کر انہوں نے روضۂ اطہر کی طرف زیر زمین نقب لگانا شروع کیا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کریں۔ بادشاہ نورالدین محمود بن زنگی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات میں تین مرتبہ خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ ان آدمیوں کو گرفتار کر لو۔ اور اس فتنہ کو ختم کرو۔ بادشاہ ملک شام سے فوراً مدینہ پہنچا اور اس نے ان ملعونوں کو پکڑ کر قتل کر دیا"

اس کے بعد یہ عبارت پڑھی:

"محب طبری نے اپنی کتاب "ریاض النضرہ" میں لکھا ہے کہ حلب کے سبیوں کی ایک جماعت نے امیر مدینہ کے پاس جا کر بیش بہا تحائف اور رقومات پیش کر کے یہ درخواست کی کہ ہمیں روضہ اقدس کا دروازہ کھول کر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو باہر نکالنے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ امیر مدینہ خود بھی بدمذہب آدمی تھا۔ اس نے دنیا کے لالچ میں آ کر اجازت دے دی۔ اور بوآب حرم کو حکم دے دیا کہ ان لوگوں کو اندر جانے دو۔ اور یہ جو کچھ کریں مزاحمت نہ کرنا۔ بواب کا کہنا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد ان میں

Marfat.com

سے چالیس آدمی باب السلام پر آلات لے کر آ گئے اور دروازے توڑنے لگے۔ میں امیر مدینہ کے حکم سے خاموش ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گیا اور روتا رہا کہ قیامت برپا ہوگئی ہے۔ لیکن سبحان اللہ، جونہی یہ لوگ منبر شریف کے پاس پہنچے زیارت عثمانی کے قریب اپنے تمام آلات اور سامان سمیت زمین میں دھنس گئے۔ امیر مدینہ نے کافی انتظار کے بعد مجھے طلب کیا اور پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا اسے بتا دیا۔ امیر نے کہا تم پاگل ہو گئے ہو۔ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ آخر اس نے خود حرم شریف مین جا کر ملاحظہ کیا تو دیکھا واقعی زمین پھٹی ہوئی ہے اور ان میں سے ایک شخص بھی نہیں بچا تھا۔ سب زمین کے اندر دھنس چکے تھے۔ البتہ ان کے چند آلات اور کپڑے باہر پڑے تھے۔

زمین میں دھنس جانے اور صورت بدل جانے کے متعلق احادیث:

جامع ملفوظات مولانا رکن الدین نے عرض کیا کہ کل حضور امت محمدیہ ﷺ کے لوگوں کے مسخ اور خسف ہونے کے متعلق دریافت فرما رہے تھے۔ میں نے بھی اس بارے میں چند احادیث دیکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا پڑھو۔ میں نے جامع ترمذی شریف کھول کر ایک حدیث شریف پڑھی۔

حضرت اقدس نے کمال توجہ سے یہ حدیث سنی اور سر مبارک ہلا کر افسوس کرتے رہے اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ ان مقامات پر صالح لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن خدا پناہ دے خشک و تر سب مل جاتے ہیں۔

حدیث درج ذیل ہے:

روایت ہے ابی طفیل سے۔ وہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ہم پر اور اپنا رخ مبارک اپنے مکان کے دریچہ سے نکال کر فرمایا اس وقت جب ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں گی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا اور اسی طرف غروب ہوگا۔ یاجوج ماجوج نکل آئیں گے۔ مختلف الخلق حیوان جبل صفا سے ظاہر ہوگا جو چار پایہ ہوگا۔ اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی۔ اس کے ساتھ حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت سلیمان کی مہر ہوگی۔ اس سے کوئی شخص نہیں بھاگ سکے گا۔ وہ عصا سے مؤمن کے چہرے پر مؤمن کا لفظ اور کافر کے چہرے پر کافر لکھ دے گا۔ اور نشانی یہ ہوگی کہ زمین

Marfat.com

تین مقامات پر دھنس جائے گی۔ ایک چاند گرہن مشرق میں واقع ہوگا۔ دوسرا مغرب میں۔ تیسرا سرزمین عرب میں۔ عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو بھگائے گی۔ پس لوگ ادھر ادھر بھاگ کر شب باشی کریں گے۔

اس کے بعد دوسری حدیث پڑھی گئی جو مندرجہ ذیل ہے:

"ہمیں روایت کی ابو کریب نے۔ روایت ہے صیفی بن البعی سے۔ اس نے روایت کی عبداللہ بن عمر سے انہوں نے روایت کی حضرت عائشہ سے۔ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر امت میں خسف یعنی زمین میں دھنس جانا اور مسخ یعنی صورت بدل جانا واقع ہوگا اور قذف (یعنی آسمان سے پتھر برسنا) میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ حالانکہ ہمارے درمیان نیک خصال اور نیک کردار لوگ ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ہلاک ہو جاؤ گے۔ جب خبث اور فسق و فجور ظاہر ہوگا۔

عیسائیوں کا مباہلہ سے بھاگ جانا:

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ نجران کے نصاری (عیسائی) مباہلہ کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت بی بی فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ اور حضرت علیؓ کو اپنے پاس بٹھایا۔ اس وقت پردہ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ نصاریٰ میں سے ایک بزرگ نے جو سب سے زیادہ معزز اور عالم تھا اپنی جماعت سے کہا کہ یہ پانچ افراد جو بیٹھے ہیں ان میں سے ہر شخص ایسا ہے کہ خدا تعالیٰ سے درخواست کر کے پہاڑوں کو منہدم کرا سکتا ہے۔ لہٰذا تم ایسے لوگوں سے مباہلہ (یعنی اللہ تعالیٰ سے بددعا کی درخواست کر کے اپنی سچائی کا ثبوت دینا) ہرگز نہ کرو۔ چنانچہ وہ تمام نصرانی مباہلہ سے باز آ گئے۔ اور واپس چلے گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ باز نہ آتے اور مباہلہ کرتے تو سب مسخ ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر اس امت میں مسخ ہونا ممکن نہ ہوتا تو آنحضرت صلی علیہ وآلہ وسلم یہ بات کیوں فرماتے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ نصاریٰ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کافۃ الناس (ساری خلقت) کے لئے مبعوث ہوئے ہیں خواہ وہ اہل اسلام ہوں خواہ کفار۔

Marfat.com

حضرت معاذ بن جبلؓ کی شان:

اس کے بعد حضرت رکن الدین نے مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث پڑھی: "عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب خروج الملمۃ" جب میں یہ حدیث پڑھ رہا تھا تو حضرت اقدس کمال خضوع سے سن رہے تھے۔ اور سر ہلا رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ حضرت معاذ بن جبل وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ حکم ہے کہ جب ان کا اسم مبارک سنو تو تکبیر پڑھو۔ چنانچہ آپ نے فوراً یہ کلمات پڑھے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اس کے بعد مولانا رکن الدین نے یہ حدیث پڑھی:

"و عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتخذ الفئی د ولاً والا منۃ معنماً و زکوۃ مغرماً ----الیٰ اخر"

جب حضرت اقدس نے یہ حدیث سنی تو بہت افسوس کیا۔ ان دونوں احادیث کا ترجمہ درج ذیل ہے:

پہلی حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی آبادی یثرب کی ویرانی کا باعث ہے۔ اور یثرب کی خرابی فتنہ اور جنگ عظیم کی وجہ سے ہوگی۔

دوسری حدیث:

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب مال غنیمت کو لوگ دولت سمجھیں گے یعنی غنی اور دولتمند لوگ مال غنیمت لے جائیں گے اور اپنے تصرف میں لائیں گے اور غرباء و مساکین محروم رہ جائیں گے۔ جب لوگ امانت کو مال غنیمت سمجھیں گے اور زکوٰۃ کو تاوان تصور کریں گے۔ جب علم، دین کی اشاعت کے لئے نہیں بلکہ حصول دنیا اور عز و جاہ کے لئے حاصل کیا جائے گا۔ جب مرد اپنی عورت کی فرمانبرداری کریں گے اور اپنی والدہ کو رنجیدہ کریں گے اور عاق کریں گے۔ جب لوگ اپنے دوستوں کو نزدیک رکھیں گے اور اپنے والد کو دور کردیں گے۔ جب مساجد میں بیہودہ آوازیں پیدا ہوں گی۔ جب فاسق و فاجر لوگ قبیلوں کے سردار بن جائیں گے۔ اور رذیل لوگ کاروبار اور مہمات میں مختار ہو

Marfat.com

جائیں گے اور ان کی عزت ہوگی ان کی برائی کی وجہ سے۔ لوگوں پر ظالم اور فاسق و فاجر لوگ غالب آ جائیں گے اور ان کی عزت و تکریم کے سوا لوگوں کو چارہ نہ ہوگا۔ جب لوگوں کے درمیان سرور گانے والے اور آلات سرور بجانے والے گھل مل جائیں گے۔ جب لوگ شراب پئیں گے اور بعد میں آنے والے لوگ سابقہ مسلمانوں کو برا کہیں گے۔ اور خلف سلف پر طعنہ زنی کریں گے۔ اور ان کی پیروی نہیں کریں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔ تو انتظار کرو سرخ آندھی کا۔ زمین کے ہلنے اور پھٹنے کا، اور لوگوں کے زمین میں دھنس جانے کا۔ اور لوگوں کے سور اور بندر کی شکل میں تبدیل ہونے کا، آسمان سے پتھر برسنے کا اور انتظار کرو علامات قیامت کا جو پے در پے ظاہر ہوں گی۔

پرندوں کا آزاد کرنا:

ایک آدمی نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت اقدس میں ایک دنبہ اور دو تیتر پیش کئے۔ آپ نے قبول فرمائے۔ بعض لوگوں نے خواہش کی کہ تیتر ان کو مل جائیں تا کہ وہ ذبح کر کے کھائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا ہم یہ تیتر کسی کو نہیں دیتے۔ اس کے بعد خادم سے کہا کہ جنگل میں جا کر ان تیتروں کو اڑا دو۔ حافظ عبدالحق جلد ساز نے عرض کیا کہ حضور یہ خدمت میرے سپرد کریں۔ چنانچہ اس نے تیتر لئے اور جنگل میں جا کر اڑا دیئے۔ اسی طرح حضرت اقدس نے کئی بار قید شدہ اور پکڑے ہوئے پرندوں کو رہا کرایا۔ چنانچہ ملتان میں بہت سے لوگوں نے عقیدت کے طور پر کبوتر، شارک، طوطے وغیرہ پیش کئے لیکن آپ نے لے کر سب آزاد کر دیئے اور ان لوگوں کو قیمت ادا کر دی۔ کسی کو آپ دو روپے دیتے تھے۔ کسی کو تین۔ کسی کو چار۔ ملتان میں قیام کے دوران روزانہ یہی حال ہوتا تھا۔

گم شدہ بچے کی واپسی کا عمل:

ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا حضرت میرا لڑکا مفرور ہو گیا ہے۔ ایک لفظ کہہ دیں تا کہ واپس آ جائے۔ آپ نے فرمایا: یا جامع الناس لیوم لاریب فیه اردد علی ضالتی (اے قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے والے۔ میرے گمشدہ کو لوٹا دے) یکصد بار اول آخر درود شریف بعد نماز فجر پڑھو۔

Marfat.com

توحیدایمانی وتوحید حالی:

آپ نے فرمایا کہ توحید ایمانی میں انبیاء علیھم السلام، اولیاء کرام اور عام مسلمان برابر ہیں۔تمام انبیاء اور اولیاء کا آخری مقام توحید حال ہے۔ اس مقام پر بھی رسوم بشریت قطعی طور پر مرتفع نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صوفیاء نے فرمایا ہے۔توحید ایک قرض خواہ ہے۔جس کا قرض ادانہیں کیا جاسکتا۔اور توحید ایک مسافر ہے جس کا حق ادانہیں کیا جاسکتا۔

اس کے بعد فرمایا کہ البتہ اس توحید حالی میں ایک حالت ایسی وارد ہوتی ہے جو برق الخاطف یعنی چمکتی ہوئی بجلی کی طرح ہوتی ہے۔اوراس وقت بشریت کے تمام آثار ورسوم دفعتہً ختم اور ناپید ہو جاتے ہیں۔

تعین ختم نہیں ہوتا:

اس کے بعد شرح گلشن راز کھول کر آپ نے یہ عبارت پڑھی:

"بنی نوع انسان میں سے ایسے باکمال لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر ایسا وقت آتا ہے کہ انہیں حضرت واجب الوجود کے ساتھ وصال تام (مکمل وصال) حاصل ہوتا ہے کہ اس وقت وہ خود نہیں ہوتے اور ان کا تعین تجلی ذات احدیت میں گم ہو جاتا ہے لیکن اس حال کے بعد جب تعین کی قید میں آتے ہیں تو عالم امکان (عالم مکان وزمان) کے قیدی بن جاتے ہیں۔"

جذب اور تصفیہ:

اس کے بعد فرمایا کہ: یہ جو شرح گلشن راز میں جذبہ اور تصفیہ کا ذکر آیا ہے۔جذبہ سے مراد وہ سلوک ہے جس میں بغیر مجاہدہ اور بغیر ریاضت غلبہ روحانیت سے منازل سلوک طے ہو جاتے ہیں اور تصفیہ سلوک الی اللہ کی وہ قسم ہے جس میں مجاہدہ، عبادات، ریاضات، اوراد، وظائف اور اذکار و مشاغل کے ذریعے تمام مراتب اور مدارج سلوک طے کیے جاتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا رکن الدین نے عرض کیا صوفی کا تجلی احدیت میں محو ہونا صوفی کے علم میں ہوتا ہے یا نہیں؟ حضرت اقدس نے تبسم کے ساتھ فرمایا: کہ جس طرح کوئی سمجھ لے۔فرمایا اس وقت کا سارا علم، علم حق ہوتا ہے۔

Marfat.com

قربِ حق میں اضطراب کی وجہ:

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور جب انسان مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے اور عارف کامل ہو جاتا ہے تو پھر اسے اضطراب اور تذبذب کیوں لاحق ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب معشوق کا وصال حاصل ہوتا ہے تو عشق کا ذوق و شوق اور اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔ اور تسکین و آرام حاصل ہوتا ہے۔ اس کی ساری تپش، آرزو اور سوز و گداز جاتا رہتا ہے۔ اب چونکہ ذات حق سبحانہ بے انتہا ہے۔ لازماً اس کی تجلیات بھی لاانتہا ہیں۔ جب سالک پر ایک تجلی کا ظہور ہوتا ہے تو وہ ابھی اس کی لذت میں ہوتا ہے کہ دوسری تجلی وارد ہوتی ہے۔ پھر تیسری، پھر چوتھی حتیٰ کہ لاانتہا تجلیات کا پے در پے ورود ہوتا ہے اور ابدالآباد تک ہوتا رہے گا اور ہر تجلی کی شان نئی ہو گی۔

دوست اور دشمن میں تمیز:

حضرت اقدس نے فرمایا کہ حکمائے سلف کا قول ہے کہ تمہارا دوست وہ ہے جو تمہارے عیوب سے آگاہ کرے۔ اور تمہارا دشمن وہ ہے جو تمہارے عیب چھپائے اور تمہاری تعریف کرے۔

بواسیر کا علاج:

حضرت اقدس کے داماد صاحبزادہ امام بخش نے عرض کیا کہ قبلہ یہ غلام عارضہ دمامیل اور بواسیر میں مبتلا ہے۔ جس سے ہر وقت درد محسوس ہوتا ہے۔ میرا علاج کیجیئے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز فجر کی سنتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ الم نشرح اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھا کرو۔ یہ فرمان شیخ ہے۔ اس پر التزام ضروری ہے۔

وظیفہ دفع وبا:

دفع وبا کا وظیفہ یہ ہے:

"اے وبا آنچہ در کوہ قاف بحضرت حاجی شریف زندنی وعدہ کردہ بودی بجا آر"۔

ترجمہ: اے وبا تو نے کوہ قاف میں حاجی شریف زندنی سے جو وعدہ کیا تھا پورا کر۔ یہ وظیفہ سات بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔ اور تین مرتبہ دستک دے (تالی بجائے)۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اس پر بھی سات مرتبہ دم کر کے اور تین بار دستک دے۔ اپنے پر بھی دم کرے اور دستک دے۔ اگر چاہتا ہے کہ شہر سے یا اس علاقے سے وبا دور ہو جائے تو یہ وظیفہ پڑھ کر چھ طرف دم کرے اور دستک دے۔

اولیاء کے لئے کرامت چھپانا فرض ہے:

کتاب فوائد الفواد (مصنفہ حضرت امیر حسن علا سجزی، مرید حضرت محبوب الٰہیؒ) کے ایک مقام کی تشریح بیان فرماتے ہوئے آپ نے اس طرح ترجمہ کیا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کرام کو کرامت چھپانے کا اس طرح حکم فرمایا جس طرح انبیاء علیہم السلام کو معجزہ ظاہر کرنے کا۔ پس جو شخص کرامت ظاہر کرتا ہے، فرض کا تارک ہے"

مراتب سلوک:

فرمایا: سلوک کے لئے ایک سو مراتب مقرر کئے گئے ہیں اور سترہواں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے۔ جو شخص اس مقام میں ہی رہ جائے تو باقی تراسی مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے بعد فرمایا: جس شخص کی روحی قوت غالب ہوتی ہے اس سے کرامات صادر ہوتی ہیں جو شخص اس سے خوش و خرم ہوتا ہے وہ سلوک کے باقی مراتب کو نہیں پہنچ سکتا۔

ایام عاشورہ میں نئی پوشاک پہننا:

ایک آدمی نئی پوشاک پہن کر آیا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مولوی لوگوں نے نئے کپڑے پہن لئے ہیں آج میرے لئے بھی نئی پوشاک لائی گئی لیکن میں نے پہننے سے انکار کر دیا اور اسی پہلی پوشاک پر اکتفا کیا۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور کیا ان ایام میں نئی یا دھلی ہوئی پوشاک ممنوع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ دن زمانہ قدیم سے متبرک ہے اور نئی پوشاک پہننا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ پہنے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے پوتے مولوی اکرم الدین نے جو بڑے محدث ہیں، حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے سعادت الکونین فی فضائل الحسنین۔ اس کتاب میں انہوں نے بہت سی

Marfat.com

احادیث نقل کی ہیں۔ اور تحقیق بلیغ سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ اس دن نئی پوشاک نہ پہنے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس کتاب کے مصنف امامین شہیدین اور اہل بیت کے بڑے محبّ ہیں اور اس کتاب میں ایک بہت ہی صحیح حدیث روایت کی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے اہل بیت اور میری آل سے محبت رکھتا ہے اگر چہ اس کے گناہ سارے جہان کے برابر ہوں اس کی شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے قیامت کے دن!

اس کے بعد فرمایا کہ اگر چہ سعادت الکونین کے مصنف اہل بیت اور آل رسول ﷺ کے محبّ ہیں انہوں نے شیعوں اور رافضیوں کے دوسرے عقائد کو باطل قرار دے کر ان کی تردید کی ہے۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی تو اہل بیت اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبّ صادق ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ بھی محبّ ہیں۔ لہذا اہل شیعہ کے عقائد باطلہ کی انہوں نے بھی تردید کی ہے۔ اس کے بعد میاں نبی بخش ساکن مہرے والہ نے عرض کیا کہ حضور جب اہل سنت والجماعت اور رافضی لوگ دونوں اہل بیت رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو پھر ان دونوں فرقوں میں فرق کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ شیعہ لوگ تعزیہ نکالتے ہیں اور اس جیسے دیگر امور کی وجہ سے گناہگار ہو سکتے ہیں۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے:

آپ نے فرمایا: رافضی لوگ جن حضرات سے محبت رکھتے ہیں ان جیسے دوسرے حضرات کو برا کہتے ہیں اور گالی دیتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار کو سب کرنا (گالی دینا) کفر ہے نہ کہ گناہ۔ چنانچہ گناہ اور کفر کے درمیان جو فرق ہے سب جانتے ہیں۔

کمال معرفت، ایک اہم سوال کا حل خواجہ صاحبؒ کے عرفان کا کمال:

سائل کے پاس کتابیں دیکھ کر فرمایا کہ کونسی کتاب ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضور ایک ستہ مراتب ہے۔ دوسری فوائد فریدیہ ہے۔ احقر کو ایک مسئلہ میں مشکل درپیش ہے اس کا حل طلب کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے حاضرین کی طرف نگاہ ڈال کر فرمایا کہ اب موقع نہیں۔ شاید کوئی نامحرم بیٹھا تھا۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو آپ نے فرمایا اب کتاب کھولو اور پڑھو۔ چنانچہ احقر نے کتاب ستہ مراتب کھول کر وہ مقام پڑھا۔ عبارت تھی: لا یقدر علی مکاشفة احوال الموتیٰ الا الاقطاب والافراد۔

Marfat.com

یعنی مردوں کے حالات کے متعلق کشف سوائے اقطاب و افراد کے اور کسی کو نہیں ہوتا۔ اس کے بعد فوائد فرید یہ سے جو حضرت اقدس کی تصنیف ہے۔ یہ عبارت پڑھی: بدانکہ ادنیٰ الادنیٰ رتبہ کشف، کشف القلوب وکشف القبور است" (جاننا چاہیے کہ کشف کا ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کشف قلوب وکشف قبور ہے)۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ حضور مولانا جامیؒ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ رتبہ کشف قبور اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ ہے لیکن حضور اقدس نے اسے ادنےٰ سے ادنےٰ کشف قرار دیا ہے۔ ان اقوال کے درمیان تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے۔

اقسام کشف:

آپ نے فرمایا کہ کشف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کشف تماثیل اشیاء، دوسرا کشف ذوات اشیاء بعینہا۔ کشف تماثیل عام ہے اور آدمی کو بلکہ جانوروں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بات لوگوں میں مشہور ہے کہ جب گھوڑے کو پیٹ میں درد ہو تو اسے قبرستان لے جانا چاہیے۔ اس سے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب گھوڑے پر مردوں کی حالت ظاہر ہوتی ہے اور ان کے عذاب اور شور و شغب سے مطلع ہوتا ہے تو اس کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ اپنا درد بھول جاتا ہے۔ نیز فرمایا کہ بعض طبائع ایسی واقع ہوئی ہیں کہ ان کی سرشت میں کشف ملا ہوا ہوتا ہے۔ جیسے کہ مولانا جامی نے اپنی کتاب "نفحات الانس" میں لکھا ہے کہ ایک کمسن لڑکے کی سرشت میں کشف بہت تھا۔ ایک دن وہ چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ زار زار رونے لگا اور اپنے باپ کے گلے لگ کر ہائے ہائے کرنا شروع کیا اس نے دریافت کیا کہ بیٹا کیوں روتے ہو۔ کہنے لگا کہ ایک آدمی پر عذاب قبر ہو رہا ہے جس سے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی شخص کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے تو اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ پس سب نے بیٹھ کر اسی وقت ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور اس شخص کی روح کو ایصال ثواب کیا جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ اس بچے نے کہا کہ اب اس شخص کا عذاب بند ہو گیا ہے اور خوش و خرم تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس پر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس حدیث سے لڑکے کے کشف کی اور لڑکے کے کشف سے حدیث کی تصدیق ہو گئی۔ اب یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے کشف تمثیلی ہے اور خواب میں مردوں کے حالات دیکھنا بھی کشف تمثیلی ہے۔ کشف کی دوسری قسم کشف

Marfat.com

ذوات اشیاء بعینھا یہ ہے کہ صاحب کشف عالم برزخ میں داخل ہوتا ہے اور احوال موتٰی کا حقیقتاً مشاہدہ و معائنہ کرتا ہے اور اس قسم کا کشف سوائے انبیاء علیھم السلام اور اولیاء و اقطاب و افراد کسی کو نہیں ہوتا۔ پس جن لوگوں نے کشف قبور کو ادنیٰ درجہ کا کشف لکھا ہے ان کی مراد وہی کشف تمثیلی ہے اور جن حضرات نے کشف قبور کو اعلیٰ درجہ کا کشف قرار دیا ہے اس سے ان کی مراد ذوات موتٰی کا حقیقی کشف ہے۔

ایک اہم مسئلہ یعنی غنا اور وجوب ذاتی کا حل:

حضرت اقدس لوائح جامی کا مطالعہ کر رہے تھے اور چند خدام بھی حلقہ باندھے آپ کے گرد بیٹھے تھے۔

حضرت اقدس نے لائحہ ہفدھم شروع سے آخر تک پڑھا۔ اس کی عبارت یہ ہے: تعین اول وحدتیت صرف، وقابیتے است محض مشتمل بر جمیع قابلیات۔۔۔۔ الیٰ آخر (تعین اول وحدت صرف اور قابلیت محض ہے جو تمام قابلیات پر مشتمل ہے یعنی جس میں تمام قابلیات شامل ہیں)

چونکہ اس لائحہ میں مسئلہ غنا اور وجوب ذاتی پر بحث ہے ایک سائل نے دریافت کیا کہ آیا کوئی فرد بشر کاملین غنائے ذاتی اور وجوب ذاتی سے بہرہ ور ہوسکتا ہے (یعنی کیا انسان کامل جو ممکن الوجود ہے، ذات باری تعالیٰ جو واجب الوجود ہے کے صفات سے متصف ہوسکتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا جب تک انسان فرد ہے (یعنی اپنی ہستی پر قائم ہے) اسے غنا اور وجوب ذاتی میسر نہیں ہوتا لیکن جب وہ محو ہو گیا اور فرد نہ رہا اس وقت اس کی تمام صفات، صفات حق ہو جاتی ہیں۔ نہ وہ رہتا ہے نہ اس کی صفات اور غنا اور وجوب ذاتی اسی طرح وجود مطلق وجود حق) کی صفات رہ جاتی ہیں جس طرح کہ وہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح اعداد اثنین وثلاثہ (دو اور تین) عدد واحد (ایک) سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کا وجود وجود واحد پر قائم ہے اور واحد کا وجود کسی غیر کا محتاج نہیں بالفاظ دیگر دو اور تین کا وجود لغیرہ ہے (غیر پر موقوف ہے) اور واحد کا وجود لذاتہ ہے (اپنی ذات پر قائم ہے) اسی طرح ممکن (انسان) واجب الوجود حق کا محتاج ہے۔ ممکن کا یعنی انسان کا وجود لغیرہ ہے (یعنی غیر کا محتاج ہے) لیکن حق تعالیٰ کا وجود لذاتہ ہے۔ انسان کو غنا اور وجوب ذاتی کس طرح حاصل ہوسکتا ہے، اس پر سائل نے عرض کیا کہ قبلہ گلشن راز میں ہے۔

چو ممکن گرد امکاں بر نشاند
بجز واجب دگر چیزے نماند

Marfat.com

(جب ممکن (انسان) نے امکان کی گرد جھاڑ لی۔ یعنی آلائش بشری سے پاک ہو گیا تو واجب یعنی ذات حق کے سوا کچھ باقی نہ رہا)۔

نیز مولانا جامیؒ نے فرمایا:

وجوب آلائش امکان او شست

قدم زنگ حدوث از جان او شست

(وجوب یعنی ذات حق میں فنا ہونے سے اس کا امکان یعنی ممکن یا حادث ہونا ختم کر دیا اور قدم یعنی صفات ذات قدیم سے متصف ہو کر سالک حدوث کے زنگ سے پاک ہو گیا)

اب سوال یہ ہے کہ آیا گرد امکان، آلائش امکان، و زنگ حدوث میں اضافت بیانیہ ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ اضافت بیانیہ ہے پھر بھی ممکن (انسان) کو غنا اور وجوب ذاتی حاصل نہیں ہوتا۔ اگرچہ ممکن سے گرد امکان (آلائش بشری) جو خود اعتبار امکان ہے اٹھ جاتی ہے اور دور ہو جاتی ہے۔ اور حادث (انسان) سے زنگ حدوث جو نفس حدوث ہے صاف ہو جاتی ہے اور واجب و قدیم کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ تاہم وجوب اور غنا و قدم ذاتی حق تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اس لئے کہ اس وقت نہ ممکن باقی رہا نہ اس کی صفات۔ اس کے بعد فرمایا کہ تمہارے سوال کا اصل جواب یہ ہے کہ مرتبہ امکان مقام عاشقی ہے۔ اور مرتبہ وجوب مقام معشوقی ہے۔ جب سالک مراتب امکانیہ طے کر کے مرتبہ وجوب تک پہنچ جاتا ہے۔ اس معنی میں کہ آثار امکانیہ (احساس بشریت) اس سے ساقط ہو جاتے ہیں تو اس وقت غیرت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں یعنی وجوب اور امکان سے آزاد ہو کر اور خلاصی پا کر احدیت ذاتیہ میں پہنچ جاتا ہے جس کا نام طمس حقیقی اور محویت کلی ہے۔ اور تمام آثار بشریہ امکانیہ (احساسات خودی) مٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ صفات سبعہ (سات صفات بشری) اور ثنائی (دوئی) جو صفات بشریہ میں سے ایک صفت ہے اٹھ جاتی ہے اور اطلاق اور بساطت (لامحدود ہونا) میسر آتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اس مقام پر انسان کی ہر حس دوسری حس کا کام کرتی ہے۔ یعنی سمع، بصر کا کام کرتی ہے اور بصر سمع کا کام کرتی ہے، ہر طرف سے دیکھتا اور ہر طرف سے سنتا ہے بلکہ اس کا سارا بدن بصر بن جاتا ہے۔ اسی طرح تمام حواس کا قیاس کر لو۔ لیکن اس کا تعین اور حقیقت امکانیہ بدستور قائم رہتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ

Marfat.com

اس کا تشخص بھی معدوم ہو جائے۔ خواہ وہ اپنے علم میں جو اس وقت علم حق ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو واجب الوجود سمجھے اور ذات بحت جانے۔ پس لفظ (گرد امکان، زنگ حدوث اور آلائش امکان) میں اضافت بیانیہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی حقیقت امکانیہ مرتفع یعنی ختم ہو جاتی ہے بلکہ یہ اضافت لامیہ ہے۔ چنانچہ "گرد زنگ"، اور "آلائش" سے مراد آثار ہے جو حقیقت امکانیہ کا خاصا ہیں اور یہ مرتفع ہو جاتے ہیں (اٹھ جاتے ہیں) لیکن امکانیت عارف سے کسی طرح حقیقتاً منفک اور جدا نہیں ہوتی۔ نہ دنیا میں نہ عقبیٰ میں۔ اس وجہ سے کہ یہ کائنات درحقیقت حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہے۔ مختلف اور متضاد مظاہر اور تعینات ہیں۔ تاکہ وہ اپنے اسماء وصفات کے کمالات کا تماشا دیکھے۔ اور اس سارے کھیل یا تماشا کی بنیاد اثنیت (دوئی) پر موقوف ہے۔ اور اثنیت (دوئی) کیا ہے۔ امکانیت ہے۔ پس جب تک یہ تماشا باقی ہے امکانیت بھی لازم ہے۔ اگرچہ اثنین (انسان) اپنے علم میں جانتا ہے کہ میں واحد ہوں۔ اس وجہ سے کہ یہ اثنین واحد سے ظاہر ہوا ہے اور لازماً حقیقت اثنین (حقیقت انسان) عین حقیقت واحد (حقیقت حق تعالیٰ) ہے۔ اور واحد اس کا خالق ہے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ حافظ محمد جمال اور حضرت قبلہ سلطان الاولیاء کے درمیان بھی ان اشعار پر مباحثہ ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ گرد امکان میں اضافت بیانیہ ہے۔ لیکن حضرت سلطان الاولیاء (1) فرماتے ہیں کہ اضافت بیانیہ نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولوی حامد صاحب شیدانوی اتفاقاً یہاں آئے ہوئے تھے اور اس وقت امامن (امام بخش) مجھ سے لوائح جامی پڑھتے تھے۔ وہ مجھ سے سبق پڑھ کر مولوی حامد صاحب کو سناتے تھے۔ چنانچہ جہاں غنا اور وجوب ذاتی کا بیان آیا ہے امامن نے جو کچھ مجھ سے سنا جا کر مولوی صاحب کو سنا دیا۔ مولوی حامد صاحب نے کہا حضور اس جگہ انہوں نے (حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے) آپ سے حجاب کیا ہے اور مسئلہ غنا اور وجوب کی حقیقت انہوں نے آپ کو نہیں سمجھائی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ غنا اور وجوب دونوں صفات عارف کامل کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ حجاب اس وقت ہوتا ہے جب مسئلہ میں عبارت صاف نہ ہو اور شاگرد کی سمجھ میں نہ آئے اور استاد بھی تقریر واضح نہ کرے اور گول کر کے نکل جائے۔ لیکن جب عبارت اس قدر صاف ہو کہ شاگرد خود بخود سمجھ جائے۔ علاوہ ازیں استاد بھی نہایت واضح الفاظ میں بیان کر دے۔ حجاب اور گول مول بیان کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کے بعد فرمایا کہ امامن نے یہ بھی کہا تھا کہ مولوی حامد

1) قاضی محمد عاقلؒ جو حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے جدامجد ہیں۔

Marfat.com

صاحب نے بتایا کہ خواجہ تاج محمود صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا جامیؒ عارف نہیں تھے۔اس کے بعد فرمایا کہ استغفر اللہ میں مولانا جامیؒ کی شان میں کچھ نہیں کہتا۔لیکن مولوی صاحب (مولوی حامد شیدانویؒ) سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی تو ضرور عارف تھے کیونکہ ان کے پیران پیر ہیں۔اور ہر شخص اپنے پیروں کو عارف اکمل سمجھتا ہے۔انہوں نے (حضرت شیخ کلیم اللہ) بھی اپنی کتاب "سواء السبیل" میں مسئلہ غنا و وجوب کے بارے میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ دو صفات یعنی غنا اور وجوب ہرگز حاصل نہیں ہوتے۔

حضرت شیخ کلیم اللہ اور مسئلہ غنا و وجوب:

اس کے بعد فرمایا کہ مسئلہ غنا و وجوب ذاتی کے متعلق جو کچھ کتاب "سواء السبیل" یا دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ عبد کو یہ دو صفات حاصل نہیں ہوتیں اس کا مطلب ہے کہ جب تک عبد یا ممکن (انسان) آثار بشریہ امکانیہ کے عوارض میں مبتلا ہے یہ صفات اس کو حاصل نہیں ہوتیں۔اس وجہ سے کہ مراتب تنزلات (مظاہر کثرت) میں تمام صفات خفی تنزل کرتے ہیں (یعنی انسان کسی حد تک سمیع، بصیر ہوسکتا ہے) لیکن یہ دو صفات یعنی غنا و وجوب ہرگز تنزل نہیں کرتے (یعنی اسمائے صفاتی کے ساتھ انسان متصف ہوسکتا ہے لیکن اسمائے ذاتی کے ساتھ ہرگز متصف نہیں ہوسکتا (رحیم، کریم، سمیع، بصیر ہوسکتا ہے لیکن اللہ اور الٰہی نہیں کہلایا جا سکتا)۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تنزل مقام احتیاج (محتاجی) ہے۔پس محتاج کس طرح غنی اور واجب ہوسکتا ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ اگر مولوی حامد صاحبؒ کی مراد یہ ہے کہ باوجود بقائے عارفیت، کاملیت اور دیگر آثار اس کو غنا اور وجوب حاصل ہو جاتا ہے تو یہ ہرگز ممکن نہیں۔اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ عارف کامل کا وجود برائے نام ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ ذات حق ہوتا ہے اور خود نہیں ہوتا تو اس لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے کیونکہ اس وقت یہ دو صفات غنا و وجوب عارف کی صفات نہیں ہوتیں بلکہ حق تعالیٰ کی صفات ہوتی ہیں۔

اقسام توحید:

اس کے بعد سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے یہ نہیں پڑھا کہ توحید کی چار اقسام ہیں۔اول

Marfat.com

توحید ایمانی، دوم توحید علمی، سوم توحید حالی، چہارم توحید الٰہی ۔ چنانچہ توحید علمی بھی مزاج حال سے خالی نہیں۔اس میں بھی بعض رسوم بشری رفع ہو جاتے ہیں اور توحید حالی میں اکثر آثار و رسوم بشری مرتفع و منتفی (رفع دفع) ہو جاتے ہیں اور صاحب توحید حالی پر کبھی کبھی بجلی کی طرح حال وارد ہوتا ہے۔اس حال میں اس کے تمام آثار و رسوم بشری اور امکان و حدوث مضمحل ہو جاتے ہیں (مٹ جاتے ہیں) اور شرک خفی بالکل مرتفع ہو جاتا ہے۔ اور توحید الٰہی یہ انبیاء اور اولیاء کا آخری مقام ہے لیکن یہ حال ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ کبھی کبھی میسر آتا ہے۔ چنانچہ بزرگوں نے کہا ہے کہ: توحید ایک ایسا قرض خواہ ہے کہ جس کی ادائیگی نہیں ہوسکتی اور ایسا مسافر ہے جب مہمان ہوتا ہے تو اس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا اور توحید الٰہی حق تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے اور ازل الازال سے ابدالاباد تک اپنی صفت ذاتیہ سے متصف ہے۔انبیاء اور اولیاء میں سے کسی کو یہ توحید نصیب نہیں۔حق تعالیٰ اپنی ذات کو صفت وحدانیت میں دیکھتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ رأیت ربی بربی (میں نے اپنے رب کو رب کے ذریعے دیکھا) کے یہی معنیٰ ہیں۔یعنی رب نے رب کو دیکھا نہ کہ عبد نے رب کو دیکھا۔اس وجہ سے کہ عبد رب نہیں ہوسکتا۔کسی نے خوب کہا ہے تعین بود کز ہستی جدا شد۔ نہ حق بندہ نہ بندہ ہم خدا شد۔(انسان اپنے تعین یا تشخص کی وجہ سے ذات حق سے جدا ہے۔اس لئے نہ حق بندہ ہے اور نہ بندہ حق ہے) (حالت فنا میں) صرف اس کا تعین اعتباری جس کے ساتھ سالک موجود تھا اٹھ گیا۔اور صرف ہستی حق باقی رہ گئی۔ چنانچہ ہست سے مراد یہ نہیں کہ عبد باوصف عبدیت جو ایک تعین اعتباری ہے خدا ہوتا ہے۔اور نہ خدا باوصف اطلاق تعین میں آ کر عبد ہو جاتا ہے (اگر ایسا ہو) تو قلب حقائق (یعنی حقیقت کا الٹ) لازم آتا ہے۔اور یہ جائز نہیں۔ نیز رویت حق (حق تعالیٰ کا دیدار) آنکھوں کے ذریعے آخرت میں ہوگا۔اور یہ بھی تجلی کی صورت میں ہوگا۔اس وجہ سے کہ حقیقت اور کنہ حق سبحانہ کے قابل کوئی شخص نہیں۔ پس یہ جو سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ " گرد امکان" میں اضافت بیانیہ نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ فنائے کلی میں تمام آثار بشریہ امکانیہ مرتفع (ختم) ہو جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت امکانیہ ہرگز مرتفع نہیں ہوتی اور اسی طرح میں نے اپنے شیخ علیہ رحمتہ سے سنا۔اور یہ جو حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ اضافت بیانیہ ہے۔شاید اس سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ توحید حالی میں جو برق تیز رفتار کی طرح عارف پر وارد ہوتی ہے۔دو قسم کی فنا حاصل ہوتی ہے۔ایک یہ کہ تمام آثار و رسوم بشریہ محو و مضمحل ہو جاتے ہیں (مٹ جاتے ہیں) دوم یہ کہ خود اس کی امکانیت بھی معدوم ہو جاتی ہے جس طرح کہ

Marfat.com

تجدد امثال میں ہوتا ہے۔ پس اگر حافظ صاحب کی مراد یہی آخری قسم ہے تو ہوسکتا ہے۔ غرضیکہ دونوں حضرات کے اقوال میں نزاع لفظی ہے (یعنی ایک لحاظ سے عارضی طور پر وجوب ذاتی حاصل ہوسکتا ہے لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں)۔

حضور قلب فی الصلوٰۃ کی اقسام:

آپ نے فرمایا کہ حضور قلب فی الصلوٰۃ (نماز میں دل حاضر رکھنا) کی تین اقسام ہیں: اول یہ کہ جب نماز میں شاغل ہو تو قرآن اور دوسری دعاؤں کے ہر لفظ کے معنی پر غور کرتا رہے۔ دوم یہ کہ نماز کے ہر رکن میں وحدت الوجود کا خیال رکھے اور اس کے اندر غرق ہو جائے اور یہ قسم آسان اور مؤثر ہے۔ قسم سوم دو طرح پر ہے ایک یہ کہ جب تکبیر تحریمہ کہے (یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرے) تو یہ خیال کرے کہ میں نے اپنے نفس کو ذبح کر ڈالا ہے۔ اور نماز کے ذریعے قرب حق تلاش کر رہا ہوں اور ہر رکن میں یہ خیال کرے کہ حق تعالیٰ بحقیقت امکانی عابد ہے۔ اور بحقیقت وجوبی معبود ہے۔ (یعنی بندہ کی صورت میں ظاہر ہوکر عابد ہے اور واجب الوجود کی حیثیت سے معبود ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت یہ خیال کرے کہ میں اپنی ہستی اور انانیت کو گم کر رہا ہوں اور حق تعالیٰ کی ہستی اور انانیت کو ثابت کر رہا ہوں۔ قیام کی حالت میں مذکورہ بالا خیال پر استقامت کرے۔ یعنی ایسی استقامت کہ جس کا حکم آیت فاستقم کما امرت (اللہ کے احکام کی ہمت و استقلال سے پابندی کرو) کا مفہوم ہے۔ اور اس کی مراد یہی قیام نماز ہے۔ رکوع کی حالت میں یہ خیال کرے کہ نصف انانیت ختم ہوگئی ہے اور نصف صفات بشری سے پاک ہوگیا ہوں اور ظاہر ہے کہ جس قدر صفات بشری سے پاک ہوگا اسی قدر صفات حقی سے متصف ہوگا۔ سجدے میں یہ خیال کرے کہ میری تمام صفات بشری ختم ہوگئی ہیں اور انانیت حق باقی رہ گئی ہے۔ اور فنائے کلی حاصل ہوگئی ہے اسی وجہ سے کہ اب دائرہ وجود کو پاؤں سے شروع کر کے تو نے سر تک پہنچا دیا ہے۔ گویا سجدے میں تو فرش سے عرش تک پہنچ گیا۔ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ سے یہی مراد ہے۔ قعدہ میں اپنی بقا کا تصور کرے۔ اس خیال کو سیر مع اللہ کہتے ہیں۔ اور آیت وھو معکم اینما کنتم (اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو) سے مراد یہی معیت ہے۔

اس کے بعد فرمایا: کہ یہ آخری نماز کا طریقہ باقی تمام طریقوں سے اعلیٰ اور زیادہ مؤثر ہے۔ اس طریقے کی تفصیل یہ ہے کہ نماز حاوی اور مشتمل ہے تمام مراتب سلوک اور تمام موجودات کی عبادات پر اسی

Marfat.com

وجہ سے میں نے تمہیں یہ طریقہ سکھایا ہے اور تمام موجودات کی عبادت پر اس کا مشتمل ہونا اس طرح پر ہے کہ انسان کا نماز میں قیام کرنا درختوں کے قیام کی مانند ہے۔ اس سے عبادت اشجار میسر ہوگئی۔ رکوع کرنا چوپایوں کی حالت رکوع کی مانند ہے۔ اور سجود تمام حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) کی عبادت کی طرح ہے۔ اس طرح حشرات کی عبادت حاصل ہوگئی۔ اور دائرہ وجود بھی تمام ہوگیا۔ اور نماز میں قعود (التحیات میں بیٹھنا) پہاڑوں کے قعود اور عبادت کی مانند ہے۔ پس نماز کو تمام مراتب سلوک کا جامع اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وجود مطلق (ذات حق) کو ایک دائرہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اور دائرہ کا خاصہ ہے کہ جہاں سے اس کی ابتدا کی جائے اس کا خاتمہ بھی اسی جگہ ہوتا ہے۔

اقسام سیر:

سیر یعنی روحانی سفر کی دو اقسام ہیں۔ ایک سیر نزولی، دوسری سیر عروجی۔

سیر نزولی:

سیر نزولی یہ ہے کہ جب حق سبحانہ نے مرتبہ احدیت ذاتیہ اور ذات بحت (خالص ذات منزہ از صفات بشریہ) سے نزول فرمایا تو پہلے مرتبہ علم اجمالی (حقیقت محمدیہ یا تعین اول) میں ظہور فرمایا۔ دوسرا ظہور مرتبہ علم تفصیلی میں فرمایا۔ اس کے بعد مرتبہ عالم ارواح میں۔ پھر عالم مثال میں اور اس کے بعد عالم اجسام میں ظاہر ہوا۔ مرتبہ عالم اجسام عرش عظیم سے شروع ہوتا ہے۔ مرتبہ عالم اجسام مشتمل ہے طبعیات و عناصر (عناصر اربعہ) اور موالید ثلاثہ یعنی جمادات و نباتات، حیوانات پر، تنزلات کے تمام مراتب کی آخری حد حضرت انسان ہے اور یہ مرتبہ جامع ہے۔ حضرت وجود کے تمام مندرجہ بالا مراتب کا۔

سیر عروجی:

چونکہ مرتبہ انسان سیر نزولی کی آخری حد ہے۔ اس لئے دائرہ وجود سے اسی نقطہ عروجی کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہ دائرہ کے محیط پر سفر کریں تو جس جگہ سے سفر شروع کیا تھا، پھر اسی جگہ سفر تمام ہوگا، چنانچہ (عروجی سفر میں) سالک پہلے مرتبہ حیوانات کی سیر کرتا ہے (سفر کرتا ہے) اس کے بعد جمادات میں، پھر عناصر میں، اس کے بعد طبعیات میں، اس کے بعد عالم امثال اور عالم ارواح میں۔ اس کے بعد

Marfat.com

احدیت میں، اس کے بعد وحدت صرفہ یعنی رتبہ علم اجمالی (حقیقت محمد یہ ﷺ) میں۔ یہاں دائرہ وجود ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد رتبہ ہویت (ذات لاتعین) کی سیر شروع ہوتی ہے جہاں فنائے کلی اور طمس حقیقی (ذات حق میں محویت) حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آیت فاستقم کما امرت (تعمیل احکام حق میں استقامت اختیار کرو) سے مراد اسی امر (فنائے تامہ) میں استقامت ہے۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ الاستقامت فوق الکرامت (کرامت سے استقامت زیادہ افضل ہے) اور قیمة المرء همته (آدمی کی قیمت اس کی ہمت ہے) ہمت اور استقامت ہم معنی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ من کان همته ما دخل فقیمته ما خرج (جس شخص کی ہمت وہی کچھ ہے جو کچھ کہ وہ کھاتا ہے اس شخص کی قیمت وہی کچھ ہے جو کچھ کہ وہ خارج کرتا ہے (یعنی بول و براز)۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب تم نے رکوع کیا تو نصف مراتب سلوک طے کر لئے اور جب سجدہ کیا تو تمام مراتب سلوک طے کر لئے۔ یہاں فنائے کلی حاصل ہوگئی اور دائرہ وجود تمام ہوگیا۔ اس وجہ سے کہ ام الدماغ (لطیفہ اخفی) جو سر کی چوٹی میں ہے اور بقول صاحب سر دلبراں اس کے نور کا رنگ سیاہ ہے۔ تعین اول (حقیقت محمد یہ ﷺ) ہے جسے مقام وحدت اور مرتبہ علم اجمالی بھی کہتے ہیں۔ اس مقام سے اوپر مرتبہ ھویت مطلقہ اور احدیت ذاتیہ (خالص ذات جسے ذات بحت اور ذات ساذج بھی کہتے ہیں) ہے باقی تمام مراتب اس کے نیچے ہیں۔ گویا وقت قیام (نماز میں) تم نے سیر عروجی شروع کی۔ یعنی پاؤں سے شروع کیا۔ (کیونکہ قیام میں پاؤں پر کھڑا ہوا) اور سجدہ میں پہنچ کر سیر عروجی ختم کی۔ یعنی اس سیر کو سر پر ختم کیا۔ (کیونکہ سجدہ سر سے کیا جاتا ہے) اور تعین اول (حقیقت محمد یہ ﷺ) پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دماغ عرش کی طرح ہے اور پاؤں فرش ہے۔ ان دونوں کے درمیان باقی مراتب ہیں۔

انسان شجر معکوس ہے:

اس کے بعد فرمایا کہ انسان شجر معکوس ہے۔ اس وجہ سے کہ جو درخت زمین پر ہے اس کی اصل یا جڑیں زمین میں اور شاخیں ہوا میں آسمان کی طرف ہیں۔ لیکن شجر انسان چونکہ مراتب بالا سے پاک پیدا ہوا ہے اس کا سر اس کی اصل اور جڑ ہے۔ لیکن اس کی شاخیں اور اعضاء اس کے پاؤں ہیں۔ اس لئے اسے شجر معکوس (الٹا درخت) کہتے ہیں۔

Marfat.com

مقام فنافی اللہ سے بقاباللہ زیادہ بلند ہے:

اس کے بعد فرمایا کہ احدیت ذاتیہ کا مقام لطیفہ اخفےٰ یعنی ام الدماغ سے اوپر ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ قعدہ (التحیات) میں بقاباللہ کا تصور کرو۔ نیز فرمایا کہ فنائے کلی (فنافی اللہ) ۔ نکل کر بقاباللہ پہ۔۔ بہت مشکل ہے۔ یہ مقام بقا انبیاء اور اولیاء کاملین کا مقام ہے نہ کہ مجانین (جمع مجنون بمعنی مجذوب) یا اصحاب سکر کا جو فنا سے نکل نہیں سکتے۔

اس کے بعد فرمایا کہ الرب رب وان تنزل والعبد عبد وان تعرج (یہ ابن عربی کا مقولہ ہے، یعنی حق تعالیٰ جس قدر نزول کرے حق رہتا ہے۔ بندہ نہیں بن جاتا اور بندہ جس قدر عروج حاصل کرے بندہ رہتا ہے خدا نہیں بن جاتا۔ فرمایا کہ اس مقام پر بقاباللہ حاصل ہوتی ہے اور مقام فنا میں یعنی ذات احدیت میں غرق ہونے سے استغراق اور محویت غالب ہوتی ہے جہاں نہ کوئی صفت ہے نہ اضافت، نہ لغت، نہ سمت، نہ قید زمان و مکان ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بقاباللہ میں کمال صحو و ہشیاری و تمیز حاصل ہوتی ہے اور اس مقام پر اولیاء کرام احکام شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ عارف راحق بودن فرض مے باشد و عبد بودن سنت (عارف کے لئے مقام فنافی اللہ حاصل کرنا فرض ہے اور مقام بقاباللہ حاصل کرنا سنت ہے) جب تمام مراتب سلوک طے کر کے ہویت مطلقہ یا احدیت ذاتیہ میں محو یا مستغرق ہو جاتا ہے اور فانی مطلق ہو جاتا ہے تو فرضیت اس سے ساقط ہو جاتی ہے (یعنی عارضی طور پر مراقبہ فنا میں) لیکن جس شخص پر عنایت ازلی ہو جائے وہ اس مقام سے (مقام سکر و فنا سے) تنزل کر کے پھر مقام سنت پر جسے عبدیت اور بقا بھی کہتے ہیں واپس آتا ہے۔

جامعیت عبدیت یعنی بقاباللہ میں ہے:

اس کے بعد فرمایا کہ جامعیت اسی مقام عبدیت (نزول) میں ہے۔ یہ مقام تسلیم و رضا ہے لیکن اس مقام کا حصول بہت مشکل ہے۔

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور حالت سجدہ میں اس بندہ پر عجیب و غریب واردات ہوتے ہیں۔ اور گریہ کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سانس لینا اور اللہ اکبر کہنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ اور دیر تک سجدہ میں پڑا رہتا ہوں۔ جب امامت کرتا ہوں تو زیادہ مشکل پیش آتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بہت طویل سجدہ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات

Marfat.com

حاضرین خیال کرتے تھے کہ ان کی روح جسم سے پرواز کر گئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب نماز میں حضور قلب نصیب ہو تو گریہ لاحق ہو جاتا ہے اور دوسرے حالات اور واردات بھی ہوتے ہیں۔ اکثر اولیاء کرام نماز میں امامت نہیں کرتے کیونکہ مقتدی کو امام سے زیادہ حضور قلب حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ مقتدی قرأت وغیرہ کی آواز سے فارغ ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض اولیاء کرام نے فقر کی بنا وحدت الوجود پر رکھی ہے۔ خواہ نماز میں ہوں یا نماز سے باہر صرف اس کو مستحکم اور پختہ کرے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ذکر جہری میں اگر ضربیں مارنے کی (قلب پر ضرب) طاقت نہ ہو تو صرف تسبیح کے دانے گھماتے رہو۔ لیکن قضا نہ کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ بعض اولیاء کرام نے الا اللّٰہ، الا اللّٰہ، الا اللّٰہ اور اللہ اللّٰہ کا ذکر پسند کیا ہے اور تمام عمر اسی میں گزاری ہے۔ اگر چہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ حق موجود ہے۔ اور غیر حق ہرگز موجود نہیں۔ پھر بھی غیریت موہومہ کے دفعیہ اور آثار امکانیت کو مٹانے اور اپنے تعین (تشخص) کو ہٹانے کی خاطر ذکر نفی اثبات کرتے رہتے ہیں۔ (ذکر نفی اثبات یہ ہے لا الہ الا اللّٰہ۔ لا الہ میں غیر کی نفی اور الا اللّٰہ اثبات حق ہے) چنانچہ حضور فخر العالمؒ میرے شیخ ساری عمر یہی کرتے رہے۔ تم بھی یہی کیا کرو۔ اور بعض اولیاء کرام نے حصول یقین کے بعد ذکر الا اللّٰہ یا صرف اللّٰہ پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن اولیٰ طریقہ اولیٰ ہے یعنی پورا ذکر نفی اثبات لا الہ الا اللّٰہ کرنا۔

تعویذ فتح وخیر وبرکت:

حضرت اقدس ظہر کی نماز پڑھ کر تلاوت کلام مجید کر رہے تھے کہ ایک خادم نے آ کر عرض کی کہ حضور فلاں صاحبزادہ مہاروی (از اولاد حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد چشتی قدس سرہ) جورات مہمان خانے میں آئے تھے۔ زیارت کے لئے حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ اور ان کو لے آؤ۔ جب وہ آئے تو حضرت اقدس سروقد کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے آتے ہی حضرت اقدس کے پاؤں پر ہاتھ رکھے۔ آپ اپنے ہاتھ ان کے پاؤں کے قریب لے گئے اور اپنے قریب بٹھایا۔ اس کے بعد تلاوت شروع کر دی جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو صاحبزادہ صاحب کی طرف متوجہ ہوئے اور دست بستہ ہو کر خیریت دریافت کی۔ یاد رہے کہ یہ صاحبزادہ صاحب ابھی بے ریش اور کم سن تھے۔ لیکن حضرت اقدس کا قاعدہ ہے کہ مہار شریف سے جو صاحبزادہ آتا خواہ وہ کمسن ہو یا بڑا ہو آپ اپنی قطبیت کی شان کے باوجود ان سے انکسار سے پیش آتے اس وجہ سے کہ حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ کی اولاد ہیں۔ اس

Marfat.com

کے بعد صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور مجھے قبلہ عالم قدس سرہ کے طفیل فتح کا تعویذ عنایت کریں آپ نے تبسم فرما کر تعویذ لکھا اور ان کے حوالے کیا اور فرمایا دائیں بازو پر باندھا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ	نور	السموات	والارض
والارض	السموات	نور	اللہ
نور	اللہ	والارض	السموات
السموات	والارض	اللہ	نور

یملیخا مکلمینا کشفوطط تبیونس اذر فطیونس کشناذ طیونس یوانس بوس اسم کلبھم قطمیر

ان اوراق کی تصحیح کے وقت حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس تعویذ کے پر کرنے اور لکھنے کی شرط یہ ہے: ہائے لفظ اللہ، واؤ لفظ نور، میم لفظ سموات اور ضاد لفظ ارض، یہ سب مکشوف ماجوف ہونے چاہیں۔ یعنی ہا۔ واؤ۔ میم۔ ضاد کے سر گول ہوں۔ اور درمیان میں خالی ہوں جیسے **ہ۔ و۔ م۔ ض۔** اس کے بعد سائل نے عرض کیا کہ حضور یہ تعویذ کس کام کے لئے دیا جاتا ہے۔ فرمایا مال اور رزق میں برکت اور خیرات اور حسنات کے دروازے کھولنے کے لئے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں (از برائے برکت در مال و از برائے فتح ابواب خیرات وحسنات)

وظیفہ مقاصد دینی ودنیاوی:

ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ حضور دینی اور دنیاوی مقاصد کے لئے کوئی وظیفہ بتائیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہر روز سورہ فاتحہ اکتالیس بار پڑھا کرو۔ لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم کو الحمد کی ل سے ملا کر پڑھنا۔ یعنی اس طرح پڑھنا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین

اولیاء اطفال حق اند کے معنی:

اس کے بعد ایک آدمی نے عرض کیا کہ حضور اس مصرع کا کیا مطلب ہے: اولیاء اطفال حق اند اے پسر

Marfat.com

یہ شعر سن کر حضرت اقدس خاموش بیٹھے تھے کہ ایک اور شخص نے عرض کیا کہ جب حق تعالیٰ ولایت اور والدیت سے پاک ہے تو پھر اولیاء اللہ کے اطفال حق ہونے کے کیا معنی ہیں۔ حضرت اقدس نے تبسم کر کے فرمایا کہ اولیاء کرام کا اطفال ہونا اس عزت، قربت، رتبہ اور مرتبہ کے اعتبار سے ہے جو ان کو حق تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سے زیادہ اہم لفظ وہ ہے جو خدا تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں استعمال فرمایا ہے کہ انی جاعل فی الارض خلیفه (میں دنیا میں نائب پیدا کرنے والا ہوں) لفظ خلیفہ خلف سے مشتق ہے اور خلف بیٹے کو کہتے ہیں۔ خلف کو بیٹا اس لئے کہتے ہیں کہ اپنے باپ کے کاروبار کا متولی ہوتا ہے۔ اسی طرح خلیفہ بھی بادشاہ کے حقیقی کاروبار کا متولی ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ احادیث میں آیا ہے کہ الخلق عیال الله (خلقت اللہ تعالیٰ کی آل و عیال ہے) ظاہر ہے کہ عیال سے مراد کسی شخص کے اہل خانہ ہیں۔ چنانچہ اس سے مراد رزاقیت: عبدیت: مرزوقیت ربوبیت: مربوبیت کا تعلق ہے نہ کہ ولدیت یا والدیت وغیرہ کا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شریعت میں اللہ تعالیٰ کو باپ کہنا جائز تھا۔ لیکن آپ کے بعد آپ کی قوم نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ حضرت عیسے علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور یہ شرک ہے۔ ان لوگوں کو اس بات کی حقیقت معلوم نہ ہوسکی کہ اللہ تعالیٰ کو باپ کہنا کن معنوں میں جائز تھا۔ اسی وجہ سے حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں حق تعالیٰ کو باپ کہنے کی ممانعت ہوگئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم کلی ہے یا جزوی:

حضرت خواجہ صاحبؒ سے جب یہ سوال کیا گیا تو فرمایا کہ اگرچہ تمام انبیاء مظہر جمیع اسماء وصفات الٰہی ہیں۔ لیکن ان میں بعض صفات کو بعض صفات پر غلبہ ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام میں صفت جلال غالب تھی۔ باقی صفات پر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں صفت جمال غالب تھی باقی صفات پر۔ اور اس مظہر اتم یعنی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی صفت کو دوسری صفت پر غلبہ نہیں۔ یہاں صفات کی غالبیت اور مغلوبیت مفقود ہے۔ بلکہ تمام صفات جس طرح حق تعالیٰ میں ہیں اسی طرح اس مظہر میں ظاہر ہوئے۔ اسی وجہ سے آپ مظہر اتم ہیں۔

Marfat.com

اس پر ایک اور شخص نے عرض کیا کہ جب جمیع صفات الٰہیہ کا ظہور جس طرح کہ حق تعالیٰ میں تھے، اس مظہر اتم میں بے کم وکاست ہوا ہے۔ تو کیا جس طرح علم غیب کلی حق تعالیٰ کو ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی تمام صفات کا قیام حق تعالیٰ میں کلی طور پر اور علی الاطلاق ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور جزئیت اور تقید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام صفات حق کا ظہور بلا کم وکاست کے یہ معنی ہیں کہ یہ تمام صفات جس طرح بغیر غالبیت و مغلوبیت حق تعالیٰ میں ہیں، اسی طرح بغیر غالبیت اور مغلوبیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں۔ لیکن بطور جزئیت اور تقید کے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو علم کلی دفعی نہیں بلکہ جزئی اور تدریجی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا۔

در تلبّس مجردم زہمہ
در تجرد تلبّسات

تجدد امثال:

حضرت خواجہ صاحبؒ عالم تبحر ہونے کے علاوہ بہت بلند پایہ عارف باللہ بھی ہیں۔ چنانچہ آپ کا دستور تھا کہ خاص مریدین کو لوائح جامی کا درس دیتے تھے۔ لوائح جامی وحدت الوجود کے مضمون پر بہت ادق کتاب ہے۔ جس کی عبارت بہت مختصر ہے۔ ایک موقع پر لوائح شریف کے درس میں آپ نے اس عبارت کو پڑھا اور پھر اس کی یوں شرح بیان فرمائی:

"در ہر آنے عالم لعدم مے رود و مثل آن بوجود مے آید"

(ہر لحظہ یہ جہان (کائنات) معدوم ہو جاتا ہے اور پھر اس طرح کا نیا جہان وجود میں آتا ہے)

اس عمل کو علم روحانیت کی اصطلاح میں تجدد امثال کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لوائح جامی کی مندرجہ بالا عبارت چونکہ بہت مشکل ہے۔ اس کی آپ نے یوں شرح فرمائی:

شرح: یعنی کائنات کے معدوم ہونے اور پھر وجود میں آنے کا سبب یہ ہے کہ بعض اسمائے الٰہی لطفی (جود و کرم سے مخصوص) ہیں، مثل، رحمٰن، رحیم، معطی، جواد، کریم، خالق، رزاق، ستار، غفار، لطیف، رؤف وغیرہ اور بعض اسماء قہری ہیں۔ جیسے قاہر، قادر، کبیر، متکبر، مذل، عزیز، جبار، منتقم، غیور وغیرہ۔ یہ تمام اسمائے الٰہی

Marfat.com

خواہ لطفی ہوں یا قہری ہر وقت اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اسمائے لطیفہ جمالیہ کا تقاضہ ہے عالم کو معدوم کرنا۔ پس اسمائے قہریہ ہر لحظہ جہان کو عدم کرتے رہتے ہیں۔ اور اسمائے لطیفہ اس جیسے جہان کو ہر لحظہ وجود میں لے آتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اسمائے الٰہی میں سے کسی اسم کو تعطل نہیں ہے۔

ایک اشکال:

اس کے بعد فرمایا کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب اسمائے لطفی جمالی کا تقاضہ ایجاد عالم ہے اور اسمائے قہری جلالی کا تقاضہ اعدام یعنی عالم کو معدوم کرنا ہے۔ تو تعارض پیدا ہوتا ہے (یعنی تصادم رونما ہوتا ہے) کیونکہ قاعدہ ہے کہ اذا تعارضا تساقطا (جب دو چیزوں میں تعارض پیدا ہو تو نتیجہ سقوط ہے) اس سے یہ لازم آتا ہے کہ دنیا کبھی ختم ہو جاتی ہے اور کبھی وجود میں آجاتی ہے۔ حالانکہ دنیا ہر وقت قائم ہے نہ کہ معدوم اگرچہ اس کی موجودگی کا سبب سرعت تعاقب امثال ہے تاہم موجود نظر آتی ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ صفت رحمت اور لطف غضب اور قہر پر غالب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے: ان رحمتی سبقت غضبی (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے)۔ اب چونکہ اسمائے لطیفہ جمالیہ غالب ہیں اس لئے ایجاد کو انعدام پر غالب ہونا چاہیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تجدد امثال کی مثال چراغ سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ چراغ کا شعلہ جو فتیلہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مخروطی شکل کا ہے۔ یعنی نیچے کی طرف سے وسیع اور اوپر سے باریک یہ شعلہ باریک ہوتے ہوتے فانی ہو جاتا ہے۔ نظر یہ آتا ہے کہ یہ شعلہ برقرار ہے۔ حالانکہ ہر آن دوسرا شعلہ ہوتا ہے لیکن چراغ کے فیضان وجودی کی صورت اور تواتر کی وجہ سے ایک حالت پر مستقیم نظر آتا ہے لیکن دراصل ایک شعلہ فانی اور معدوم ہو جاتا ہے اور اس کے پیچھے تیزی سے دوسرا شعلہ پہنچ جاتا ہے بادی النظر میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہی ایک شعلہ ثابت ہے۔

مسئلہ قضاء وقدر: مسئلہ قضا وقدر جو قدر و جبر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اسلام کے مشکل ترین مسائل میں شمار ہوتا ہے۔ جس کے متعلق علماء کرام اور اولیاء اسلام نے بہت کچھ کہا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ بہت ادق ہے اور عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر بحث کرنا منع فرمایا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا حل نہیں ہے بلکہ خواص کے لئے اس کا حل موجود ہے جو حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے ذیل میں بیان فرمایا ہے:

Marfat.com

ایک موقع پر آپ لوائح جامی کا درس دے رہے تھے تو انتیسویں لائحہ میں یہ عبارت پیش آئی: "ہر قدرت وفعل کہ ظاہر از۔ مظاہر صادر مے شود واز ایشاں در مے آید فی الحقیقت از حق ظاہر در آں مظاہر ظاہر است نہ از مظاہر۔۔۔"

جو فعل یا عمل بظاہر مظاہر (مخلوق) سے صادر ہوتا ہے اور مخلوق کا فعل نظر آتا ہے۔ درحقیقت وہ فعل حق تعالیٰ کا ہے۔۔۔)

حضرت خواجہ صاحب نے اس کی شرح یوں بیان فرمائی:

شرح: مذہب قدریہ یعنی فرقہ معتزلیہ اور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ افعال کو بندے سے منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر افعال کو بندے کے ساتھ منسوب نہ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب کیا جائے تو خدا تعالیٰ کا ظالم ہونا لازم آتا ہے اس وجہ سے کہ بے گناہ پر عذاب کرنا ظلم ہے۔ مذہب جبریہ میں بندے کے اعمال کو حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ صوفیاء کرام کا مذہب یہ ہے کہ بندہ قدر و جبر کے درمیان ہے۔ اس وجہ سے کہ ذات وحقیقت وہستی کی حیثیت سے تمام موجودات عدم محض ہیں اور جو کچھ موجود ہے ہستی حق ہے۔ نیز صفات وافعال جو ذات کے تابع ہیں لازماً حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب ہوں گے۔ پس اس حیثیت سے بندہ مجبور ومعذور ہے اور ذات حق کے ہر تعین اور ہر وجود میں موجود ہونے کی حیثیت سے بندے کو اتنا اختیار دیا گیا جس قدر اس کی استعداد کے مطابق اس کے اندر رکھا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک لحاظ سے بندہ مجبور و بے کار ہے۔ اور دوسرے لحاظ سے قادر ومختار ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ الایمان بین الجبر والقدر (ایمان جبر وقدر کے درمیان ہے) متکلمین حضرات کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

قدر و جبر کے متعلق حضرت قاضی محمد عاقل کا مؤقف:

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت سلطان الاولیاء قاضی محمد عاقل قدس سرہ کے سامنے مسئلہ جبر وقدر زیر بحث آیا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ذات بحت بجمیع شیون وصفات ہر چیز میں موجود ہے تو آدمی مجبور ہوگا نہ کہ مختار۔ حضرت قبلہ سلطان الاولیاء نے فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اختیار اور قدرت کو جس طرز اور جس مقدار میں پسند فرمایا ہے ہر انسان کے اندر پیدا کر دیا ہے۔ یعنی جس مقدار کے اندر وہ

Marfat.com

صفات آدمی کے اندر پیدا کی گئی ہیں۔ اس مقدار سے آدمی فاعل ومختار ہوتا ہے نہ کہ مجبور۔

مسئلہ قضاوقدر کا صحیح حل:

مسئلہ قدر و جبر نہایت مشکل مسئلہ ہے لیکن حضرت خواجہ صاحب نے اسے آسان الفاظ میں سمجھا دیا۔ مجلس میں ایک عالم بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس نے ان سے دریافت کیا کہ الایمان بین القدر والجبر (ایمان قدر اور جبر کے درمیان ہے) کے کیا معنی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور جو کچھ کتب عقائد اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے متکلمین حضرات کی تحریرات میں لکھا ہے، یہ ہے کہ ایمان جبر وقدر کے درمیان ہے۔ لیکن ایک تیسرا امر ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ عرصے سے میں اس مسئلے میں حیران ہوں لیکن اب تک تحقیق نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس عبارت کے معنی صوفیاء کرام کی طرح کیئے جائیں۔ متکلمین کے بیانات سے ہرگز کوئی بات نہیں نکلتی۔ صوفیاء کرام یہ معنی لیتے ہیں کہ یکبارگی نہ صرف جبر ہے اور نہ یکبارگی محض قدر ہے بلکہ ایک لحاظ سے جبر ہے اور ایک لحاظ سے قدر ہے۔ یعنی ایک لحاظ سے آدمی مجبور اور بے اختیار ہے اور ایک لحاظ سے قادر اور مختار ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ الایمان بین الخوف والرجاء کے بھی یہی معنی ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا کہ عالم حقیقت میں جبر ہے اور عالم مجاز میں قدر ہے۔

حقیقت وحدت الوجود کے متعلق مولانا جامی کے ایک قول کی شرح:

ایک دفعہ درس لوائح جامی کے دوران مولانا جامی کے قول "آنچہ موجود و مشہود است حقیقت وجود است" کی شرح نہایت عارفانہ انداز میں آپ نے یوں فرمائی:

شرح: حقیقت وجود حق کا موجود ہونا اس لحاظ سے صحیح ہے کہ اعیان ثانیہ اشیاء کا وہ خاکہ جو قبل تخلیق ذات باری تعالٰی کے ذہن میں تھا اس نے مختلف اشیاء میں ظہور کیا لیکن وجود حق کا مشہود ہونا (دیکھا جانا) کیسے صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ جو کچھ نظر آتا ہے۔ اشیائے ممکنہ (حادث) ہیں نہ کہ اس کی ذات کا نور جو مخفی ہے۔ پس ہم یہ جواب دے سکتے ہیں کہ جب ایک حقیقت موجود ہے اور اس کا غیر ممتنع (ناممکن) ہے چنانچہ ہر رنگ اور ہر یقین میں وہی مشہود ہے اور دیکھا جاتا ہے حالانکہ اس رویت اور شہود کی (دیکھے جانے کی) کیفیت ہمارے ادراک میں نہیں آسکتی۔ اس وجہ سے جو کچھ مدرک ومشہود ہے اشیاء ہیں۔

Marfat.com

آئمہ مجتہدین کا تقوی:

حضرت خواجہ غلام فرید حنفی تھے۔ لیکن یہ آپ کی عظیم الشان رواداری ہے کہ آپ تمام ائمہ کرام کی تعریف فرما رہے ہیں۔ کتاب مقابیس المجالس میں آیا ہے کہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ: تمام ائمہ مجتہدین (چار امام) فقراء اہل کمال تھے چنانچہ حضرت امام اعظمؒ کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے "سراج امتی" (میری امت کا چراغ) اور امام مالکؒ کے حق میں بھی وارد ہوا ہے کہ (عالم المدینہ) "مدینہ کے عالم" آپ نے ساری عمر مدینہ منورہ میں گزار دی کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت نہ آ جائے اور امام شافعیؒ کے بارے میں بھی ایک حدیث وارد ہوئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ امام اعظم کا اتقی ہونا تو دیکھو کہ ایک دفعہ کسی شخص کی بکری گم ہوگئی تو آپ نے اس دن سے گوشت کھانا چھوڑ دیا کہ شاید وہ بکری کسی قصاب کے ہاں ذبح ہو جائے۔ چنانچہ تمام ائمہ کرام تقوی میں مشہور تھے۔

اولیاء کرام کا تقوی:

لیکن اولیاء کرام کا تقوی بھی ملاحظہ ہو۔ روایت ہے کہ حضرت یحیٰی ابن معاذ رازی قدس سرہ نے جو شیخ وقت اور شیخ حرم تھے ایک دن آٹا آب زم زم میں خمیر کر کے روٹی پکائی اور روٹی کو بیت اللہ شریف کی دیوار سے مس کر کے کسی شخص کے ذریعے حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں بھیجی اور کہلا بھیجا کہ میرے لئے دعاء خیر فرماویں۔ اس آدمی نے روٹی حضرت بایزید بسطامی کو پیش کی اور بتایا کہ آب زم زم سے خمیر شدہ ہے اور کعبۃ اللہ سے لگی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ آب زم زم سے خمیر شدہ ہے اور کعبۃ اللہ سے مس کی ہوئی ہے لیکن میں نہیں کھا سکتا۔ اس وجہ سے کہ معلوم نہیں کہ آٹا کہاں سے آیا تھا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھو روٹی بھیجنے والا کیسا بزرگ ہے اور روٹی کیسی ہے۔ لیکن حضرت بایزید بسطامیؒ کا تقوی بھی دیکھو۔

امام اعظم کی نماز اور ہاتف کا جواب:

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن امام اعظمؒ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ہر کونے میں جا کر نماز پڑھتے اور ہر نماز کے بعد یہ مناجات پڑھتے: ماعبدناك حق عبادتك، ماعرفناك حق معرفتك (اے اللہ ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا اور نہ ہی تیری معرفت کا

Marfat.com

حق ادا کیا) غیب سے آواز آئی کہ تو نے ہماری عبادت کا حق ادا کر دیا ہے اور ہماری معرفت کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔ ہم نے تجھے بخش دیا اور تمہارے تابعین کو بھی بخش دیا۔ (تابعین بمعنی وہ لوگ جو امام صاحبؒ کے طریقہ پر ہیں) اس کے بعد فرمایا کہ امام اعظمؒ کو اس لئے امام اعظمؒ کہتے ہیں کہ آپ چاروں ائمہ کرام سے بڑے ہیں اور سب کے استاد ہیں۔

امام مالکؒ کی شہرت کی وجہ:

اس کے بعد فرمایا کہ امام مالکؒ کی اس وجہ سے شہرت ہوئی کہ ایک دن مدینہ طیبہ میں ایک خاتون انتقال کر گئیں غسل دینے والی عورت اس کو غسل دے رہی تھی تو اس کا ہاتھ میت کے عضو مخصوص پر پڑا تو مذاق کے طور پر کہنے لگی کہ معلوم نہیں اس نے کیا کام کیئے ہوں گے۔ یہ کہنا تھا کہ اس کا ہاتھ وہیں چمٹ گیا۔ اور وہ آہ وزاری کرنے لگی سب لوگ حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے کیونکہ جب تک اس کا ہاتھ نہ چھوٹتا غسل اور دفن ناممکن تھا۔ یہ ایک عظیم حادثہ تھا۔ اور مدینہ منورہ کے تمام علماء کو جمع کر کے پوچھا گیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ کسی نے کہا کہ غسل دینے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ کسی نے کہا کہ زندہ عورت کا ہاتھ کاٹنا باعث عذاب ہے۔ مردہ عورت کا عضو کاٹ دیا جائے۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ امام مالک اس وقت نوجوان تھے اور ابھی علمائے مدینہ سے سبق لیتے تھے۔ انہوں نے علماء سے عرض کی کہ میرے نزدیک اس مشکل کا ایک حل ہے۔ آپ حضرات میرے استاد ہیں، اگر قبول کرلیں تو بہتر ورنہ آپ مالک ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا حل ہے۔ آپ نے فرمایا مردہ عورت محصنہ تھی۔ یہ عورت قذف محصنہ کی مرتکب ہوئی ہے۔ اس لئے اس پر حد لازم ہے۔ حد لگائی جائے تو امید ہے کہ اس کا ہاتھ چھوٹ جائے گا۔ چنانچہ اسے اسی درے لگائے گئے اور اس سے اس کا ہاتھ آزاد ہو گیا اور سب لوگوں نے امام موصوف کی فراست کی داد دی۔ اس روز سے آپ کی شہرت ہوگئی۔

امام مالکؒ اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت امام مالکؒ کے دل میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس قدر تھی کہ ساری عمر مدینہ میں گذار دی اور ایک دن باہر نہ گئے اس خیال سے کہ شاید وہاں ان کی موت واقع ہو جائے۔ اور اسی جگہ دفن ہو کر مدینۃ المنورہ سے محروم ہو جائیں۔ انہوں نے ساری عمر میں ایک حج کیا

Marfat.com

تھااور باقی ساری عمر مدینۃ المنورہ میں گذاردی جب آپ کا وصال ہوا تو جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ آپ جب مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں پھرتے تھے تو ننگے پاؤں ہوتے تھے۔ اس خیال سے کہ ان گلیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پھرے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے قدموں کی جگہ پر یہ جوتا پہن کر جانا بے ادبی ہے۔

امام شافعیؒ:

اس کے بعد فرمایا کہ امام شافعیؒ قدس سرہ بھی بڑے بزرگ تھے۔ آپ قریشی مطلبی تھے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میں جس چیز میں غور کرتا ہوں۔ اس کی حقیقت پالیتا ہوں۔ لیکن جب حقیقت صوفیاء پر غور کرتا ہوں تو اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ امام شافعیؒ اکثر بشر حافیؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور فیض صحبت سے مستفیض ہوتے تھے۔ لوگوں نے کہا آپ امام وقت ہیں اور بشر حافیؒ اتنے عالم نہیں ہیں۔ آپ کو ان کے پاس جانے سے کیا فائدہ۔ فرمایا کہ میں نے ساری عمر اجتہاد کے فکر اور احکام الٰہی میں گذاری ہے اور انہوں نے ساری عمر استغراق اور فکر معرفت الٰہی میں گذاری ہے۔ پس یہ بڑا فرق ہے، اصل کجا اور فرع کجا۔ (یعنی معرفت حق اصل جڑ ہے اور احکام شریعت فرع (شاخ)۔

ترک عشق مجازی:

اگرچہ خواجہ صاحبؒ کا دیوان عشق مجازی سے لبریز ہے۔ محبوبان مجازی سے آپ کی مراد محبوب حقیقی ہے۔ چنانچہ مقابیس المجالس میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ مجلس میں عشق مجازی پر گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ عشق مجازی کو سلوک وفقر میں کوئی دخل نہیں۔ ہاں اگر اس سے درد اور جذب پیدا ہو تو اس وقت مفید ہے۔ اگر عشق مجازی اس کوچے میں مفید ہوتا تو اسے ترک کرنے کا حکم نہ ہوتا۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں:

ولے باید کہ در صورت نمائی
وزیں پل زود خود را بگذرانی

(انسان کو چاہیئے کہ صورت میں نہ پھنسا رہے بلکہ بے صورتی اور بیرنگی ذات کی طرف کوشاں رہے۔ اگر عشق مجازی ناگزیر ہو تو اس پل سے فوراً گذر جائے یعنی قیام نہ کرے)

Marfat.com

چو خواہی رخت درمنزل نہادن

نباید برسر پل ایستادن

(اگر تو منزل پر پہنچ کر آرام کرنا چاہتا ہے تو درمیانی پل پر قیام مت کر)

چنانچہ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے فرمایا کہ جب انسان کے حسن کا انحصار خون اور رطوبت پر ہے تو لازماً عشق کی بنیاد خون اور گوشت ہے۔ اس وجہ سے کہ جب چہرے پر تازگی اور لطافت اور جوانی کے خون کا جوش ختم ہو جاتا ہے تو حسن میں بھی زوال آ جاتا ہے حتی کہ وہ ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ حالت بیماری اور پیری چنانچہ وہ عشق جو چہرے کی لطافت اور تازگی کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے سالک کو چاہیے کہ اس قسم کے عشق میں نہ پھنس جائے بلکہ اس سے فوراً گذر جائے۔

کم مرتبہ درویشوں سے ظہور کرامت:

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ عالی مرتبہ مشائخ عظام کی طرف لوگوں کا رجوع کم ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ دور بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ حضور حضرت سرور کائنات صاحب لولاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے لئے کم لوگ جاتے ہیں لیکن ان فقراء اور درویشوں کے ہاں جن کا مرتبہ کم ہے بہت لوگ جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب کی رواداری اور فراخدلی کی ایک اور مثال سرسید احمد خان سے ملاقات:

حضرت خواجہ صاحب کا مقام اس قدر بلند تھا کہ مخالفین طریقت کی بھی عزت کرتے تھے۔ اگرچہ سرسید احمد خاں کے عقائد ایسے تھے کہ علماء ان کی مذمت کرتے تھے لیکن خواجہ صاحب کا مسلک نہایت فراخدلانہ تھا۔ ایک دفعہ جب ریاست جھل کے حکمران قیصر خان مگسی نے عرض کیا کہ قبلہ، سرسید احمد خان نیچری کیسا آدمی تھا۔ آپ نے فرمایا نہایت ہی اچھے آدمی تھے۔ اور ان کے چہرے سے برکت ٹپکتی تھی۔ ان کا اسلام کے کسی فرقے سے اختلاف نہیں تھا اور ہر فرقے کو اچھا کہتے تھے۔ ان کے والد شاہ ابوسعید دہلویؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شاہ ابوسعید شاہ غلام علی دہلویؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے مرید و خلیفہ تھے میں نے سرسید احمد خاں سے پوچھا کہ آپ کی کسی بزرگ سے بیعت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کسی شخص کے ساتھ بیعت نہیں کی۔ اگر کسی سے بیعت کی ہے تو ان کے ساتھ کی

Marfat.com

ہے (یعنی شاہ ابوسعیدؒ کے ساتھ) جن کی شکل وصورت فراموش نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے کرسی پر بٹھایا اور خود بھی کرسی پر بیٹھ گئے۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اور صحابہ کرام کی محبت کا ذکر ہوا تو بات کرتے کرتے وہ رو رہے تھے اور آنکھوں سے اس قدر آنسو جاری تھے کہ ریش تر ہوگئی اور قطرے نیچے ٹپک رہے تھے اور کمال شوق اور جوش سے پاؤں زمین پر اس طرح مارتے تھے کہ جیسے کوئی شخص رقص کے وقت مارتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھی اس کے بعد فرمایا کہ سرسید احمد کا 1315ھ میں انتقال ہوا۔ تاریخ انتقال یہ ہے:

انی متوفیك و رافعك الی و مطهرك

مولوی نذیر حسین غیر مقلد محدث دہلوی کی تعریف:

اسی طرح جب مخالف طریقت مولانا نذیر حسین دہلوی کے متعلق آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد بخشؒ نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں، وہ کیسے آدمی تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو۔ چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے۔ یہ بات کس میں ہے۔ اب اگرچہ وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں حتیٰ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں۔ وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو۔

ناشکری سے پرہیز:

اس کے بعد مرض برص کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ ایک برص میں مبتلا تھا۔ دوسرا سر سے گنجا تھا۔ تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانا چاہا۔ چنانچہ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتے نے سب سے پہلے برص کے مریض کے پاس جا کر پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس نے جواب دیا کہ رنگ خوب وچرم خوب، مطلب یہ تھا کہ برص سے نجات ملے۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دفع

Marfat.com

ہوگئی اور خوبصورت رنگ نکل آیا۔ فرشتے نے پوچھا کہ مال میں سے تجھے کونسا مال محبوب ہے اس نے کہا کہ اونٹ۔ چنانچہ اسے ایک حاملہ سانڈنی دی گئی۔ فرشتے نے دعا کی کہ خدا تعالیٰ تجھے اس سانڈنی میں برکت دے۔ اس کے بعد اس نے گنجے کے پاس جا کر پوچھا کہ تجھے کون سی چیز اچھی لگتی ہے۔ اس نے کہا خوبصورت بال نیز وہ چیز مجھ سے دور ہو جائے جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال نکل آئے اور بدصورتی ختم ہوگئی۔ اس کے بعد فرشتے نے پوچھا کہ مال میں سے کون سی چیز پسند کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ مادہ گائے۔ چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے عطا ہوئی۔ فرشتے نے دعا کی کہ خدا تجھے اس مال میں برکت دے۔ اس کے بعد فرشتے نے نابینا کے پاس جا کر پوچھا کہ تجھے کیا چیز پسند ہے۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میری بینائی واپس آ جائے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر پھیرا تو اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ اس کے بعد فرشتے نے پوچھا کہ مال میں سے کیا پسند ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے بکری پسند ہے۔ چنانچہ اسے ایک حاملہ بکری مل گئی۔ کچھ عرصے بعد برص کے مریض کے پاس اونٹوں کا گلہ۔ گنجے کے پاس گائیوں کا گلہ اور نابینا کے پاس بکریوں کا گلہ بن گیا۔ چنانچہ وہ فرشتہ اسی پہلی شکل وصورت میں ان کے پاس آیا۔ پہلے اس نے برص کے مریض کے پاس جا کر سوال کیا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں۔ سفر میں میرا زادراہ ختم ہوگیا ہے۔ افلاس کی وجہ سے میرا گھر واپس جانا ناممکن ہوگیا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے۔ اس لئے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ مہربانی فرما کر مجھے اس ذات پاک کے صدقے جس نے آپ کو یہ مال عطا کیا ہے اور خوبصورتی عطا فرمائی ہے ایک اونٹ عطا فرما دیں۔ اس نے جواب دیا کہ حق دار بہت ہیں کس کو دوں۔ غرضیکہ اس قسم کی باتیں کر کے اسے ٹال دیا۔ فرشتے نے کہا میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ کیا تم وہی نہیں ہو جو برص کی بیماری میں مبتلا تھے اور بدصورتی کی وجہ سے لوگ تم سے نفرت کرتے تھے اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں اونٹ عطا فرمائے ہیں اور بیماری سے نجات دی ہے۔ اس نے کہا یہ اونٹ مجھے اپنے باپ دادا سے ورثے میں ملے ہیں۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو خدا تعالیٰ تجھے سابقہ حالت پر پہنچا دے گا۔ اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اسی طرح سوال کیا۔ اس نے بھی برص والے مریض کی طرح باتیں کیں اور فرشتے نے اسے بھی بددعا دی۔ اس کے بعد وہ نابینا کے پاس گیا اور اسی طرح سوال کیا۔ اس نے جواب دیا کہ بے شک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بینائی دی ہے۔ اب

Marfat.com

جو بکری پسند آئے پکڑ لو۔ فرشتے نے کہا مجھے بکری کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو حق تعالیٰ نے تیری آزمائش کے لئے بھیجا تھا۔

رؤیت حق کے بارے میں حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کے اقوال میں تطبیق:

اس کے بعد فرمایا جب بی بی عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آیا آپ کو شب معراج حق تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا نور انی اراہ (یعنی وہ نور ہے۔ اسے کس طرح دیکھا جا سکتا ہے) حضرت بی بی عائشہ اس بات کو آیہ لا تدرکہ الابصار و هو یدرك الابصار (آنکھیں حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتیں وہ آنکھوں تک پہنچتا ہے)۔ پر محمول فرما کر رؤیت کی نفی کی قائل ہوئیں لیکن حضرت عباسؓ رؤیت حق کے اثبات کے قائل ہیں۔ لیکن رؤیت مثالی کے قائل ہیں اس وجہ سے کہ رؤیت ذات ناممکن ہے۔ بوجہ منزہ ہونے کے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت بی بی عائشہؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ بی بی عائشہؓ کا انکار رویت ذات منزہ سے ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نور انی اراہ، اور کلام پاک میں ہے لا تدرکہ الابصار، نیز اس سے رؤیت مطلق کی نفی ہے۔ نہ کہ رؤیت مثالی کی اور یہی قول حضرت عباسؓ کا ہے۔ اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مطلق کو مقید کیسے بیان کر سکتا ہے۔

کفارۂ روزہ:

حضرت اقدس ایک طالبعلم کو مشکوٰۃ شریف کے باب تنزیہ الصوم سے سبق پڑھا رہے تھے۔ ایک حدیث کا مضمون یہ تھا کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میں ہلاک ہو گیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ کیا ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ میں روزہ دار تھا اور اسی حالت میں میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک غلام آزاد کرو۔ اگر طاقت نہیں رکھتے تو مسلسل دو ماہ روزے رکھو۔ اگر یہ طاقت بھی نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ان تینوں کاموں کی طاقت نہیں۔ آپ نے اسے کھجور کی ٹوکری عطا فرما کر کہا اسے لے جاؤ اور مساکین فقراء میں خیرات کرو۔ اس سے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اس نے خدا کی قسم کھا کر عرض کیا کہ حضور مجھ سے اور میرے اہل وعیال سے زیادہ مسکین کون ہوگا۔ اس لئے سب سے زیادہ ہم لوگ

Marfat.com

خیرات کے مستحق ہیں۔ یہ سن کر آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ جاؤ اسے گھر لے جاؤ اور بال بچوں کو کھلاؤ۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ حکم اس خاص شخص کے لئے تھا دوسروں کے لئے ہرگز جائز نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ وہ لوگ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے تھے، اس کے مطابق عمل کرتے تھے خواہ وہ امر ہو یا نہی اور ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے تھے۔

اسم اعظم:

اس کے بعد اسم اعظم کی تحقیق کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت نے فرمایا کہ شیخ محمد بن علی حکیم ترمذی نے جن کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔ علم حقائق و معارف میں ایک سو پچاس سوال لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک سوال یہ ہے کہ اسم اعظم کونسا اسم ہے آپ یہ بھی لکھ کر چلے گئے ہیں کہ اس سوال کا جواب وہی شخص دے سکتا ہے جو خاتم ولایت محمدی ﷺ ہے۔ چونکہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے کشف میں اپنے آپ کو خاتم ولایت محمدی ﷺ دیکھا ہے انہوں نے اس سوال کا جواب یوں دیا ہے کہ جو شخص ولی منتہی کامل و مکمل ہے اسم اعظم ہے۔

حج مبرور:

حج مبرور کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حج مبرور کی نشانی یہ ہے کہ جب حج سے واپس آئے تو پہلے سے بہتر ہو کر واپس آئے۔ لیکن آج کل یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب لوگ حج سے واپس آتے ہیں تو پہلے سے بدتر ہو کر واپس آتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک شیخ حج کو گئے۔ انہوں نے رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے مکہ معظّمہ کے دروازے پر بیٹھے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ اس سال کس کس کا حج قبول ہوا ہے۔ ایک فرشتے نے کہا کہ اس سال کسی شخص کا حج قبول نہیں ہوا۔ لیکن مصر میں ایک موچی ہے جسکا حج مقبول ہے۔ جب وہ بزرگ بیدار ہوئے تو دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ حج سے فارغ ہو کر مصر جاؤں گا۔ اور اس موچی سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ حج سے فارغ ہو کر وہ مصر گئے اور بہت کوشش کے بعد اس موچی کو ڈھونڈ لیا۔ اس سے دریافت کیا کہ میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ اگرچہ تم حج پر نہیں گئے تمہارا حج مقبول ہے اور میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ تم بھی میرے ساتھ نیکی کرو اور بتاؤ کہ تم نے کونسا کام کیا ہے کہ جس سے حج مبرور کا ثواب حاصل کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک موچی ہوں۔

Marfat.com

عرصہ سے حج کی نیت سے تھوڑی تھوڑی رقم جمع کرتا رہا ہوں۔ آخر اس سال حج کے لئے پوری رقم جمع ہوگئی اور گھر کے خرچ کے لئے بھی رقم دے کر میں نے سفر کا سامان تیار کیا۔ جانے سے پہلے میں نے کھانا طلب کیا تو بیوی نے کہا ابھی سالن تیار نہیں ہوا میں نے اس سے کہا کہ ہمسایہ کے گھر جا کر سالن لے آؤ تاکہ روٹی کھا کر جلدی جاؤں۔ میری بیوی ہمسایہ کے گھر گئی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں آج گوشت پکا ہے جو ہمارے لئے حلال ہے اور تمہارے لئے حرام ہے۔ ہم نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا۔ اس لئے حرام گوشت پکا کر کھا رہے ہیں۔ جب میری بیوی نے واپس آ کر ماجرا بیان کیا تو میں نے سارا روپیہ ان کو دے دیا اور حج کا سفر ملتوی کر دیا۔ اس خیال سے کہ جب پھر رقم جمع ہو جائے گی تو حج کر لوں گا۔

کم مرتبہ درویشوں سے ظہور کرامت:

اس کے بعد فرمایا کہ مولوی محمد باران صاحب حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے بڑے خلیفہ تھے اور لوگوں کی حاجت براری میں مشہور تھے۔ جب وہ تونسہ شہر میں تشریف لاتے تھے تو لوگ خوش ہو جاتے تھے کہ اب حاجات پوری کرائیں گے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے مولوی باران خداتعالیٰ بے پرواہ اور بے نیاز ہے۔ اس کی بے نیازی سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ ہمیشہ کے لئے روتے رہو۔ تم نے یکبارگی لوگوں کی حاجت روائی کے لئے کمر باندھ رکھی ہے۔ تجھے کیا خدا جانے اور اس کی خلقت وہ جو چاہے کرتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کو مولوی باران کے ساتھ کمال محبت تھی اور فقیری کا سلب کرنا بھی محبت کی وجہ سے تھا۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان کا اپنا یہ حال تھا کہ جو کچھ خداتعالیٰ کی طرف سے ہوتا تھا آپ دیکھتے رہتے تھے۔ اگرچہ لوگ بہت آہ و فغاں کرتے تھے لیکن آپ کسی کا کام نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی زیادہ مجبور کرتا تھا تو آپ دعا کر دیتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ چھوٹے فقیروں سے لوگوں کی حاجت براری کے کام بہت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ کسی تقریب کے سلسلے میں خواجہ محمد سلیمانؒ کوٹ شریف میں حضرت سلطان الاولیاءؒ (1) کے مہمان تھے۔ اس وقت ماچھی قوم ساکن داجل جنگ کر رہے تھے۔ حضرت سلطان الاولیاء بھی اپنے تمام خلفاء و مریدین سمیت مقابلہ کے لئے نکلے۔ خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ بھی ساتھ تھے۔ ایک طرف ماچھی قوم تھی۔ دوسری طرف حضرت قبلہ سلطان الاولیاءؒ اور ان کے مریدین۔ جب دونوں گروہوں کے مابین لڑائی شروع ہوئی، ماچھی قوم نے حملہ کیا تو

---

1) اس سے مراد حضرت قاضی محمد عاقلؒ ہیں جو حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے دادا تھے۔

Marfat.com

ہماری طرف سے ایک فقیر شہید ہوگیا۔ حضرت سلطان الاولیاءؒ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت خواجہ محمد سلیمان تھیلہ ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔ خواجہ محمد سلیمانؒ نے کہا کہ حضرت مخالفین حملہ کر رہے ہیں اور غلبہ حاصل کر رہے ہیں لیکن آپ خود کچھ نہیں کر رہے۔ بلکہ راضی برضا ہو کر خاموش کھڑے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے دیکھ رہے ہیں ہم آپ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر اجازت ہو تو ہم ان کا کام تمام کر دیں یہ سن کر حضرت سلطان الاولیاءؒ نے فرمایا کہ اچھا اب اجازت ہے۔ اجازت پا کر حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ نے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور دشمنوں کی طرف پھینک دی۔ جیسا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس سے تمام مخالفین نے شکست کھائی۔ سب نے بھاگنا شروع کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ کام حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کے ہاتھ سے ہوا تو شاید آپ کا اوائل زمانہ تھا۔ ورنہ نہایت (انتہائی) فقر کے زمانے کا تو یہ حال تھا کہ مولوی محمد باران لوگوں کے حاجات پورے کرتے تھے اور آپ ان کو ڈانٹتے رہتے تھے اور خود ہرگز یہ کام نہیں کرتے تھے۔

مشاہدہ حسن مجازی:

عورتوں اور بے ریش لڑکوں کے حسن کے مشاہدہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سانڈنی پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے حضرت عباسؓ کے لڑکے فضل بن عباسؓ سوار تھے کہ ایک عورت بچہ گود میں لئے حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ حضور ﷺ کیا اس بچے کے لئے حج ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کے لئے حج ہے۔ اور تمہارے لئے ثواب چونکہ وہ عورت جمیلہ اور خوبصورت تھی۔ حضرت فضل بن عباسؓ نے جو خود بھی خوبصورت نوجوان تھے اس عورت کی طرف دیکھا اور عورت نے بھی انہیں دیکھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ حضرت فضل بن عباس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا اور دوسرے ہاتھ سے ان کی گردن دوسری طرف موڑ دی۔ یہ دیکھ کر حضرت فضلؓ نے وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے اندر اس طرح سرایت کر جاتا ہے کہ اس کے رگ و ریشہ کے اندر گھس جاتا ہے اور گناہ کے کام کراتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص مولانا جامیؒ کی زیارت کے لئے جا رہا تھا۔ راستے میں اسے ایک خوبصورت جوان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے حسن و جمال سے اس قدر متاثر ہوا کہ کھڑا ہو کر اس کی

Marfat.com

طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتا رہا۔ اس اثنا میں ایک کمبل پوش آدمی کا ادھر سے گذر ہوا۔ اس نے اپنے کمبل کا گوشہ اس زور سے اس کی آنکھوں پر مارا کہ آنکھیں لال ہوگئیں اور پانی بہنے لگا۔ اس درد کی حالت میں وہ جب مولانا جامیؒ کی خدمت میں پہنچا تو ان کو روشن ضمیری سے اس کا حال معلوم ہوگیا اور انہوں نے اس کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص طواف کر رہا تھا۔ اس حالت میں اس کی نظر ایک بے ریش لڑکے پر جا پڑی جو طواف میں مصروف تھا۔ لڑکا بہت حسین و جمیل تھا۔ یہ شخص طواف بھی کر رہا تھا اور لڑکے کی طرف بھی دیکھ رہا تھا۔ اس وقت غیب سے اس کے منہ پر اس زور سے طمانچہ لگا کہ آنکھیں لال ہوگئیں اور درد محسوس ہونے لگا۔ جب مولانا جامیؒ نے بات ختم کی تو وہ شخص بہت نادم ہوا اور سمجھ گیا کہ مولانا نے یہ حکایت میرے حال کے مطابق بیان کی ہے۔

حضرت عثمانؓ کا کشف:

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عثمان ابن عفانؓ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا تمہاری آنکھوں نے زنا کیا ہے۔ یہ سن کر اس آدمی نے اعتراف کیا کہ واقعی راستے میں، میں نے ایک حسین عورت کو رغبت دل سے دیکھا ہے۔ یہ حکایت سن کر حاضرین مجلس کو تعجب ہوا کہ حضرت عثمانؓ کو کس طرح معلوم ہوگیا کہ اس کی آنکھوں نے زنا کیا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کا یہ دیکھنا فراست (کشف) کی بنا پر تھا جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله۔ (مومن کی باطنی نگاہ سے بچو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)

امام ابو حنیفہؒ اور مجاز:

اس کے بعد فرمایا کہ جب امام اعظم کوفی، امام محمد کو جو اس وقت بچے تھے سبق پڑھاتے تھے تو ان کو اپنی پیٹھ کی طرف بٹھاتے تھے۔ ایک دن سبق کے دوران امام محمد کی داڑھی کا سایہ دیکھا تو امام صاحب نے پوچھا کہ اب تمہارے داڑھی مونچھ نکل آئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے شاگرد رشید کو سامنے بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

Marfat.com

خلق محمدی ﷺ:

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق گفتگو ہونے لگی حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کرتا تھا تو آپ ﷺ اسوقت تک توجہ نہ ہٹاتے تھے جب تک کہ وہ اپنی بات پوری نہیں کر لیتا تھا اور مصافحہ یا ہاتھ چومنے کے لئے جب تک دوسرا آدمی آپ کے ہاتھ مبارک نہیں چھوڑتا تھا آپ ہاتھ نہیں کھینچتے تھے۔

عشق مجازی کی سزا:

حضرت خواجہ صاحب نے مقابیس المجالس میں ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں نہایت ہی حسین و جمیل خاتون ملی۔ جس کو دیکھ کر دم بخود ہو کر کھڑے ہو گئے۔ وہ خاتون بھی کھڑی ہو گئی۔ اس بزرگ نے کہا تم نے میرے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے۔ خاتون نے کہا میرا بھی یہی حال ہے۔ تم نے بھی میرے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن اگر میری بہن کو دیکھ لو تو وہ اس قدر حسین ہے کہ مجھے بھول جاؤ گے۔ بزرگ نے کہا کہ وہ کہاں ہے۔ خاتون نے کہا تمہارے پیچھے کھڑی ہے۔ جب اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس پہلی خاتون نے اس کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا اور کہا کہ دعویٰ میری محبت کا کرتے ہو اور دیکھتے غیر کو ہو۔ یہ محبوب حقیقی کی طرف سے ایک تازیانہ تھا جس کے بعد وہ بزرگ عشق مجازی کو چھوڑ کر عشق حقیقی میں مشغول ہو گئے۔

مشائخ کی خلوت خاص میں جانا بے ادبی ہے:

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میاں جی غلام محمد پشاوری کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت فخر الاولیاء (1) وظیفہ فجر میں مشغول تھے۔ میں کسی کام کی خاطر دروازہ کھول کر اندر گیا۔ آپ مشغول تھے۔ میں نے آواز دی آپ نے جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ عرض کیا۔ آپ خاموش رہے۔ میں نے خیال کیا کہ آپ کسی قدر اونچا سنتے ہیں اس لئے میں نے جرات کر کے آنحضرت کے کندھوں کو پکڑ کر ہلایا۔ جونہی میں نے یہ کام کیا آپ زمین پر گر پڑے اور جسم میں کوئی حس و حرکت نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روح پرواز کر چکی ہے۔ یہ دیکھ کر میں بہت پریشان ہوا اور دوبارہ آپ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر پہلے کی طرح بٹھا

---

1) حضرت خواجہ غلام فخر الدین جو خواجہ غلام فرید کے بڑے بھائی اور مرشد تھے۔

Marfat.com

دیا اور ڈر کے مارے حجرے سے باہر چلا آیا۔ جب اپنے مقام پر پہنچا تو میں بے حد خائف اور پشیمان تھا۔ اور بچوں کو پڑھانے کو جی نہیں چاہتا تھا اور نہ کسی کام میں دل لگتا تھا۔ مجھے اس بات کا انتظار تھا کہ اب کیا ہوگا۔ جو شخص آتا تھا میں اس سے دریافت کرتا تھا کہ آیا حضرت اقدس وظیفہ سے فارغ ہو چکے ہیں یا نہیں۔ آخر چاشت کے وقت کسی نے خبر دی کہ اب حضرت اقدس باہر تشریف رکھتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے تسلی ہوئی۔

حضرت خواجہ کی جغرافیہ دانی:

کسی نے یہ دریافت کیا کہ اس جگہ سے جہاں ہم بیٹھے ہیں زمین مشرق کی طرف زیادہ ہے یا مغرب کی طرف حضرت اقدس نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا زمین کو جس طرح تم جانتے ہو میں نہیں جانتا۔ میں یہ جانتا ہوں کہ جس جگہ انگلی رکھو وہی جگہ وسط ہے اس وجہ سے کہ زمین ایک کرہ کی شکل ہے (یعنی گول ہے) اگر بالفرض ایک آدمی یہاں سے مغرب کی طرف روانہ ہو جائے اور دوسرا مشرق کی طرف تو رفتہ رفتہ دونوں کی ملاقات ہو جائے گی۔ لیکن تم زمین کو مسطح (ہموار) جانتے ہو۔ لہذا تمہارے جاننے اور میرے جاننے میں بڑا فرق ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ملک امریکہ ہمارے نیچے ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس وقت امریکہ میں غروب ہوتا اور ہمارا غروب ان کا طلوع ہے ہمارے ہاں جب دن میں دوپہر کا وقت ہوتا ہے امریکہ میں آدھی رات کا وقت ہوتا ہے اور ہمارے ہاں آدھی رات کے وقت ان کا نصف النہار ہوتا ہے۔

زمین کا قطر اور محیط:

اس کے بعد فرمایا کہ زمین کا قطر آٹھ ہزار میل ہے اور محیط پچیس ہزار میل ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا معاملہ کوئی نہیں جانتا۔ خدا تعالیٰ خود ہی جانتا ہے۔ اس کمرے میں جہاں ہم بیٹھے ہیں کئی ہزار جہان آباد ہیں۔

شرح: عرفاء کا قول ہے کہ مقام توحید میں مکان و زمان کی قید ختم ہو جاتی ہے اور ہر جگہ ہر چیز ہوتی ہے۔ لہذا بہشت بھی یہیں ہے۔ دوزخ بھی یہیں ہے۔ عالم ملکوت بھی یہیں ہے۔ عالم جبروت اور عالم ملکوت بھی یہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے اور تمام ارواح بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ سارا جھگڑا مکان و زمان کا ہے۔ لامکان میں ہر چیز ہر جگہ ہے۔ ویسے زمان و مکان بھی فرضی اور وہمی ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت

Marfat.com

نہیں۔زمین اور آفتاب کے پیدا ہونے سے زمان ومکان وجود میں آئے۔ان کی تخلیق سے پہلے نہ زمان کا کوئی وجود تھا نہ مکان کا۔نیز عارفین کا قول ہے کہ اٹھارہ ہزار روحانی جہان انسان کے اندر ہیں۔لہذا جس کمرہ میں انسان بیٹھا ہے۔اس کے اندر اٹھارہ ہزار جہان آباد ہیں۔ان حقائق کو اولیاء کرام ہی بہتر جانتے ہیں۔

ولایت کا آخری مقام:

قرب الٰہی میں آخری مقام کے متعلق اولیاء کرام میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔لیکن یہ اختلاف نزاع لفظی ہے۔حقیقی نہیں حقیقت پر سب کا اتفاق ہے۔ایک دفعہ خواجہ صاحب کی مجلس میں اولیاء کرام کے آخری مقام کا ذکر ہو رہا تھا۔فرمایا کہ تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ مقام فقر وولایت کی انتہا حیرت ہے۔بعض کے نزدیک توحید آخری مقام ہے اس کے بعد فرمایا کہ جو ولی اللہ آخری مقام پر پہنچ جاتے ہیں ان سے تصرفات ترک ہو جاتے ہیں اور کرامات ظاہر نہیں ہوتیں۔یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین سے کرامات کا ظہور بہت کم ہوا ہے۔لیکن چونکہ حضرت فاروق اعظمؓ کے مزاج میں قدرے جلال تھا آپ سے کرامات کا اظہار ہو جاتا تھا۔چنانچہ ایک کرامت آپ سے یہ ظاہر ہوئی کہ مسجد نبوی میں منبر پر کھڑے ہو کر دور دراز اسلامی فوج کی نقل وحرکت دیکھ کر "یاساریة الجبل الجبل" (اے ساریہ! پہاڑ کو لازم پکڑو) کا حکم صادر فرمایا۔یہ کرامت کتب حدیث میں آ چکی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ مہمان بہت تھے اور طعام قلیل تھا۔لیکن انہوں نے کھانا شروع کیا تو سب سیر ہو گئے اور کھانا اسی طرح باقی تھا۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے طعام میں برکت دی ہے۔

کشف وکرامات مقام صفات سے ہے:

اس کے بعد فرمایا کہ جب ولی اللہ ولائت کے انتہائی مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو تجلی ذات میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔وہاں تصرفات اور کشف وکرامات بند ہو جاتے ہیں۔تصرفات اور کرامات کا ظہور یعنی غیب کی چیزوں سے مطلع ہونا وغیرہ۔تجلی صفات کی وجہ سے ہوتا ہے۔اور مقام صفات مقام ذات سے نیچے ہے۔چنانچہ واقعہ مشہور ہے کہ فیروز شاہ تغلق بادشاہ دہلی اولیاء اور فقراء کا معتقد تھا۔خاص کر وہ مخدوم

Marfat.com

عالم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ قدس سرہ کا بے حد معتقد تھا۔ ایک دفعہ وہ حضرت شیخ کو اپنے ہمراہ ہانسی لایا۔ ہانسی پہنچ کر حضرت خواجہ نصیر الدینؒ (1) حضرت مولانا قطب الدین منورؒ (2) سے ملاقات کی خاطر ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ دونوں بزرگ یکجا بیٹھے تھے کہ قاصد نے آ کر بتایا کہ بادشاہ ملاقات کے لئے آ رہا ہے۔ حضرت خواجہ نصیر الدینؒ نے اس خیال سے کہ بادشاہ کے آنے سے مخلوقات کا ہجوم ہو جائے گا حضرت خواجہ قطب الدین منورؒ سے اجازت چاہی لیکن انہوں نے اجازت نہ دی۔ لیکن پھر بھی آپ اٹھ کر روانہ ہو گئے۔ راستے میں بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں اس نیت سے آیا ہوں کہ دونوں بزرگان یکجا بیٹھے ہیں۔ دونوں کی یکجا زیارت سے دگنی برکت ہو گی۔ آپ واپس چلیں۔ چنانچہ بادشاہ کے مجبور کرنے پر آپ واپس آ گئے اور دونوں بزرگان ایک ہی سجادہ پر بیٹھ گئے۔ بادشاہ بھی شریک رہا۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو مولانا قطب الدین منورؒ نے فرمایا کہ مخدوم عالم! اب الوداع۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ اب کے کیا معنی ہیں؟ حضرت خواجہ نصیر الدین نے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے میں نے ان کو الوداع کہا تھا۔ لیکن انہوں نے مجھے الوداع نہیں کہا تھا۔ کیونکہ آپ کو روشن ضمیری سے معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے واپس آ جانا ہے۔ اس لئے دوسری ملاقات کے بعد آپ نے فرمایا "اب الوداع"۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ ان کو دوسری ملاقات کا کیسے علم ہو گیا اور آپ کو یہ علم کیوں نہ ہوا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ یہ ان کی ولایت ہے اور ہر شخص اپنی ولایت کو خوب جانتا ہے۔ چونکہ بادشاہ کے معیار کے مطابق یہ جواب کافی تھا۔ وہ سن کر خوش ہوا۔ لیکن جب سید محمد جعفر مکیؒ نے جو حضرت مخدوم (3) کے مریدان خاص میں سے تھے۔ خلوت میں وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں تجلی ذات میں تھا۔ مجھے عالم غیب کے واقعات کا کوئی علم نہ تھا اور مولانا قطب الدینؒ تجلی صفات میں تھے۔ ان کو اخبار و واقعات جہاں کا پورا علم تھا۔

عیب جوئی سے پرہیز:

اس کے بعد عیب پوشی کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ کسی

---

1) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ مرید و خلیفہ تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے جو مرید و خلیفہ تھے شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے۔

2) مولانا قطب الدین منورؒ حضرت خواجہ جمال الدین ہانسوی قدس سرہٗ کے پوتے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ 3) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

Marfat.com

کی عیب جوئی نہ کرے۔ اور ہر شخص کے ساتھ نیک گمان رکھے۔اور حدیث پاک "ظن المؤمنین خیرا" پر عمل کرے۔ چنانچہ اگر کسی کو گناہ کا کام کرتے دیکھے تو غور سے نہ دیکھے اور تحقیق نہ کرے۔ بلکہ سرسری نگاہ ڈال کر نکل جائے۔تا کہ تحقیق نہ ہو سکے۔اگر کسی شخص کو کسی عورت کے ساتھ دیکھے تو یہ خیال کرے کہ اس کی اپنی بیوی ہوگی۔لیکن تحقیقات نہ کرے۔اگر تحقیق کرے گا تو گناہ ہو جائے گا اور تاویل کی گنجائش بھی نہ رہے گی اس لئے معاملہ خدائے ستار کے سپرد کر دے اور کسی شخص کو رسوا اور خوار نہ کرے اور لوگوں کے سامنے اس کا راز فاش نہ کرے بلکہ پردہ پوشی سے کام لے۔اگر کسی شخص کو بھنگ نوشی کرتا دیکھا تو یہ خیال کرے کہ شاید تخم خربوزہ یا کوئی اور چیز رگڑ کر پی رہا ہے۔تحقیق کی کوشش نہ کرے۔

حدیث من کنت مولاہ کی تشریح۔لفظ مولا کے لغوی معنی محبوب ہیں نہ کہ سردار:

اس کے بعد ایک اور حدیث پڑھی گئی جس کا عربی متن طویل ہونے کی وجہ سے یہاں نہیں دیا گیا۔

ترجمہ اردو: روایت ہے کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عازب اور زید بن ارقمؓ سے جن کا شمار اصحاب کبار میں ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد مقام غدیر خم پر منزل فرمائی تو حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر صحابہ کو جمع فرمایا اور فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں مؤمنین کو ان کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔پھر فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مؤمن کو اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔اس کے بعد فرمایا کہ یا اللہ جس کا میں مولا اور محبوب ہوں علیؓ بھی اس کا مولا اور دوست ہے۔یا اللہ جو شخص علی کو محبوب رکھے تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو شخص علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ اور مدد کر اس کی جو مدد کرے علیؓ کی اور مدد نہ کر اس کی جو مدد نہ کرے علی کی اور حق پہنچا علیؓ کو جہاں بھی وہ پہنچے۔ یہ حدیث سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مل کر کہا کہ اے ابن ابی طالب مبارک ہو آپ کو کہ آپ نے صبح کی اور شام کی اور ہو گئے مولا اور محبوب ہر مسلم مرد اور مسلم عورت کے۔اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی کے حق میں اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب یہ ہے کہ حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تین سو سواروں کے ساتھ ملک یمن میں تبلیغ دین اور قوانین اسلام نافذ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔اس وقت

Marfat.com

حضرت علیؓ کی عمر 35 سال تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج پر تشریف لے گئے تو حضرت علی نے بھی اس وقت یمن سے واپس آکر سارا ماجرا کہہ سنایا اور عرض کیا کہ یمن کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے بیعت کر لی ہے۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ لیکن اس وقت ان کی جماعت کے چند آدمیوں مثل بریدہ اسلمیؓ نے ان کی شکایت کی کہ نوجوان ہونے کی وجہ سے انہوں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی۔ جب حج سے فارغ ہو کر آپ مدینۃ المنورہ کی جانب روانہ ہوئے تو راستے میں غدیر خم کے مقام پر صحابہ کرام کو جمع کر کے اونٹوں کے پلان سے منبر بنا کر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر یہ حدیث شریف بیان فرمائی اور حضرت علیؓ کی شان، مرتبہ اور ان کے ساتھ درجہ محبت سے لوگوں کو آگاہ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیعہ لوگ اس حدیث شریف سے حضرت علیؓ کی امامت ثابت کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کے نزدیک حضرت علیؓ کی خلافت کے اثبات میں سب سے زیادہ قوی دلیل ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں مولا کے معنی سید سردار اور لائق امامت کے ہیں۔ بمطابق آنحضرت ﷺ کے قول الست اولی بکم کے مولا کے معنی یہاں ناصر اور محبوب کے نہیں ہیں۔ ورنہ حضرت علیؓ کے حق میں صرف دعا کرنے کی خاطر صحابہ کرام کو جمع کرنے خطبہ دینے اور تاکید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ تمام صحابہ حضرت علیؓ کو اچھی طرح جانتے تھے لہذا اس قسم کی دعا دعوت اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ لیکن ہم شیعہ حضرات کے اس قول کو مندرجہ ذیل وجوہات کی وجہ سے رد کرتے ہیں۔

وجہ اول: شیعہ حضرات حضرت علیؓ کی امامت ثابت کرنے کے لئے متواتر حدیث کی سند کے بالاتفاق قائل ہیں۔ لیکن یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے متواتر بالکل نہیں ہے بخاری اور مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں اس کا نہ ہونا اور بعض ائمہ حدیث کا اس حدیث پر اعتراض کرنا بھی اس کی صحت کی نفی نہیں کرتا لیکن اس حدیث کے مطابق شیعہ حضرات کا متواتر ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے بلاشبہ امامت کے لئے متواتر کی شرط قائم کی ہے۔ واذافات شرط فات مشروط (جب شرط ہی نہ رہی تو مشروط یعنی جس کے لئے شرط لگائی جاتی ہے وہ بات بھی نہ رہی)۔

وجہ دوم: یہاں مولا کے معنی سید، سردار، حاکم اور لائق امامت کے نہیں بلکہ اس کے معنی ناصر اور محبوب کے ہیں۔ اس وجہ سے کہ لفظ مولا کے کئی معنی ہیں یعنی معتق، عتیق، متصرف فی الامر اور ناصر و محبوب و یار۔ پس

Marfat.com

ان معنوں میں سے بلا دریغ کوئی اور معنی منتخب کر لینا درجہ اعتبار سے ساقط ہے یعنی غیر معتبر ہے۔ لہذا مولا یعنی امام، محمود، سید، سردار اور لائق امامت خلاف لغت و شریعت ہے۔ اور مولا بمعنی ناصر و محبوب، لغت اور شرع دونوں میں ثابت ہے اور حدیث مذکور کے قرینے سے بھی یہی معنی نکلتے ہیں۔ چنانچہ لفظ مولا کا مادہ لفظ وال از ولا میں موجود ہے۔ کیونکہ وال مشتق ہے ولا سے جس کے معنی ہیں دوستی اور محبت نہ کہ امامت و سیادت۔ پس من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ کے یہی معنی ہیں کہ جس کا میں محبوب اور دوست ہوں علیؓ بھی اس کا محبوب اور دوست ہے۔

وجہ سوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مؤمنین کے سردار ہیں حتی کہ آپ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔ اگر حدیث کے معنی یہ لئے جاتے ہیں کہ جس کا میں سردار ہوں اس کا علیؓ بھی سردار ہے تو حضرت علیؓ کی تمام انبیاء علیھم السلام پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے جو عقلاً اور نقلاً صریح بطلان ہے۔ کیونکہ ولی ہرگز نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ چہ جائیکہ ولی نبی سے افضل ہو۔ یہ بات متفق علیہ ہے۔ (سب کو اس پر اتفاق ہے) کہ صحابہ کرام اگرچہ مکمل و اکمل ہیں پھر بھی اولیاء اللہ ہیں۔ اس لئے اولیاء کی انبیاء پر فضیلت تو بجائے خود انبیاء کے ساتھ مساوات بھی صریحاً باطل ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہاں مولا کے معنی محبوب، دوست اور ناصر کے ہیں نہ کہ امام اور سردار کے۔ لہذا حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے معنی یہ ہوئے کہ جس شخص کا میں محبوب، ناصر اور دوست ہوں، علیؓ بھی اس کا محبوب اور دوست ہے نیز اس حدیث کے وارد ہونے کی خاص وجہ اس صحابی بریدہؓ اسلمی وغیرہ کا حضرت علیؓ کے خلاف شکایت کرنا ہے۔ چنانچہ قرینہ حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یعنی صحابہ کرامؓ کا جمع کرنا اور حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑنا وغیرہ۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ امت کے ہر مؤمن پر تمام صحابہ کرام کی دوستی اور محبت منصوص علیہ ہے یعنی قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ پس حضرت علیؓ کی یہ کیا کم فضیلت اور شرف ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کے لئے ان کی محبت اور دوستی ضروری قرار دے دی گئی ہے اور اس شرف و فضل کی وجہ سے آپ تمام صحابہ کرامؓ میں ممتاز اور منفرد ہو گئے۔ اس سے پہلے صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو پیر بھائی سمجھتے تھے اور اپنے مابین صرف اسلامی اخوت کے قائل تھے۔ اس حدیث کے ورود کے بعد تمام صحابہؓ حضرت علیؓ کو محبوب رکھنے پر مامور ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ حدیث سنتے ہی حضرت علیؓ سے ملاقات کی اور مبارکباد دی کہ اے ابن ابی طالب آپ ہمیشہ ہر مؤمن اور مومنہ کے دوست اور محبوب

Marfat.com

ہیں۔ اس سے بڑی فضیلت اور شرافت کیا ہو سکتی ہے۔

نوٹ: حضرت عمرؓ عربی دان تھے اس لئے انہوں نے صحیح طور پر حضرت علی کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ہر مومن اور مومنہ کے محبوب ہو گئے اور یہ نہ فرمایا کہ آپ ہر مؤمن اور مومنہ کے سردار یا امام ہو گئے۔

فضیلت عشرہ مبشرہ بالترتیب:

اس کے بعد ایک اور حدیث پڑھی گئی جس کا ترجمہ یہ ہے: روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوبکرؓ جنتی ہے اور عمرؓ جنتی ہے۔ اور عثمانؓ جنتی ہے۔ اور علیؓ جنتی ہے اور طلحہؓ جنتی ہے اور زبیرؓ جنتی ہے اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنتی ہے اور سعد بن ابن وقاصؓ جنتی ہے۔ اور سعید بن زیدؓ جنتی ہے اور عبیدہ بن جراحؓ جنتی ہے۔ روایت کیا اسے ترمذی و ابن ماجہ نے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے عشرہ مبشرہ یعنی دس صحابہ کرامؓ کا بہشتی ہونا ثابت ہے۔ عشرہ کے معنی ہیں دس اور مبشرہ کے معنی ہیں بشارت یافتہ۔ صیغہ مؤنث جمع کی وجہ سے ہے اور یہ دس اصحاب تمام قریشی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود جنت کی بشارت قریش کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اہل بیت نبوی ﷺ، ازواج مطہرات و اولاد اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام کو بھی بشارت ملی ہے جیسا کہ صحاح ستہ کی بہت سی احادیث سے ظاہر ہے لیکن عشرہ مبشرہ کی فضیلت مخصوص ہے اور دوسروں کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ ان کے مراتب باقی تمام لوگوں سے زیادہ بلند ہیں۔

فضیلت صحابہؓ علی الترتیب:

اس کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث تفصیل کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی خلافت اور مراتب پر دلالت کرتی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر کسی کو قرب و منزلت تھی وہی علی الترتیب ظاہر کرتی ہے۔ اگرچہ صحابہ کرام کے مراتب و مدارج دوسری بے شمار احادیث میں موجود ہیں۔ لیکن اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام کے مدارج بالترتیب بیان کیئے گئے ہیں۔ چنانچہ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ صدیق ہیں۔ دوسرے حضرت عمرؓ۔ تیسرے حضرت عثمانؓ۔ چوتھے حضرت علیؓ علیٰ ھذا القیاس تمام صحابہ کرام بہشت میں بھی اس ترتیب سے داخل ہوں گے۔

Marfat.com

فضیلت جمیع خلفائے راشدینؓ:

اس کے بعد آپ نے یہ حدیث پڑھائی: روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا رحمت فرمائے ابو بکرؓ پر کہ جس نے مجھے اپنی بیٹی عقد نکاح میں دی اور اپنی سانڈنی پر سوار کرا کے مجھے ہجرت کر کے مدینہ لائے۔ غار ثور میں میرا ساتھ دیا۔ جانفشانی سے میری خدمت کی اور بلالؓ کو اپنے مال سے خرید کر میری خدمت گزاری کے لئے دیا۔ رحمت کرے خدا عمرؓ پر جو کلمہ حق کہتا ہے خواہ وہ کلام تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ رحمت کرے خدا عثمانؓ پر جس سے فرشتے بھی شرم و حیا کرتے ہیں اور رحمت کرے خدا تعالیٰ علیؓ پر۔ اے اللہ علی کو اس کا حق عطا کر جہاں بھی ہو۔

توحید کیا ہے صاحب حال کون ہے:

حضرت اقدس نے نفحات الانس (1) سے درس دیا اور فرمایا کہ ابو العباس باوردیؒ بڑے بزرگ تھے انہوں نے شیخ شبلیؒ کو دیکھا تھا۔ آپ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ شیخ ابو بکر طمسائیؒ بھی نیشاپوری تھے۔ انہوں نے بھی شیخ شبلیؒ کو دیکھا تھا۔ یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ شیخ شبلی صاحب حال تھے۔ لیکن توحید کا ذرہ بھی نہیں جانتے تھے شیخ الاسلام حضرت پیر انصار ہرویؒ فرماتے ہیں کہ معاملہ اس طرح ہے جس طرح یہ دونوں کہتے ہیں۔ شیخ شبلی توحید میں مدعیانہ (2) کلام کرتے ہیں نہ کہ متمکنانہ (3)۔ یہ کہہ کر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ "توحید عبارت از دانستن یک ذات بحت است و در ہر مرتبہ دادن و ہر مرتبہ را حق آں است" (توحید کا مطلب ہے کہ ایک ذات بحت یعنی خالص ذات منزہ از صفات کا مرتبہ جانے اور پھر ہر مرتبے کا حق ادا کرے) یعنی ایک ذات کو مرتبہ ربوبیت میں رب جاننا اور مرتبہ عبودیت میں عبد جاننا توحید ہے۔ وحدت کا مطلب ہے واحد ہونا اور یگانہ ہونا اور معرفت بھی مراتب عبدیت میں سے ہے۔ اس وجہ سے کہ حق کو عارف نہیں کہا جا سکتا اور حق کو باعتبار علم عالم کہا جا سکتا ہے۔ پس وحدت صفت حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ توحید اور معرفت صفت عبد ہے۔ پس حق سبحانہ کو واحد کہا جا سکتا ہے۔ موحد اور عارف نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن عبد کو موحد اور عارف کہا جا سکتا ہے نہ کہ واحد۔ پس توحید مقام صحو (ہشیاری) اور تمکین غالب

---

1) مصنفہ مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ جس میں اولیاء کرام کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

2) یعنی کلام ہی غلو ہے۔ 3) یعنی کلام میں تمکین نہیں تلوین ہے جس میں حال ہے مقام نہیں ہے۔

Marfat.com

الحال ہونا ہے اور مرتبہ جامعیت یہی ہے اور وحدت مقام صاحب حال ہے۔ پس شیخ شبلی صاحب حال سکر تھے اور مغلوب الحال تھے۔ صاحب تمکین نہیں تھے۔ اس وجہ سے کہ صاحب توحید صاحب تمکین ہوتا ہے اور دونوں مراتب کا حق ادا کرتا ہے (مرتبہ ربوبیت اور مرتبہ عبدیت) یہ شیخ شبلیؒ کے غلبہ حال کی وجہ سے تھا کہ ایک دن منبر پر کھڑے ہو کر مسئلہ وحدت الوجود پر وعظ کر رہے تھے اور لوگوں کو سنا رہے تھے۔ اس اثنا میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ آ گئے اور فرمایا اے شبلی جو کچھ میں چھپا تا رہا تھا اور اشارات میں بیان کرتا رہا، تو بر سر منبر فاش کر رہا ہے۔

خلقت کی چار اقسام:

حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ حسام الدین متقیؒ اپنی کتاب "محک الرجال" میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کی چار اقسام ہیں اول عوام، دوم خواص، سوم عوام العوام، چہارم خواص الخواص، عوام العوام کی علامت یہ ہے کہ بہ زور اور بلا وجہ لوگوں کے ساتھ شر و فساد کرتے ہیں۔ عوام کی عادت یہ ہے کہ جب تک انہیں کوئی نہیں چھیڑتا فساد نہیں کرتے۔ لیکن جب کوئی ان کو چھیڑتا ہے تو خوب لڑائی کرتے ہیں۔ خواص کا شیوہ یہ ہے کہ جو شخص ان سے جھگڑا کرتا ہے تحمل و صبر سے کام لیتے ہیں نہ لڑائی کرتے ہیں نہ انتقام لیتے ہیں۔ بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ خواص الخواص کی خصلت یہ ہے کہ جو شخص ان کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے، برائی سے پیش آتا ہے اور تکلیف دیتا ہے، وہ اس تکلیف میں لذت اور فرحت محسوس کرتے ہیں۔ اپنی بے حرمتی میں عزت خاکساری، ذلت اور خواری کو وہ اپنی برتری، فخر اور رفعت سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ لعنت و رحمت اور مدحت و مذمت کو برابر سمجھتے ہیں اور دشمنوں کی برائی کو معاف کر کے اس کے بدلے نیکی اور احسان سے پیش آتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان کے منہ پر تھپڑ مارتا ہے تو رنجیدہ خاطر نہیں ہوتے بلکہ اس کے سامنے معذرت کرتے ہیں کہ اس ضرب سے تمہارے ہاتھ کو صدمہ پہنچا ہے مجھے معاف کرو اور نقد یا زر و سیم دے کر رخصت کرتے ہیں۔

حدیث "موتوا قبل ان تموتوا" کی تشریح:

اس کے بعد موت ارادی اور موت اختیاری کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ موت ارادی سے مراد ہے دنیاوی مال و متاع سے اجتناب اور نفسانی لذات اور خواہشات اور ملک و

Marfat.com

تصرف کا کلی طور پر ترک کرنا جیسا کہ میت ترک کرتی ہے۔ موتوا قبل ان تموتوا (مرجاؤ مرنے سے پہلے) اس میں اسی موت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مرجاؤ مرنے سے پہلے۔ اس موت میں سالک پر وہی منکشف ہوتا ہے جو مرنے کے بعد ہو جاتا ہے۔ لیکن طبی اور اضطراری موت سے ارادی موت حاصل نہیں ہوتی سوائے سالکین کاملین کے اور اس موت کا حصول بہت مشکل ہے۔ آسان نہیں۔ زبان سے کہنا آسان ہے لیکن حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔

تم کو کوئی برا کہے تو سچ سمجھو:

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص تیری مذمت کرے اور گالی دے تو اسے سچ سمجھ کہ واقعی ایسا ہوں۔ اگر کوئی تجھے سور یا کتا کہے تو یقین کر لو کہ واقعی میرے اندر ان کی صفات موجود ہیں کہ آدمی جامع ہے ملکوتیت اور بہیمیت کا جہاں اس کے اندر ملکوتی صفات موجود ہیں۔ بہیمی صفات بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت شیخ جنید قدس سرہ کے پاس ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے کہ شبلیؒ آ گئے۔ ان بزرگ نے حضرت جنیدؒ کے سامنے شبلیؒ کی تعریف کی۔ شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ آپ نے اس سور کی تعریف (1) کی ہے اس سے وہ بزرگ بہت شرمندہ ہوئے کہ میری وجہ سے حضرت شیخ نے شبلیؒ کو سور کہا ہے۔ لیکن شیخ شبلیؒ کی ظاہری و باطنی حالت میں اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ یعنی نہ آپ کے چہرے سے ناراضگی کے آثار ہوئے۔ نہ دل کے اندر ناراضگی پیدا ہوئی۔

درویش کو مٹی بن جانا چاہیئے:

اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ عبیداللہ احرار فرماتے ہیں کہ درویش وہ ہے جیسا کہ حضرت پیر انصارؒ نے فرمایا ہے: "خاک بیختہ و آب ریختہ" (پس گیلی مٹی اور گرے ہوئے پانی کی طرح) بن جائے جس سے نہ کسی کے پاؤں کی پشت خاک آلود ہو نہ پاؤں کا تلہ دکھنے پائے۔

خلاصہ درویشی:

درویشی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص کا بار اٹھائے اور خود کسی بھی شخص کے لئے بار نہ بنے۔ نہ حسب صورت نہ حسب معنی (یعنی ظاہری طور پر نہ دلی طور پر)

---

1) یاد رہے کہ شیخ شبلیؒ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کے مرید تھے۔

Marfat.com

عالی ہمت اور پست ہمت آدمی:

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں دو آدمی دیکھے۔ ایک نہایت بلند ہمت دوسرا نہایت پست ہمت تھا۔ پست ہمت شخص وہ تھا جو حرم کعبہ میں بھیک مانگ رہا تھا یعنی خدا کے گھر میں غیر خدا سے رزق طلب کر رہا تھا۔ بلند اور عالی ہمت نوجوان ایسا تھا جو منیٰ کے بازار میں کم وبیش چالیس دینار کی تجارت کر رہا تھا لیکن اس حالت میں بھی ایک لمحہ یادِ خدا سے غافل نہ تھا۔ اس جوان کو دیکھ کر مجھے رشک آیا۔

سادات کا احترام:

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ احرار سادات کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں ایسی جگہ پر رہوں جہاں سادات نہ ہوں۔ اس وجہ سے کہ ان کی عظمت بہت زیادہ ہے اور میں اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

امام اعظمؒ اور احترام سادات:

نیز فرمایا کہ ایک دن امام اعظمؒ مجلس درس میں چند بار کھڑے ہو گئے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ سادات علوی (1) میں سے ایک لڑکا بچوں کے ساتھ صحن میں کھیل رہا تھا۔ جونہی وہ میرے سامنے آتا تھا میں اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا۔

دعا برائے دفع بلا:

اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور مجھے دفع بلا کی تلقین فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا ہے کہ جس کے الفاظ تو مختصر ہیں لیکن فوائد بہت زیادہ ہیں: بسم الله الرحمن الرحيم لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمة المصطفى والمرتضى وابناهما والفاطمه۔ یہ دعا ہر نماز کے بعد پانچ مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر دی جائے۔ اگر ایک دفعہ بیٹھ کر بیک وقت چالیس مرتبہ پڑھی

---

1) سادات علوی ان کو کہتے ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد تو ہیں لیکن حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے نہیں بلکہ دوسری بیویوں سے ہیں۔

Marfat.com

جائے تب بھی درست ہے۔ نیز اگر اس کو لکھ کر دروازے پر چسپاں کیا جائے تو بھی وبا دفع ہو جاتی ہے اور گھر کے تمام لوگ وبا سے محفوظ رہتے ہیں۔

ہر قسم کی بیماری اور وبا سے امان کا آسان طریقہ

حضرت اقدس نے فرمایا کہ جس گھر میں ایک لاکھ مرتبہ اسم مبارک یا حنان پڑھا جائے اہل خانہ ہر قسم کی بیماری اور وبا سے اللہ تعالیٰ کی امان اور حفاظت میں رہیں گے۔ اس اسم شریف کے پڑھنے والے تین یا چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ آدمی ہونے چاہیں۔ پانچ سے زیادہ ہرگز نہ ہوں اور تمام پڑھنے والے ابتدا سے انتہا تک کامل وضو میں رہیں۔ بات کسی سے بھی نہ کریں بلکہ ہوں ہوں تک بھی نہ کریں اور پورا ایک لاکھ ایک مجلس میں ختم کریں۔ جب تک لاکھ ختم نہ ہو کوئی نہ اٹھے کیونکہ اس کے لئے ایک مجلس کی شرط ہے یعنی ہر شخص جب بیٹھ جائے تو ہرگز نہ اٹھے۔

جنات کی ماہیت اور طریق تسخیر:

اس کے بعد جنات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ "جان" ابوالجن ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ شیطان "جان" کی اولاد ہے اور جنات میں سے ہے۔ جن بھی اربع عناصر (آتش، آب، خاک، ہوا) سے مرکب ہیں۔ لیکن ان کی ترکیب میں جزو ناری اور ہوائی غالب ہے اس وجہ سے وہ مخفی ہیں۔ چونکہ عنصر نار میں سرکشی اور سوزش، حرکت اور حرارت ہے اور عنصر باد و ہوا میں لطافت و سرعت حرکت ہے۔ اس وجہ سے جنات کے وجود میں شرارت اور ایذا رسانی رکھی گئی ہے۔ اور ان کو ایک شکل سے دوسری شکل میں فوراً مبدل ہونے کی قدرت حاصل ہے۔ اس کے باوجود وہ انتہائی رقیق اور ضعیف البنیان (کمزور جسم) ہیں کہ تھوڑے سے صدمے سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ جو شخص جن کو قید کرنا چاہے وہ اس طریقے سے اس کو گرفتار کر سکتا ہے کہ جب جن کسی شکل میں اس کے سامنے ظاہر ہو تو اپنی نظر اس پر جما لے اور دوسری طرف نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ اگر آنکھ بھی نہ جھپکے تو بہتر ہے۔ اس سے جن کو طاقت نہیں کہ اس کی آنکھوں سے غائب ہو سکے۔ بلکہ اسی صورت میں حاضر اور ظاہر کھڑا رہے گا۔ اس وقت اس شخص کو اختیار ہے کہ خواہ اس کو آزاد کر دے یا قتل کر دے۔ جونہی اس جن سے نظر ہٹائی جائے گی وہ فوراً دوسری شکل اختیار کر کے غائب ہو جائے گا۔ اس وجہ سے جب جن کسی شخص پر ظاہر ہوتا ہے تو ایک شکل

Marfat.com

پر قائم نہیں رہتا۔ اوراس کا یہ صورت بدلنا بڑی تیزی سے ہوتا ہے کیونکہ ' سے ڈر ہوتا ہے کہ اگر وہ شخص اس پر نظر جمالے تو اس کے بعد اس کا بھاگنا محال ہو جائے گا۔

مؤمن کائنات پر حکمرانی کرتا ہے:

اس کے بعد فرمایا کہ "بوستان" میں شیخ سعدی نے لکھا ہے کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ شیر پر سوار، سانپ کو چابک بنائے چلے آرہے ہیں یہ دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں چلنے کے قابل نہ رہا۔ بزرگ نے کہا سعدی ڈرومت اور تعجب نہ کرو۔ تو ھم گردن از حکم داور مپیچ ۔ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ (تم بھی خدا کے حکم سے منہ نہ موڑو۔ تمہارے حکم سے کوئی چیز گردن نہ موڑے گی) اس کے بعد فرمایا کہ حضرت راعی جو ان کے مرید وخلیفہ تھے شبانی (چرواہا) کا کام کرتے تھے۔ ایک دن جب آپ بکریوں کو چراگاہ میں چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہوئے تو بھیڑیے جمع ہو کر بکریوں کی نگہبانی کر رہے تھے۔ جب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جب سے میری حق تعالیٰ سے صلح ہوئی ہے۔ بھیڑیوں نے میرے ساتھ صلح کر لی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں بدگمانی ناجائز ہے:

صحابہ کرامؓ کا ذکر ہو رہا تھا ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میں نے کئی اہلسنت والجماعت کے لوگ دیکھے ہیں جو حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیانؓ کے بارے میں سوءظن اور برا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ قرآن مجید کی آیت: محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم میں رحمت، شفقت، الفت ومحبت ثابت ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا صحابہ کرام کے درمیان جو مشاجرت مخالفت اور مجادلت، (لڑائی) ہوئی، یہ اجتہاد کی وجہ سے تھی نہ کہ بغض، عداوت، حسد، کینہ اور دشمنی کی وجہ سے اگرچہ لوگوں نے ایک کو برحق اور دوسرے کو مظلوم سمجھا ہے۔ لیکن چونکہ دونوں کی غرض اظہار حق تھی اس لئے جو حق پر تھا اس کو ثواب کے دو حصے ملیں گے اور جو حق پر نہ تھا اس کو ثواب میں سے ایک حصہ ملے گا۔(1) اس کے بعد فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے بعد مخبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آنحضرت ﷺ کی خبر پر

1) یہ حدیث ہے۔

Marfat.com

ایمان لانا ہمارے لئے فرض ہے۔ جب مخبر صادق نے اپنی زبان مبارک سے تمام اصحاب کی تعریف فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ میرے اصحاب کو دوست رکھو۔ ان کی دوستی خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی دوستی ہے اور ان کو برا مت کہو اور ان سے بدگمانی مت کرو کیونکہ جو شخص میرے اصحابؓ کو ایذا پہنچاتا ہے وہ مجھے ایذا پہنچاتا ہے اور جو مجھے ایذا پہنچاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو ایذا پہنچاتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میرے اصحاب "خیار الناس" (سب سے بہترین) اور افضل الامۃ (ساری امت میں افضل) ہیں اور مؤمن ہیں اور ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے۔ کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے صحابہ میں سے کسی ایک کا اقتداء کرے گا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ لہذا صحابہ کرامؓ کے متعلق بدگمانی ان آیات قرآنی کی تکذیب ہے جو صحابہ کرام کی مدح وثنا میں نازل ہوئیں اور مخبر صادق اور آیات قرآنی کی تکذیب سے کفر لازم آتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) پس ہم پر واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر اور قرآن شریف پر ایمان لائیں اور تمام صحابہ کرام کو صدق دل سے دوست رکھیں۔ چنانچہ امیر معاویہؓ جو متقی اور اکابر صحابہ میں سے ہیں کے حق میں بغض وحسد رکھنا سراسر شقاوت (گنہگاری) ہے۔

قول جنید: اولیاء کرامؒ سے بدظن ہونے سے ایمان سلب ہوسکتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت ابو محمد رویمؒ جو حضرت جنیدؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے جب بلند ترین مقامات تک پہنچے تو انہوں نے اپنی تلبیس (مذمت وملامت) کے لئے ظاہری رویہ اختیار کیا اور دلالی کا پیشہ اختیار کر کے اپنے گھر پر قالین، اطلس اور ریشم بچھا دیا اور امیروں کی طرح گاؤ تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور سارا دن تجارت میں مشغول رہنے لگے۔ جب یہ خبر درویشوں تک پہنچی تو انہوں نے طعنہ زنی شروع کر دی۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ منتہی کو آخری مقام پر پہنچنے کے بعد اختیار ہوتا ہے کہ خواہ عوام الناس کی طرح کسب معاش کرے خواہ فقراء کی روش پر رہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ جنیدؒ نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ رویم کے پاس ہرگز نہ جانا کیونکہ وہ تلبیس میں ہے۔ تجھے اس سے مل کر نقصان ہوگا۔ لیکن ایک دن اس آدمی پر حضرت شیخ رویمؒ کی محبت نے غلبہ کیا اور وہ ان کو ملنے چلا گیا۔ جب واپس آیا تو حضرت جنیدؒ نے پوچھا کہ رویم کو دیکھنے کے بعد تم اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو۔ اس نے کہا میں رویم کو ولی اللہ اور

Marfat.com

کامل شیخ سمجھتا ہوں۔ شیخ جنید نے فرمایا الحمد للہ تم اس کے منکر نہ ہوئے کیونکہ کاملین سے صرف انکار کی وجہ سے آدمی کے دل میں ایمان کا ذرہ بھر بھی نہیں رہتا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب اس قدر نزاکت ہے کہ محض انکار کے خیال سے یعنی زبان سے کچھ کہے بغیر ایمان سلب ہو جاتا ہے تو جو لوگ صحابہ کرام کے خلاف بغض، حسد اور برا اعتقاد رکھتے ہیں اور منکر ہیں یہاں تک کہ گالی گلوچ تک سے پرہیز نہیں کرتے ان کے ایمان کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا کہ صحاح ستہ (حدیث کی چھ کتابیں جن کی صحت پر کوئی شک نہیں) میں بے شمار ایسی احادیث ہیں جن میں صحابہ کرام کی عظمت شان، علو مرتبت، رفعت، جلالت، قدر و منزلت، تعظیم و تکریم آئی ہے۔

مائی ہیر کی نماز:

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ میاں حامد شاہ جو مائی ہیر کے خاندان کے پیر تھے، ان کے گھر آئے ہوئے تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو انہوں نے اس گھر ہی میں مصلے بچھا کر نماز پڑھنا شروع کر دی لیکن مائی ہیر اپنے کام کاج کے سلسلے میں کئی بار ان کے آگے سے گذرتی رہی۔ جب شاہ صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو مائی ہیر کو بلا کر غصے ہوئے اور فرمایا کہ نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہیں گذرنا چاہیئے۔ مائی ہیر نے کہا کہ شاہ صاحب میں عاشق مزاج ہوں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے عشق میں مست اور بے خود تھی کہ آپ کی اور آپ کی نماز کی مجھے کوئی خبر نہیں تھی۔ لیکن آپ تو نماز میں خدا کے ساتھ مشغول تھے۔ آپ کو میرا اور میرے چلنے پھرنے کا علم کیسے ہوا۔ یہ سن کر شاہ صاحب شرمندہ ہوئے۔

محبوب کے دو معشوق ہوتے ہیں اور عاشق کا ایک:

اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح حسن ذات حق کی ایک صفت ہے۔ اسی طرح عشق بھی ایک صفت ہے جیسا کہ حدیث "کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" (میں حسن و جمال کا ایک مخفی خزانہ تھا۔ مجھے خواہش ہوئی کہ مجھے کوئی دیکھے۔ پس اس لئے کائنات کو پیدا کیا) سے یہ بات ظاہر ہے۔ اس وجہ سے کہ کنت کنزا مخفیا سے مراد حسن ازلی ہے جو حق تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے اور فاحببت ان اعرف سے مراد عشق حقیقی ہے اور خلقت الخلق سے مراد ہے عشق عارضی یا عشق مجازی جو عشق حقیقی کا اثر ہے اور مخفی ہے۔ جس طرح ایک حسین اپنے عشق کے سبب جو

Marfat.com

اس کی صفت ذاتی ہے اپنے عشق پر عاشق ومفتون ہے۔حقیقتاً وطبعاً۔اس طرح جو شخص کسی حسین کو دیکھتا ہے تو اس حسین کا عشق دیکھنے والے کے دل میں اثر انداز ہوتا ہے چنانچہ اس عشق کا عکس دیکھنے والے کے دل میں بیٹھ جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اس حسین کے حسن پر بالغرض عاشق ہو جاتا ہے۔کیونکہ اس کا عشق عارضی اور غیر طبعی ہے۔یہی وجہ ہے کہ عاشق بے غرض کا عشق کچھ عرصہ کے بعد زوال پذیر ہو جاتا ہے۔سوائے چند اشخاص کے مثل مجنون وغیرہ۔اب چونکہ عشق حقیقی صورت فعلیہ رکھتا ہے اور عشق عارضی صورت انفعالی رکھتا ہے اس لئے جو کوئی مرتبہ فعلیہ رکھتا ہے محتاج اور عاشق ہوتا ہے اور معشوق محتاج الیہ ہوتا ہے۔پس خوبصورت کے دو معشوق ہوتے ہیں۔ایک اس کا اپنا حسن کیونکہ معشوق حقیقی وہی ہے دوسرا عاشق عارضی جو اس کا معشوق عارضی اور غیر طبعی ہے۔اس کو دیکھنے والے کا یعنی جو عاشق بالغرض ہے ایک معشوق ہے یعنی وہی حسین۔پس جو شخص دو معشوق رکھتا ہے۔ایک معشوق رکھنے والے کی نسبت دگنا بے قرار ہوتا ہے اس وجہ سے کہ اس کا دل دو طرف کشیدہ رہتا ہے۔

طریق زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔آپ نے فرمایا کہ جو شخص ایک لاکھ مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے اس کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بے حجاب و بے حساب کلام فرماتے ہیں۔درود شریف یہ ہے:

اللهم صل وسلم على سيدنا رسولك محمد تعينك الاقدم والمظهر الاتم لاسمك الاعظم بعد و تجليات ذالك و تعينات صفاتك و علىٰ آله كذالك

اس کے بعد فرمایا کہ شرط بھی نہیں ہے کہ روزمرہ مقررہ مقدار میں پڑھے بلکہ ہر روز جس قدر ہو سکے پڑھے حتی کہ ایک لاکھ پورا ہو جائے۔اسلوب الفاظ اور تعین اوقات و ایام بھی مشروط نہیں۔ناغہ بلا ضرورت یا باضرورت ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

حضرت علیؓ کی للّٰہیت سے کافر مسلمان ہو گیا:

اس کے بعد نفسانیت و انانیت پر گفتگو ہونے لگی۔حضرت اقدس نے فرمایا کہ صحابہ کرام بھی کفار کے ساتھ جنگ کرتے تھے۔کفار کو غلام بناتے تھے اور ان کو ذلیل و خوار کرتے تھے۔مال غنیمت حاصل

Marfat.com

کرتے تھے۔لیکن صحابہ کے دل میں رعونت ونفسانیت کی بوتک نہ تھی۔محض رضائے الٰہی کے لئے سب کام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ایک کافر کو مسلسل لڑائی کے بعد مغلوب کیا۔اس وجہ سے کہ وہ طاقت میں آپ کا ہم پلہ تھا۔ جب آپ نے اسے زمین پر پھینک دیا اور سرتن سے جدا کرنے کا ارادہ کیا تو کافر نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔اس پر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔کافر نے کہا تین دن مجھ سے لڑتے رہے ہو اور اب جبکہ مجھ پر غالب آ گئے ہو تو قتل کرنے کی بجائے آپ نے مجھے زندہ چھوڑ دیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ جنگ کرنا محض رضائے الٰہی کی خاطر تھا۔جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو میں ڈر گیا کہ مبادا نفسانیت کار خیر میں شامل ہو جائے۔اس لئے تجھے چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر کافر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

اوقات نماز پنجگانہ:

اس کے بعد اوقات نماز پنجگانہ کا ذکر ہونے لگا۔حضرت اقدس نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تمام نمازوں کا وقت ایک تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز کے لئے جداگانہ وقت مقرر ہوا اور ختم ہونے میں آٹھ مجتہدین میں اختلاف ہے۔

وقت نماز فجر:

چنانچہ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور آخری وقت طلوع آفتاب تک ہے لیکن صبح صادق کی ابتدا میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک صبح صادق کی ابتدا اسی سفیدی سے ہوتی ہے جو افق آسمان پر نمودار ہوتی ہے اور پھیل جاتی ہے۔اور بعض کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو زمین کی اشیاء پر ظاہر ہو کر پھیل جاتی ہے۔

وقت نماز ظہر:

نماز ظہر کی ابتدا زوال آفتاب ہے لیکن ظہر کے آخری وقت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ کا فیصلہ یہ ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ کسی چیز کا سایہ اس کی لمبائی سے دوگنا نہ ہو جائے یعنی سایہ اصلی سے۔اور اکثر علماء نے یہی فتویٰ دیا ہے۔لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں کے نزدیک ظہر کا وقت اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب کسی چیز کا سایہ اس چیز کی لمبائی

Marfat.com

کے برابر ہو جائے چنانچہ بعض علماء نے صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا فیصلہ تسلیم کیا گیا۔

وقت نماز عصر:

اسی طرح عصر کی نماز کی ابتداء میں بھی فرق ہے۔ امام ابو حنیفہؒ جو کہ عصر کا وقت اشیاء کے دوگنے سائے سے شروع کرتے ہیں اور صاحبین ایک گنا سایہ سے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ظہر کا وقت ایک گنا سایہ سے ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت دوگنا سایہ سے شروع ہو جاتا ہے اور باقی جو وقت درمیان میں بچ جاتا ہے وہ مہمل ہے۔ اس میں کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی۔ نماز عصر کے اختتام کا وقت غروب آفتاب تک ہے لیکن حسن بن زیاد کے نزدیک جب آفتاب زرد ہوتا ہے تو عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور ان کے نزدیک سورج کے زرد ہونے اور غروب کے درمیان جو وقت ہے وہ مہمل ہے اس کے اندر کوئی نماز نہیں۔ سورج زرد ہونے کی علامت یہ ہے کہ سورج پر نظر ڈالنے سے آنکھیں نہ چندھائیں۔

وقت نماز مغرب:

نماز مغرب کی ابتداً غروب آفتاب کے بعد ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں لیکن مغرب کے آخری وقت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام اعظمؒ کے نزدیک مغرب کا آخری وقت شفق کے گم ہونے تک ہے یعنی جب تک غرب میں سفیدی موجود ہے جو سرخی کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ نماز مغرب جائز ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہی قول ہے۔ صاحبین امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مغرب کا آخری وقت شفق گم ہونے تک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا مسلک بھی یہی ہے۔

وقت نماز عشاء:

عشاء کے اوقات میں بھی اختلاف ہے۔ جو نماز مغرب کے اوقات میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ امام اعظمؒ کے نزدیک عشاء کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب مغرب کی سفیدی ختم ہوتی ہے۔ لیکن صاحبین کے نزدیک سرخی ختم ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کا آخری وقت صبح صادق کے طلوع تک ہے۔ اگرچہ صبح صادق کے طلوع میں تھوڑا سا اختلاف ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

Marfat.com

ایک شیعہ امام کا اعتراف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی باہمی محبت کے متعلق:

حضور اقدس کتاب تحفہ اثنا عشریہ مصنفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا مطالعہ کر رہے تھے کتاب میں سے آپ نے یہ عبارت پڑھ کر سنائی۔ مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ زیدی جن کا شمار اکابر شیعہ میں ہوتا ہے۔ اپنی کتاب اطلاق الحمامہ فی مباحث الامامہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا گذر ایک قوم پر ہوا جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی شکایت کر رہے تھے۔ میں نے جا کر حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ چھپا رہے ہیں۔ جو کچھ لوگ برملا کہتے ہیں ان لوگوں کو ہرگز یہ کہنے کی جرات نہیں ہو سکتی۔ ان لوگوں کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ہے اور پہلے اس نے یہ بات ظاہر کی ہے۔

حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عظمت:

یہ سن کر کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: پناہ بخدا تعالیٰ، رحمت کرے خدا تعالیٰ ان دونوں پر۔ یہ کہہ کر آپ اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھ کر آپ نے اپنی ریش مبارک کو ہاتھ میں پکڑا جو سفید تھی اور اس قدر روئے کہ آنسو ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ اس اثنا میں بے شمار لوگ جمع ہو چکے تھے آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں کی، دو وزیروں اور دو رفیقوں اور قوم قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے دو باپوں کی مذمت کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ لوگ کہتے ہیں میں اس سے بیزار ہوں اور اس پر ان لوگوں کو سزا دوں گا اور تعزیر لگاؤں گا۔ ان دونوں حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خدمت کی ہے اور وفاداری کی ہے اور ہمیشہ احکام خداوندی کی نشر و اشاعت میں بے حد جدوجہد کی ہے۔ انہوں نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں بہت کوشش کی ہے۔ انہوں نے لوگوں کے مسائل اور مقدمات حل کیئے اور جو لوگ سزا کے مستحق تھے ان کو سزائیں دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دو حضرات کی رائے سے کسی کی رائے کو بہتر نہیں سمجھتے تھے۔ ان دونوں سے زیادہ کسی کو دوست نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو ان دونوں صاحبان سے راضی تھے۔ اور باقی مسلمان بھی راضی اور خوش تھے۔ ان دونوں حضرات نے آنحضرت ﷺ کی مرضی سے ذرہ برابر بھی تجاوز نہ کیا۔ پس ان دونوں کا اسی حالت میں وصال ہوا۔ خدا تعالیٰ ان دونوں صاحبان پر رحمت کرے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جو دانے کو اگانے والا اور

Marfat.com

جانوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ جو شخص ان دونوں حضرات کو دوست رکھتا ہے وہ بلند درجہ رکھنے والا مؤمن ہے۔اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے یا ان سے نفرت کرتا ہے وہ بدنصیب ہے اور دین سے خارج ہے اور جو شخص ان کی برائی کرتا ہے خدا اس پر لعنت کرے۔اور تم انشاءاللہ ان لوگوں کا حشر دیکھ لو گے۔اور اس کے بعد حضرت علیؓ نے عبداللہ بن سبا کو بلوایا اور اس کو ملک بدر کر کے مدائن کی طرف نکال دیا اور فرمایا یہ ابن سبا میرے ساتھ ایک ہی شہر میں ہرگز نہیں رہے گا۔

مجاہدات اولیاء:

حضرت اقدس نے فرمایا کہ سلسلہ سہلیہ میں تمام منتہیان گوشت نہیں کھاتے دوسرے سلاسل کے لوگ اگر چہ گوشت ترک نہیں کرتے تاہم بہت سارے مشائخ نے اپنے لئے گوشت ترک کیا ہے چنانچہ قبلہ حضرت مولانا محب النبی فخر الدین دہلوی قدس سرہ نے ساری عمر اپنے لئے کوئی جانور ذبح نہیں کیا تھا۔ اگر چہ بیماری کی حالت میں طبیب نے کہا تھا۔چوزہ مرغ کا گوشت کھانا چاہیے۔لیکن آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔اگر بازار سے مل جائے تو درست ہے ورنہ ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ اور حضرت سہل تستریؒ کا مجاہدہ:

اس کے بعد فرمایا کہ دو بزرگ ایسے ہوئے جو پیدائشی روزہ دار تھے اور ساری عمر روزہ دار رہے۔ ایک حضرت ابوبکر واسطیؒ اور دوسرے حضرت سہل بن عبداللہ تستری تھے۔حضرت سہلؒ سات سات دن تک صوم وصال رکھتے تھے اور رات دن کے بعد افطار کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کا مجاہدہ:

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ ایک ایسے بزرگ ہیں کہ جن کے متعلق صاحب "نفحات الانس" نے لکھا ہے کہ آپ کا اسم گرامی فضل اللہ بن ابی الخیر تھا اور آپ اہل طریقت کے اندر سلطان وقت تھے اور تمام مشائخ آپ کے مسخر تھے اور سارے جہان کا رجوع آپ کی طرف تھا۔اس وجہ سے کہ آپ امام شریعت ،طریقت وحقیقت تھے اور ظاہری طور پر آپ بادشاہوں کی طرح شان وشوکت سے رہتے تھے۔عمدہ لباس پہنتے تھے اور لنگر میں نہایت عمدہ طعام تیار کراتے تھے۔اس لئے آپ ظاہر و

Marfat.com

باطن کے بادشاہ تھے۔ ایک دن آپ لذیذ کھانے کھا رہے تھے ایک شخص نے یہ دیکھ کر اعتراض کیا کہ یا حضرت صوفی ہو کر آپ اس قدر لذیذ اور مرغن طعام کھاتے ہیں۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب سے میں نے اس درخت کے ساتھ معلق ہو کر قرآن مجید کے تیس پارے ختم کئے ہیں یہ مرغن کھانے مجھ پر حلال ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ "نفحات الانس" میں لکھا ہے ایک دن حضرت شیخ ابوالفضل سرخسیؒ نے باغ میں سے آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ دوستوں کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا جاتا ہے کہ بال اور ناخن بڑھ گئے ہیں لیکن ایک پیسہ نہیں ہے کہ حجام کو دے کر حجامت بنواؤں۔ اس وقت ایک اور آدمی بھی باغ میں موجود تھا۔ دیکھا کہ تمام درختوں کے پتے اور ٹہنیاں اور خالص سونا ہو گئی ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ نفحات الانس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک لڑکا توت کے پتے جمع کرنے کے لئے پھر رہا تھا کہ شیخ ابوالفضل موجود تھے۔ انہوں نے بارگاہ رب العزت میں مناجات کی کہ "یا اللہ! آپ نے مجھے ایک روپیہ بھی نہیں دیا کہ بال کٹواؤں کیا دوستوں سے یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ کہتے ہی تمام درختوں کے پتے اور ٹہنیاں زر خالص ہو گئے۔ یہ دیکھ کر کہنے لگے۔ عجب حال ہے۔ ہم دل کی بات بھی تجھ سے نہیں کہہ سکتے۔

حضرت خواجہ گنج شکرؒ کا مجاہدہ:

اس کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ قبلہ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ گنج شکر نے بارہ سال کنوئیں میں معلق ہو کر عبادت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر چہ کتابوں میں بارہ سال کا ذکر بھی آیا ہے لیکن یہ روایت معتبر نہیں۔ معتبر روایت یہ ہے کہ آپ نے ایک مقام پر چالیس روز معلق ہو کر صلوٰۃ معکوس ادا کی اور یہ روایت پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ اوچ متبرکہ میں مسجد حاج کے دروازہ پر مخدوم فضل الدین کی خانقاہ کے غربی جانب مخدوم خیر شاہ صاحب کی حویلی کے پاس چالیس روز صلوٰۃ معکوس ادا کی۔ اس مسجد کے سامنے ایک درخت تھا جس کی ایک شاخ کنوئیں کے اوپر تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک مولوی صاحب کو محرم راز بنا دیا تھا اور وہ آدمی آپ کو عشاء کی نماز کے بعد کنوئیں میں لٹکا دیتا تھا اور صبح کی نماز سے پہلے آ کر نکال لیتا تھا یہ عمل چالیس روز تک رہا۔ ممکن ہے کہ کسی اور مقام پر بھی چالیس دن تک صلوٰۃ معکوس ادا کی ہو لیکن بارہ سال والی روایت صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا کہ قریش اور دیگر عرب شریف کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی مقابلے کیئے۔ جب وہ لوگ شعر وسخن اور بلاغت کے میدان میں مقابلہ کرتے تھے تو ان کی فصاحت وبلاغت کو قرآن عظیم توڑ کر رکھ دیتا تھا۔ عرب کے فصحاء و بلغاء (جمع فصیح وبلیغ) میں سے کوئی شخص قرآن مجید کی طرح کلام نہیں لا سکتا تھا۔ اگر وہ لوگ میدان جنگ میں مقابلہ کرتے تو پھر بھی شکست کھاتے تھے۔ اور ذلیل وخوار ہوتے تھے۔ چنانچہ جنگ بدر میں قریش کے اکثر سردار مارے گئے۔ آخر تمام مقابلوں میں عاجز آ کر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے حضرت حذیفہؓ کا باپ مارا گیا تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ابی حذیفہ مرتد ہوتے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ مرتد ہونے کا خیال ہرگز میرے دل میں نہیں آیا لیکن مجھے یہ افسوس ہوا کہ میرا والد سلیم الطبع اور صاحب انصاف تھا اور حق کو باطل سے جدا کرتا تھا۔ میں اس انتظار میں تھا کہ ابھی اس پر آنحضرت ﷺ کی نبوت آشکارا ہوتی ہے اور ایمان لانے والا ہے۔ لیکن اب جبکہ وہ مارا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دانائی کے باوجود کفر پر مرا ہے۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت ابو حذیفہؓ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر ہو چکا تھا۔ اس لئے کیا خوب جواب دیا۔

کنواں پاک کرنے کا مسئلہ:

کسی نے عرض کیا کہ فلاں کنویں سے ایک پرانا جوتا نکلا ہے۔ تمام حاضرین نے کہا کہ حضور ہم نے بھی اس کنویں سے وضو کیا ہے۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ مولوی غوث بخش ساکن چاچڑاں جو بہت بڑے عالم اور حضرت اقدس کے خادمان میں سے تھے، مجلس میں موجود تھے۔ ان سے فتویٰ دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ تین دن رات کی نمازوں کا اعادہ کیا جائے۔ بدن کپڑے اور برتن پاک کیے جائیں۔ اور کنویں کا سارا پانی نکالا جائے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ کوئی شخص جائے اور وہ جوتا لے آئے۔ جب جوتا لایا گیا تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جوتا بہت پرانا اور بیکار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں پڑا ہو گا اور کسی بچے نے اٹھا کر کنویں میں پھینک دیا ہو گا۔ نیز یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نجاست سے آلودہ تھا۔ جوتا اس قدر کہنہ ہے کہ ممکن ہے پہلے ناپاک ہو۔ اور کئی بار اس پر بارش پڑی ہو گی۔ نیز چونکہ چمڑہ یا جوتا خواہ نیا ہو یا

Marfat.com

پرانا بذات خود ناپاک نہیں ہے۔اس لئے میں کہتا ہوں احتیاطاً یہ فتویٰ ہے کہ نماز وغیرہ کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔اب کنویں کو پاک کر دینا چاہیے۔ یہ سن کر مولوی صاحب مذکور ذرا برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ امام اعظم کا فتویٰ یہ ہے کہ تین دن رات کی نماز کا اعادہ کیا جائے۔آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ مولوی غلام رسول کو بلاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا۔انہوں نے جواب دیا کہ جب نجاست کا علم یقینی نہیں ہے تو فتویٰ وقوعہ کے علم کے وقت سے دیا جائے گا۔ یہ سن کر مولوی غوث بخش نے کہا کہ آپ نے یہ فتویٰ اپنی مرضی کے مطابق دیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔مولوی غلام رسول نے کہا کہ یہ فتویٰ جو آپ نے دیا ہے یہ کنویں میں کسی جانور کے گرنے پر دیا جاتا ہے یعنی اگر کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے تو ایک دن رات کی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے۔ جوتے کا فتویٰ علیحدہ ہے۔اتنے میں مولوی تاج محمود جو حضرت کے متعلقین میں سے تھے۔آ گئے۔ جب ان سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی مولوی غلام رسول سے اتفاق رائے کیا۔آپ نے فرمایا زبانی بحث کیوں کر رہے ہو۔فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لو۔ چنانچہ انہوں نے شرح وقایہ اور ردالمختار کا مطالعہ کیا کہ فتویٰ اسی طرح نکلا۔جس طرح مولوی غلام رسول نے بتایا تھا۔اس کے بعد حضرت اقدس نے خود شرح وقایہ کھول کر کچھ عبارت پڑھی تو فرمایا کہ تم لوگ صرف امام محمد کا نام لے رہے تھے۔لفظ "قالا" (بمعنی دو آدمیوں نے کہا) سے تو یہ ظاہر ہے کہ امام محمد کے ساتھ امام ابو یوسف ایک طرف ہیں اور امام اعظم ایک طرف۔ پس اس صورت میں قاعدہ یہ ہے کہ مفتی کو اختیار ہے کہ امام اعظم کا قول اختیار کرے یا ان کے شاگرد کا۔ایک دن یا تین رات کی نمازوں کے اعادہ کا سوال تو کسی جانور کے کنویں میں گرنے سے لازم آتا ہے۔ جوتا گرنے سے تو صرف تین سو بوکا (ڈول) نکالنے کی ضرورت ہے۔اور یہ وضو جو ہم نے اس پانی سے کیا ہے جائز ہے۔ کیونکہ نجاست کا علم ہونے سے پہلے یہ وضو کیا گیا تھا۔اس سے مولوی غوث بخش صاحب خاموش ہو گئے۔اس کے بعد فرمایا کہ حضرت محبوب الٰہی کے زمانے میں بھی اس قسم کا واقعہ پیش آیا تھا۔انہوں نے احتیاط کے طور پر بو کے نکالنے کا حکم دیا تھا۔لیکن نمازوں کا اعادہ نہیں کرایا تھا۔

حق تعالیٰ کی محبت ہر چیز پر غالب ہونی چاہیئے:

فرمایا کہ امام محمد غزالیؒ جو امام شریعت وطریقت ہیں فرماتے ہیں کہ محبت حقیقی یعنی حق تعالیٰ کی محبت

Marfat.com

اگر دنیا و مافیہا پر غالب ہے تو موت کے بعد بھی یہی غالب رہے گی۔ اگر محبت حقیقی دنیا و مافیہا کی محبت کے برابر ہے تو پھر بھی مرنے کے بعد حقیقی محبت غالب رہے گی۔ اگر محبت حقیقی قدرے مغلوب اور دنیا و مافیہا کی محبت قدرے غالب ہے تو پھر بھی محبت حقیقی کا غلبہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر محبت حقیقی بالکل مغلوب ہے یا حقیقی محبت کسی کے دل میں بالکل نہیں ہے صرف دنیا کی محبت ہے تو اس وقت مرنے کے بعد دنیا کی محبت، محبت حقیقی پر غالب آ جائے گی۔

اولیائی تحت قبائی:

اس کے بعد اولیاء مکتوم (چھپے ہوئے اولیاء) کا ذکر ہونے لگا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ جوتوں کو گانٹھتا تھا اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اس سے خود بھی کھاتا تھا اور فقراء کو بھی کھلاتا تھا۔ اور رات کے وقت گم ہو جاتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ غوث زماں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف قدسی میں آیا ہے کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (میرے اولیاء میری قباء (صدری) کے نیچے ہوتے ہیں۔ اور میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچانتا)۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا ایک مرید ہمیشہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا تھا کہ مجھے غوث زماں کی زیارت کی تمنا ہے۔ اور آپ بھی ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ ایک دن ضرور دیکھ لوگے۔ آخر ایک دن اس مرید نے اصرار کیا کہ مجھے ضرور غوث زماں کی زیارت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کوہ لگام جو ملک شام میں ہے اور جہاں تمام اولیاء جمع ہوتے ہیں۔ جاؤ وہاں تم کو غوث زماں کی زیارت ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ مرید کوہ لگام کی طرف گیا اور دیکھا کہ بہت سارے اولیاء اللہ جمع ہیں۔ جب نماز کا وقت آیا تو ایک برقعہ پوش ظاہر ہوا۔ لوگوں نے کہا یہی ہیں غوث زماں۔ پس وہی غوث زماں امام ہوئے اور باقی تمام اولیاء کرام نے ان کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آدمی اس برقعہ پوش غوث وقت کے پاس گیا۔ اور عرض کیا کہ مہربانی فرما کر نقاب چہرے سے ہٹائیں تاکہ اچھی طرح زیارت کرلوں۔ انہوں نے انکار کیا۔ لیکن بہت عجز و نیاز کے بعد جب انہوں نے برقعہ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی اس کے پیر حضرت ابوالحسن خرقانی ہیں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ صاحب کی کمال رواداری، دیگر سلسلہ کے بزرگان کی مدحت سرائی:

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ اس قدر عظیم الشان ولایت پر مبعوث ہوئے تھے کہ مشائخ عظام کا خیال تھا کہ ولایت کا ظہور جس شان وشوکت سے حضرت شیخ جنید قدس سرہ میں ہوا۔ اس کے بعد وہ مقام کسی ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوا۔ مگر مدت دراز کے بعد حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ اسی شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے سلسلہ میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ کو خواجہ بزرگ کہتے ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت بہاؤ الدین نقشبند کو۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار جن کا شمار اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ روزگار میں ہوتا ہے۔ اپنی کتاب "فقرات" میں لکھتے ہیں کہ خاتم الخلفاء کے توسط کے بغیر حق تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے اور آپ خاتم الخلفاء خواجہ نقشبند کو سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد حاجی عمر خان شاہد نے جو حضرت اقدس کے مقربین میں سے ہیں عرض کیا اور کہا کہ یہ صحیح ہے کہ خاتم الخلفاء حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے توسط کے بغیر حق تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص جس طرح اپنے سلسلہ کے مشائخ کے بارے میں خیال کرتا ہے اسی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی کے بارے میں فرمایا کہ: انی وجدت نفس الرحمن من قبل الیمن (مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو محسوس ہوئی) چنانچہ ایک دن حضرت بایزید بسطامیؒ خرقان سے گذرے اور فرمایا کہ مجھے یہاں سے دوست کی بو آتی ہے۔ دوست سے ان کی مراد شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ قصر ہندوان سے جو بخارا کے پاس ایک گاؤں ہے گذر رہے تھے۔ تو فرمایا کہ مجھے اس جگہ سے خدا کے بندوں کی خوشبو آتی ہے۔ تھوڑے عرصے بعد یہ قصر ہندواں، قصر عارفان بن جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس جگہ ایک بزرگ پیدا ہوں گے جن کا نام بہاؤ الدین ہوگا۔ چنانچہ جس طرح آپ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ قصر ہندوان جہاں ہندو لوگ رہتے تھے، قصر عارفان کہلانے لگا۔ حتیٰ کہ آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ جب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند پیدا ہوئے تو والد صاحب ان کو حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نہایت خوش ہوئے اور بچے کو گود میں لے کر فرمایا یہ میرا بیٹا ہے۔ اس وجہ سے کہ میں نے اسے قبول کیا ہے۔ اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مرد ہے جس کی خوشبو

Marfat.com

مجھے آئی تھی۔اس کے بعد فرمایا کہ حضرت محمد بابا سماسیؒ نے اپنے خلیفہ جانشین خواجہ سید امیر کلالؒ سے فرمایا کہ میں ان کی تربیت کے وقت تک زندہ نہیں رہوں گا۔تم اپنی ساری ہمت میرے فرزند بہاؤالدین کی تربیت میں صرف کرنا اور اس میں کوئی کمی نہ کرنا۔چنانچہ حضرت سید امیر کلالؒ نے اپنے شیخ کی وصیت کے مطابق خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کی تعلیم و تربیت ومجاہدات کے لئے کماحقہ کوشش کی۔لیکن جب انہوں نے خواجہ بہاؤالدین نقشبند میں عظیم استعداد دیکھی تو فرمایا کہ جو کچھ مجھے حضرت محمد بابا سماسیؒ سے ملا ہے سب کچھ تجھے دے دیا ہے۔اپنے شیخ کی وصیت کو پورا کیا ہے اور ذرہ بھر تجھ سے دریغ نہیں کیا۔چنانچہ اب میں نے اپنے پستان کو تمہاری خاطر بالکل خشک کر دیا ہے۔لیکن اے فرزند بہاؤالدین تمہاری ہمت کا طائر بلند پرواز ہے۔اب تجھے رخصت ہے۔دنیا کی سیر کرو اور ہر جگہ کی خوشبو سونگھو۔اس سے اشارہ یہ تھا کہ مشائخ روزگار سے فیض حاصل کرو۔چنانچہ آپ نے شیخ قثمؒ اور شیخ خلیل اماٹسویؒ سے فیض صحبت حاصل کیا اور دوسرے مشائخ زمانہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی استفادہ کیا۔اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ حضرت خواجہ نقشبند کو ذکر جہری سے مناسبت نہیں تھی۔آپ ہمیشہ ذکر خفی میں مشغول رہتے تھے(۔یہاں تک کہ جب سید امیر کلالؒ اپنے مریدین کو بٹھا کر حلقہ ذکر کرتے تھے۔اور ذکر خفی کے ذریعے مراقب ہو کر توجہ دیتے تھے۔اور اس دوران ذکر جہری کی نوبت آتی تو حضرت خواجہ نقشبندؒ اٹھ کر دوسرے مقام پر مشغول ہو جاتے تھے۔ایک دن لوگوں نے ازراہ طنز کہا کہ یہ عجیب رویہ اختیار کر رکھا ہے۔جو مشائخ عظام کے طریقہ سے مختلف ہے۔اس پر حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو اختیار دیا ہے کہ جو طریق اختراع کریں کر سکتے ہیں۔نیز ایسے مشائخ کو نبوت سے حصہ ملتا ہے۔

خلفاء حضرت خواجہ نقشبندؒ:

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے خلفاء بہت ہیں۔لیکن خلیفہ اکبر اور جانشین حضرت خواجہ علاؤالدینؒ ہیں۔حضرت خواجہ محمد پارساؒ بھی آپ کے اکابر خلفاء سے ہیں۔آپ کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ آپ کے حق میں حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ محمد پارساؒ میرے اصحاب میں سے برخ ہیں۔اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا سبحان اللہ! خواجہ نقشبندؒ اور خواجہ محمد پارساؒ کی کیا شان ہے۔یا حضور حضرت نبی کریم ﷺ اپنی امت کے لئے برخ مقرر کر رہے ہیں یا خواجہ نقشبندؒ اپنے خلیفہ کو برخ کہہ

Marfat.com

رہے ہیں۔ چنانچہ یہ لقب یا خواجہ اویس قرنیؒ پر راس آیا یا خواجہ محمد پارساؒ پر۔ اولیاء اللہ میں دوسرا کوئی برخ نہیں ہوا۔

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ:

حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ بڑے عظیم الشان اور اکابر اولیاء زمانہ میں سے تھے۔ اور ولایت متفقہ کے مالک تھے۔ چنانچہ آپ کے زمانے میں جتنے اقطاب، ابدال یا اوتاد تھے۔ سب نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ ایک دن مجلس سماع گرم تھی۔ تمام فقراء جمع تھے۔ اور شیخ ابوسعیدؒ درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن معاملہ سرد تھا۔ کسی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ شیخ نے فرمایا مجلس بند کر دو اور چپ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد انہوں نے اولیاء سلف کی حکایات شروع کر دیں۔ جس سے ہر شخص کے دل میں ذوق وشوق کی آگ بھڑک اٹھی۔ یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ اب سماع شروع کرو۔ جب سماع شروع ہوا تو حضرت شیخ اور تمام اصحاب پر وجد طاری ہو گیا اور اسی وجد کی حالت میں اپنے شیخ حضرت ابوالفضل قدس سرہ کے مزار پر پہنچ گئے۔ اس وقت تقریباً چار سو درویش وجد میں تھے۔ سب لوگوں پر اس قدر ذوق اور بے خودی کا غلبہ تھا کہ ان کو اپنی بھی خبر نہ تھی۔ جب حالت وجد فرو ہوئی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ لکھ لو۔ اس سے پہلے یہ حالت وجد وغلبہ کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کا سلسلہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا زمانہ سلاسل کے مشہور ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس وقت آپ کے سلسلہ کو جنیدیہ کہتے تھے۔ اس وجہ سے کہ شیخ ابوسعیدؒ حضرت شیخ ابوالفضل ابن الحسن سرخسیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔ وہ شیخ ابوالنصر سراجؒ کے اور وہ حضرت شیخ ابومحمد مرتعش کے اور وہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔

مرید کی مشرکانہ بات پر حضرت اقدس کا غصہ:

آپ کی خدمت میں ایک شخص دست بستہ رو رو کر یہ گذارش کر رہا تھا کہ قبلہ اس غلام کو دو چیزیں عطا کی جائیں۔ ایک اپنی عقید تمندی دوم میری روزی بہت تنگ ہے۔ میری روزی فراخ ہو جائے۔ میں خدا اور رزاق حضور کو سمجھتا ہوں۔ یہ بات سن کر آپ بہت غصے ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ میں ان باتوں سے تنگ آ گیا ہوں اور تعلق قطع کرنا چاہتا ہوں۔ ہم اپنے پیروں کو خدا کا بندہ سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ خدا بخشؒ کی مشغولی کا کمال:

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے والد حضرت محبوب الٰہیؒ (1) (خواجہ خدا بخشؒ) اور حضرت مولوی خدا بخشؒ (2) صاحب مہاراں شریف میں ایک ہی مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ حجرے کے اندر حضرت محبوب الٰہیؒ کو جگہ ملی اور صفہ میں مولوی صاحب کا قیام تھا۔ آخر شب حضرت محبوب الٰہیؒ اٹھے۔ خادموں سے وضو کرایا۔ آپ نے نماز تہجد پڑھی اور قبلہ رو ہو کر مشغول ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ مولوی صاحب پرانے آدمی ہیں ان کو مجھ سے پہلے اٹھنا چاہیئے تھا۔ آخر جب میں مراقبہ اور ذکر جہری سے فارغ ہوا تو مولوی صاحب اس طرح چارپائی پر لحاف اوڑھے سو رہے تھے۔ جب صبح صادق ہو گئی اور نماز فجر کا وقت ہوا تو میں نے مولوی صاحب کے متعلقین سے کہا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے مولوی صاحب کو جگا دو۔ مولوی صاحب نے اٹھ کر فجر کی سنتیں پڑھنی شروع کیں اور آپ کا وضو ہی عشاء والا وضو تھا۔ یہ دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ نہایت مشکل کام ہے۔ کہنے کو تو آسان ہے۔ کرنا بے حد مشکل ہے کہ بستر راحت میں سویا رہے اور باوضو مشغول رہے۔

وظیفہ برائے برکت رزق:

آپ کے مریدین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور یہ کمترین غلام کافی زراعت کرتا ہے اور محنت بھی خوب کرتا ہے۔ لیکن غربت اور افلاس دور نہیں ہوتی۔ جس قدر ہاتھ پاؤں مارتا ہے روزی پوری نہیں ہوتی۔ آپ نے اس کے حال زار پر رحم فرماتے ہوئے کہا کہ صبح کی نماز کے بعد سورہ فاتحہ بسم اللہ سمیت اکیس بار، نماز ظہر کے بعد بائیس بار، نماز عصر کے بعد تیئس بار، نماز مغرب کے بعد چوبیس بار اور نماز عشاء کے بعد دس بار پڑھا کرو۔ اور ہر نماز کے بعد یہ دعا بھی پانچ پانچ بار پڑھا کرو "اللھم اقذف فی قلبی رجاءك واقطع رجائی لمن سواك حتیٰ لا ارجو احدا غیرك" اور ہر نماز کے بعد یعنی فرضوں کے بعد اسم "یاباسط" ہفتاد و دو (بہتر 72) بار پڑھا کرو۔

---

1) اس سے مراد حضرت خواجہ خدا بخش ہیں جو حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے والد ماجد تھے۔

2) مولوی خدا بخشؒ کا مزار خیر پور ٹامے والی ضلع بہاولپور میں ہے۔ آپ حافظ جمال اللہ ملتانی کے مرید و خلیفہ تھے جو حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار چشتیاں شریف ضلع بہاولنگر میں ہے۔

Marfat.com

بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے وقت جو دعا مانگی جائے پوری ہوتی ہے:

اس کے بعد زیارت بیت اللہ کا ذکر ہونے لگا۔آپ نے فرمایا جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو طواف کرنے کے لئے ہم حرم شریف میں گئے۔ پہلے ہم باب السلام سے بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ میں اپنے منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے داخل ہوا۔اس خیال سے کہ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر آنکھ کھولوں گا۔ بیت اللہ شریف کے قریب پہنچ کر میں نے کپڑا منہ سے ہٹایا اور پہلی نظر بیت اللہ شریف پر ڈالی اور معاً دعائے سلامتی ایمان مانگی۔اس وجہ سے کہ پہلی بار کعبۃ اللہ کو دیکھ کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔میرے لئے سب سے بڑی دعا سلامتی ایمان تھی اور وہی دعا میں نے مانگی۔اس کے بعد ایک شخص نے عرض کی کہ قبلہ میں نے پہلی بار بیت اللہ شریف کو دیکھ کر یہ دعا مانگی تھی۔اللھم اجعلنی مستجاب الدعوات (اے اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنا یعنی جو دعا مانگوں پوری ہو) یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور فرمایا ہوں: یہ دعا بھی بزرگوں نے لکھی ہے۔کیونکہ جو شخص مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے۔اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ قبلہ بیت اللہ میں کیا تاثیر ہے کہ پہلی بار نظر ڈالنے کے بعد ہر شخص خواہ وہ پتھر کی طرح سخت کیوں نہ ہو نرم ہو کر گریہ کرنے لگتا ہے۔آپ نے فرمایا بے شک! بیت اللہ میں اس قدر اثر ہے کہ جب میں نے پہلی بار زیارت کی تو سخت گریہ طاری ہو گیا۔نیز وداع کے وقت مجھ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ گلا بیٹھ گیا اگر چہ بیت اللہ پتھر سے بنا ہوا ہے لیکن اس قدر حسین وجمیل محبوب ہے کہ کوئی محبوب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔اسکے بعد فرمایا کہ آجکل بیت اللہ شریف کا غلاف ریشمی ہے اور اس پر طلائی کام ہوا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں غلاف درختوں کے پتوں سے بنا ہوا بوریا ہوتا تھا۔

اس کے بعد بیت اللہ شریف میں داخلے کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔حضور اقدس نے فرمایا کہ جب میں بیت اللہ شریف میں داخل ہوا تو مجھے یہی یاد ہے کہ چند رکعت نماز نفل ادا کیں اور بس۔باقی تمام وقت بے خودی اور محویت کی حالت طاری رہی۔

Marfat.com

بلی کے پس خوردہ کا حکم:

بلی کے پس خوردہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مدینہ المنورہ کی ایک عورت نے دلخواہی اور محبت کی بنا پر کچھ ہریسہ پکا کر حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں ایک خادمہ کے ہاتھ ارسال کیا۔ اس وقت حضرت بی بی صاحبہ نماز میں مشغول تھیں اس لئے آپ نے اشارتاً فرمایا کہ رکھ دو۔ اس اثنا میں ایک بلی آئی اور اس نے کچھ ہریسہ کھا لیا۔ جب حضرت بی بی عائشہ نماز سے فارغ ہوئیں۔ انہوں نے بلی کے پس خوردہ کو جائز ثابت کرنے کے لئے اس جگہ سے ہریسہ کھانا شروع کر دیا اور فرمایا کہ یہ نجس "پلید" نہیں ہے کیونکہ بلی طواف کرنے والوں میں سے ہے۔ اور تمہارے رفیقوں اور اہل خانہ میں سے ہے۔

نماز جمعہ کی رکعتیں:

اس کے بعد کسی نے دریافت کیا کہ قبلہ نماز جمعہ کس طرح اور کیسے ادا کرنی چاہیے اور کتنی رکعت ہیں۔ آپ نے فرمایا اول چار رکعت نماز سنت اول جمعہ ادا کرے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز فرض جمعہ امام کے پیچھے ادا کرے۔ اس کے بعد چار رکعت عبادۃ اللہ کی نیت سے ادا کرے۔ ان چار رکعت کو چار رکعت احتیاط جمعہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لیکن نہ فرض کی نیت باندھے نہ سنّت کی، نہ نفل اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک اور سورۃ پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز سنت ظہر کے وقت کی نیت سے پڑھے۔ یہ ہے نماز جمعہ پڑھنے کا طریقہ۔

وظیفہ ذوق الٰہی و کشائش رزق:

اس کے بعد ایک مرید نے عرض کیا کہ قبلہ اس غلام کو بھی ذوق و محبت الٰہی اور فراخی رزق کے لئے کوئی وظیفہ عطا فرمایا جاوے۔ آپ نے اسے یہ وظیفہ ارشاد فرمایا: اللہ الکافی قصدت الکافی، وجدت الکافی، لکل کاف کفان الکافی و نعم الکافی وللہ الحمد۔ اول آخر درود شریف گیارہ بار یہ وظیفہ ایک سو گیارہ بار پڑھا کرو۔

Marfat.com

جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسروں کے لئے بھی پسند کرو۔ حاضرین میں تحائف تقسیم کرنا:

ایک دن حضور اقدس نے فرمایا کہ وہ کھجور جو کل نذر ہوئی تھیں لاؤ۔ حسب فرمان تین ٹوکرے کھجور پیش کیئے گئے۔ ہر ٹوکرے میں دو قسم کی کھجوریں تھیں۔ آپ نے ان کو مخلوط کر کے اپنے ہاتھ سے تمام حاضرین میں تقسیم کر دیا۔ اور فقراء اور مہمانوں کے لئے جو مہمان سرائے میں مقیم تھے، آپ نے حصہ نکال کر خادموں کے ذریعے بھجوا دیا۔ اس کے بعد حرم کے لئے بھی حصہ نکال کر بھیج دیا۔ تقسیم سے فارغ ہو کر چند عدد خرما اپنے لئے بھی اٹھا لئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ "آنچہ برائے نفس خود خواہید۔ برائے برادر مسلمان نیز ہماں خواہید" (جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند کرو)۔ بلکہ اس سے بہتر یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو مقدم رکھے اور اپنے آپ کو مؤخر۔ نیز جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ (1)

شرک خفی:

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت بایزید بسطامیؒ کے ہاتھ میں ایک سیب تھا آپ نے فرمایا کیا ہی لطیف سیب ہے۔ ہاتف نے آواز دی کہ لطیف ہمارا نام ہے۔ کیا تم میرے نام کا اطلاق غیر پر کر رہے ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک بزرگ کسی طرح ایک کنویں میں گر گئے۔ لیکن انہوں نے کسی کو آواز نہ دی کہ مجھے باہر نکالو۔ اس کے بعد ایک آدمی آیا اور اس نے برتن کنویں میں ڈالا تاکہ پانی نکالے۔ وہ بزرگ ایک طرف ہو گئے اور آرام سے کھڑے رہے۔ بلکہ سانس بھی آہستہ سے لینا شروع کیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ سانس کی آواز سن کر انہیں باہر نکال لے۔ اس وجہ سے کہ یہ بھی غیر اللہ کی استعانت ہو گی۔ آخر ایک اژدہا پہاڑ سے نکل آیا اور اس نے اپنی دم کنویں میں ڈال دی۔ اس وقت ہاتف نے آواز دی کہ یہ ہماری طرف سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے سانپ کی دم پکڑ لی۔ اور سانپ نے ان کو باہر نکال لیا۔ کیا خوب ہے۔ موت نے موت سے بچایا۔

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوالحسن نوریؒ نے حضرت ابوحمزہؒ کے ایک مرید سے دریافت کیا کہ

---

1) یہ مندرجہ ذیل حدیث کا ترجمہ ہے "لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه" تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

تجھے پیر نے کیا سکھایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ قرب سکھایا ہے۔ حضرت ابوالحسن نے فرمایا کہ جہاں ہم ہیں وہاں قرب بھی بعد ہے۔ (1)

حضرت جنید بغدادیؒ کی عظمت:

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی کی رفعت شان کا ذکر ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ جنیدؒ امام طریقت ہیں۔ اور تمام علماء اہل ظاہر واہل باطن نے آپ کو قبول کیا ہے شیخ محی الدین ابن عربیؒ بھی امام تصوف ہیں۔ لیکن ان کو اہل باطن نے قبول کیا ہے اہل ظاہر نے ان کا انکار کیا ہے۔ صرف دو بزرگ ایسے ہیں جن کو دونوں فرقوں (اہل ظاہر و باطن) نے قبول کیا ہے۔ مشائخ متقدمین میں سے شیخ جنیدؒ اور متاخرین میں سے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ۔

آپ کے خلفاء:

اس کے بعد آپ نے شیخ جنیدؒ کے چند خلفاء کے نام بتاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ رویمؒ۔ حضرت شیخ ممشاد علو دینوریؒ۔ حضرت علی رود باریؒ۔ حضرت ابومحمد حریریؒ۔ حضرت عمر بن عثمان مکیؒ۔ حضرت ابن عطاؒ۔ حضرت ابو محمد مرتعشؒ۔ حضرت ابوبکر واسطیؒ وغیرھم حضرت جنیدؒ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ جس وقت حضرت جنید توحید کے حقائق و معارف بیان فرماتے تھے تو آپ کا کلام اس قدر بلند اور باریک ہوتا تھا کہ تمام سامعین پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

بیت المال کی ملکیت:

اس کے بعد چند حاضرین نے عرض کیا کہ قبلہ وہ مال جو بیت المال میں تھا کیا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المال سے غرباء و

---

1) حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے بھی اپنی ایک کافی میں یہی فرمایا ہے اشعار یہ ہیں۔

جتھاں خود قرب ہے دوری اتھاں کیا وصل و مہجوری

انانیت تھئی پوری ہے انسانوں تے رحمانوں

ترجمہ: جب قرب بھی دوری بن جاتا ہے تو ہجر و وصل کا سوال نہیں رہتا اس وقت طالب بھی اپنی انا میں ہوتا ہے اور مطلوب بھی۔

Marfat.com

مساکین کی پرورش فرماتے تھے یا فوج پر خرچ کرتے تھے۔ اپنی ذات پر ہرگز خرچ نہیں فرماتے تھے۔ نیز فرمایا کہ خلفاء راشدین کا بھی یہی دستور تھا۔

حضرت ابو بکرؓ اور بیت المال:

چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ جب مسند خلافت پر بیٹھے تو اہل وعیال کی روزی کے خیال سے تجارت کی غرض سے بازار جا رہے تھے کہ صحابہ کرامؓ نے جمع ہو کر عرض کیا کہ اب آپ خلیفہ رسول ﷺ ہو گئے ہیں۔ یہ مناسب نہیں کہ بازار میں جا کر بال بچوں کے لئے روزی کمائیں۔ آپ کو اہل وعیال کے نان نفقہ کے لئے بیت المال سے رقم لینی چاہیئے۔ لیکن آپ نے یہ بات قبول نہ فرمائی۔ جب صحابہ کرامؓ نے بہت اصرار کیا تو آپ نے قلیل رقم بیت المال سے قبول کر لی۔

حضرت عمرؓ اور بیت المال:

اس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت عمر مسند خلافت پر بیٹھے تو مشرق ومغرب سے مال ودولت سمٹ کر بیت المال میں جمع ہونے لگی۔ لیکن آپ نے بیت المال سے کچھ قبول نہ فرمایا اور بال بچوں کی روزی کے لئے آپ اینٹیں بنایا کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے مرغی کا انڈا پکا کر زردی اور سفیدی علیحدہ علیحدہ روٹی پر رکھ لی۔ اتفاق سے حضرت حذیفہؓ کا وہاں سے گزر ہوا۔ اور ان کی نظر روٹی پر پڑی تو بے تحاشا حضرت عمرؓ پر برس پڑے۔ کہ دو قسم کے کھانے تیار کرنے کی بدعت آپ کے عہد خلافت میں شروع ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا نزدیک آؤ۔ جب وہ نزدیک آئے تو دیکھا کہ ایک ہی انڈے کے دو حصے (یعنی زردی اور سفیدی) الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ اس سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

زکوٰۃ شریعت، طریقت وحقیقت:

فرمایا: کہ ایک دن کسی نے شیخ شبلیؒ سے زکوٰۃ کا مسئلہ دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہوتی ہے۔ تم کونسی زکوٰۃ کے متعلق دریافت کر رہے ہو۔ پہلے تو وہ آدمی حیران ہوا کہ یہ کیا بات کر رہے ہیں۔ پھر کہا کہ اچھا تینوں قسم کی زکوٰۃ بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلی قسم کی زکوٰۃ، زکوٰۃ شریعت ہے۔ جو چالیس روپے میں ایک روپیہ ہے۔ دوسری زکوٰۃ طریقت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ چالیس

Marfat.com

روپے میں سے ایک روپیہ اپنے پاس رکھے باقی خیرات کردے۔ تیسری زکوٰۃ حقیقت کی ہے۔ وہ یہ کہ چالیس کے چالیس روپے فی سبیل اللہ دے دے۔

حقیقت افلاک وکواکب:

ایک دفعہ کسی نے عرض کیا کہ قبلہ قرآن مجید سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام سیارگان اور کواکب اسی آسمان دنیا (پہلے آسمان) پر ہیں اور شیاطین کو روکنے کے لئے بھی ستاروں کے ذرات سے کام لیا جاتا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ سوائے سات سیارگان کے باقی تمام ستارے اور کواکب ساکن ہیں اور کرسی ان کا مرکز ہے۔ اور یہ جو آگ کے شعلے اور شہاب ثاقب فضا میں نظر آتے ہیں کرہ ناری کے اجزا ہیں جو باہمی رگڑ کی وجہ سے مشتعل ہوتے ہیں۔ ان دونوں نظریوں میں تطبیق کس طرح کی جاسکتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آیت وزینا السماء الدنیا بمصابیح (ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے چراغوں سے زینت دی ہے) آسمان دنیا کے زیب وزینت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ یہ پہلے آسمان میں ہیں اور آسمان دنیا کی زینت سے مراد اہل شرع کے نزدیک ان کی چمک دمک روشنی اور رونق ہے اور ستاروں کا رجم بن کر شیطان کو روکنا ان کی تاثیر کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ ستارے کا اثر کرہ نار میں ہوتا ہے۔ اور کرہ نار سے آتش کا شعلہ نکل کر شیطان کی طرف جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ افلاک و کواکب کی تاثیرات سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دوسری توجیہ یہ ہے کہ حکیم فیثاغورث کے نزدیک کواکب کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے۔ فرض کرو کہ افلاک موجود ہیں۔ تو پھر بھی وہ تمام سیارگان اور کواکب سے بالاتر ہیں اور کواکب افلاک کے نیچے ہیں اور ہر سیارہ اور کوکب کے لئے فضا میں ایک مدار (راستہ۔ ORBIT) ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی آسمان دنیا کی زینت ان سیارگان اور کواکب سے ہوگی۔ اس وجہ سے کہ آسمان سے قریب ہیں اور اس سے اگر رجم شیاطین کا کام بھی لیا جائے تو کیا عجب ہے۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا قبلہ جس چیز کی ماہیت اور کنہ کے متعلق غور کیا جاتا ہے، نتیجہ آخر حیرت ہے۔ آپ نے فرمایا لوگ سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ تمام افلاک وکواکب کے حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کو بالکل خبر نہیں ہوتی۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ حضور لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ جہان اولیاء اللہ کے سامنے ایک ناخن کی طرح ہے اور ہر چیز کو وہ اچھی طرح دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں لیکن حضور فرماتے ہیں کہ ان کو ہرگز خبر نہیں ہوتی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

Marfat.com

اولیاءاللہ کا علم غیب:

آپ نے فرمایا کہ ہاں جو کچھ تم کہتے ہو درست ہے۔لیکن اس کے باوجود وہ کسی چیز کی کنہہ کو نہیں جانتے۔ وجہ یہ ہے کہ جب عبدیت اور عبودیت ان سے رفع ہو جاتی ہے اور ربوبیت ان پر ظاہر ہو جاتی ہے اس وقت وہ خود نہیں ہوتے۔ لہذا اگرچہ اس مقام پر تمام جہانوں کا مکمل علم اور ادراک ان کو حاصل ہوتا ہے۔لیکن یہ علم اور ادراک دوسرے حواس سے ہوتا ہے۔ جب وہ مرتبہ ربوبیت سے تنزل کر کے مرتبہ عبدیت یا عبودیت (مقام دوئی و کثرت) میں واپس آتے ہیں تو کوائف و ماہیت کنہہ اشیاء ان عبدیت کے حواس سے (جسمانی حواس سے) کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ ان مقامات کی لذت اور حظ ان کے قلب میں باقی ہوتی ہے۔اس بات کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پر غور کرو۔ مثلاً جو کچھ خواب میں دیکھا جاتا ہے۔اس کا ادراک حواس باطنہ سے ہوتا ہے اور جو کچھ بیداری میں دیکھا جاتا ہے۔اس کا تعلق حواس ظاہری سے ہے۔ چنانچہ بہت سے خواب ایسے ہیں کہ بیداری کے وقت ان کا بیان کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بعض خوابوں میں سے کچھ بیان کیا جاسکتا ہے۔لیکن وہ بھی پوری طرح بیان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ میں نے میاں غلام محمد دیگچہ کو زرد بھڑ کی شکل میں دیکھا تھا اور خواب کی حالت میں مجھے یقین تھا کہ یہ زرد بھڑ میاں غلام محمد دیگچہ ہے۔لیکن زنبور (بھڑ) کے جثہ میں نظر آرہا ہے۔پس اس معاملہ کی ماہیت کس طرح بیان کی جاسکتی ہے۔کہاں میاں غلام محمد کی شکل وصورت اور کہاں بھڑ کا وجود۔اس کے بعد فرمایا کہ وجود متعین (انسان کا وجود) وجود مطلق (حق تعالیٰ) کی کیفیت کیا بیان کرسکتا ہے۔ ذات باری تعالیٰ بے چون اور بے نہایت ہے۔ بلکہ اس سے بھی مبرا ہے۔ اس کے برعکس وجود متعین محدود ہے۔ محدود (انسان) کو ذات لامحدود کا جس قدر علم ہوسکتا ہے۔اس کی لاانتہا تجلیات میں سے ایک تجلی ہوتی ہے۔

وحدت الوجود (شیخ عبدالرزاقؒ اور شیخ امان اللہؒ میں مباحثہ):

فرمایا: شیخ عبدالرزاق جھنجانویؒ اور شیخ امان اللہ پانی پتیؒ کے درمیان مسئلہ وحدت الوجود اور حقیقت پر خط وکتابت ہوئی ہے اسی طرح شیخ عبدالرزاق کاشیؒ اور شیخ رکن الدین سمنانیؒ کے درمیان بھی یہی بحث رہی ہے۔ شیخ عبدالرزاق جھنجانویؒ اور شیخ امان اللہؒ پیر بھائی ہیں اور شیخ محمد حسن طاہرؒ کے مرید ہیں۔شیخ عبدالرزاقؒ کے نزدیک ذات حق اور وجود مطلق عین عالم ہے۔ (کائنات کا عین ہے

Marfat.com

غیر نہیں) لیکن شیخ امان اللہؒ کا کہنا ہے کہ ذات حق اور ہستی مطلق کا جو محیط ہے تمام حقائق الہیہ اور کونیہ پر ایک مرتبہ ہے جو ان تمام تعینات سے بالاتر اور وراء الوراء کائنات ہے اور اسے لاتعین کہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ جو کچھ اس عالم میں ہے متعین اور مقید ہے۔ ظاہر ہے کہ مطلق، مقید میں نہیں سما سکتا۔ اگر چہ مطلق بغیر مقید کے اور مقید بغیر مطلق کے ظہور پذیر نہیں ہوسکتا۔ شیخ امان کو لوگ ورائیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ذات حق کے لئے اطلاق اور تحتیت کا ایک مرتبہ مقرر کیا ہے۔ اور شیخ عبدالرزاق اس مرتبہ کی نفی اور انکار کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ امان علوم ظاہریہ، عقلیہ، نقلیہ میں متبحر تھے اور حقائق و معارف میں وہ شیخ محی الدین ابن عربی کے متبع ہیں اور فقر و ولایت میں بھی کامل ہیں۔ مگر شیخ عبدالرزاق فقر و ولایت میں شیخ امان سے زیادہ بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ اگر چہ شیخ عبدالرزاق سراجی، نظامی، چشتی ہیں لیکن سلسلہ قادریہ ان پر زیادہ غالب ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شیخ عبدالرزاق کو ان کے پیر شیخ محمد بن حسن بن طاہر نے خرقہ خلافت و نعمت عطا کر کے جھنجانہ کی طرف روانہ کیا بند پالکی میں سوار کیا اور پالکی کا ایک سرا خود اپنے کاندھے پر اٹھایا۔ شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ جب میرے پیر نے میری پالکی اٹھائی تو میرا سر عرش معلی سے لگ رہا تھا۔ اس کے بعد فرمایا شیخ امان بھی سراجی، نظامی چشتی ہیں لیکن ان پر بھی قادری نسبت غالب تھی۔

درس حدیث:

حضرت اقدس نے درس مشکوۃ شریف باب صدقہ سے شروع کیا۔ جب یہ حدیث پڑھی گئی (حضرت براء سے روایت ہے کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسکین کو دودھ پینے کے لئے دودھ دینے والا جانور عطا کیا یا سونا چاندی دیا یا کسی گمراہ کو راستہ دکھایا اس کے لئے ثواب ہے غلام آزاد کرنے کا) ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے۔

اس پر کسی نے عرض کیا کہ قبلہ راہ دکھانے سے مراد زمین پر راستہ دکھانا ہے یا راہ خدا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی زمین پر راستہ بتانا مراد ہے۔ اس وجہ سے کہ راہ حق دکھانے کا ثواب اس قدر زیادہ ہے کہ اگر سارے جہان کو بھی آزاد کر دے تو بھی اس کا ثواب راہ حق دکھانے کے ثواب کے سامنے ہیچ ہے۔

Marfat.com

درس حدیث۔ بدی کا نیکی میں تبدیل ہونا:

حضرت اقدس ایک طالبعلم کو مشکوٰۃ شریف (باب لیلۃ القدر) کا درس دے رہے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ لیلۃ القدر مقامات کشف میں سے ایک مقام ہے۔ جو اہل کشف کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ ہر شخص کو۔ اس کے بعد ایک اور حدیث میں ذکر آیا کہ جب بندگان خدا شب قدر میں عبادات اور طاعات بجالاتے ہیں اور دعائے مغفرت با آواز بلند مانگتے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں آؤ میں نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔ مجلس میں ایک عالم موجود تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ اگر یہ کہا جائے کہ بدی نیکی ہو جاتی ہے تو یہ محال ہے۔ اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ گناہوں کی بجائے نیکی لکھی جاتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا آپ نے یہ نہیں سنا کہ:

ہر کہ در سایہ عنایت اوست
گنہ اش طاعت است و دشمن دوست

(جو شخص حق تعالیٰ کے سایہ عنایت میں ہے۔ اس کا گناہ عبادت بن جاتا ہے اور اس کا دشمن دوست ہو جاتا ہے)

اس سے یہ بھی مطلب نکلتا ہے کہ عین گناہ، عین نیکیاں بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد اس عالم نے یہ آیت پڑھی: الا من تاب وآمن و عمل عملاً صالحاً فاؤلئك يبدل الله سياتهم حسنات (جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیئے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے)۔

اس آیت میں یہ بات بتائی گئی ہے۔ جو شخص کفر میں مبتلا ہے اس کی ہر نیکی گناہ شمار ہوتی ہے۔ جب وہ توبہ کرتا ہے۔ اور خدا پر ایمان لے آتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے تو اس کی تمام نیکیاں جو گناہ بن گئی تھیں۔ پھر نیکیاں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت اقدس نے متبسم ہو کر فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اس آیت میں ایمانِ خاص ہے نہ کہ ایمانِ عام۔ چنانچہ توبہ کا ذکر پہلے آنا اس بات کی دلیل ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ جو شخص پہلی بار گناہ کرتا ہے۔ اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ واقع ہو جاتا ہے۔ جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دو سیاہ نقطے لگ جاتے ہیں۔ اس طرح ہر گناہ کے بعد دل کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے۔ جب دل پوری طرح سیاہ ہو جاتا ہے تو اسے گناہ کرنے سے ندامت

Marfat.com

نہیں ہوتی بلکہ گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے۔ پس اسے چاہیئے کہ توبہ کرے تا کہ اس کا دل پاک ہو جائے۔

شرح: آیہ مبارک "من تاب و اٰمن و عمل عملاً صالحاًفاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات" کا مطلب سمجھنا ذرا مشکل ہے۔ یہ بات تو آسانی سے سمجھ آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے اور سارے جہان کے گناہ معاف کرنے پر قادر ہے۔ لیکن یہ جو فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ ذرا مشکل سے سمجھ آتا ہے۔ مثلاً ایک غریب شخص اور نادار شخص تین دن کے فاقے کے بعد اپنی اور بال بچوں کی جان بچانے کے لئے حرام کھا لیتا ہے تو بظاہر تو گناہ کا کام ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ نیکی شمار ہو سکتی ہے کیونکہ اس نے بال بچوں کی جان بچالی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سود کھانا، کھلانا، دینا دلانا حرام ہے:

حضرت اقدس نے ایک دفعہ فرمایا کہ اس زمانہ میں ہر شخص سود خور اور حرام خور ہے، کوئی حلال خور نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ میں نے احادیث صحیحہ میں لکھا دیکھا ہے کہ (ربا) سود لینے والا، کھانے والا، کھلانے والا اور گواہ سب شریک جرم ہیں۔ میں نے صحیح حدیث میں یہ بھی دیکھا ہے کہ سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک برابر مقدار میں لینا درست ہے۔ لیکن کمی بیشی ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ یہ سود ہے۔ اگر جنس مختلف ہے جیسا سونے کے بدلے چاندی اور گندم کے بدلے جو وغیرہ تو اس میں منافع اور نقصان کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔ لیکن بیع نسیہ (1) دونوں مذکور صورتوں میں جائز نہیں۔

حضرت عمرؓ کا ایمان لانا:

اس کے بعد فرمایا کہ سعید بن زیدؓ اصحاب عشرہ مبشرہ سے ہیں اور قدیم الاسلام ہیں اور حضرت فاطمہؓ ہمشیرہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ آپ کے عقد نکاح میں تھیں۔ وہ بھی قدیم الاسلام ہیں۔ بلکہ حضرت عمرؓ ان کی بدولت دولت ایمان سے مشرف ہوئے تھے۔ حضرت سعید اور ان کی بیوی اس وقت ایمان لائے تھے جب اسلام کی ابتداء تھی۔ صرف چند شخص ایمان لائے تھے۔ قرآن مجید تازہ تازہ نازل ہو رہا تھا اور جو جو سورۃ نازل ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو تعلیم فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک صحابی کو

---

1) بیع نسیہ یہ ہے کہ جنس موجود یا حاضر لے کر وہ جنس لینے کا اقرار کرنا جو موجود نہیں ہے مثلاً گندم کا بیج دے کر فصل پر گندم لینا۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے حضرت سعیدؓ اوران کی اہلیہ کوقرآن کی تعلیم دینے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ وہ آتے تھے اور خفیہ طور پران کو قرآن پڑھاتے تھے۔ ایک دن وہ صحابی بی بی فاطمہؓ کوقرآن پڑھارہے تھے کہ حضرت عمرؓ پہنچ گئے۔ بی بی فاطمہؓ نے خوفزدہ ہوکر قرآن پڑھنا بند کردیا اوراس صحابی کو چھپا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن سے پوچھا کہ کیا پڑھ رہی تھی۔ انہوں نے کہا میں کچھ نہیں پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ کوشک ہوا کہ شاید وہ ایمان لاچکی ہیں اور مجھ سے چھپارہی ہیں اور دوسرے دن اس نیت سے واپس آئے کہ فاطمہؓ سے کہوں گا کہ میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے تم کھاؤ۔ اگراس نے کھالیا تو ایمان نہیں لائی اور اگر نہیں کھایا تو میں سمجھ جاؤں گا کہ ایمان لاچکی ہیں کیونکہ حضرت عمرؓ کومعلوم تھا کہ مسلمان غیر مسلموں کا مذبوحہ نہیں کھاتے۔ چنانچہ اس روز آپ ایک بکری کا بچہ ذبح کرکے اور پکا کر بی بی فاطمہؓ کے پاس لے گئے۔ لیکن انہوں نے کھانے سے انکار کردیا۔ جب حضرت عمرؓ نے اصرار کیا تو بی بی فاطمہؓ نے سخت غصہ میں آکر فرمایا کہ تو کافر ہے، ہم مسلمان ہیں، تیرا ذبیحہ ہمارے لئے حرام ہے۔ ہم کس طرح کھا سکتے ہیں۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ تو کس طرح ایمان لائی ہے۔ بیان کرو۔ بی بی فاطمہ نے قصہ بیان کیا اور قرآن شریف بھی پڑھ کر سنایا۔ جب حضرت عمر نے قرآن شریف سنا تو کفر کا زنگ آپ کے قلب سے صاف ہوگیا۔ اوراسی وقت ایمان لاکر دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے قول "قدمی هذا علیٰ رقبة کل ولی الله" کا مطلب:

مولانا رکن الدین نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ اس ماہ جمادی الاول 1317ھ میں جب حضرت ملتان تشریف لے گئے تھے تو دیوان صدرالدین سجادہ نشین خانقاہ حضرت بندگی موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ اور وہاں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت غوث الاعظمؓ کے قول "قدمی هذا علیٰ رقبة کل ولی الله" پرحضور کی گفتگو ہوئی تھی وہ کس طرح ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا وہ اس طرح ہے کہ جب میں ملتان شریف پہنچا تو دیوان صدرالدین صاحب اپنے دوستوں، بھائیوں اور چند مولویوں کے ساتھ ملنے آئے۔ ان کے ساتھ مختلف مضامین پر گفتگو ہوتی رہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپس میں یہ مشورہ کرکے آئے تھے کہ وہ میرے ساتھ مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کریں۔ آخر چند متفرق باتوں کے بعد انہوں نے پوچھا کہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ "قدمی هذا علیٰ

Marfat.com

رقبة کل ولی اللہ" (میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) کیا اس میں تمام مشائخ متقدمین اور متاخرین اور اس زمانے کے تمام اولیاء کرام شامل ہیں؟۔۔ میں نے کہا کہ مشائخ متقدمین اور متاخرین اس قول میں شامل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ دیکھا ہے کہ اس میں تمام اولیاء کرام شامل ہیں خواہ متقدمین ہوں، متاخرین ہوں یا ہم عصر ہوں۔ میں نے کہا مشائخ متقدمین میں تو حضرت غوث الاعظم کے پیران عظام، بارہ امام اور صحابہ کرام بھی اولیاء اللہ تھے۔ انبیاء نہیں تھے۔ لہذا یہ کہنا کہ اس قول میں تمام اولیاء متقدمین بھی شامل ہیں، کمال بے ادبی، ترجیح بلا مرجح اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ چونکہ حضرت غوث الاعظم کے پیران عظام اور مشائخ طریقت اسوقت آپ کے ساتھ ساتھ موجود اور ہم زمان تھے۔ اس لئے ان کی گردنوں پر آپ کا قدم مبارک بالذات اور بالاصالتہ آیا ہے اور متاخرین پر بالتبع اور بالمعنی نہ کہ اصالتہ یا حقیقتاً۔ اکثر کتب ملفوظات صحیح نہیں ہیں اور بلا تحقیق لکھی گئی ہیں۔ میرے نزدیک ان کی سند قابل اعتبار نہیں ہے۔ ہاں۔ اگر یہ بات معتبر اور مستند کتابوں مثل "نفحات الانس" اخبار الاخیار اور مکتوبات امام ربانی میں درج ہے تو میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔

شادی بیاہ پر رنگ ڈالنے کی رسم:

مشکوٰۃ شریف باب الولیمہ میں سے ایک حدیث اس مضمون کی پڑھی گئی کہ ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انکے چہرے پر زرد رنگ لگا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے آج دو عورتوں کا نکاح کرایا ہے۔ عوض معاوضہ کے ساتھ۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ شادی بیاہ کے موقع پر جسم یا کپڑوں پر زرد رنگ بے شک جائز ہے۔

تعویذ برائے قوت مردمی:

ایک آدمی نے نامردی کا تعویذ طلب کیا۔ حضرت اقدس نے تبسم فرمایا اور یہ تعویذ لکھ کر اسے دیا کہ دائیں بازو پر باندھو۔

یاد رہے کہ:

Marfat.com

واؤ اور میم اور ضاد اور ہائے اللہ کی چشم کشادہ لکھی گئی ہیں۔ اور الرحمٰن کا نون کشادہ لکھا گیا ہے۔ یعنی اس طرح الرحمن نورالله السموات والارض

الله	نور	السموات	والارض
والارض	السموات	نور	الله
نور	الله	والارض	السموات
السموات	والارض	الله	نور

حضرت جنید بغدادیؒ:

فرمایا: شیخ جنیدؒ کتنے بڑے بزرگ ہیں۔ لیکن وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ تو فرمایا کہ تصوف کی باتیں میرے کوڑی بھر کام نہ آئیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جنید! ہم نے دو رکعت تہجد کی وجہ سے جو تم پڑھتے تھے تجھے بخش دیا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کو تنبیہ:

اس کے بعد فرمایا شیخ بایزید بسطامی کس قدر ضرب المثل شیخ ہیں۔ جب آپ کا وصال ہوا تو حق تعالیٰ نے پوچھا کہ بایزید ہماری جناب میں کیا لائے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی توحید لایا ہوں۔ فرمایا کہ (اذکر لیلة اللبن) دودھ کی رات یاد کر۔ انہوں نے عرض کیا کہ خداوند میں نے چالیس سال روزہ رکھا ہے آواز آئی کہ تم نے فلاں کام کیا تھا تمہارے روزے ادھر گئے۔ عرض کیا خداوند میں نے چالیس سال عبادت کی ہے۔ آواز آئی کہ تم نے فلاں کام کیا تھا۔ ساری عبادت اس کے عوض گئی اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب نہ دے بلکہ بے حساب بخشش کی دعا مانگے۔ کیونکہ ہمارے اعمال حق تعالیٰ کی عظمت اور بلند شان پر کیسے پورا اتر سکتے ہیں۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں عجز و انکساری کا اعتراف کرتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ میں نہ تیری عبادت کا حق ادا کرسکا اور نہ تیرے ذکر کا نہ تیرے فکر کا اور نہ تیری معرفت کا حق ادا کرسکا ہوں تو مجھے بے حساب بخش دے۔

آیہ "انا عرضنا الامانة" کی تشریح:

امانت کا ذکر ہوا تو آپ نے قرآن مجید کی اس آیت کو بیان فرمایا: انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها و حملها الانسان انه کان ظلوما جهولا۔ جس کی آپ نے یوں تشریح فرمائی:

Marfat.com

شرح: ہم نے پیش کی امانت یعنی مرتبہ جامعیت کہ اشارہ ہے صفات ربوبیت و مربوبیت وحقیقت وخلقیت کی طرف آسمانوں پر یعنی عالم علوی یا فرشتوں پر اور زمین پر یعنی عالم سفلی پر اور پہاڑوں پر جس سے مراد وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے۔ لیکن تمام عالم علوی وسفلی نے یہ امانت برداشت کرنے سے انکار کر دیا۔ بوجہ فتور و نقص وعدم قابلیت برداشت کے اور ڈر گئے تمام مظاہر سماوی وارضی و جمال وغیرھم اس بارگراں سے اور اٹھالیا انسان نے اس امانت کو بوجہ اس قابلیت اور استعداد کے جو اس کی فطرت میں ہے۔ تحقیق وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے۔ مجاہدات اور ریاضات شاقہ سے کچلنے والا ہے نفس کا بذریعہ موت کے اور فنا کرنے والا ہے اپنی ذات وصفات کو ذات وصفات حق تعالیٰ میں اور فنا کرنے والا ہے غیر حق اور ماسوی اللہ کو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جود وکرم:

فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ بھی سخاوت میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ جو کچھ آتا تھا ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھتی تھیں۔ سب راہ خدا میں دے دیتی تھیں۔ ایک دن کسی نے آپ کی خدمت میں ستر ہزار درہم بطور نذر پیش کیے۔ آپ نے فوراً وہ رقم غریبوں، مسکینوں اور یتیموں میں تقسیم کر دی۔ حالانکہ اس روز جو پیرہن آپ نے زیب تن فرمایا ہوا تھا اس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک خادمہ نے عرض کیا کہ بی بی آپ نے سب کچھ خیرات کر دیا ہے۔ اس قدر رقم بھی باقی نہ رکھی کہ جس سے پیرہن خریدا جاسکے۔ ام المومنین نے فرمایا تو نے اب یاد کیا۔ پہلے کیوں نہ کیا۔ دوسرے دن اتنی ہی رقم کسی جگہ سے آئی۔ آپ نے وہ بھی خیرات کر دی۔ اس روز آپ کو روزہ تھا۔ جب کچھ باقی نہ رہا تو کنیز نے عرض کیا کہ بی بی آپ نے افطار کے لئے بھی کچھ نہ رکھا۔ ام المومنین نے وہی جواب دیا کہ پہلے کیوں نہ یاد دلایا۔

انہ کان ظلوماً جھولا: سے علماء ظاہر انسان کا ظالم اور جاہل ہونا مراد لیتے ہیں۔ جس سے انسان کی مذمت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن دراصل حق سبحانہ تعالیٰ انسان کی تعریف فرما رہے ہیں کہ جو امانت آسمانوں یعنی آسمان والے فرشتوں اور زمین اور پہاڑوں نے قبول نہ کی۔ وہ انسان نے قبول کر لی۔ یہ تعریف ہے نہ کہ مذمت۔ ظلوماً جھولا کے معنی ظالم اور جاہل نہیں ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ بمصداق حدیث کنت کنزاً مخفیا (میں مخفی خزانہ تھا۔ مجھے خواہش ہوئی کہ پہچانا جاؤں۔ اس لئے میں نے

Marfat.com

خلقت کو پیدا کیا) حق تعالیٰ ایک ایسا آئینہ پیدا کرنا چاہتے تھے کہ جس میں اپنے حسن و جمال کا مشاہدہ کریں۔ چونکہ فرشتے سراپا نور تھے۔ ان میں ذات و صفات حق تعالیٰ کے عکس قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی اور زمین اور پہاڑ سراپا ظلمت ہونے کی وجہ سے آئینہ حق نما بننے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ انسان چونکہ مجموعہ روح اور جسم ہے اس کی ایک جہت نور تھی اور ایک جہت ظلمت۔ ظلمت اور نور یکجا ہونے کی وجہ سے حضرت انسان میں ذات و صفات باری تعالیٰ کے عکس قبول کرنے کی صلاحیت موجود تھی جسے قرآن نے ظلوما جھولا سے تعبیر کیا ہے۔ اس لئے اس نے یہ امانت قبول کرلی اور یہ امانت وہی ذات و صفات اللہ سے متصف ہوکر "انی جاعل فی الارض خلیفه" کے مصداق خلافت ارضی اور نیابت حق کا منصب قبول کرنا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس حقیقت میں یعنی استعداد خلافت ارضی کا معنی لیا ہے۔ اور یہ نہایت مناسب معنی ہے۔ علماء ظاہر نے جو معنی کیئے اس سے نہ تو تسکین ہوتی ہے اور نہ حقیقت سے انہیں کوئی مناسبت ہے۔

حضرت امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین صلح کی پیش گوئی حدیث میں:

مشکوۃ شریف مناقب اہل بیت کے بیان میں یہ حدیث پڑھی گئی: روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے اور حضرت امام حسنؓ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کبھی آنحضرت ﷺ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی امام حسنؓ کی طرف۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سید (سردار) ہے اور امید ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرا دیگا"۔

اس کے بعد خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ دو گروہوں سے مراد ایک حضرت امام حسنؓ کا گروہ ہے۔ اور ایک حضرت امیر معاویہؓ کا۔ جن کے درمیان حضرت علیؓ کے وصال کے بعد اختلاف رونما ہوا تھا۔ بعض لوگ حضرت امام حسنؓ کے ساتھ تھے اور بعض امیر معاویہؓ کے۔ لیکن سب سے زیادہ حقدار امام حسنؓ کا گروہ تھا۔ اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ الخلافة بعدی ثلاثون سنه (میرے بعد خلافت تیس سال تک قائم رہے گی) لیکن ابھی اس مدت میں کچھ عرصہ باقی تھا کہ امام حسنؓ خلافت سے دستبردار ہوگئے۔ آپؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے اس لئے صلح کرلی کہ آپؓ اپنے نانا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت پر بہت شفیق تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ ملک دنیا کی خاطر امت کا خون بہایا

Marfat.com

جائے۔پس آپ نے ملک دنیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کو مسلمان کہا۔تو کسی مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ امیر معاویہؓ کے متعلق بدگمانی کرے۔ان کی بے ادبی کرے اور نامناسب کلام کرے۔اس وجہ سے بھی کہ یہ صلح امام حسنؓ کی منشا پر تھی۔نہ کہ ظلم اور مجبوری سے۔

شام اور یمن کے حق میں آنحضرت ﷺ کی دعا اور نجد کے لئے وعید:

درس حدیث کے دوران ایک حدیث میں یہ ذکر آیا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللھم بارک لنا فی شامنا۔ اللھم بارک لنا فی یمننا۔(خداوند تعالیٰ برکت دے ہمارے لئے ہمارے شام اور خدایا برکت دے ہمارے لئے ہمارے یمن میں)اس وقت بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بھی فرمائیں کہ خداوند برکت دے ہمارے نجد میں۔اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان (یعنی اس جگہ (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہیں۔اور زمین نجد میں قرن الشیطن طلوع کرے گا)

مجاہدات اولیاء:

اولیاء اللہ کے مجاہدات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اس قدر مجاہدات جو اولیاء کرام نے کئے نہیں تھے۔صحابہ کرامؓ کا مجاہدہ کفار کے ساتھ جہاد تھا اور بس۔البتہ صحابہ کرامؓ شب بیداری اور نوافل میں بکثرت مشغول رہتے تھے۔نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو مجاہدات کی ضرورت بھی نہ تھی۔محض صحبت اور دیدار اقدس سے ہی ان کے مراتب بلند ہو جاتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان پر جو حقائق و معارف منکشف ہوتے تھے وہ ہزار قسم کے سخت سے سخت مجاہدات سے بھی نہیں ہو سکتے۔اس قسم کے سخت مجاہدات جو اولیاء عظام نے کیے ہیں۔تابعین کے زمانے سے شروع ہوئے۔

فرمایا کہ شیخ ابواسحاق ابراہیم شیبانی نے چالیس سال تک خلق کے "ماکولات" اشیائے خوردنی سے کچھ نہیں کھایا۔(1) اس عرصہ دراز میں ہمیشہ کعبۃ اللہ شریف کی چھت کے نیچے سویا کرتے تھے۔نیز

1) اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کا دیا ہوا کچھ نہ کھایا۔یا یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جو خوراک عام طور پر لوگ کھاتے ہیں وہ تناول نہ فرمائی۔

Marfat.com

آپ نے اسی سال اپنی خواہش سے کچھ نہیں کھایا۔

اور شیخ ابوعلی دقاقؒ نے ساری عمر پشت زمین سے نہیں لگائی۔(1) شیخ ابوبکر قفانیؒ تیس سال تک میزاب رحمت (کعبۃ اللہ کے پرنالے) کے نیچے دوزانوں ہوکر بیٹھے رہے اور اس مدت کے دوران آپ آٹھ پہر میں ایک دفعہ وضو کرتے تھے۔ اور اس عرصے میں آپ نے نیند نہ کی۔ حاجت بشری، وضو اور نماز کے سوا اس جگہ سے کبھی نہیں اٹھتے تھے۔

ایک بزرگ نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے کہا کہ اپنے مجاہدات سے مطلع کریں تا کہ میں بھی وہی بجا لاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مجاہدات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات مجھے غسل کی ضرورت ہوئی۔ وہ تہجد کا وقت تھا۔ سخت سردی کا موسم تھا برف پڑ رہی تھی۔ میرے نفس نے سردی کی وجہ سے غسل میں لحظہ بھر دیر کر دی۔ آخر میں نے اٹھ کر سرد پانی سے غسل کیا۔ اور تہجد پڑھی۔ لیکن نفس کی اس تاخیر کی وجہ سے میں نے اسے یہ سزا دی کہ سال بھر دن رات اپنے کپڑے تر کیے رکھتا تھا۔ جب کپڑے خشک ہو جاتے تو میں پانی کا مٹکا اٹھا کر سر پر ڈال دیتا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ دیکھو شیخ بایزید بسطامیؒ خراسان جیسے ملک میں جہاں گرمی کا موسم ہمارے ہاں کی سردی کے موسم کے برابر ہوتا ہے، رہتے تھے۔ ایسی سردی میں آپ نے اپنے نفس کو ایک لمحہ کاہلی کی یہ سزا دی کہ ایک سال تک تر کپڑے پہنتے رہے۔

حضرت خواجہ اجمیریؒ کا مجاہدہ:

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ غریب نواز شیخ سلطان الہند معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ آپ کی غذا یہ تھی کہ سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے کوٹ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پانی سے تر کر لیتے اور تناول فرما لیتے تھے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ دو بزرگ ایسے ہوئے ہیں جو پیدائش سے لے کر وصال تک صائم الدہر رہے ہیں۔(2) ایک حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ، دوسرے حضرت شیخ سہل بن عبداللہ تستریؒ۔

---

1) یعنی کبھی لیٹ کر نہ سوئے۔ بلکہ غلبہ نیند کو بیٹھے بیٹھے فرو کیا۔

2) یعنی ساری عمر ہر روز روزہ رکھا۔

Marfat.com

AUQAF
DEPARTMENT

Marfat.com